صلی اللہ علیہ وسلم

سیرتِ احمدِ مجتبیٰ

قباء سے واقعۂ اِفک تک

PSO

پاکستان اسٹیٹ آئل کمپنی لمیٹڈ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

جلد دوم

قباء سے واقعہ اِفک تک

(حیات طیبہ کا مدنی دور)

سیرت نگار

شاہ مصباح الدین شکیل

ناشر

PSO

پاکستان اسٹیٹ آئل کمپنی لمیٹڈ

داؤد سینٹر۔ مولوی تمیز الدین خان روڈ۔ کراچی۔ پاکستان

RekhtaDownload.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قبلہ نما

پیش لفظ — میاں محمد فرید

شمار	عنوان	تشریح	صفحہ
	ہجرت کا پہلا سال		
۱۔	قُباء کی بستی	محل وقوع	۱
۲۔	دل جس سے زندہ	قُباء میں آمد	۲
۳۔	وہ آئیں گھر میں ہمارے....	قُباء میں قیام	۳
۴۔	مہاجر و انصار	مہمان و میزبان	۵
۵۔	نگہ شوق گھڑی بھر......	حضرت اسعدؓ ابن زُرارہ	۶
۶۔	انصار	پس منظر	۷
۷۔	بنی اوس	ذیلی شاخیں	۹
۸۔	بنی خزرج	ذیلی شاخیں	۱۰
۹۔	اوس و خزرج کی خانہ جنگیاں	تاریخی پس منظر	۱۲
۱۰۔	انصار کی آبادیاں	تفصیل	۱۲
۱۱۔	سابقون الاولون	قرآنی سند	۱۵
۱۲۔	حواشی	تشریحات	۱۸
۱۳۔	مسجد قُباء	تعمیر	۲۰
۱۴۔	نسیما جانب بطحا	قباء سے روانگی	۲۹
۱۵۔	حواشی	تشریحات	۳۱
۱۶۔	پہلے جمعہ کا پہلا خطبہ	منشورِ حیات	۳۳

RekhtaDownload.com

۱۷۔ چلی بھی جا جرس غنچہ	سوئے یثرب	۳۷
۱۸۔ یثرب تمام مطلع انوار	استقبال	۳۹
۱۹۔ چشم ماروشن	خیر مقدمی ترانے اور قصیدے	۴۱
۲۰۔ دئے کے خط منہ دیکھتا ہے	تبع حمیری کا خط	۴۳
۲۱۔ آئی صدائے جبرئیل	محلہ بنی نجار	۴۶
۲۲۔ مہماں ہوتے ہیں	منزل قیام	۴۸
۲۳۔ ترے قیام کے طفیل	خانۂ ایوب	۴۹
۲۴۔ میزبانِ رسول	حضرت ابو ایوب انصاریؓ	۵۱
۲۵۔ اہل و عیال کی آمد	خانوادۂ نبوت	۵۳
۲۶۔ وقت کی تقویم میں	سنہ ہجری کی ابتدا	۵۴
۲۷۔ حواشی	تشریحات	۵۹
۲۸۔ تعمیر مسجد نبوی		۶۱
	جگہ کا انتخاب	۶۱
	زمین کی قیمت	۶۲
	مسجد نبوی کا رقبہ	۶۴
	ابتدائی تعمیر	۶۵
	محراب	۷۰
	منبر	۷۲
	عہد نبوی میں تعمیر ثانی	۷۶
	اسطوانات (ستون)	۷۷
	توسیعات حضرت عمرؓ	۷۸
	توسیعات حضرت عثمانؓ	۸۲
	توسیعات عہد بہ عہد	۸۳
	مسجد کے رقبہ میں اضافہ	۹۳
۲۹۔ حواشی	تشریحات	۹۵

۳۰-	حرم مدینہ	تاسیس	۹۷
۳۱-	حواشی	تشریحات	۱۰۱
۳۲-	اُمّی ہے مگر	درسگاہِ صُفّہ	۱۰۲
۳۳-	ازواج مطہرات کے حجرے	تفصیل	۱۰۶
۳۴-	خوخے اور دروازے بند کردو	حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت	۱۰۹
۳۵-	نماز	رکعات میں اضافہ	۱۱۰
۳۶-	جنت نگاہ و فردوسِ گوش	ایمان حضرت عبداللہؓ ابن سلام	۱۱۱
۳۷-	جوہری کے لئے	ایمان حضرت ابو قیس صرمہؓ	۱۱۵
۳۸-	وہ آدمی ہے مگر......	ایمان حضرت میمونؓ بن یامین	۱۱۵
۳۹-	جویائے حق	ایمان حضرت سلمان فارسیؓ	۱۱۶
۴۰-	خادم خاص	حضرت انسؓ بن مالک	۱۲۳
۴۱-	جنت کا سودا	بیر رومہ	۱۲۵
۴۲-	حواشی	تشریحات	۱۲۶
۴۳-	خوشا وہ وقت کہ......	یثرب کی آب و ہوا	۱۲۹
۴۴	حواشی	تشریحات	۱۳۲
۴۵-	مواخات	بھائی چارہ	۱۳۳
۴۶	بھائی بندی	میزبان بھائی مہماں بھائی	۱۳۹
۴۷	مواخات بین المہاجرین	مکہ میں	۱۴۰
۴۸	حواشی	تشریحات	۱۴۲
۴۹-	یثرب	مدینۃ النبیؐ	۱۴۳
۵۰-	تصدیق سے تکذیب تک	حی بن اخطب	۱۴۸
۵۱-	کچھ تو پیغام زبانی......	یہودی عالم	۱۴۹
۵۲-	یہود	قبائل	۱۵۰
۵۳-	ناوک نے تیرے......	قریش کا دھمکی آمیز خط	۱۵۲
۵۴-	جو کوئی چاہنے والا......	حضرت سعدؓ بن معاذ کا انتباہ	۱۵۳
۵۵-	ان کے مقاصد جلیل	اقدامات	۱۵۴
۵۶-	میثاق مدینہ	تفصیلات	۱۵۷
۵۷	نکلے تیری تلاش میں......	ج امریکی دانشور کا خراج فکر	۱۶۳

RekhtaDownload.com

۵۸۔	دیتے ہیں دھوکا	تین محاذ	۱۶۳
۵۹۔	تجھ کو منظور ہے	افہام و تفہیم	۱۶۵
۶۰۔	حواشی	تشریحات	۱۶۸
۶۱۔	سَرِیّہ و غزوہ	دونوں میں فرق	۱۷۰
۶۲۔	لشکر بہ اعتبار تعداد	اقسام	۱۷۱
۶۳۔	غزوات کی تعداد	جملہ نقصان	۱۷۱
۶۴۔	سَرِیّہ امیر حمزہؓ	پہلی مہم	۱۷۱
۶۵۔	عَلم	لِوا ، رَایت	۱۷۲
۶۶۔	پہلا پرچم بردار	اسد اللہ اسد الرّسول	۱۷۳
۶۷۔	پہلا غیر جانبدار حکمراں	مجدی بن عمرو جُہینی	۱۷۵
۶۸۔	مملکت مدینہ	پہلا تسلیم کرنے والا	۱۷۵
۶۹۔	سَرِیّہ عبیدہؓ بن حارث	دوسری مہم	۱۷۶
۷۰۔	راہ حق میں پہلا تیر	حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص	۱۷۸
۷۱۔	پہلا پاپیادہ دستہ	تیسری مہم	۱۷۹
۷۲۔	ملک بقا کے مسافر	جنت البقیع	۱۸۰
۷۳۔	حواشی	تشریحات	۱۸۳

ہجرت کا دوسرا سال

۷۴۔	عاشورہ کا روزہ	پس منظر	۱۸۵
۷۵۔	جہاد بالسّیف	حکم	۱۸۶
۷۶۔	اقسام جہاد	جہاد نفس، علم، قتال	۱۸۸
۷۷۔	پہلا غزوہ	ابواء یا وَدّان	۱۹۰
۷۸۔	پہلا معاہدہ	بنو ضمرہ سے	۱۹۲
۷۹۔	دوسرا غزوہ	غزوہ بُواط	۱۹۳
۸۰۔	تیسرا غزوہ	غزوہ ذی عشیرہ	۱۹۴

۱۰۳۔ پہلی عید الاضحیٰ مدینہ میں ۳۷۰
۱۰۴۔ معدن رحمت حکم درود ۳۷۰
۱۰۵۔ سنہ ۲ ہجری دیگر اہم واقعات ۳۷۲
۱۰۶۔ حواشی تشریحات ۳۷۳

ہجرت کا تیسرا سال

۱۰۷۔ غزوۂ غطفان یا غزوہ ذی امر یا انمار ۳۷۴
۱۰۸۔ غزوۂ بحران نجد میں ۳۷۶
۱۰۹۔ کعب بن اشرف یہودی شاعر کا قتل ۳۷۷
۱۱۰۔ ابو رافع گستاخ رسول کا انجام ۳۸۳
۱۱۱۔ سریّہ زیدؓ بن حارثہ یا سَرِیّہ قردہ ۳۸۵
۱۱۲۔ حواشی تشریحات ۳۸۹
۱۱۳۔ غزوہ اُحُدؑ قریش سے دوسرا معرکہ ۳۹۰
وجوہات ۳۹۰
کفّار کی تیاریاں ۳۹۲
خواب اور مشورت ۳۹۶
جنگی حکمت عملی ۳۹۸
من کالے۔ منافق ۴۰۳
پہلا مورچہ ۴۰۵
جغرافیائی حکمتِ عملی ۴۰۷
اسلامی فوج کی ترتیب ۴۰۹
فوج کفّار کی ترتیب ۴۱۰
تاریخ میں تاریخوں کا اختلاف ۴۱۲
تلوار کا حق ۴۱۴
ابو عامر فاسق ۴۱۶
مجاہد کی دعا ۴۱۷
معرکۂ بیم ورجا ۴۱۹
ابوسفیان کی چال ۴۲۷

RekhtaDownload.com

		چار بد بخت	۴۲۸
		ہلاکت نہیں موت......	۴۳۰
		اُمِّ عمارہؓ کی ضربت کاری	۴۳۲
		حضور اکرمؐ کا زخمی ہونا	۴۳۳
		خبر وحشت اثر	۴۳۷
		پھر گئے نامراد......	۴۴۱
		نبوت کی گواہی۔ سعدؓ ابن خیشمہ	۴۴۲
		شہادت حضرت حمزہؓ	۴۴۳
		حضرت عبداللہؓ کی شہادت	۴۴۷
		غسیل الملائکہ حضرت حنظلہؓ	۴۵۰
		یہودیوں کا کردار	۴۵۲
		علم بردار۔ مصعبؓ بن عُمیر	۴۵۳
		شہداء کی تدفین	۴۵۴
		شہداء کی تعداد	۴۵۵
۱۱۴۔	غزوۂ حمراء الاسد	قریش کے تعاقب میں	۴۶۱
۱۱۵۔	غزوۂ اُحد کے نتائج	اثرات	۴۶۴
۱۱۶۔	سنہ ۳ ہجری	اہم و متفرق واقعات	۴۶۶
		حضرت حفصہؓ سے نکاح	۴۶۸
		حضرت زینبؓ بنت خزیمہ نکاح	۴۷۰
۱۱۷۔	حواشی	تشریحات	۴۷۱

ہجرت کا چوتھا سال

۱۱۸۔	سَرِیّۂ ابی سلمہ مخزومی	نجد کی طرف	۴۷۵
۱۱۹۔	سانحۂ رجیع	معلّمین و مبلغین	۴۷۷
۱۲۰۔	سَرِیّۂ عبداللہ بن انیس	بطن عرنہ کی طرف	۴۸۳
۱۲۱	بئیر معونہ کا المیہ	قراء کی مظلومانہ شہادت	۴۸۵
۱۲۲	حواشی	تشریحات	۴۹۰

۱۲۳۔	غزوۂ بنی نضیر	یہود کی فتنہ انگیزی	۴۹۱
		شہر بدری کا حکم	۴۹۵
		محاصرہ	۴۹۶
۱۲۴۔	انصار کے لئے دعائیں	اموال بنی نضیر کی تقسیم	۴۹۸
۱۲۵۔	حواشی	تشریحات	۵۰۱
۱۲۶۔	غزوہ بدر ثانی	ابو سفیان کا وعدہ	۵۰۲
۱۲۷۔	سنہ ۴ ہجری	متفرق واقعات	۵۰۴
		عبرانی، سریانی زبانیں	۵۰۵
		حضرت اُمِّ سلمہؓ سے نکاح	۵۰۵
۱۲۸۔	حواشی	تشریحات	۵۰۷

ہجرت کا پانچواں سال

۱۲۹۔	غزوۂ دُومَۃُ الجَندَل	شام کی طرف	۵۰۸
۱۳۰	غزوۂ بنو مُصطلق	مُریسیع	۵۱۰
		حضرت جویریہؓ سے نکاح	۵۱۲
		راس المنافقین کا فتنہ	۵۱۵
۱۳۱۔	واقعۂ افک	بہتان عظیم	۵۲۰
		تیمم کی سہولت	۵۳۰
۱۳۲	حواشی	تشریحات	۵۳۳
۱۳۳	ماخذ و مراجع	کتابیات	۵۳۶
۱۳۴	چند تبصرے	ط چند آراء	۵۴۷

اس کتاب کے جملہ حقوق بحق پاکستان اسٹیٹ آئل کمپنی لمیٹڈ محفوظ ہیں

نام کتاب ——— سیرت احمد مجتبیٰؐ۔ قباء سے واقعہ افک تک (جلد دوم)

مصنف ——— شاہ مصباح الدین شکیل۔ بی کام۔ ایم اے، ایل ایل بی

طبع اول ——— یکم ربیع الاول ۱۴۱۱ھ م ۲۲ر ستمبر ۱۹۹۰ء

تعداد ——— پانچ ہزار

سرورق ——— صادقین مرحوم

طباعت ——— کارنیشن پرنٹرز، کراچی، پاکستان۔ ٹیلی فون ۶۱۹۹۸۲۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

ربیع الاول ۱۴۱۱ ہجری میں آقائے نامدار، نبی آخرالزماں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دار فانی سے پردہ فرمائے پورے چودہ سو سال مکمل ہوگئے ہیں۔ اس عہد آفریں، تاریخی اور ملی نوعیت کے یادگار موقع پر پاکستان اسٹیٹ آئل کمپنی بصد عجز و نیاز ملک اور قوم کی خدمت میں اپنا نذرانۂ عقیدت پیش کر رہی ہے۔ یہ نذرانۂ عقیدت دراصل شمعِ ہدایت "سراجاً منیرا" کا اجالا ہے جس کی ایک ایک کرن حیاتِ طیبہ کی روشنی لئے دوسری جلد "سیرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" "مسجد قباء سے واقعۂ اِفک تک" کی صورت میں پیش خدمت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر بجالاتے ہوئے جلد اوّل "ظہور قدسی سے مسجد قباء تک" کے بعد پی ایس او کی جانب سے جلد دوم پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔ اس موقع پر یہ کہتے ہوئے بڑی خوشی محسوس ہورہی ہے کہ اس سلسلے کے پہلے حصے کو جو پذیرائی نصیب ہوئی وہ

RekhtaDownload.com

کارکنانِ ادارہ کے لئے باعث افتخار ہے۔ پاکستان کے علاوہ دنیا کے مختلف حصوں سے پی ایس او کی اس دینی خدمت کو سراہتے ہوئے کتاب کو طلب کیا گیا۔ ان ممالک میں بھارت، بنگلہ دیش، برما، سعودی عرب، کویت، عرب امارات، ترکی، فیجی، نائیجیریا، جنوبی افریقہ، برطانیہ، فرانس، کینیڈا اور امریکہ کے اہلِ علم اور صاحبانِ ذوق شامل ہیں۔

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ کمپنی کے ترجمان "پی ایس او ریویو" کے ماہ ربیع الاوّل کے شمارے سیرت نمبر کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔ الحمد لِلّٰہ یہ سلسلہ ربیع الاوّل ۱۳۹۹ ہجری مطابق ۱۹۷۹ء سے تا حال جاری ہے۔ ربیع الاوّل ۱۴۰۵ ہجری مطابق ۱۹۸۴ء سے ان سیرت نمبروں کو ایک نئی جہت عطا کی گئی جس کے تحت پی ایس او کمپنی کی طے شدہ پالیسی کے مطابق شعبۂ امور عامہ میں اسلامی تعلیمات اور تاریخی واقعات کا ایک سیکشن قائم کیا گیا۔ جس نے سیرتِ طیبہ، سیرت صحابہ اور تاریخ اسلام کے مطالعہ کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرکے تحقیقی انداز میں مدوّن کرنا شروع کیا۔ تین چار سال کی محنت کے بعد حیاتِ طیبہ کے مکّی دور پر تحقیقی کام مکمل ہو گیا جو پہلے سیرت نمبروں کی شکل میں قسط وار شائع ہوتا رہا۔ ان سیرت نمبروں کو اہلِ قلم، صاحبانِ ذوق، علمائے کرام، اساتذہ صاحبان، صحافی حضرات، طلبہ اور عام قارئین نے اس درجہ پسند کیا کہ حوصلہ افزا تبصروں اور خطوط کا تانتا بندھ گیا۔ عام لوگوں اور صاحبِ

ذوق حضرات میں پی ایس او کی مطبوعات کی بڑھتی ہوئی مانگ کو پورا کرنے کے لئے ان سیرت نمبروں کے کئی کئی اضافی ایڈیشن شائع کئے گئے۔ کمپنی یہ کام خالصتاً مذہبی خدمت اور اشاعتِ اسلام کے جذبے کے تحت فی سبیل اللہ انجام دیتی ہے۔

۱۹۸۳ء سے ۱۹۸۵ء کے تحقیقی مواد کو نظر ثانی اور ضروری اضافہ کے ساتھ ستمبر ۱۹۸۶ء میں "سیرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" (ظہور قدسیؐ سے مسجد قباء تک) کے نام سے بڑے اہتمام اور شایان شان طریقے پر زیور طبع سے آراستہ کیا گیا۔ پی ایس او کی اس دینی خدمت کو افراد اور اداروں نے یکساں قدر کی نگاہ سے دیکھا۔

اس کتاب کو پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف لائبریری ایجوکیشن (لاہور) نے پائل سیرت ایوارڈ (PILE SEERAT AWARD) برائے ۱۹۸۷ء۔۸۸ سے سرفراز کیا۔

نیشنل کونسل آف کلچر آرٹس کراچی (N.C.C.A) نے ۱۹۸۸ء کی اسے بہترین سیرت کی کتاب کا ایوارڈ عطا کیا۔

پنجاب سوشل ویلفیئر فیڈریشن لاہور نے پی ایس او کو اسلامک ایجوکیشن اکیڈمی کی ساتویں نمائش برائے چلڈرن سیرت بک کے موقع پر "یونک ایوارڈ" UNIQUE AWARD سے نوازا۔

پی ایس او کے جملہ کارکنوں کی جانب سے بھی میں اس حوصلہ

ل

افزائی اور پذیرائی کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

قومی پریس کے روز ناموں، ماہناموں، ہفتہ وار رسالوں اور جریدوں نے جس فراخدلانہ انداز میں پی ایس او کی اس دینی خدمت کو سراہا ہے اس کے شکریہ کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں۔ ان کے علاوہ ہمت افزائی کے وہ سینکڑوں خطوط جو اندرون و بیرون ملک سے موصول ہوئے انہوں نے مصنف اور ادارے کو کام کرنے کا ایک نیا حوصلہ ایک نیا عزم عطا کیا۔ اس پر ہم اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کریں کم ہے۔

آپ کو یہ معلوم کر کے مزید خوشی ہوگی کہ ملک اور بیرون ملک اکثر نامور اور موقر جریدوں نے ان سیرت نمبروں کو قسط وار شائع کیا بعض نے ان کے منتخب مضامین چھاپے ہیں۔ اس طرح سیرتِ طیبہ کی تابانی دور دور تک پھیلانے میں پی ایس او کے روشن کئے ہوئے چراغ کا "تیل" کام آیا۔ ان میں روز نامہ ملت (لندن) اسلامک ٹائمز (شکاگو) اردو مورچہ (نئی دہلی) کے علاوہ روزنامۂ اعلان (ملتان) روزنامۂ یادگار (سکھر) روزنامۂ الہام (بہاولپور) ہفت روزہ اخبار جہاں (مشرق وسطیٰ کے ایڈیشن میں) ہفت روزہ سیون ڈے نیوز (کراچی) ہفت روزہ فیملی میگزین (لاہور) ماہنامہ "علم القرآن"، ماہنامہ "طالبِ علم" (کراچی) ماہنامہ نوائے ملک (کراچی) ماہنامہ ٹوٹ بٹوٹ (سیرت کی پوری کتاب قسطوں میں چھاپ رہا ہے۔ یہ سلسلہ

ہنوز جاری ہے) الجماعۃ الاسلامیہ (کاموکے، گوجرانوالہ) کے سہ ماہی ترجمان، انوار الحرمین کے نام قابل ذکر ہیں روزنامہ "ڈان" گجراتی ماہِ ربیع الاوّل اور رمضان المبارک میں ان کا گجراتی ترجمہ روزانہ شائع کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیں قوی امید ہے کہ جلد دوم "مسجد قُباء سے واقعۂ اِفک تک" کا عقیدت مندانہ علمی تحفہ بھی پہلی جلد کی طرح ذوق و شوق سے پڑھا جائے گا۔ جلد دوم سے متعلق سیرت نمبر غزواتِ نبوی پر مبنی ہونے کی وجہ سے عساکرِ پاکستان کی خصوصی توجہ کے حامل رہے چنانچہ ہوائی، بحری اور برّی افواج کے اداروں نے اسے سراہتے ہوئے خطوط لکھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ دوسری جلد کو بھی وہی حسن قبولیت نصیب ہو جو "ظہور قدسیؐ سے مسجد قُباء تک" کے حصہ میں آئی۔

پی ایس او کا اسلامی تعلیمات اور تاریخی واقعات پر تحقیقی شعبہ تیسری جلد "غزوۂ خندق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفرِ آخرت تک" مرتب کر رہا ہے جو انشاء اللہ تکمیل پر شائع کردی جائے گی۔

دوسری جلد پر چند سطور بطور پیش لفظ تحریر کر کے راقم الحروف رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے امیدوارانِ شفاعت میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

ن

اللہ تعالیٰ راقم الحروف، مصنف اور جملہ کارکنوں کو دینی اور دنیاوی نعمتوں سے سرفراز فرمائے اور پی ایس او کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین ثمہ آمین۔

میاں محمد فرید

میاں محمد فرید
مینجنگ ڈائریکٹر
پاکستان اسٹیٹ آئل کمپنی لمیٹڈ

داؤد سینٹر،
مولوی تمیزالدین روڈ
پی او بکس نمبر ۳۹۸۳
کراچی - ۴ (پاکستان)

RekhtaDownload.com

نقشۂ
سفرِ ہجرتِ نبوی ﷺ
ینبع البحر
مدینہ منورہ
قبا
مستورہ
رابغ
جدہ
مولد النبی
جبل ثور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہجرت کا پہلا سال

قُبا کی بستی

قُباء قبیلہ اوس کے خاندانوں کی بستی تھی جسے عالیہ کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا۔ یہ یثرب (مدینہ) سے تین میل پر بالائی آبادی تھی۔ یہاں پہاڑوں کے درمیان ایک وسیع مستطیل میدان ہے جس کا طول بارہ میل اور عرض کسی قدر کم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ سے روانگی کی خبر اوس و خزرج کی بستیوں میں پہلے ہی پہنچ چکی تھی۔ تمام شہر چشم براہ تھا۔ لوگ ہر روز صبح سویرے ہتھیار سجا کر اپنے اپنے گھروں سے نکل پڑتے اور "حرۃ العصبہ" (ایک سیاہ چٹان) کے مقام پر جمع ہو جاتے۔ ان کی نظریں اس راستے پر لگی ہوتیں جس سے ہو کر مکہ سے مسافر آتے تھے۔ سورج کی تمازت بڑھ جاتی تو مایوس ہو کر گھروں کو لوٹ جاتے۔

RekhtaDownload.com

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تم ہی تو ہو

پیر کا دن اور ۸ ربیع الاوّل سنہ ۱۴ نبوت یا ایک ہجری[۲] مطابق ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء کی تاریخ تھی کہ قافلہ نبوت دوپہر بعد وہاں پہنچا اور ایک درخت کے نیچے اترا۔ اطلاع دینے کے لئے ایک آدمی بستی میں بھیجا گیا۔[۳] امام بخاریؒ کی تاریخ صغیر میں حضرت انسؓ بن مالک کی روایت ہے کہ تشریف آوری کی خبر پاتے ہی پانچ سو افراد استقبال کے لئے حاضر ہوئے۔[۴] دوسری روایت ہے کہ ایک یہودی[۵] نے اپنی گڑھی کی بلندی سے انہیں سفید لباس میں آتے دیکھا اور آواز لگائی کہ بنی قیلہ (اوس و خزرج کی ماں کا نام تھا۔ جب دونوں کو ایک ساتھ مخاطب کرنا ہوتا تو اس طرح پکارتے) تمہیں جس کا انتظار تھا وہ ذیشان ہستی آگئی۔ یہ سنتے ہی قُبا کی بستیاں نعرہ تکبیر سے گونج اٹھیں۔ ہر زبان پر "رسول اللہ ؐ آگئے۔ نبی اللہ ؐ آگئے"۔ کے کلمات تھے۔ لوگ ہتھیار سے آراستہ ہو کر بے تابانہ خیر مقدم کے لئے حرہ کی طرف دوڑے۔ دیکھا کہ کھجور کے درخت کے سایہ میں دو نورانی پیکر تشریف فرما ہیں۔ جمع ہونے والوں میں اکثر یہ امتیاز نہ کر سکے کہ ان میں رسول ؐ کی ذات اقدس کون سی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پورے ۵۳ سال تھی۔[۶] حضرت ابوبکرؓ دیکھنے میں معمر دکھائی دیتے تھے حالانکہ عمر میں دو سال چھوٹے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ لوگوں کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ رسول اکرم ؐ خاموش بیٹھے رہے۔ بہت سے ان ہی کو

گوہر مقصود سمجھ بیٹھے۔ حضرت ابو بکرؓ یہ کیفیت بھانپ گئے۔ جب شیف نامی گڑھی کے اوپر سے سورج بلند ہوا اور دھوپ حضور اکرمؐ پر پڑنے لگی تو حضرت ابو بکرؓ نے اٹھ کر چادر سے سایہ کیا۔[؎] یہ تعارف کی ادب پرور اور دل آویز ادا تھی۔ مشتاقان دید کے لئے اب کوئی دقت نہ رہی۔ جب سب جمع ہو گئے تو اللہ کے رسولؐ ان کے ساتھ قباء کو جانے والے راستے سے بستی میں داخل ہوئے اور سیدھی جانب پر چلنے لگے۔ اس طرف عمرو بن عوف کا خاندان رہتا تھا۔

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے

حضرت کلثومؓ بن ہدم اوس کی شاخ عمرو بن عوف کے معمر سردار تھے۔ قُباء کی بستی میں ان کا خاندان ہی سب سے ممتاز تھا۔ میزبانی کا شرف ان ہی کے حصہ میں آیا۔ گھر میں نزول اجلال کے بعد انہوں نے اپنے غلام کو تازہ کھجوریں لانے کا حکم دیا۔ وہ اعلیٰ قسم کی "اُمّ جرذان" کا خوشہ اتار لایا جس میں زرد اور نیم پختہ کھجوریں تھیں۔[؎] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام پوچھا پھر اس میں برکت کی دعا فرمائی اور تناول فرمایا۔ قریب میں حضرت سعدؓ ابن خیثمہ کا مکان "منزل العزاب"[؎] (کنواروں کا گھر) تھا۔ چونکہ وہ غیر شادی شدہ تھے اس لئے حضورؐ عام ملاقات کے لئے وہاں تشریف لے جاتے۔ اکثر مہاجرین بھی ان ہی کے گھر ٹھہرے۔ حضرت ابو بکرؓ دوسری بستی "سُنح" میں بنو حارث بن خزرج

کے فرد حضرت خبیبؓ بن اساف کے مہمان ہوئے۔ بعض مورخوں نے میزبان صدیقؓ کا نام حضرت خارجہؓ بن زید بن ابی زہیر لکھا ہے۔ حضرت علیؓ مکہ میں امانتیں لوٹا کر تین دن بعد قباء میں وارد ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی ٹھہرے۔ اب تک جو مہاجرین پہنچ چکے تھے ان کے قیام کی تفصیل درج ذیل ہے۔[۱]

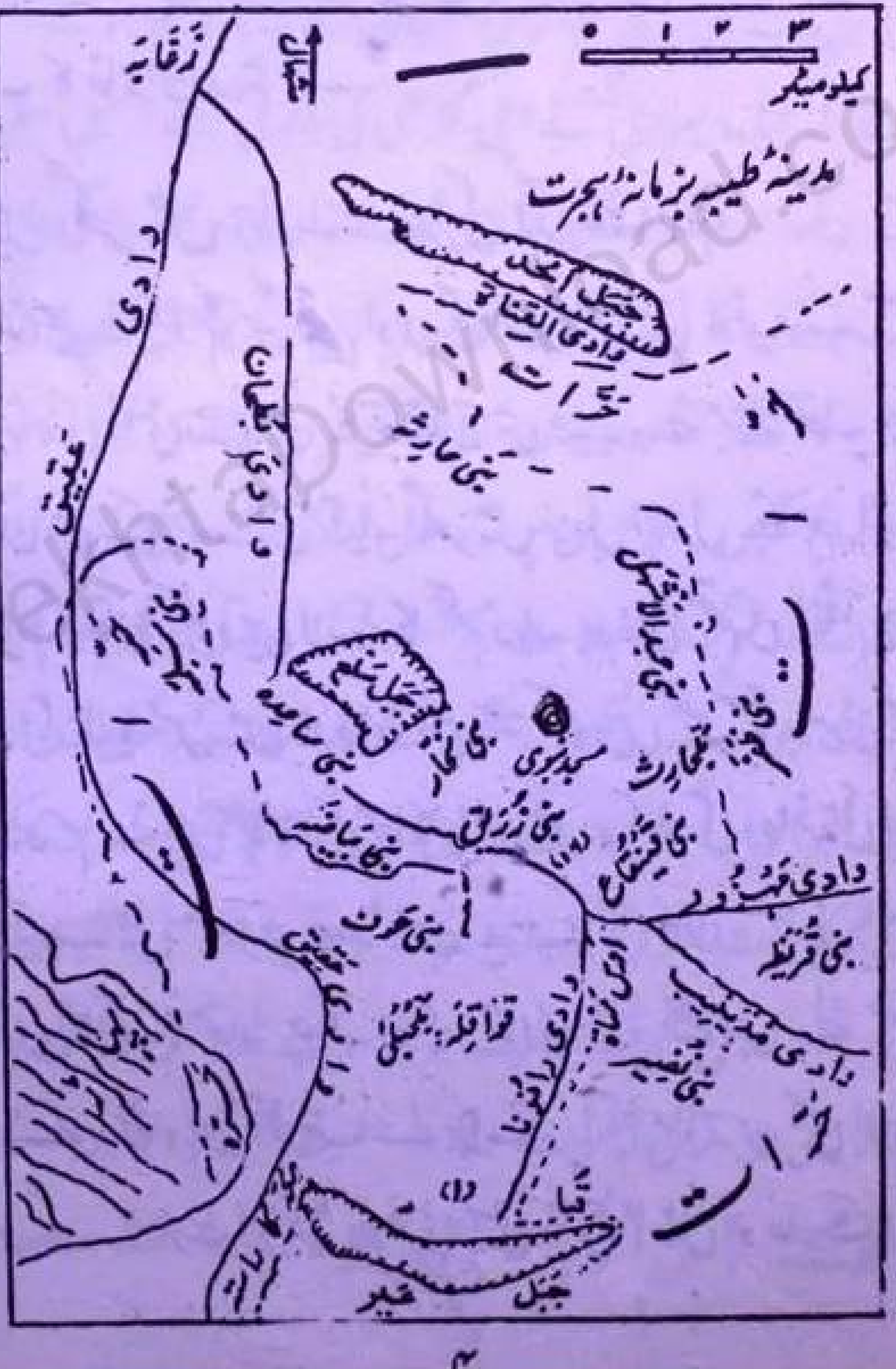

اسمائے مہاجرین	میزبان انصار	نام قبیلہ یا محلہ
حضرات طلحہؓ بن عبید اللہ	حضرت خبیبؓ بن اساف	بلحارث بن خزرج، سخ
صہیبؓ بن سنان رومی		
حضرات حمزہؓ زیدؓ بن حارثہ	حضرت کلثومؓ بن ہدم	قباء
ابو مرثدؓ۔	ایضاً	ایضاً
ابو کبشہؓ آنسہؓ	ایضاً	ایضاً
حضرات عبیدہؓ بن حارث	حضرت عبداللہؓ	حارث بن خزرج
طفیلؓ۔ حصینؓ	ایضاً	ایضاً
مسطحؓ بن اثاثہ۔ سویبطؓ بن سعد	ایضاً	ایضاً
طلیبؓ بن عمیر۔	ایضاً	ایضاً
خبابؓ بن ارت۔	ایضاً	ایضاً
حضرت مصعبؓ بن عمیر	حضرت سعدؓ بن معاذ	عبدالاشہل
حضرات زبیرؓ بن عوام۔ ابو سبرہؓ۔	حضرت منذرؓ بن محمد حجبی	عصبہ
حضرات ابو حذیفہؓ۔ سالمؓ۔	حضرت ثبیتہ بن یخار	قباء
حضرت عتبہؓ بن غزوان۔	حضرت عبادؓ بن بشر	عبدالاشہل
حضرت عثمانؓ	حضرت اوسؓ بن ثابت	نجار
اکثر مجرد مہاجرین	حضرت سعدؓ بن خیثمہ	قباء

نگہ شوق گھڑی بھر کو کہاں ٹھہری ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا بات ہے کہ اسعد ابن زرارہ نظر نہیں آئے؟

حضرت سعدؓ ابن خیثمہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہؐ! جنگ بعاث میں انہوں نے ہمارے ایک سردار کو قتل کر دیا تھا قبیلۂ اوس کے لوگ ان کے خون کے پیاسے ہیں۔ اسی ڈر سے وہ نہیں آئے۔ دن تمام ہوا شام نے ردائے ظلمت پھیلا دی تو منہ پر کپڑا لپیٹے شمع نبوت کا ایک پروانہ حاضر خدمت ہوا۔ رات بھر انوار نبوت سے فیضیاب ہوتا رہا۔ جب پو پھٹی تو اجازت لے کر یثرب واپس ہوگیا۔ یہ حضرت اسعدؓ ابن زرارہ تھے۔

ان کے جانے کے بعد دلوں کو جوڑنے والے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قبیلۂ اوس کے سرداروں سے فرمایا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ اسعد بن زرارہ کو پناہ دو۔ ان جان نثاروں میں حضرت سعدؓ بن خیثمہ نے تعمیل حکم میں فوراً یثرب کی راہ لی۔ چند گھنٹوں بعد اہل قباء نے دیکھا کہ سعدؓ ابن خیثمہ سردار اوس اسعدؓ بن زرارہ سردار خزرج کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے اپنی آبادی بنی عمرو بن عوف کی گلیوں سے گزر رہے ہیں۔ وہ جانی دشمن کو لئے ہوئے خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یارسول اللہؐ! اب اسعدؓ بلا جھجک ہماری بستیوں میں آسکتے

ہیں۔ ہم نے انہیں امان دی۔ یہ رحمت اللعالمینؐ کے فرمان کی پہلی رحمت کی لہر تھی جو اوس و خزرج کو شیر و شکر کر گئی۔ زبان نبوت سے سعدؓ بن خیثمہ کو سعد الخیر کا لقب عطا ہوا۔

سورہ آل عمران کی آیت ۱۰۳ میں دشمنوں اور خون کے پیاسوں کے دلوں میں محبت و الفت کا جذبہ پیدا کرنے والے نے بطور احسان فرمایا ہے۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا

ترجمہ:۔ اور اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے۔

انصار:۔

نصیر یا ناصر کی جمع ہے جس کے معنی ہیں مددگار۔ انصار کے تمام خاندان اوس و خزرج نامی دو شخصوں پر جا کر مل جاتے ہیں۔ یہ دونوں قیلہ (ماں کا اصل نام قیلہ بنت عمرو بن جفنہ) کے بیٹے تھے۔ باپ کا نام ثعلبہ تھا ان کا ایک اور بھائی عدی تھا۔ اوس اپنے زمانہ کا مشہور شاعر اور خطیب تھا۔ خزرج کے بارے میں زیادہ تفصیل نہیں ملتی۔ ان تینوں

کے اہل و عیال قباء اور یثرب میں خوب پھلے پھولے۔ اوس کے اکلوتے بیٹے کا نام مالک تھا۔ جس کے پانچ بیٹے مختلف شاخوں کے بانی ہوئے۔ ان میں بنو ظفر قبرستان بقیع کے مشرق میں آباد ہوئے۔ یہی مقام بعد میں مسجد بغلہ کے نام سے مشہور ہوا۔ جو بنو عبدالاشہل کے قریب واقع تھا۔ سارے قبیلے اوس جعادرہ اور ان کی اولاد کو اوس اللہ بھی کہا جاتا تھا۔ یہ بڑے سخی اور شریف لوگ تھے۔ ان ہی میں بنو امیہ بن زید، بنو وائل، بنو واقف اور بنو خطمہ کے خاندان بھی شامل تھے۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔[12]

بنی اوس	ذیلی شاخیں
۱۔ عمرو بن مالک بن اوس	اس کی اولاد میں خزرج اصغر اور عامر سے کئی خاندان ہیں۔ عامر عمان میں جابسا۔ یثرب میں اس کا کوئی فرد نہیں تھا۔ اس لئے انصار میں شمار نہیں ہوتے۔ خزرج اصغر کے بیٹے کعب سے (۱) بنو ظفر (۲) حارث سے بنو حارثہ اور بنو جشم ہیں۔ بنو جشم میں زعور (اہل راتج) اور عبدالاشہل داخل ہیں۔ بنو ظفر، بنو حارثہ، بنو زعور اور بنو عبدالاشہل کو نبیت کہا جاتا ہے۔
۲۔ عوف بن مالک بن اوس	بنو عمرو بن عوف (اہل قباء) بنو حجبی وغیرہ
۳۔ مرہ بن مالک بن اوس	بنو سعد اہل راتج اور بنو عامر۔ راتج پہلے قلعہ کا نام تھا بعد میں سارے علاقہ کو کہا جانے لگا۔[۱۳] تینوں بھائیوں عمرو بن مالک، عوف بن مالک اور مرہ بن مالک کے خاندان جعادرہ اور اوس اللہ کے نام سے مشہور تھے۔
۴۔ امراء القیس بن مالک بن اوس	بنو واقف اور سلم ہیں۔
۵۔ جشم بن مالک بن اوس	بنو خطمہ (عبداللہ)

بنی خَزرَج

ذیلی شاخیں

خزرج کے پانچ بیٹے تھے۔ ان کی اولاد تعداد میں زیادہ تھی۔

۱۔ عمرو بن خزرج	اس میں بنو نجار کی تمام شاخیں شامل ہیں۔ (یہی حضورؐ کے دادا عبدالمطلب کا ننھیال تھا) جن میں دینار، عدی، مازن، مالک ہیں۔ مالک سے عمرو، غنم، عامر (مبذول) عمرو سے عدی (بنو معاویہ) اور معاویہ (بنو جدیلہ)۔
۲۔ عوف بن خزرج	سے سالم، عمرو، قطن، عمرو سے عوف اور غنم، (بنو قوقل) عوف سے بنو جبلی، مالک بنو سالم، راس المنافقین کا قبیلہ اور بنو عجلان
۳۔ جشم بن خزرج	سے تزید اور عصب۔ تزید میں سلمہ اور سلمہ میں مر اور غنم۔ غنم میں عبید بن عدی۔ ان کے علاوہ بنو غدارہ، بنو اجدع، بنو بیاضہ بنو زریق۔
۴۔ کعب بن خزرج	سے ساعدہ۔ حضرت سعدؓ بن عبادہ کا خاندان۔ ساعدہ سے طریف، قتبہ، عمرو، ثعلبہ، طریف سے وقش، عنان، ابو خزیمہ۔
۵۔ حارث بن خزرج	سے جشم زید، عوف، عوف سے خدرہ اور خدارہ

اوس، خزرج اور عدی کی اولاد میں تعداد کے لحاظ سے غلبہ خزرج کو حاصل تھا۔

اوس اور خزرج جب یثرب میں آباد ہوئے تو اس وقت زمینوں، باغوں، قلعوں پر یہودیوں کا قبضہ تھا۔ مال و دولت بھی ان کے پاس جمع تھی۔ یہ دیکھ کر اوس خزرج نے ان سے تعاون اور بیرونی حملہ کی صورت میں مل کر مقابلہ کرنے کا معاہدہ کرلیا۔ برسوں بعد جب یہ قبائل مال دار ہوگئے اور ان کی طاقت بھی بڑھنے لگی تو یہودیوں میں بنو قریظہ اور بنو نضیر نے معاہدہ توڑ دیا۔ اوس و خزرج خوف زدہ رہنے لگے کہ کہیں انہیں جلاوطن نہ کر دیا جائے۔ اتحاد کی خاطر انہوں نے مالک بن عجلان کو اپنا سردار بنالیا۔ یہودیوں کا سربراہ ایک بڑا ہی بدکردار شخص فطیون نامی تھا اس نے اوس و خزرج کی بیاہی جانے والی لڑکیوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانا شروع کیا۔ مالک بن عجلان کی بیاہی جانے والی بہن کو بھی فطیون نے طلب کیا۔ اس نے اپنے بھائی کو غیرت دلائی۔ اس پر مالک نے فطیون کو قتل کر دیا اور بھاگ کر شام میں یثرب کے ایک باشندہ ابو جبیلہ کے گھر پناہ لی اس کی فریاد پر ابو جبیلہ بھاری لشکر لے کر نکلا۔ مشہور کر دیا کہ یمن جا رہا ہوں۔ جب یثرب میں ذی خرص کے مقام پر پڑاؤ ڈالا تو شہر میں اعلان کیا کہ شام کا بادشاہ انہیں انعام و اکرام سے نوازنا چاہتا ہے۔ اوس و خزرج آئے تو انہیں انعام دیا گیا۔ یہودیوں کو طلب کر کے ان کی دعوت کا اہتمام کیا گیا جب وہ کھانے پر بیٹھے تو سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اس واقعہ کے بعد اوس و خزرج سرزمین یثرب کے مالک بن بیٹھے۔[14]

اوس و خزرج کی خانہ جنگیاں

تبع حمیری کے بعد عرصہ تک یہ دونوں قبیلے متحد رہے پھر خانہ جنگی کا ایسا خطرناک سلسلہ شروع ہوا کہ اگر یثرب والے اسلام قبول نہ کرتے تو صفحہ ہستی سے مٹ جاتے۔ اس میں یہودی قبائل "بی جمالو" کا کردار ادا کر رہے تھے۔ لڑائیوں کی ابتدا جنگ سمیر سے ہوئی جو ایک سو بیس برس تک جاری رہی اور اختتام جنگ بعاث پر ہوا۔ اس وقت نبوت کا آٹھواں سال چل رہا تھا۔ اس جنگ کی ہولناکیوں کے بعد اوس و خزرج نے صلح کر لی۔ خزرج کی شاخ بنی عوف کا سردار عبداللہ ابن ابی بن سلول اس خانہ جنگی میں غیر جانبدار رہا چنانچہ صلح کے بعد اس کو یثرب کا بادشاہ بنانے پر دونوں قبائل راضی ہو گئے۔

اس کے لئے تاج شاہی بھی تیار ہو گیا۔ جشن تاجپوشی کی تیاری ہو رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں قبائل کے چند سربراہوں کو بیعت عقبہ میں اپنے رسول کے دامن سے وابستہ کر دیا۔ اسی لئے ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں

> "جنگ بعاث تو اللہ نے اپنے رسولؐ کے لئے کرائی تھی۔ چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یثرب آئے تو انصار کے معززین متفرق تھے اور روسا قتل ہو چکے تھے۔ اس لئے اللہ نے یہ دن اپنے رسولؐ پر انصار کے ایمان لانے کے لئے مخصوص فرمایا تھا" [۵]

ان حالات میں عبداللہ ابن ابی بن سلول کے بادشاہ بننے کے امکانات ختم ہو چکے تھے۔ یہ ایسا حسرت ناک اور اذیت انگیز صدمہ تھا کہ وہ اپنی آخری سانس تک بھلا نہ سکا۔ بقول ابن ہشام اسی حسرت نے مرض نفاق کی صورت اختیار کرلی اور اس درجہ اس میں ترقی کی کہ رئیس المنافقین بن گیا۔

انصار کی آبادیاں

زمانہ قدیم میں آبادیوں کی تقسیم تین طرح ہوا کرتی تھی۔ مصر، مدینہ اور قریہ ۔ بہت بڑی آبادی کو مصر کہتے تھے۔ درمیانی نوعیت کی آبادی مدینہ اور چھوٹی بستی قریہ کہلاتی تھی۔ ۔

ابتدا میں اوس و خزرج ایک ہی جگہ آباد تھے۔ یہودیوں کا زور ٹوٹنے کے بعد علیحدہ علیحدہ بستیاں قائم کرلیں۔ قبیلہ اوس کے دو خاندان بنو حارثہ اور بنو عبدالاشہل یثرب کے مشرق کے سنگستان میں بس گئے۔ بنو حارثہ بعد میں شمال کی طرف بڑھ کر آباد ہوگئے۔ بنو ظفر (کعب بن خزرج اصغر کا خاندان) بنو عبدالاشہل کے قریب بقیع کے مغربی سمت میں آباد تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد مسجد بغلہ کی تعمیر کی۔ بنو زعور بن جشم بھی یہیں بس گئے۔ یہ چاروں خاندان مورث اعلیٰ کے نام پر نسبت کہلاتے تھے جو عمرو بن مالک بن اوس کی اولاد میں سے تھے۔

قباء کی آبادی زیادہ تر ان خاندانوں پر مشتمل تھی جو عوف بن مالک بن اوس کی اولاد تھے۔ ان کی بہت سی قلعہ نما گڑھیاں تھیں۔ میزبان قباء حضرت کلثومؓ بن ہدم کی گڑھی عبداللہ بن ابی احمد کے احاطہ میں تھی۔ اسی طرح زید بن مالک بن عوف میں ۱۴ قلعے تھے۔

قبیلہ خزرج کے افراد وادی بطحان اور یثرب میں پھیلے ہوئے تھے ان کے مشہور خاندانوں میں بنو حارث اور ان کی اولاد بطحان، تربہ صعیب، سخ اور جرار سعد میں آباد تھے۔ بنو سلمہ (جشم کی اولاد) میں بنو حرام مسجد قبلتین سے مزاد تک آباد تھے۔ بنو سواد (سلمہ) کی آبادی مسجد قبلتین سے ابن عبید دیناری تک تھی۔ بنو عبید مسجد خربہ سے کوہ دویخل تک سکونت پذیر تھے۔ بنو بیاضہ، بنو زریق، بنو خبیب، بنو غدارہ، بنو اجدع (معاویہ بن مالک کی اولاد) مغربی سنگستان سے بطحان تک پھیلے ہوئے تھے۔ ان کے پاس بیس قلعے تھے۔ بنو ساعدہ (کعب بن خزرج کی اولاد) چار جگہ، بنو عمرو اور بنو ثعلبہ بازار مدینہ کے مشرقی اور شمالی حد تک سکونت رکھتے تھے۔ بنو قشبہ اور بنو جدیلہ قریب قریب مقیم تھے۔ بنو ابی خزیمہ جو حضرت سعدؓ بن عبادہ کا خاندان تھا۔ بازار مدینہ کی انتہائی حد پر جرار سعد میں آباد تھا۔ ان کے قریب بنو وقش اور غسان رہتے تھے۔

بنو مالک بن نجار کے خاندان میں سے بنو غنم مسجد نبوی کے

مشرق اور بنو مغالہ (عدی بن عمرو کی اولاد) مغربی جانب باب الرّحمہ کی طرف آباد تھے۔ مسجد نبوی کے اسی رخ پر نبو عدی بن نجار رہتے تھے۔ مسجد نبوی کے شمال میں بنو جدیلہ آباد تھے۔ بنو مبذول اور بنو غنم قریب قریب رہتے تھے۔ بنو عدی بن نجار مسجد نبوی کے مغرب کی طرف بستے تھے۔ بنو مازان بن نجار بنو زریق کے مشرقی سمت سکونت پذیر تھے۔ بنو دنیار بن نجار بطحان کے پیچھے آباد تھے۔

السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ

انصار میں ایمان لانے میں سبقت کرنے والوں کو قرآن نے "سابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ" میں شامل فرمایا ہے۔ بیعت عقبہ کبیرہ جو ذی الحجہ ۱۳ نبوت مطابق جون یا آغاز جولائی ۶۲۲ء میں ہوئی اس موقع پر ارشاد نبویؐ ہوا۔

"موسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے ۱۲ نقیب منتخب کیے تھے۔ تم بھی اپنی جماعت سے بارہ آدمی چن لو۔

حکم کی تعمیل میں قبیلہ خزرج سے نو اور قبیلہ اوس سے تین نقیب منتخب کیے گئے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اشارے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود چنے اور فرمایا تم میں سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ مجھے نقیب کیوں نہیں بنایا گیا۔ ان بارہ نقباء کے مختصر حالات حصہ اوّل میں درج کیے جا چکے ہیں۔

(Md. NIZAMUDDIN)

خوشخبری

ہجرت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سب کچھ مکہ میں چھوڑ کر اللہ کی راہ میں نکلنے والے مہاجرین کو خوشخبری دی۔

"اللہ نے تمہارے لئے ایسے بھائی اور ایسے گھر فراہم کر دیئے ہیں کہ وہاں بے خوف رہ سکو" ؎

اللہ تعالیٰ کا یہ احسان عظیم ہے کہ اس نے انصار کے دلوں میں الفت ڈال دی۔ انہیں خلوص ایمانی عطا فرمایا حالانکہ انہیں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میسر آئی تھی نہ مہاجروں کی طرح برسوں تربیت پائی تھی۔ اللہ نے ان کو ایسی سلیم طبیعتیں عطا فرمائی تھیں کہ زبان حق کی پہلی دعوت ہی پر لبیک کہا۔ مکہ میں تیرہ برسوں میں اتنے لوگ ایمان نہیں لائے جتنے تین سال کی قلیل مدت میں اہل یثرب مشرف بہ اسلام ہوئے۔ انھوں نے اللہ کے رسولؐ اور ان کے اصحاب کو اپنے شہر آنے کی دعوت دی۔ ان کے جان و مال کی حفاظت کی خاطر سارے عرب سے لڑائی کا خطرہ مول لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حاکم تسلیم کر کے خود ان کے فرمانبردار اور جاں نثار بن گئے۔ اپنی زمینوں، گھروں اور جائیدادوں میں حصہ اور برابر کے حقوق دیئے جس کے نتیجے میں اسلامی معاشرہ تکمیل پایا۔ حکومت الہیہ وجود میں آئی۔ وہ اسلامی ریاست جسے دنیا میں نمونہ بننا تھا قائم ہوئی۔ انصار کے اس

جذبہ ایثار و قربانی، جاں نثاری و فرمانبرداری کا انعام اللہ تعالیٰ نے یوں عطا فرمایا کہ دس سال بعد اسلام قبول کرنے والوں کو بھی ”سَابِقُونَ الْاَوَّلُونَ“ کی قرآنی سند عطا فرمائی۔

مدینہ منورہ کی وادیاں

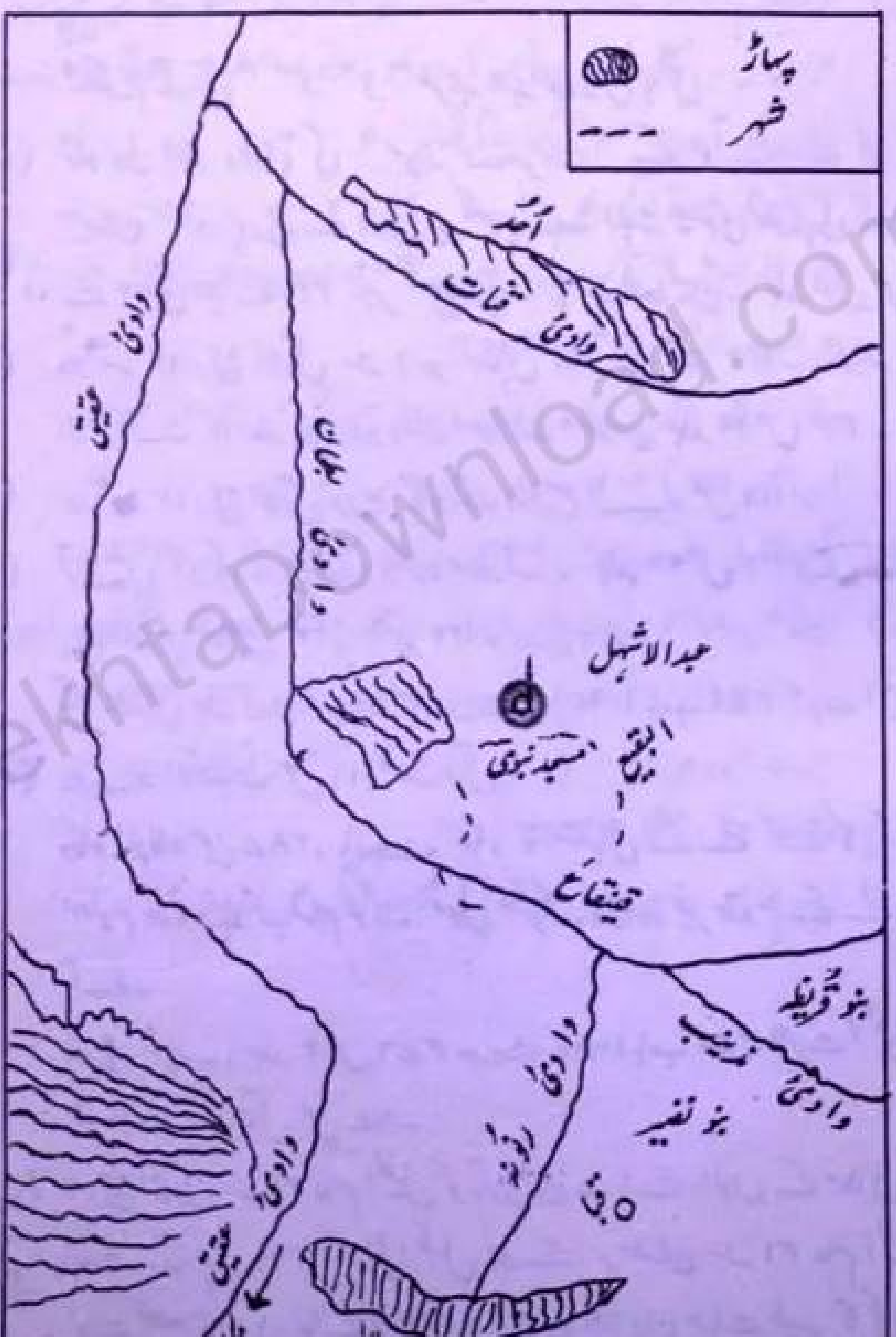

حواشی و تشریحات

۱ الوفا با حوال المصطفیٰ صفحہ ۲۹۹، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ روای ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، حجر اسود کا نصب، نبوت، ہجرت، مدینہ منورہ (قباء) میں آمد اور سفر آخرت سب پیر کے دن سے مخصوص ہیں۔

۲ (ا) "تقویم تاریخی" صفحہ "ذ" مرتبہ عبدالقدوس ہاشمی

(ب) شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی "سرور المحزون" کے حوالے سے محمد سلیمان سلیمان منصور پوری نے تاریخ یہ لکھی ہے۔ البتہ عیسوی تقویم کی تاریخ غلطی سے ۲۰ کی بجائے ۲۳ ستمبر لکھی ہے۔ رحمتہ للعالمینؐ۔ جلد اول ص ۹۱۔

(ج) دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱ ھ مطابق ۳۱ مئی سنہ ۶۲۲۔ بحوالہ انساب الاشراف۔ ملاحظہ ہو اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۹ ص ۴۴۔

(د) دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول دوپہر کا وقت جوامع السیرہ ص ۱۱۶۔

(ھ) قباء میں آمد کی تاریخ اردو دائرہ معارف۔ جلد ۲۰ ص ۲۳۲ میں دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول مطابق ۲۴۔ ستمبر ۶۲۲ء درج ہے

۳ (ا) صحیح بخاری جلد دوم ص ۴۷۹ حدیث نمبر ۱۰۹۲ باب ۴۵۹ ہجرت النبیؐ

(ب) روضتہ الاحباب ص ۱۱۶ حصّہ اوّل،

۴ وفاء الوفاء ص ۲۸۷، پانچسو افراد کا استقبال کے لئے آنے کا ذکر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمام لوگ بشمول مشرک و یہود خیر مقدم کے لئے باہر نکل آئے۔

۵ بخاری شریف، جلد ۲ ص ۴۷۶ حدیث ۱۰۸۷ باب ۴۵۹ ہجرت النبیؐ

۶ (ا) زاد المعاد جلد اوّل ص ۸۷۔

(ب) ۹ ربیع الاوّل سنہ ۴۱ عام الفیل کو تاریخ نبوت ماننے والوں کے مطابق مکی دور نبوت کے پورے ۱۳ سال مکمل ہوئے۔ رمضان سنہ ۴۱ عام الفیل سے نبوت کی ابتداء کی جائے تو ۱۲ سال ۵ ماہ ۱۸ دن حیات طیبہ کا مکی دور بنتا ہے۔

۷ (ا) صحیح بخاری جلد دوم ص ۴۷۶ باب ۴۵۹ ہجرت النبیؐ۔
(ب) وفاء الوفا، اردو ترجمہ تذکرہ دیار حبیبؐ۔ ص ۲۷۳۔
۸ ایضاً ص ۲۷۴
۹ (ا) طبقات۔ اخبار النبیؐ حصہ اوّل۔ ص ۳۰۰۔
(ب) ابن ہشام۔ سیرہ النبی کاملؐ جلد اوّل ص ۵۴۳ بیت الاعزاب لکھا ہے۔
(ج) ابوالکلام آزاد نے رسول رحمتؐ صفحہ ۲۱۹ میں لکھا ہے کہ عزاب جمع ہے عزب کی۔ یعنی وہ مرد جس کی بیوی نہ ہو۔ حضرت سعدؓ بن خیشمہ کے مکان کو "بیت العز" کہا جاتا تھا۔
۱۰ سیر انصار حصہ اوّل ص ۹۹۔
۱۱ وفاء الوفاء۔ "تذکرہ دیار حبیب" ص ۱۸۹، ۱۹۷، بحوالہ مورخ کلبی۔
۱۲ سیر انصار حصہ اوّل ص ۲۹، ۳۰
وفاء الوفاء (اردو ترجمہ) تذکرہ دیار حبیبؐ ص ۱۸۴، ۲۱۴۔
۱۴ ایضاً ص ۱۹۹ تا ۲۰۲
۱۵ (ا) صحیح بخاری جلد دوم ص ۴۴۶، حدیث نمبر ۱۰۲۷ باب ۴۴۱
(ب) ایضاً ص ۴۸۸ حدیث نمبر ۱۱۰۹۔ باب ۴۶۰ مدینہ میں تشریف آوری
۱۶ وفاء الوفا (اردو ترجمہ) تذکرہ دیار حبیبؐ ص ۳۳، ۳۶۔
۱۷ سیرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم "ظہور قدسیؐ سے مسجد قباء تک" ملاحظہ ہوں صفحات ۴۳۶ تا ۴۶۱۔
۱۸ ابن ہشام۔ سیرت النبی کاملؐ۔ جلد اوّل ص ۵۱۵۔

مسجد قُباء

روئے زمین کی پہلی مسجد جس کی بنیاد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی قباء کی بستی میں تعمیر ہوئی اس کے معمار سید الاولین والآخرینؐ ہیں۔ اس کے مزدور ایمان میں سبقت کرنے والے مہاجرین و انصار ہیں۔ یہاں پہلی بار آزاد و روح پرور فضا میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے رکوع و سجود کا حق ادا کیا گیا۔ جب ہی تو خالق کائنات نے سورہ توبہ آیت ۱۰۸ میں فرمایا

لَمَسْجِدٌ
أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ
فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ أَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

"البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن ہی سے تقویٰ پر
رکھی گئی ہے اس قابل ہے کہ اس میں جایا (اور نماز پڑھایا)
کرو اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور
اللہ پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔"

پرانی مسجدِ قُبا

بعض نے اس آیت کو مسجد نبوی کے متعلق لکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ دونوں مسجدوں کی شان پر صادق آتی ہے۔

حضورؐ کے قباء میں قیام کی مدت کے بارے میں اختلاف ہے۔ مورخین کا بیان ہے کہ چار دن[1] یعنی پیر، منگل، بدھ اور جمعرات قیام فرمایا اور جمعہ کو یثرب روانہ ہوئے۔ محدثین میں امام بخاریؒ نے حضرت انسؓ بن مالک کی روایت کی بنا پر ۱۴ دن لکھا ہے[2]۔ طبری نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا کام جو یہاں کیا وہ خدائے واحد کی عبادت کے لئے ایک مسجد کی تعمیر تھی۔[3]

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عمرو بن عوف کے ہاں تین دن قیام فرمایا اور ایک جگہ کو نماز کے لئے منتخب کر لیا۔ جس میں آپؐ نماز پڑھاتے رہے پھر اسی کو مسجد بنایا گیا۔[4]"

دوسری روایت یہ ہے کہ خود اہل قباء نے آپؐ سے یہ درخواست کی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عمار بن یاسرؓ نے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک خاص جگہ بنادی جائے جس کے سائے میں آپؐ آرام بھی فرمائیں اور نماز بھی ادا فرمائیں چنانچہ پتھر جمع کر کے مسجد قباء بنائی گئی۔[5]

حضرت کلثومؓ بن ہدم کی ایک افتادہ زمین تھی جہاں کھجوریں سکھائی جاتی تھیں۔ یہ جگہ انہوں نے مسجد کے لئے پیش کی۔ اہل قباء نے درخواست کی کہ ہمارے لئے ایک مسجد بنوا دیجئےﷺ۔ فرمایا تم میں سے ایک شخص ہمارے ناقہ پر سوار ہو کر اسے پھرائے۔ حضرت ابو بکرؓ اور ان کے بعد حضرت عمرؓ سوار ہوئے لیکن اونٹنی اپنی جگہ سے نہ اٹھی۔ اب حضرت علیؓ نے اٹھ کر رکاب میں پاؤں رکھا تو اونٹنی کھڑی ہو گئی۔ ارشاد ہوا:

"اس کی مہار کو چھوڑ دو۔ یہ حکم کی گئی ہے۔ جس طرف بھی چاہے گھومنے دو" ۵؎

اس طرح اونٹنی کے قدموں کے مطابق زمین پر حد بندی کر دی گئی۔ کہتے ہیں صحن میں جو چبوترا ہے وہاں جاکر اونٹنی بیٹھ گئی تھی۔

امام طبرانی نے اسی طرح غیر معروف راوی کی وساطت سے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ اہل قباء سے ارشاد ہوا حرہ سے پتھر لے آؤ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیزہ نما لاٹھی سے قبلہ کے تعین کے لئے ایک لکیر کھینچی اور اپنے دست مبارک سے ایک پتھر رکھا پھر رفیقِ دَمِ ہجرت ابو بکرؓ کو حکم ہوا کہ اس کے دائیں جانب پتھر رکھیں اس کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے پتھر رکھے۔ پھر

حضور اکرمؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک جہاں چاہے اس نشان پر پتھر لگائے ؎ "مدراج النبوۃ" میں عبدالحق لکھتے ہیں "سوائے حضرت علیؓ کے خلفائے ثلاثہ نے اس کی بنیاد میں پتھر بھرے تھے ممکن ہے حضرت علیؓ نے بعد میں اس کی تعمیر میں شرکت کی ہو" ؎ دونوں کتابیں ایک ہی مصنف کی ہیں لیکن بیان مختلف ہیں۔ واللہ اعلم

اس مسجد کی تعمیر میں سنت ابراہیم علیہ السلام کو دہراتے ہوئے آپؐ نے مکمل حصہ لیا۔ حضرت شموسؓ بنت نعمان فرماتی ہیں کہ انہوں نے حضور اکرمؐ کو پتھر اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ پتھروں کے وزن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک خم ہوجاتا تھا۔ صحابہ کرامؓ عرض کرتے "ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان" آپؐ اسے چھوڑ دیں ہم اٹھالیں گے تو آپؐ صحابہؓ کے اصرار پر وہ پتھر ان کے حوالے کر دیتے اور اسی وزن کا دوسرا پتھر اٹھالیتے۔ کبھی انکار کرتے ہوئے فرماتے دوسرا پتھر اس جیسا اٹھا کر لے جاؤ۔ یہ بھی فرماتے کہ جبرئیل علیہ السلام رو بہ قبلہ ہو کر امامت کرا رہے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضور اکرمؐ کسی بھاری پتھر کو اٹھا لاتے تو راستے میں کچھ دیر آرام کے لئے رکھ دیتے۔ کوئی اٹھانے کے لئے آتا تو فرماتے اس کو چھوڑ دو دوسرا اٹھا کر لاؤ ؎

حضرت عبداللہؓ ابن رواحہ اونچی آواز میں یہ مصرعے پڑھتے "افلح من یعالج المساجد" کامیاب ہیں وہ جو مساجد تعمیر کرتے ہیں۔

مہاجر و انصار مل کر جواب دیتے۔

" ویقرءالقرآن قائماً وّ قاعداً " وہ اٹھتے بیٹھتے قرآن پڑھتے ہیں۔ پھر سب یک زبان ہو کر کہتے

" ولایبیت اللیل عنہ راقداً " اور جو راتوں کو عبادت کے لئے جاگتے ہیں۔[11]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام صحابہؓ کے ساتھ آواز میں آواز ملاتے تھے جس سے کام میں تیزی اور لوگوں میں ایک جوش و ولولہ پیدا ہوتا تھا۔ یہ طریقہ اب بھی مزدوروں میں رائج ہے

اس مسجد کا طول اور عرض ۶۶ گز بیان کیا جاتا ہے۔ اس مسجد میں چاروں طرف عمارت تھی اور اس کے درمیان میں صحن، وسط صحن میں ایک قبہ تھا جو "مبرک الناقہ" کہلاتا تھا۔ کہتے ہیں اونٹنی پہلے اسی مقام پر بیٹھی تھی۔[12] عمارت مسجد میں کعبہ کی جانب وسط میں ایک محراب تھی اور اس کے بازو میں منبر۔ پہلے اس مسجد میں جو منبر تھا وہ والئی مصر سلطان اشرف قاتیبانی کا بنایا ہوا تھا۔ یہ سنگ مرمر کا منبر مسجد نبوی کے لئے تیار ہوا تھا۔ برسوں وہاں رہا۔ ۹۹۸ ہجری میں سلطان مراد خاں نے مسجد نبوی کے لئے دوسرا خوش نما منبر بنوایا اور پہلے منبر کو مسجد قباء میں رکھوا دیا۔ راقم الحروف کو ۱۴۰۹ ہجری مطابق ۱۹۸۹ء میں حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ مسجد قباء میں بھی نمازیں پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ اب

یہ مسجد نئے سرے سے تعمیر ہوگئی ہے۔ پرانے آثار میں کسی چیز کا پتہ نہیں ملتا۔

مسجد قباء کے مصلے کے بائیں جانب کے کونے میں ایک محراب ہے جس کا نام "طاقتہ الکشف" تھا۔ مشہور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس محراب کے محاذی کھڑے ہوتے تو کعبہ نظر آتا تھا۔[13]

یہی وہ پہلی مسجد ہے جس میں مشرکوں کے کسی خوف کے بغیر حضور اکرمؐ کے ساتھ صحابہ کرامؓ نے نمازیں پڑھیں۔ یہی وہ پہلی مسجد ہے جو آپؐ نے عام مسلمانوں کے لئے تعمیر فرمائی۔ ابن کثیر نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضور اکرمؐ جب پہلے دن عمرو بن عوف کے قبیلے میں آئے اور مسجد کی بنیاد رکھی تو قبلے کی جہت کا تعین جبرئیلؑ نے کیا۔[14]

تحویل کعبہ کے بعد جب حضور اکرمؐ مسجد قباء تشریف لائے تو اس کی دیوار کعبہ کی جانب کردی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آپؐ ہر شنبہ قباء تشریف لے جاتے تھے کبھی پیدل اور کبھی سواری پر اور اس مسجد میں دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔[15]

ارشاد نبوی ہے کہ جو کوئی پورا وضو کر کے مسجد قباء میں داخل ہو اور وہاں نماز پڑھے تو اس کو عمرے کا ثواب ملے گا۔[16]

مسجدِ قُباء (نئی تعمیر)

حضرت سعدؓ ابی وقاص سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا مسجد قباء میں دو رکعت ادا کرنا میرے نزدیک اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ دو مرتبہ بیت المقدس کی زیارت کروں۔ اس مسجد میں کیا بھید پوشیدہ ہے یہ جان لو تو اس کی زیارت کی ہر امکانی کوشش کرو۔

حضرت عمرؓ اس مسجد میں آئے تو دیکھا کہ کوئی نہیں ہے آپ نے کوڑا کرکٹ صاف کیا۔ جھاڑو دی اور فرمایا میں نے اپنی آنکھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مسجد کے لئے پتھر ڈھوتے دیکھا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا جس نے چار مسجدوں میں نماز پڑھی اس کے گناہ بخش دیئے گئے۔ ان سے مراد مسجد حرام (بیت اللہ) مسجد نبوی۔ مسجد اقصیٰ اور مسجد قباء ہیں۔ ۱۷؎

اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مسجد قباء کو ہم سے قریب کر دیا۔ اگر یہ دنیا کے دور دراز گوشہ میں بھی ہوتی تو ہم اونٹوں کے کلیجے اس کی طلب میں فنا کرتے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت سے حضورؐ نے فرمایا کہ مسجد تقویٰ کی طرف جاؤ۔ ان کے پیچھے آپؐ بھی اس طرف تشریف لے گئے۔ اس طرح کہ اپنے دست مبارک حضرت ابوبکرؓ

اور حضرت عمرؓ کے کندھوں پر رکھے ہوئے تھے۔ مفسرین کا خیال ہے کہ اسی مسجد کے متعلقین کے بارے میں آیت کریمہ نازل ہوئی۔

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ

ترجمہ! "اس میں ایسے لوگ ہیں جو طہارت کو محبوب رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ طاہرین کو محبوب رکھتا ہے۔

اس آیت کے نزول کے بعد حضورؐ نے فرمایا۔ اے بنی عمرو! تم کیا عمل کرتے ہو کہ اس قدر تعریف کے مستحق ہوگئے۔؟ عرض کیا۔ ہم استنجا کے لئے ڈھیلہ استعمال کرنے کے بعد پانی سے مزید طہارت کرتے ہیں۔ فرمایا اس تعریف کا یہی سبب ہے اس عمل کو اپنے پر لازم کر لو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنائی ہوئی یہ مسجد بالکل سادہ تھی۔ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں عمارت کی تجدید اور توسیع ہوئی۔ ولید بن عبد الملک اموی کے عہد میں جب حضرت عمر بن عبد العزیز مدینہ کے گورنر ہوئے تو انہوں نے نئی عمارت تعمیر کی اور اس کے ایک کونے میں ماذنہ بنوایا۔ ترک عثمانی سلطان محمود خان نے ۱۸۳۱ء مطابق ۱۲۴۶ھ میں اس کی تعمیر پر بھرپور توجہ دی۔ سعودی حکومت نے اس مسجد کو جدید تقاضوں کے مطابق اعلیٰ ایجنسیوں کی نگرانی میں تعمیر کرا کر اس کی خوبصورتی میں چار چاند لگادیئے ہیں۔ جدید تعمیر میں یہ مسجد بہت مختلف ہے۔

نسیما جانب بطحا گزر کن

قباء میں چودہ دن قیام فرمانے کے بعد جمعہ کو دن چڑھے رسول اللہؐ یثرب روانہ ہوئے۔ یثرب جس کی قسمت میں مدینتہ النبی، دارالہجرت اور آخری آرام گاہ رسولؐ بننا تھا۔ ہجرت جو اسلامی تاریخ کا ایک اہم موڑ ہے۔ کفر کے غلبہ والی سرزمین سے اسلام کی سربلندی کی جانب پیش قدمی ہے۔ جہاں تاریخ نے اخوت، اتحاد، ایثار و قربانی، جذبہ ایمانی اور رحمت یزدانی کے فقید المثال مظاہرے دیکھے۔ یہیں سے انسانیت کو امن سلامتی کا پیام ملا۔ زندگیوں کو سنوارنے کے لئے دنیا کو صالح معاشرہ کا نمونہ ملا۔ تخلیق کائنات کا مقصد پورا ہوا کہ اللہ کی زمین پر اللہ تعالٰی کا قانون نافذ ہوا۔

نقش پا سے لپٹ گئے رستے

جمعہ کا دن آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہؓ کو قباء میں جمع فرمایا اور کوچ کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ عمروؓ بن عوف کا سارا خاندان حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم سے کوئی خطا سرزد ہوئی ہے؟ آپؐ ہم سے ناراض ہو کر یہاں سے تشریف لے جا رہے ہیں ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان، آپؐ یہیں پر ہی قیام فرمائیے یا پھر اس سے اچھا کوئی اور مقام مطلوب ہے۔؟

حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تم سے ناراض نہیں ہوں بلکہ

مجھے ایسی بستی میں جانے کا حکم ہوا ہے جو سب بستیوں پر غالب رہے گی اس لئے مدینہ منورہ کا ایک نام اکالۃ البلدان[21] بھی ہے۔ حکم خداوندی ہے اس لئے جارہا ہوں یہ کہہ کر آپ اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار ہوئے اور مدینہ کی جانب سفر شروع کیا۔ لوگ آپ کے داہنی جانب اور بائیں جانب آگے اور پیچھے چل رہے تھے۔ کوئی پیدل تھا کوئی سوار۔ جس گلی اور جس محلے میں گھروں کے سامنے سے آپ کی سواری گزرتی انصار عرض کرتے "یارسول اللہ! ہمارے ماں باپ، ہماری اولاد، ہمارے مال اور ہم آپ پر قربان" ہمارے پاس قوت ہے ثروت اور حفاظت کا سب سامان ہے آپ ہمیں چھوڑ کر نہ جایئے یہیں نزول فرمایئے"۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم محبت بھری التجائیں سنتے اور دعائے خیر کے ساتھ فرماتے "اونٹنی منجانب اللہ مامور ہے"[23] یہ سن کر راستہ چھوڑ دیا جاتا۔ یہاں تک کہ آپ قبیلہ بنی سالم بن عوف کے محلے میں پہنچے تو نماز جمعہ کا وقت ہوچکا تھا۔ آپ نے نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے مختصر قیام فرمایا۔ جو لوگ ساتھ تھے ان کو وادی رانونا کے بطن میں وادی ذی صلب میں نماز پڑھائی۔ پہلے اس مسجد کا نام غبیب تھا۔[24] یہ چھوٹی سی مسجد نصف قد آدم تک پتھروں سے بنائی گئی تھی۔ امام الانبیاء کی امامت میں پہلے جمعہ کے بعد "مسجد جمعہ" کے نام سے مشہور ہوگئی۔ یہ مسجد مدینہ منورہ سے مسجد قباء کو جاتے ہوئے داہنی طرف واقع ہے۔

حواشی و تشریحات

مسجد قُباء

ا ابن ہشام جلد اوّل ص ۵۴۴۔
(ب) صحیح بخاری جلد اوّل ص ۳۵۲ حدیث نمبر ۷۷۳۔
(ج) محمد سلیمان سلمان منصور پوری۔ رحمتہ للعالمینؐ۔ جلد اوّل ص ۹۱۔
(د) طبری۔ سیرت النبیؐ جلد اوّل ص ۱۳۸۔
(ھ) قسطلانی۔ مواہب لدنیہ ص ۱۹۸ پر لکھا ہے کہ قباء میں بنی عمرو بن عوف میں ۲۲ رات قیام فرمایا۔
صحیح مسلم میں ایک جگہ ۲۲ رات اور دوسری جگہ ۱۴ راتیں ٹھہرنا بھی لکھا ہے۔
۲۔ (ا) صحیح بخاری۔ جلد دوم صفحہ ۴۷۶ حدیث نمبر ۱۰۸۷ میں بنی عمرو بن عوف میں دس دن سے کچھ زیادہ مقیم رہے لکھا ہے۔
(ب) سنن ابی داؤد۔ ص ۳۶۵ حدیث نمبر ۴۵۳ میں ۱۴ دن کا قیام لکھا ہے۔
(ج) ابن سعد۔ اخبار النبیؐ حصہ اوّل ص ۳۰۱۔
(د) ابن قیمؒ۔ زاد المعاد حصہ اوّل ص ۸۷۔
(ھ) شبلی نعمانی۔ سیرۃ النبیؐ جلد اوّل ص ۲۸۳۔
(و) انوار محمدیہ۔ تلخیص "مواہب لدنیہ" ص ۸۲ پر ۲۲ دن قیام لکھا ہے۔
نوٹ۔ قباء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد بروز پیر (دوشنبہ) اور روانگی جمعہ کو ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو دن دو مختلف ہفتوں کے ہیں۔
۳۔ ابن جریر طبری۔ سیرت النبیؐ جلد اوّل ص ۱۳۸۔
۴۔ وفاالوفاء۔ اردو ترجمہ۔ تذکرہ دیار حبیبؐ ص ۲۸۰۔
۵۔ ایضاً ص ۲۸۰۔
۶۔ شیخ عبدالحق دہلوی۔ جذب القلوب الی دیار المحبوبؐ (اردو) ص ۱۳۹۔
۷۔ وفاالوفاء اردو ترجمہ۔ تذکرہ دیار حبیبؐ ص ۲۸۱ میں لکھا ہے "امام طبرانی نے معجم کبیر

میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت جابرؓ بن سمرہ سے روایت کی ہے اس کے بعد متن میں درج شدہ واقعہ نقل کیا ہے۔

۸۔ ایضاً ص ۲۸۱۔

۹۔ شیخ عبدالحق دہلوی۔ مدارج النبوتؐ اردو ترجمہ ص ۹۱۔

۱۰۔ وفاء الوفا، اردو ترجمہ تذکرہ دیار حبیبؐ ص ۲۸۳ - ۲۸۴۔

۱۱۔ ایضاً ص ۲۸۵۔

۱۲۔ محمد صبغۃ اللہ مہاجر، السکینہ باخبار المدینہ (اردو ترجمہ) ص ۳۷۔ خلاصہ "الوفاء باخبار دارالمصطفیٰؐ" مصنفہ نور الدین سمہودی اور ترجمہ و خلاصہ "نزھتہ الناظرین فی مسجد سید الاولین و آخرینؐ" مصنفہ سید جعفر برزنجی مدنی۔

۱۳۔ ایضاً ص ۳۷۔

۱۴۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ جلد ۲۰ ص ۵۹۶۔

۱۵ (ا) بخاری و مسلم در مشکوٰۃ (اردو ترجمہ) مسجدوں اور نماز کے مقامات کا بیان۔ ص ۱۹۳۔

(ب) صحیح بخاری جلد اوّل ص ۴۸۲، حدیث نمبر ۱۱۱۴۔ باب ۷۵۳۔

۱۶۔ (ا) مدینۃ الرسولؐ ص ۹۳ بجوالہ اخبار مدینۃ الرسولؐ بروایت حضرت ابو امامہ سہلؓ

(ب) جامع ترمذی۔ جلد اوّل ص ۲۵۸ باب مسجد قباء میں نماز

۱۷۔ جذب القلوب الی دیار المحبوبؐ ص ۱۴۱۔

۱۸۔ جذب القلوب الی دیار المحبوبؐ ص ۱۴۰۔

۱۹ تاریخ طبری، سیرت النبیؐ حصہ اوّل ص ۱۴۴۔

۲۰۔ وفاء الوفا اردو ترجمہ ص ۲۴، ۲۸۸ ۔ اکالۃ البلدان کا لفظی ترجمہ بستیوں کو کھاجانے والی ہے یعنی شہروں کو فتح کرکے وہاں کے اموال غنیمت کھائے۔

۲۱۔ وفاء الوفا، اردو ترجمہ۔ تذکرہ دیار حبیبؐ ص ۲۸۸۔

۲۲۔ (ا) قسطلانی۔ مواہب لدنیہ ص ۱۹۹۔

پہلے جمعہ کا پہلا خطبہ

منشورِ حیات

محلہ بنو سالم ہی میں نماز جمعہ کا اہتمام ہوا۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق شرکاء کی تعداد ۱۰۰ تھی[ل] خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:[م]

"حمد وستائش اللہ کے لئے ہے میں اس کی حمد کرتا ہوں۔ مدد و بخشش اور ہدایت اسی سے طلب کرتا ہوں۔ میرا ایمان اسی پر ہے۔ اس کی نافرمانی نہیں کرتا جو کرے اس کا دشمن ہوں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ کوئی اللہ کے سوا عبادت کے لائق نہیں۔ وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ محمد اس کا بندہ اور رسول ہے۔ اسی نے محمد کو ہدایت دی، نور و نصیحت کے ساتھ بھیجا ہے جب کہ مدتوں سے کوئی رسول دنیا میں نہیں آیا۔ علم کم ہو گیا تھا اور لوگ گمراہ ہو گئے تھے۔ اسے آخری زمانے میں قیامت کے نزدیک زندگی کے اختتام کے قریب بھیجا گیا جو کوئی بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے وہی ہدایت پاتا ہے۔ جس نے ان کا حکم نہ مانا وہ بھٹک گیا۔ مقام (انسانیت) سے گر گیا۔ ضلالت اور گمراہی میں پھنس گیا۔

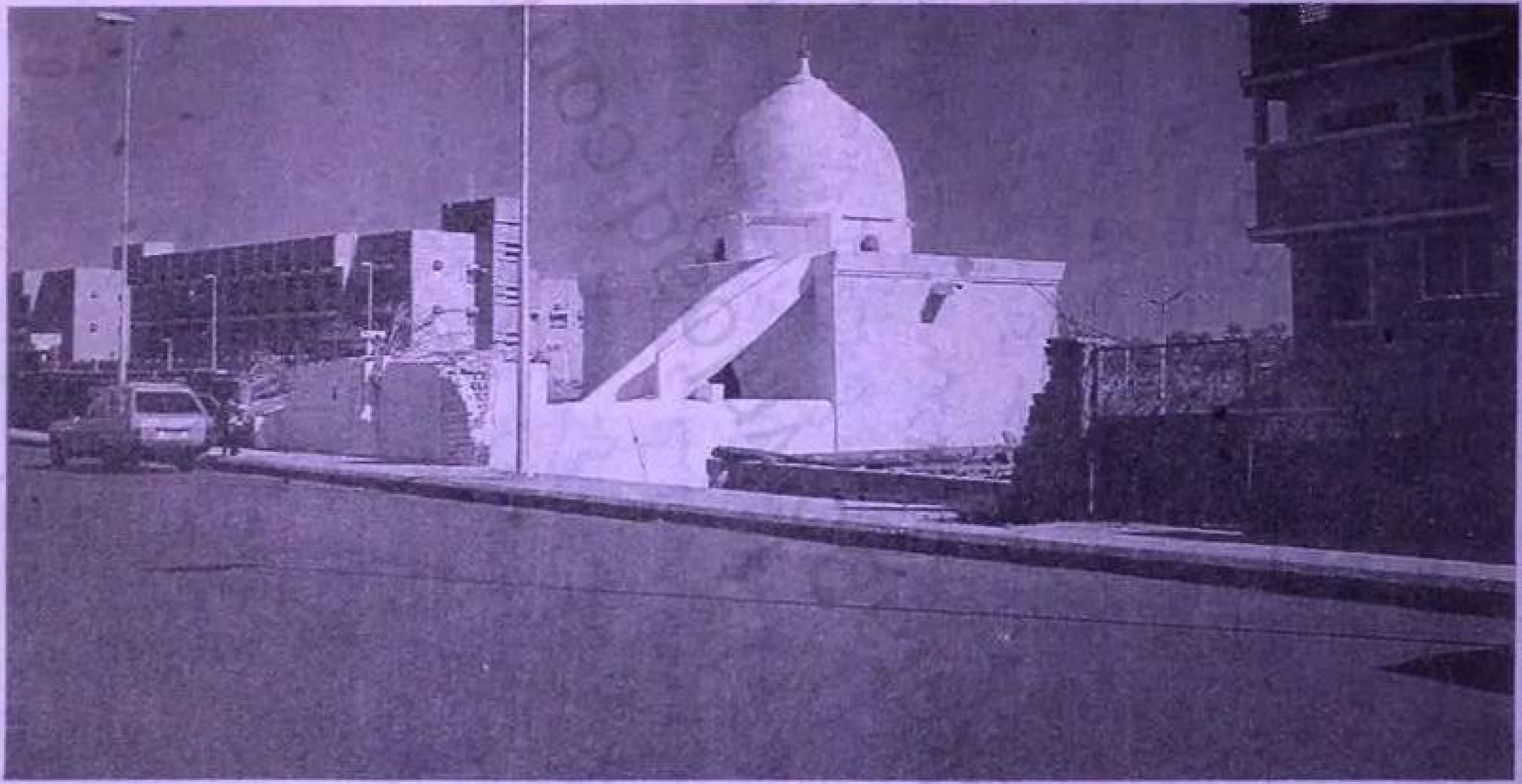

مسجد الجمعة

مسلمانو! میں تمہیں اللہ سے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ بہترین وصیت جو مسلمان، مسلمان کو کر سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اسے آخرت کے لئے آمادہ کرے اور تقویٰ کے لئے کہے۔ اللہ نے جن باتوں سے تمہیں دور رہنے کو کہا ہے ان سے بچتے رہو۔ اس سے بڑھ کر نہ کوئی نصیحت ہے نہ ذکر۔ یاد رکھو! جو شخص خشیت الٰہی کے ساتھ عمل کرتا ہے اس کا تقویٰ امور آخرت میں بہترین مددگار ثابت ہوگا۔ نیز جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان کا معاملہ خفیہ اور ظاہر میں درست کرتا ہے تو اس کے لئے دنیا میں ذکر باقی رہے گا اور آخرت میں نیکیوں کا ذخیرہ بن جائے گا لیکن اگر کوئی ایسا نہیں کرتا تو اس کا ذکر اس آیت میں آیا ہے۔

وَمَا عَمِلَتْ مِنْ
سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ
وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

"انسان پسند کرے گا کہ اس کے اعمال اس سے دور ہی رکھے جائیں۔ اللہ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ تو اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے"

جس نے اللہ کے حکم کو سچ جانا اور اس کے وعدوں کو پورا کیا تو اس کی بابت اللہ تعالیٰ کا ارشاد موجود ہے۔

مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۲۹﴾

"ہمارے ہاں بات نہیں بدلتی اور ہم اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتے۔

مسلمانو! اپنے موجودہ اور آئندہ، ظاہری اور باطنی امور میں اللہ سے ڈرتے رہو جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کی برائیوں کو دور اور اس کے اجر کو بہت زیادہ کردیتا ہے جو شخص اللہ سے ڈرا اسے یقیناً عظیم کامیابی نصیب ہوئی۔ تقویٰ اللہ کے غضب، عذاب اور غصہ سے بچاتا ہے۔ تقویٰ چہرے کو روشن (سرخرو) اور پروردگار کو خوش اور (انسان کے) درجات کو بلند کرتا ہے۔

لوگو! اپنا حصہ لو لیکن حقوق الٰہی میں کمی بیشی نہ کرو۔ اللہ نے تمہیں کتاب مبین سکھادی اور اپنی راہ دکھادی ہے تاکہ سچوں اور جھوٹوں میں تمیز ہو۔ جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے تم بھی دوسروں کے ساتھ احسان کرو نیز اس کے دشمنوں سے دشمنی کرو اور اس کی راہ میں ایسی کوشش کرو جو کوشش کرنے کا حق ہے۔ اس نے تم کو برگزیدہ کیا اور تمہارا نام مسلمان رکھا۔ وہ ہلاک ہوا جو بَیِّنَہ یعنی قرآن مجید کے مطابق ہلاکت میں پڑا اور وہ زندہ ہوا جس نے قرآن کے مطابق زندگی بسر کی۔ کسی کو نیکی کی طاقت اس کی مدد کے بغیر نہیں ہے۔ اللہ کا ذکر

کثرت سے کرو اور کل (آخرت) کے لئے عمل صالح کرو۔ جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان معاملہ درست کرلیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان معاملے کو درست کردینے کا کفیل بن جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا حاکم ہے۔ اور اس کا کوئی حاکم نہیں۔ اللہ لوگوں کا مالک ہے اور اس کا کوئی مالک نہیں۔ اللہ ہی بڑا ہے عظیم و برتر۔ اللہ کی توفیق کے بغیر کسی کو نیکی کرنے کی طاقت نہیں"۔

چلی بھی جا جرسِ غنچہ کی صدا پہ نسیم

حضرت عمارہؓ بن خزیمہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد ناقہ تیار کرنے کا حکم فرمایا تو بنی سالم بن عوف کے حضرت عتانؓ بن مالک اور حضرت عباسؓ بن عبادہ بن نضلہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا یارسول اللہؐ! ہمارے پاس ہی قیام فرمایئے۔ ہم تعداد میں زیادہ ہیں۔ ساز و سامان کی بھی کمی نہیں۔ مقابلہ اور دفاع کی بھی طاقت رکھتے ہیں۔ آپؐ نے اونٹنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ "اس کا راستہ چھوڑ دو کیونکہ وہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔ یہ جس جگہ بیٹھ جائے گی وہیں میرا قیام ہوگا۔" یہ اس آبادی کیلئے مامور ہے جو اَکَّالَۃُ الْقُرٰی (بستیوں پر غالب بستی ہے) یہ سن کر انہوں نے راستہ دے دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ قصویٰ پر آپؐ کے ساتھ سوار تھے۔

آپؐ یثرب کی جنوبی سمت سے شہر میں داخل ہوئے۔ جب آپؐ کی سواری بنی بیاضہ کے محلّہ میں آئی تو حضرت زیادؓ بن لبید اور حضرت فروہؓ بن عمرو عرض گزار ہوئے۔ اے اللہ کے رسول! آپؐ ایسے خدام کے مہمان بنیں جو شمار میں کثیر اور ساز و سامان کے اعتبار سے بھی بہت عزت والے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ ''میری اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو یہ مامور من اللہ ہے۔'' بنی ساعدہ کی بستی میں داخل ہوئے تو ان کے سردار حضرت سعدؓ بن عبادہ اور حضرت منذرؓ بن عمرو نے خوشی خوشی درخواست کی کہ آپؐ ہمارے یہاں قدم رنجہ فرمائیں جو کہ قوت و طاقت والا گھرانہ ہے۔ ہم دشمنوں اور بدخواہوں سے حفاظت کرنے والے ہیں۔ آپؐ کی جانب سے ان کے لئے بھی وہی جواب تھا۔ اونٹنی ''قصویٰ'' کی نکیل ڈھیلی چھوڑ دی گئی۔ قصویٰ چل رہی تھی اور اس کے ہر اٹھنے والے قدم پر اہلِ تمنّا کے دل ڈول رہے تھے۔ لوگ منتظر تھے کہ کس کا مقدر چمکتا ہے، کس کا بخت یاوری کرتا ہے، کون میزبان رسولؐ بنتا ہے۔؟ کوکبۂ نبوی کا بنی حارث پر گزر ہوا تو حضرت سعدؓ ابن ربیع اور عبداللہؓ ابن رواحہ نہایت ادب سے ملتجی ہوئے، یارسول اللہؐ! گھر حاضر ہے، مال حاضر ہے، جان حاضر ہے۔ آپؐ نے تبسم فرمایا اور دعائے خیر فرمائی۔ قصویٰ نے آگے بڑھنے کا راستہ بنالیا۔ محلّۂ عدی کی سرحد میں آپؐ کی سواری داخل ہوئی تو حضرت

ابو سلیطؓ، صرمہؓ بن انیس مجسم التجا بنے کھڑے تھے۔ زبان وحی ترجمان سے کلمہ خیر ادا ہوا اور اونٹنی نے اگلی منزل کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ ۵ھ

یثرب تمام مطلع انوار بن گیا

مشتاقان دید، میزبانی کے متمنی، مہمانی کے آرزو مند جاں نثار ہتھیار سجائے دو رویہ صف بنائے سراپا التجا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے منتظر تھے اور ہر ایک کی زبان پر "جاء رسول اللہ، جاء رسول اللہ" کا نعرۂ جانفزا تھا۔ حضرت بریدہ اسلمیؓ جھنڈا فضاؤں میں لہراتے آگے آگے چل رہے تھے۔ ۶ھ نہایت ہی روح پرور منظر تھا۔ حضرت انسؓ (جن کی عمر اس وقت دس سال تھی) آگے آگے یہی صدا لگاتے گزر رہے تھے۔ ۷ھ حبشی غلام اچھلتے کودتے اپنے نیزوں کے کرتب دکھاتے چل رہے تھے۔ ایک جلوس کی شکل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری گزر رہی تھی۔ مشتاقان دید جمال نبوی کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے چین تھے۔ خواتین اپنے گھروں سے باہر نکل آئیں تھیں۔ کچھ اپنے گھروں کی چھتوں سے یہ منظر پرانوار دیکھ رہی تھیں۔ تقدیس و تحمید کے ترانے ہر سمت گونج رہے تھے۔ عورتیں اور لڑکیاں سب مل کر خیر مقدمی ترانہ گا رہی تھیں۔ غرض کہ ہر چھوٹا بڑا، امیر، غریب، آقا اور غلام سب ہی حضور اکرمؐ کی آمد کی خوشی میں جشن منا رہے تھے۔ بچیاں یہ ترانہ بہ

آواز بلند پڑھ رہی تھیں ؎[۴۸]

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا　　مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاع
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا　　مَا دَعٰی لِلّٰہِ دَاع
اَیُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا　　جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاع

۱۔ وہ دیکھو ثنیات الوداع سے چودھویں کا چاند طلوع ہوا۔
۲۔ ہم پر احسان عظیم کا شکر لازم ہے جب تک اللہ کے داعی یعنی رسول اللہؐ اس کے بندوں کو اس کی طرف بلاتے رہیں گے۔
۳۔ اے وہ مقدس ذات جو رسول بنا کر ہم میں بھیجی گئی ہے۔ آپؐ کے احکام کی اطاعت ہم پر لازم ہے۔

اَشْرَقَ الْبَدْرُ فِیْنَا　　وَاخْتَفَتْ مِنْہُ الْبُدُوْرُ
مِثْلُ حُسْنِکَ مَا رَاَیْنَا　　قَطُّ یَا وَجْہَ السُّرُوْرُ

۱۔ ہمارے درمیان چودھویں کا چاند نمودار ہوا ہے۔ اس کی روشنی سے تمام چاندوں کی روشنیاں ماند پڑ گئیں ہیں۔
۲۔ آپؐ جیسا حسن والا ہم نے کبھی اور کہیں نہیں دیکھا۔ آپؐ کا جمال جہاں آراء دیکھ کر دل و نظر کو سرور حاصل ہوتا ہے[۴۹]

جب کوکبۂ نبوی، بنی مالک بن نجار کے محلّہ میں داخل ہوا تو ان کی بچیوں نے دف کی تھاپ پر گاتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا والہانہ انداز میں استقبال کیا۔

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِي النَّجَّارِ ۞ يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِّنْ جَارِ

ہم ہیں لڑکیاں نجّار کے اعلیٰ گھرانے کی

ہے خوشی محمدؐ کے تشریف لانے کی

"کیا ہی اچھا ہوا کہ محمدؐ ہمارے پڑوسی ہوئے۔"

ان خیر مقدمی ترانوں کو سن کر حضورؐ بہت خوش ہوئے اور آپؐ نے ان بچیوں سے فرمایا کہ کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟ تمام بچیوں نے یک زبان ہو کر کہا۔ یارسول اللہؐ! ہم دل و جان سے آپؐ کے شیدائی ہیں۔ یہ جواب سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔

چشمِ ماروشن دلِ ماشاد

حضرت انسؓ بن مالک کی روایت کے مطابق جس دن رسول اکرمؐ ہمارے یہاں تشریف لائے اس سے خوب تر اور روشن دن میں نے ہرگز نہیں دیکھا۔ آپؐ کے قدم مبارک کی برکت سے ہمارے نصیب جاگے اور جمال جہاں آرا سے مدینہ منورہ کی ہر چیز روشن ہو گئی۔[۱۰]

صحیح بخاری میں حضرت براءؓ بن عازب کا بیان ہے کہ میں نے اہل مدینہ کو کبھی کسی چیز سے اتنا خوش نہیں دیکھا اور نہ کبھی اہل مدینہ نے کسی مہمان کا اتنا پرجوش استقبال کیا اور نہ کبھی کسی کی آمد پر اتنا خوش ہوئے جتنا حضور اکرمؐ کی تشریف آوری پر اہل مدینہ خوش تھے۔[۱۱]

اس موقع پر حضرت حسّانؓ ابن ثابت نے بھی خیر مقدمی قصیدہ لکھا جو بہت مقبول ہوا۔ اس قصیدہ کے چند اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے۔[۱۲]

۱۔ میری قوم وہ ہے جس نے نبیؐ کو اپنے پاس آنے کی دعوت دی۔ ان کی نبوت کی تصدیق کی جب کہ روئے زمین کے لوگ کافر تھے۔

۲۔ ہم نبی معظمؐ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپؐ یہاں امن و وسعت میں رہیں گے، کتنے اچھے ہیں یہ نبیؐ مکرم اور کتنے اچھے ہیں یہ معتمد پڑوسی۔

۳۔ جب آنحضرتؐ اور آپؐ کے مہاجر ساتھی تشریف لائے تو انہوں نے اپنے مال تقسیم کر کے انہیں دیئے۔ آپؐ کی نبوت کا انکار کرنے والوں کے لئے آگ کے سوا کچھ نہیں۔

۴۔ خاندان معد کی خوشی اور ناراضگی سے بالاتر ہو کر ہم نے نبی کریمؐ کی مدد کی اور آپؐ کو اپنے پاس جگہ دی۔

اس موقع پر حضرت قیسؓ بن صرمہ نے بھی اشعار کہے جن میں بعض اشعار بہت پسند کئے گئے۔ جن کا ترجمہ درج ذیل ہے۔[۱۳]

۱۔ قریش میں اقامت گزیں ہو کر آپؐ نے دس سال سے زیادہ عرصہ تک انہیں وعظ و نصیحت فرمائی کہ شاید کوئی اطاعت کرنے والا دوست مل جائے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کا

شجرہ مبارک

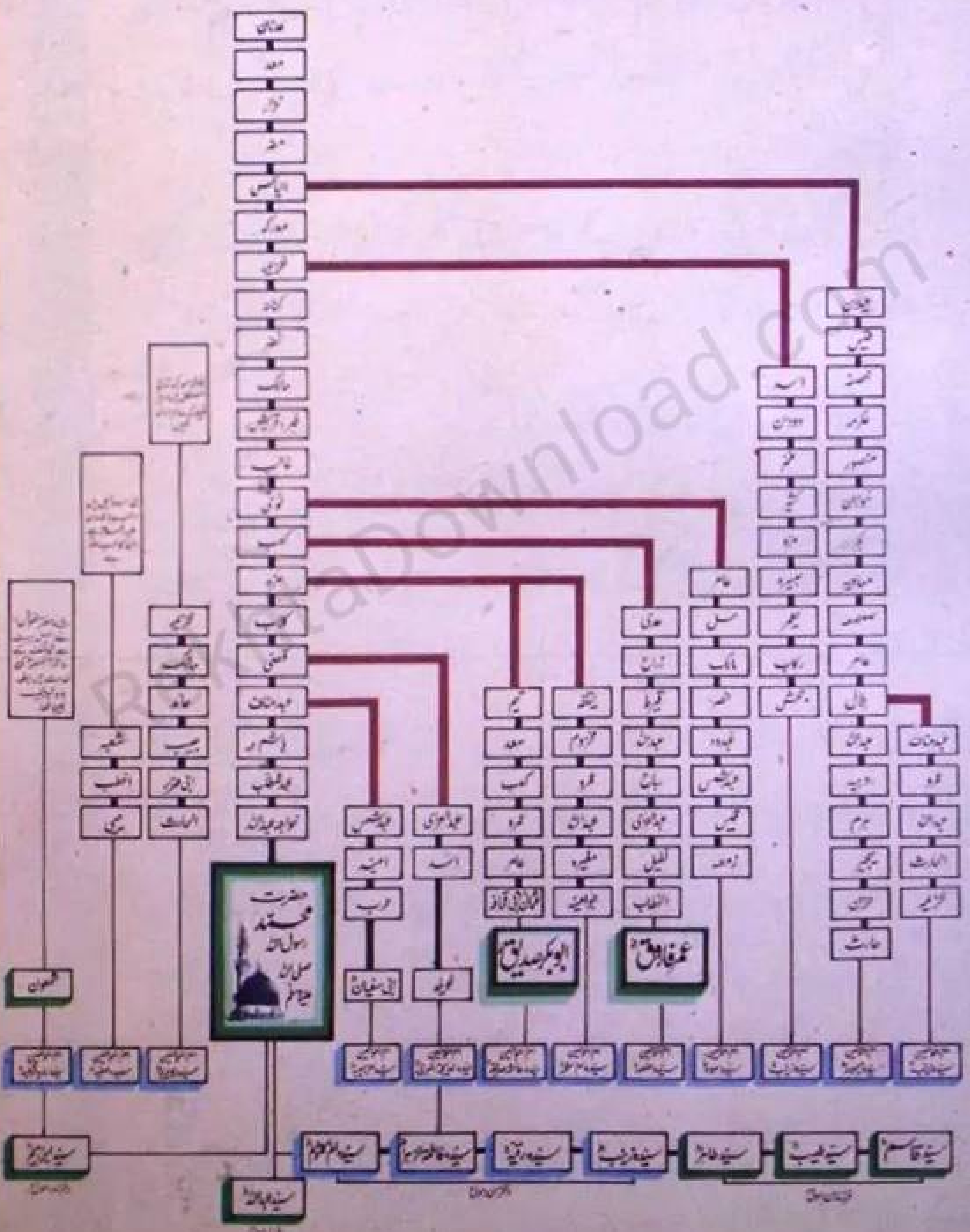

۲۔ حج کے موسم میں آپؐ اپنے آپ کو لوگوں پر پیش کرتے۔ اللہ تعالیٰ کا پیغام دیتے لیکن آپؐ کسی کو اپنا مددگار یا داعی نہ پاتے۔

۳۔ تمام لوگوں میں سے ہم صرف اس کے دشمن ہیں۔ جو آپؐ سے دشمنی رکھتا ہو۔ خواہ ہمارا کتنا ہی مخلص دوست یا عزیز کیوں نہ رہ چکا ہو۔

۴۔ یہاں آپؐ کو نہ کسی دور کے ظالم کے ظلم کا خدشہ ہے اور نہ کسی باغی کی بغاوت کا ڈر ہے۔

دے کے خط منہ دیکھتا ہے نامہ بر

مورخین کا بیان ہے کہ ممالک کی تسخیر کے سلسلے میں شاہ یمن تبع اسعد بن کرب کا یثرب کی طرف سے گزر ہوا۔ اس مرد صالح کے ہمراہ چار سو تورات کے عالم بھی سفر کر رہے تھے۔ اس وقت بنی نجّار کا سردار اعظم عمر بن طلحہ تھا جو معاویہ بن مالک بن نجار کا بھائی تھا۔ تبع نے سفح کے مقام پر قیام کیا۔ یہ ظہور اسلام سے کوئی سات سو برس پہلے کا زمانہ تھا۔ اہل یثرب نے صلح کر لی۔ اور وہ اپنے بیٹے کو نائب بنا کر چلا گیا۔ کسی وجہ سے یثربیوں نے اسے قتل کر دیا۔ تبع نے جوش انتقام میں شہر کو تباہ کرنے کی قسم کھائی اور قتل عام شروع کیا۔ اس پر علمائے یہود میں سے چند احبار تبع سے ملے۔ جن میں بنی قریظہ کے دو عالم سحیت[۱۴] اور مُنَبِّہ بھی شامل تھے اور کہا۔

"اے بادشاہ! اس بستی کا نام تورات میں طیبہ ہے اور یہ بستی اولاد اسمٰعیل علیہ السلام میں آنے والے نبی کی ہجرت گاہ ہے جو حرم میں مبعوث ہوگا۔ یہاں تشریف لاکر قیام فرمائے گا اس لئے تو اس بستی پر ہرگز ہرگز غالب نہ آسکے گا"۔

یہ بھی بتایا کہ یہ شہر حفاظت الٰہی میں ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ سن کر ہمسفر چار سو علماء نے قیام کی اجازت چاہی۔ بادشاہ نے ان سب کے لئے جدا جدا مکانات بنوائے اور انہیں اس میں آباد کر دیا۔ ایک مکان خاص طور پر نبی آخرالزماںؐ کے لئے بھی بنوایا۔ ایک سربہ مہر خط ان کے ایک بڑے عالم کو اس تاکید کے ساتھ دیا کہ وہ یا ان کی نسل میں سے جو کوئی ان رسول آخرالزماںؐ کے زمانہ کو پائے تو یہ خط ان کی خدمت اقدس میں پیش کرے۔ اس خط کا مضمون تھا[۵]

"اللہ کے نبی، انبیاء کے خاتم، رب العالمین کے فرستادہ کی طرف
تبع اوّل حمیری کی جانب سے

میں آپؐ پر اور آپؐ پر نازل ہونے والی کتاب پر ایمان لایا ہوں۔ آپؐ کے دین اور طریقہ پر ہوں۔ آپؐ کے رب پر اور جو کچھ آپؐ کے رب کی جانب سے ایمان اور اسلام کے سلسلے میں آیا اس پر ایمان لایا ہوں۔ اگر آپؐ کا زمانہ پا لوں تو بہتر ورنہ قیامت میں میری شفاعت فرمانا اور بھول نہ جانا کہ

میں آپؐ کا پہلا امتی ہوں۔ آپؐ کی آمد سے پہلے آپؐ پر
ایمان لایا، بیعت کی۔ میں آپؐ کے اور آپؐ کے باپ ابراہیمؑ کے
دین پر ہوں"

اس کے علاوہ کچھ اشعار بھی لکھے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے۔[۱۶]

میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک احمدؐ، اللہ کے رسول
برحق ہیں۔
اگر میری عمر نے وفا کی اور میں ان کی آمد تک زندہ رہا تو
ضرور ان کا معین و مددگار بنوں گا۔ ان کے دشمنوں سے
جہاد کروں گا اور ان کے دل سے ہر غم دور کردوں گا۔

یمن لوٹتے ہوئے اس نے کعبہ پر غلاف چڑھایا۔ کہتے ہیں یہ بیت اللہ پر چڑھایا جانے والا پہلا غلاف ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ اسی عالم کی اولاد میں سے تھے جس کے سپرد یہ خط کیا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ عریضہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے نبی کریمؐ کی خدمت اقدس میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ علامہ سمہودی کا بیان ہے کہ بظاہر یہ عجیب بات معلوم ہوتی ہے لیکن تمام قدیم مورخ اس پر متفق ہیں۔ سہیلی نے بھی اس کا ذکر کرتے ہوئے یہ حدیث بھی نقل کی ہے[۱۷]

"تبع کو برا نہ کہو وہ ایمان لا چکا ہے"

تبع کا اصل نام تبان اسعد بن کلیکرب تھا۔

آئی صدائے جبرئیل تیرا مقام ہے یہی

بنی مالک بن نجار کے محلے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جب تشریف آوری ہوئی تو آپؐ کی اونٹنی سنبھل سنبھل کر چلنے لگی۔ یہ آپؐ کا ننھیال تھا۔ آپؐ کے پڑ دادا ہاشم نے اس قبیلہ کی خاتون سلمٰی بنت عمرو سے نکاح کیا تھا۔ ان ہی سے عبدالمطلب پیدا ہوئے تھے۔ آپؐ کی اونٹنی (قصویٰ) ادھر ادھر دیکھتے ہوئے ایک بنجر زمین پر بیٹھ گئی۔ یہی وہ مقدس مقام ہے۔ جہاں روئے زمین کا دوسرا حرم (مسجد نبوی) تعمیر ہوا۔ بعض روایات کے مطابق یہ مقام منبر رسول ہے۔ اس جگہ سے متعلق یہ روایت بھی ملتی ہے کہ یہ مقام حجرۂ عائشہ ابدی آرام گاہِ رسولؐ کریم ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی کے بیٹھنے پر بھی زمین پر تشریف نہیں لائے بلکہ کجاوہ میں تشریف فرما رہے۔ اونٹنی کچھ دیر بعد کھڑی ہوگئی کچھ دور ادھر ادھر چل کر واپس آئی۔ اپنے جسم کو حرکت دی اور پھر دوبارہ اسی مقام پر جم کر بیٹھ گئی۔ جہاں سے کچھ دیر پہلے اٹھ کر گئی تھی اور اپنی گردن زمین پر ڈال دی ۱ھ

حضرت ابو ایوب انصاریؓ دوڑتے ہوئے آئے عرض کیا۔ یارسول اللہ !ؐ یہاں سے قریب تر سکونت میری ہے۔ براہ کرم مجھے شرف میزبانی بخش دیجئے۔ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ میزبانی کے متعلق

لوگ آپس میں جھگڑنے لگے اور کشیدگی بڑھنے لگی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا میں بنو نجار کے ہاں اتروں گا۔ جو عبدالمطلب کے ماموں ہیں۔ ایک اور روایت "اصابہ" میں "مسند احمد" کے حوالے سے ہے کہ آپس میں قرعہ ڈالا گیا اور شرف میزبانی حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے حصے میں آیا۔[۹] دوسری روایت یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی سے جوں ہی اترے ابو ایوبؓ کجاوہ اتار کر اپنے گھر لے گئے۔ دوسروں نے اپنے ہاں لے جانا چاہا تو آپؐ نے فرمایا[۱۰]

"آدمی وہیں قیام کرتا ہے جہاں اس کا سامان ہو۔ اللہ کو منظور ہوا تو یہی ہماری منزل ہے"۔

اونٹنی سے اتر کر آپؐ نے یہ دعا پڑھی۔

رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ۝

"اے میرے رب نازل کر مجھے نزول برکت کے ساتھ اور تو بہترین نازل کرنے والا ہے"۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ابو ایوبؓ کے مہمان ہوئے تو حضرت اسعدؓ بن زرارہ نے قصوئی کی نکیل پکڑی اور اسے اپنے گھر لے گئے۔[۱۱] ان کی نظر میں وحی کے اشارے پر چلنے والی قصوئی بھی کونین کی دولت سے کسی طرح کم نہ تھی۔ یہ اونٹنی بنو قشیر کے اونٹوں کے نسل سے تھی جسے واقدی اور ابن سعد کے بیان کے بموجب حضرت ابو بکر

صدیقؓ نے ۸۰۰ درہم میں خریدا تھا۔ حضورؐ نے یہی قیمت حضرت ابو بکرؓ کو ادا فرمائی۔ یہ اونٹنی بقیع میں چرا کرتی تھی اور جہاں جی چاہتا گھومتی پھرتی تھی عہد صدیقی میں مری۔

ابن اسحاق کی روایت کے مطابق اس کا نام جدعاء تھا جو بنی الحرش کے اونٹوں کی نسل سے تھی [۲۲]

اونٹنی کے ذریعے جائے قیام کا انتخاب بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی حکمت تھی۔ اگر یہ فیصلہ حضورؐ پر چھوڑا جاتا تو انصار کے دوسرے قبیلوں کو ترجیح کا احساس ہوتا۔ نیز اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ رشتہ داری اور قرابت کا حق اللہ کی نظر میں بھی محبوب ہے۔ آپؐ کے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ ابن حارثہ بھی یہیں مقیم ہوئے۔

مہماں ہوتے ہیں کس اوجِ نشیں کے سَرورؐ

حضرت ابو ایوبؓ کا مکان دو منزلہ تھا۔ عرض کیا، آپؐ بالائی منزل پر قیام فرمائیں۔ فرمایا نہیں میرے پاس لوگوں کی آمد و رفت رہے گی۔ اس لئے مکان میں نیچے کا حصہ موزوں رہے گا ابو ایوبؓ بالا خانے میں منتقل ہو گئے۔ ایک دن اتفاق سے رات کے وقت پانی کا گھڑا پھوٹ گیا۔ اندیشہ ہوا کہ کہیں پانی نچلی منزل میں نہ بہہ جائے۔ میاں بیوی کے لئے ایک ہی لحاف تھا۔ اس میں پانی جذب کر لیا۔ اور سردی میں تمام رات بغیر لحاف کے گزاری۔

دونوں میاں بیوی کے لئے یہ احساس سوہان روح بنا رہا کہ مہبط وحی نچلی منزل میں ہیں۔ رات بھر یہی سوچتے رہے کہ کہیں اللہ کے رسول ہمارے عین نیچے نہ ہوں۔ ہٹتے ہٹتے دونوں کونوں میں پہنچ جاتے۔ صبح ہوئی تو عرض کیا۔ یارسول اللہ! ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ ہم ساری رات گھر کے کونوں میں جاگتے رہے۔ وجہ بتائی اور درخواست کی آپؐ بالا خانے پر مقیم ہوں۔ ہم غلاموں کے لئے آپؐ کے قدموں کے نیچے رہنا ہی باعث سعادت ہے۔ ابو ایوبؓ کی اس عاجزانہ درخواست پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اوپر کی منزل پر اقامت گزیں ہو گئے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ اسی مکان میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ ابن حارثہ بھی فروکش رہے۔

ترے قیام کے طفیل ہم بھی توباشرف ہوئے

حضرت ابو ایوبؓ روزانہ دونوں وقت کھانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کرتے اور جو کھانا بچ رہتا دونوں میاں بیوی اسی کو تناول کرتے، برتن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے نشانات تلاش کرتے اور وہیں سے کھاتے۔ صحیح مسلم میں خود ان سے روایت ہے کہ ایک دفعہ کھانا جوں کا توں واپس آگیا۔ ابو ایوبؓ مضطربانہ گئے اور وجہ دریافت کی۔ فرمایا کھانے میں لہسن تھا۔ پوچھا کیا لہسن حرام ہے۔ فرمایا نہیں۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:۔

"میں نے اس میں پیاز یا لہسن کی بو پائی اور میں ایسا شخص ہوں
جس سے سرگوشی (وحی) کی جاتی ہے لیکن تم (لوگوں کی یہ
حالت نہیں اس لئے تم) اسے کھاؤ"۔

اس کے بعد ہم نے آپؐ کے لئے لہسن والا کوئی خاصہ تیار نہ کیا۔ سنت رسول کے متوالے نے فی الفور عرض کیا۔ جس چیز کو آپؐ نے ناپسند کیا ہے۔ میں بھی اس کو ناپسند کرتا ہوں[۲۳]

حضرت زیدؓ بن ثابت کا بیان ہے کہ حضرت ابو ایوبؓ کے مکان پر سب سے پہلا ہدیہ میں نے اپنی والدہ کی طرف سے پہنچایا جو ثرید کا بہت بڑا پیالہ تھا۔ اس میں روٹی، گھی اور دودھ تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تمہیں برکت دے پھر اصحاب کو بلایا اور سب نے مل کر کھایا۔ ابھی میں دروازے سے ہٹنے بھی نہ پایا تھا کہ حضرت سعدؓ بن عبادہ کا غلام ایک بڑا پیالا سر پر لے کر آیا اس میں ہڈی والا گوشت تھا۔ حضرت ابو ایوبؓ کے گھر سے منتقل ہونے تک کوئی شب ایسی نہ گزری تھی کہ تین چار آدمی کھانا نہ لاتے۔ انہوں نے آپس میں باری مقرر کرلی تھی[۲۴]۔ حضرت سعدؓ بن عبادہ اور حضرت اسعدؓ بن زرارہ ہر رات یہ سعادت حاصل کرتے رہے۔ حضرت سعدؓ ایک خاص قسم کا شوربہ بھیجتے تھے جسے حضورؐ بڑی رغبت سے تناول فرماتے تھے۔ ہریسہ بھی آپؐ کو پسند تھا۔ رات میں عموماً پندرہ یا سولہ صحابہؓ آپؐ کے ساتھ طعام میں شریک ہوتے تھے۔

میزبانِ رسول ـــــ حضرت ابو ایوب انصاریؓ

خاندان خزرج کی شاخ بنو نجار کے اس میزبان رسولؐ کا نام خالد اور کنیت ابو ایوب تھی۔ ۴۰ عام الفیل میں یثرب میں پیدا ہوئے۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے اور عقبہ کی گھاٹی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۔

ہجرت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ یا سات مہینے ان کے گھر قیام فرمایا۔ مواخات میں حضرت مصعبؓ بن عمیر کو آپ کا مہاجر بھائی قرار دیا گیا۔ ایک نازک موقع پر رات بھر کاشانۂ نبوت پر پہرہ دیا۔ حضورؐ نے دعا فرمائی۔

> اے ابو ایوب! اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی حفظ و امان میں رکھے کہ تم نے اس کے نبی کی نگہبانی کی۔

تمام غزوات میں آپ کو حضورؐ کی ہمرکابی کا شرف حاصل رہا۔

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں ۴ ہزار درہم وظیفہ مقرر ہوا۔ حضرت علیؓ نے دار الخلافہ مدینہ سے کوفہ منتقل کیا تو انہیں مدینہ میں امیر مقرر کیا۔ شوق علم و جوش جہاد عمر بھر رہا۔ ستر المسلم کی حدیث حضرت عقبہؓ بن عامر جھنی گورنر مصر سے سننے کے لئے مدینہ سے مصر کا سفر کیا۔

۸۰ سال کی عمر میں ۵۲ ہجری میں جہاد قسطنطنیہ میں حصہ لیا۔ ایک موقع پر ایک مجاہد عبدالعزیز بن زرارہ رومیوں کی صفوں میں اکیلے و تنہا گھس گئے۔ دوسروں نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"تم اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو"

یہ سن کر ابو ایوبؓ نے کہا مسلمانو! تم نے اس کا مفہوم غلط سمجھا۔ اس آیت کی شان نزول یہ ہے کہ انصار نے زمانۂ امن میں ارادہ کیا کہ جہاد کے دوران، ان کے کاروبار اور تجارت کو جو نقصان پہنچا ہے۔ اس کی تلافی کریں تو یہ آیت نازل ہوئی کہ جہاد سے کنارہ کشی سے تم اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

اس سفر میں وبا پھوٹ پڑی۔ حضرت ابو ایوبؓ بھی اس کی لپیٹ میں آگئے۔ آپ بستر علالت پر تھے کہ امیر لشکر عیادت کو آیا تو آپ نے وصیت فرمائی۔ میرا جنازہ دشمن کی سرزمین میں جہاں تک جاسکو لے جاکر دفن کرنا۔ وفات کے بعد اس کی تعمیل میں انہیں قسطنطنیہ کی فصیل کے قریب سپرد خاک کیا گیا۔ صبح رومیوں نے پوچھا رات تم لوگ بہت مصروف تھے؟ کہا ہاں ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابیؓ کو دفن کیا ہے۔ جان لو، اگر ان کے مزار مبارک کی بے حرمتی کی گئی تو بلاد اسلامیہ میں کہیں ناقوس نہ بج سکے گا۔

حضرت ابو ایوبؓ کی زوجہ محترمہ کا نام ام حسنؓ بنت زید ہے۔ ان کے بطن سے ایک لڑکا عبدالرحمٰن پیدا ہوا۔ ان سے (۱۵۰) احادیث مروی ہیں[۲۵]۔

رسول اللہؐ کے اہل و عیال کی آمد

رجب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سات ماہ خانہ ایوب میں مقیم رہے۔ ہر رات باری باری تین یا چار آدمی در اقدس پر پہرہ دیتے۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے گھر قیام کے دوران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ ابن حارثہ اور ابو رافعؓ کو دو اونٹ اور پانچ سو درہم دے کر مکہ مکرمہ روانہ کیا تاکہ خانوادۂ نبوت کو لے آئیں[۲۶]۔ حضرت سودہؓ اور دونوں صاحب زادیوں کلثومؓ و فاطمہؓ کے علاوہ حضرت زیدؓ اپنی بیوی اُمّ یمنؓ اور بیٹے اسامہؓ کو لئے مدینہ آئے۔ مدینہ آنے پر حضورؐ نے اپنے خاندان والوں کو حضرت حارثؓ بن نعمان کے گھر ٹھہرایا۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت رقیہؓ تو پہلے ہی ہجرت کر کے آچکے تھے۔ بڑے داماد ابوالعاص ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے ان کی بیوی حضرت زینبؓ ان کے ساتھ طائف میں مقیم تھیں۔

حضرت ابو بکرؓ کا خاندان بھی عبداللہ ابن ابو بکرؓ کے ہمراہ آیا۔ حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔

وقت کی تقویم میں ....

سن ہجری کی ابتدا

اسلام کی تاریخ کا ایک نیا باب شروع ہو رہا ہے۔ قسام ازل ہجرت مدینہ کو عزت و شرف کا وہ مقام عطا فرما رہا ہے جس سے لیل و نہار کی گردشوں کا شمار ہو گا۔

امام ابن شہاب زہریؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اسی روز سے تاریخ اسلامی کی ابتدا عمل میں آئی۔ جب آپؐ قباء تشریف لائے۔ اس وقت یعنی ربیع الاوّل سے تاریخ لکھنے کا حکم دیا۔ ''اکلیل'' میں حاکم کی یہ روایت محدثین کے نزدیک مُعضَل ہے یعنی۔ روایت کی سند میں دو یا دو سے زیادہ راوی غائب ہوں۔

میمون بن مہران کی بیان کردہ روایت کی رو سے ایک نوشتہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جس میں صرف شعبان درج تھا۔ امیرالمومنینؓ نے سوال کیا۔ یہ کون سا شعبان ہے؟ جاری، گزشتہ، یا آئندہ۔ اس واقعہ کے بعد آپؓ نے اصحاب رسول کا ایک اجلاس طلب فرمایا اور کہا کہ ایسی چیز ہونی چاہیے۔ جس سے بعد میں اس شعبان کی حقیقت پوری طرح واضح ہو سکے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ (گورنر یمن) نے حضرت عمرؓ کو تحریر کیا کہ آپ کی جانب سے خطوط آتے ہیں لیکن اس پر کوئی تاریخ نہیں ہوتی۔ اس سے بھی امیر المومنین کی توجہ اس اہم مسئلہ کی جانب مبذول ہوئی۔[18]

سربر آوردہ انصار و مہاجرین کے اجتماع میں یہ مسئلہ پیش ہوا۔ امیر المومنین رضؓ نے فرمایا اب حکومت کے مالی وسائل اتنے ہوگئے ہیں کہ حساب کتاب کے اندراج کا طریقہ کار درست کیا جائے تاکہ آئندہ بھی اگر کسی سلسلے میں جانچ پڑتال کرنی ہو تو کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ تجویز پیش ہوئی کہ ایرانیوں سے اس سلسلے میں مشورہ کیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے ہرمزان کو طلب کیا جو مسلمان ہو کر مدینہ میں سکونت پذیر تھے۔ حضرت عمرؓ نے دو ہزار سالانہ ان کا مشاہرہ مقرر کیا تھا۔ امیر المومنین فارس کی مہمات میں اکثر ان سے مشورہ لیا کرتے تھے کیونکہ وہ ایرانی شہنشاہ کی طرف سے خوزستان (عراق و فارس کے درمیان واقع ہے) کا گورنر تھا۔ ہرمزان نے بتایا کہ ایران میں سنہ موجود ہے جسے "ماہ روز" کہا جاتا ہے۔ شہنشاہ کی طرف سے اس میں تاریخ اور مہینہ دونوں درج ہوتے ہیں اس طریقہ کار سے استفادہ کرتے ہوئے ماہ روز کو "مورخہ" میں تبدل کیا گیا۔[19]

اس وقت دنیا میں مختلف سنین جاری تھے جو بانیانِ مذاہب یا

والیانِ حکومت کی پیدائش، بادشاہوں کی تخت نشینی، جنگی فتح، انبیاء علیہم السلام کی بعثت یا ایسے ہی کسی اہم واقعہ سے شروع ہوتے تھے۔ قدیم سنوں میں بابلی، رومی، مسیحی، ہندوستانی اور ایرانی سنہ تھے۔

۱۔ بابلی سنہ بخت نصر اوّل کی پیدائش کے وقت سے شروع کیا گیا تھا۔

۲۔ یہودی سنہ مصر سے خروج کے واقعہ سے شروع ہوتا ہے۔

۳۔ رومی سنہ رومیوں نے اپنے پہلے فاتح سکندر اعظم کی پیدائش پھر آگسٹس کی پیدائش سے شروع کیا تھا۔

۴۔ عیسوی سنہ حضرت عیسیٰؑ کی نسبت سے شروع ہوتا ہے۔

۵۔ ہندوستانی سنہ راجہ بکر ماجیت کی پیدائش سے شمار ہوتا ہے۔

۶۔ عربوں میں تو لکھنے پڑھنے کا رواج ہی نہ تھا۔ کوئی بات بیان کرنا ہوتی تو اسے اہم واقعہ سے شمار کرتے۔ اہم واقعہ ابرہہ اشرم کا حملہ تھا۔ جس سے عام الفیل شمار ہوتا تھا۔ اسلام پھیلنے کے بعد سورتوں کے نزول کی نسبت سے واقعات یاد رکھے جانے لگے۔ ہجرت کے بعد کافروں سے قتال کی اجازت (جو سورۂ حج میں ہے) ملی تو کچھ عرصہ تک یہ واقعہ بطور سنہ مستعمل رہا۔ سورۂ توبہ کے بعد سنہ براۃ چل پڑا۔ آخر میں "سنہ الوداع" مشہور ہوا جو حجۃ الوداع کے بعد رائج ہوا۔

صحابہ کرامؓ کے درمیان طے پایا کہ ان میں سے کوئی سنہ مسلمانوں کے لئے قابل قبول نہیں ہے۔ اسلامی سنہ ایسا ہونا چاہئے کہ

جس کی بنیاد کسی اہم ترین قومی واقعہ پر ہو۔ عہد نبوت کے اہم واقعات جو زیر غور آئے وہ یہ تھے۔

۱۔ کیا سیّد الاوّلین و آخرین ؐ کی پیدائش سے ابتدا کی جائے؟

۲۔ کیا جس سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منصب رسالت پر فائز ہوئے۔ اسے بنیاد بنایا جائے؟

۳۔ کیا مکّہ سے مدینہ ہجرت سے سال کو شروع کیا جائے؟

۴۔ کیا حق و باطل کا پہلا معرکہ "یوم الفرقان" اجرائی سال کی اساس بن سکتا ہے؟

۵۔ مکّہ کی فتح غلبہ اسلام کا اہم ترین واقعہ ہے آغاز وہاں سے کیوں نہ ہو؟

۶۔ حجتہ الوداع جہاں تکمیل دین کی آیت نازل ہوئی سرنامہ بن سکتا ہے؟

۷۔ خاتم النبیین ؐ کی اس دنیا سے رحلت کو کیوں نہ نکتہ آغاز قرار دیا جائے؟

قومی تاریخ کے ان اہم واقعات سے سنہ کی ابتدا پر بہت غور و خوض کے بعد حضرت علیؓ نے مشورہ دیا کہ اس کا شمار اس دن سے کیا جائے جس دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین شرک کو خیرباد کہا تھا یعنی آپؐ نے ہجرت فرمائی تھی۔ مورخ سہیلی نے لکھا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے

ہجرت کو اسلامی تقویم کی بنیاد کے لئے قرآنی ارشاد

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ

کو پیش نظر رکھا چونکہ اس آیت میں ''اوّل یوم'' کا اشارہ ہے۔[30]

صحابہ کرام نے اس تجویز سے کامل اتفاق کیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت ربیع الاول میں فرمائی تھی کیا اس کو پہلا مہینہ قرار دیا جائے؟ اس موقع پر حضرت عثمانؓ نے اپنی رائے کا اظہار اس طرح فرمایا کہ محرم الحرام سے سال ہجری کی ابتدا زیادہ مناسب رہے گی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محرم ہی میں ہجرت کا ارادہ فرما چکے تھے اور صحابہ کو عشرہ ذوالحجہ کے فوراً بعد ہجرت کی اجازت دے دی تھی۔ اس طرح کافی غور و خوض کے بعد یہ مشورہ قبول کرلیا گیا۔

عہد جاہلیت میں بھی محرم سال کے پہلے مہینہ کے طور پر شمار کیا جاتا تھا۔ طے یہ ہوا کہ اسی طریقہ کو برقرار رکھا جائے۔ اس طرح دو مہینے آٹھ دن پیچھے ہٹ کر یکم محرم سے سنہ ہجری کا شمار کیا گیا۔[31] یکم محرم سنہ ایک ہجری عیسوی تقویم کے مطابق ۱۶ جولائی ۶۲۲ء ہے۔[32] اس فیصلہ کے بعد سنہ ہجری کا اندراج ۲۰ جمادی الثانی ۱۷ھ مطابق ۹ جولائی ۶۳۸ء سے ہونے لگا۔[33]

حواشی و تشریحات

۱۔ ابن سعد ۔ طبقات ۔ اخبار النبیؐ جلد اوّل ۔ ص ۳۰۲۔

(۲)۔ (ا) تاریخ طبری حصہ اوّل ۔ ص ۱۴۴۔

(ب) سلیمان منصور پوری۔ رحمتہ للعالمینؐ جلد اوّل۔ ص ۹۲ تا ۹۴۔

(ج) نصیر احمد ناصر۔ پیغمبر اعظم و آخرؐ ص ۳۸۰۔

(د) راجہ محمد شریف ۔ حیات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۲۰۔

۳۔ شیخ عبدالحق دہلوی، جذب القلوب الی دیار المحبوبؐ ص ۱۷۔

۴۔ (ا) صحیح بخاری۔ جلد اوّل۔ ص ۲۳۳۔ حدیث نمبر ۴۱۳۔ باب ۲۸۹

(ب) سنن ابی داوٗد۔ جلد اوّل۔ ص ۳۶۵ حدیث نمبر ۴۵۳۔

۵۔ ابن ہشام سیرت النبی کاملؐ۔ جلد اول ص ۵۴۵۔

۶۔ منظور احمد شاہ۔ مدینۃ الرسولؐ۔ ص ۱۱۱۔ بحوالہ زرقانی جلد اول ص ۳۵۴۔

۷۔ محمد ادریس کاندھلوی۔ سیرۃ المصطفیٰؐ جلد اوّل۔ ص ۳۱۲۔

۸۔ سلیمان منصوری پوری۔ رحمتہ للعالمینؐ جلد اوّل۔ ص ۹۵۔

ثنیہ ٹیلے کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع ثنیات ہے۔ اہل مدینہ اس مقام پر اپنے مہمانوں کو وداع کرتے تھے۔ زاد المعاد میں حافظ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ یہ خیر مقدمی ترانہ غزوہ تبوک سے واپسی کے موقع پر پڑھا گیا یہ قرین قیاس نہیں۔

۹۔ محمد صبغتہ اللہ۔ السکینہ باخبار مدینہ خلاصہ الوفا باخبار دار المصطفیٰ

۱۰۔ محمد عبدالمعبود ۔ تاریخ مدینہ۔ ص ۴۱۔ بحوالہ مشکوٰۃ و سیرت حلبیہ۔

۱۱۔ محمد ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰؐ۔ جلد اوّل ص ۳۱۲۔ بحوالہ صحیح بخاری۔

۱۲۔ محمد بن عبدالوہاب۔ مختصر سیرت الرسولؐ اردو ترجمہ ص ۱۷۷۔ ۱۳ ایضاً ص ۱۷۶

۱۴۔ نور الدین سمہودی۔ وفاء الوفاء، اردو ترجمہ تذکرہ دیار حبیبؐ ص ۲۱۱۔

۱۵۔ (ا) منظور احمد شاہ۔ مدینۃ الرسولؐ۔ ص ۵۵۔ بحوالہ تاریخ ابن عساکر۔

(ب) سمہودی، وفاء الوفاء۔ ترجمہ تذکرہ دیار حبیبؐ۔ ص ۲۱۰ و ۲۹۸۔

(ج) محمد ادریس کاندھلوی ۔ سیرۃ المصطفیٰؐ۔ جلد اول ص ۳۱۴۔

(د) شیخ عبدالحق دہلوی۔ جذب القلوب، ص ۵۷۔

۱۶۔ (ا) سمہودی۔ وفاء الوفاء۔ اردو ترجمہ۔ تذکرہ دیار حبیبؐ ص ۲۱۰۔
(ب) محمد ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰؐ جلد اوّل۔ ص ۳۱۴۔
۱۷۔ ایضاً ص ۲۱۱ ۔ ص ۳۱۴۔
۱۸ ابن ہشام سیرت النبیؐ کامل جلد اوّل ص ۵۴۵
۱۹۔ (ا) شبلی نعمانی۔ سیرۃ النبیؐ جلد اوّل۔ ص ۲۸۴۔
(ب) سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ سیرت سرور عالمؐ، جلد ۲۔ ص ۷۴۲۔
۲۰۔ (ا) صحیح بخاری جلد ۲۔ ص ۷۶۴۔ حدیث نمبر ۱۰۸۷۔
(ب) سنن ابی داؤد۔ جلد اوّل ص ۳۶۵ حدیث ۴۵۳ باب مسجدیں بنانا۔
(ج) حافظ ابن قیم۔ زاد المعاد جلد دوم ص ۱۲۲۔
۲۱۔ ابن سعد۔ طبقات، اخبار النبیؐ حصہ اوّل۔ ص ۳۰۳۔
۲۲۔ سمہودی۔ وفاء الوفاء۔ اردو ترجمہ۔ تذکرہ دیار حبیبؐ ص ۲۶۳ ۔ ۲۶۴۔
۲۳۔ (ا) صحیح مسلم۔ جلد ۵ ص ۲۸۳ مع شرح نووی باب لہسن کھانا درست ہے۔
(ب) ابن ہشام جلد اوّل ص ۵۴۹۔
۲۴۔ ابن سعد۔ طبقات۔ اخبار النبیؐ۔ جلد اوّل۔ ص ۳۰۳۔
۲۵۔ (ا) سعید انصاری ۔ سیر انصار۔ حصہ اوّل ص ۱۰۹۔
(ب) طالب ہاشمی۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ۔
۲۶۔ ابن سعد۔ طبقات جلد اوّل ص ۳۰۴۔
۲۷ (ا) قسطلانی ۔ مواہب الدنیہ۔ ص ۱۹۸۔
(ب) شمس الدین محمد سخاوی : الاعلان بالتوبیخ ص ۱۶۸
۲۸۔ ابن جوزی ۔ سیرۃ عمر۔ مترجم شاہ حسن عطا ۔ حیات فاروق اعظمؓ۔ ص ۱۰۴۔
۲۹۔ ابو الکلام آزاد۔ رسول رحمتؐ مرتبہ غلام رسول مہر۔ ص ۱۹۸۔
۳۰۔ سمہودی۔ وفاء الوفاء اردو ترجمہ۔ تذکرہ دیار حبیبؐ ص ۲۷۸۔
۳۱۔ شبلی نعمانی۔ الفاروق ص ۴۲۵ بحوالہ مقریزی۔
۳۲۔ عبدالقدوس ہاشمی۔ تقویم تاریخی۔ ص ۱۔
۳۳۔ راجہ محمد شریف۔ حیات رسالت مآبؐ۔ ص ۲۱۶۔

تعمیر مسجد نبوی

حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے پاس فروکش ہونے کے بعد جب نماز کا وقت آتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں موجود ہوتے وہیں نماز ادا فرمالیتے۔

اس زمانے میں آپؐ نے صحنوں یا کھلے مقامات پر نمازیں ادا فرمائیں۔ چند روز بعد ایک مسجد تعمیر کرانے کا خیال پیدا ہوا[1]

آپؐ نے اس مربد کے بارے میں دریافت فرمایا جہاں اونٹنی قصوٰی بیٹھی تھی (مربد اس مقام کو کہتے ہیں جہاں خرما خشک کر کے تمر بنائے جاتے ہیں) حضرت معاذؓ بن عفراء نے بتایا کہ یہ زمین بنی نجّار کے دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کی ہے۔ جو رافع بن عمرو کی اولاد ہیں اور میری کفالت میں ہیں[2] صحیح بخاری کی روایت کے مطابق یہ دونوں لڑکے حضرت اسعدؓ بن زرارہ کے زیر کفالت تھے[3]

یہ زمین انصار کے چھوارے پھیلانے کے لئے استعمال کی جاتی تھی۔ جس میں کچھ کھجور کے درخت بھی تھے۔ اس میں ایک جانب چند مشرکوں کی قبریں بھی تھیں۔ کہیں ٹیلے اور مٹی کے ڈھیر تھے۔ بعض مقامات پر اس میں گڑھے بھی تھے۔

اس سلسلے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت اسعدؓ بن زُرارہ نے ایمان لانے کے بعد اس زمین پر نماز با جماعت ادا کرنے کا انتظام کیا تھا۔ اسی لئے جب مسجد کی تعمیر کا خیال پیدا ہوا تو اسی زمین کو منتخب کیا گیا۔[۴]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں بچوں کو بلایا اور مسجد کی تعمیر کی غرض سے یہ زمین قیمتاً لینے کی بات کی۔ وہ اور ان کے قبیلے والوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپؐ سے اس کی قیمت دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں اجر و ثواب کی صورت میں وصول کریں گے۔ آپؐ نے قیمت پر اصرار فرمایا تو بالآخر دس[۵] دینار طے ہوئی قیمت کس نے ادا کی؟ امام زہریؒ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کا نام لکھا ہے۔[۶] ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت اسعدؓ بن زرارہ نے اس زمین کے معاوضہ کے طور پر ان بچوں کو بنو بیاضہ میں ایک باغ دیا۔[۷] فتح الباری میں ہے کہ اس کی قیمت حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے ادا کی۔[۸]

تعمیر مسجد کا کام ربیع الاول سنہ ۱ ہجری مطابق اکتوبر ۶۲۲ء شروع ہوا۔[۹] اپنے جد امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت ادا کرتے ہوئے دین حنیف کو مکمل کرنے والے نبی آخرالزماںؐ نے حرم مدینہ کی بنیاد رکھنا چاہی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا اے حبیب اللہؐ! حکم الٰہی ہے کہ اس کا عریش موسیٰ کلیم اللہؑ کے عریش کے

مطابق بنایا جائے۔ بلندی سات ذراع سے زیادہ نہ ہو تزئین و آرائش میں تکلف سے کام نہ لیا جائے[1]

حرم مدینہ کے معمار نے حکم دیا کہ قبریں کھود کر ہڈیاں نکال دی جائیں۔ گڑھے بھر دیئے جائیں۔ ٹیلے زمین کے برار کر دیئے جائیں۔ جب زمیں ہموار ہوگئی تو کھجور کے درخت کٹوا کر قبلہ کی طرف باڑھ لگائی گئی۔ جس سے ایک دیوار سی بن گئی۔ یہ وہ مبارک جگہ تھی جہاں ہجرت نبوی سے پہلے ہی حضرت اسعدؓ بن زرارہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے وہاں ایک لمبی دیوار اس غرض سے بنی ہوئی تھی۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مسجد نبوی کا ایک خاکہ سوچا پھر اللہ کے نام سے اس کی ابتدا کی۔ یہ مستطیل خاکہ تھا۔ اس کی لمبائی ستر ہاتھ اور چوڑائی ساٹھ ہاتھ رکھی گئی[2]۔ عربی زبان میں پیمائش کے اس طریقے کو ذراع الید کہتے ہیں۔ ایک ذراع ڈیڑھ فٹ یا ۴۵ سینٹی میٹر کا ہوتا ہے جبکہ بعض مورخین نے ایک ہاتھ کی جگہ ایک گز بھی لکھا ہے۔ عرب میں دو قسم کے ذراع یعنی گز مستعمل تھے ایک ذراع کرباس یعنی کپڑے ناپنے کا گز جو ڈیڑھ فٹ یا اٹھارہ انچ کا ہوتا تھا۔ دوسرا ذراع مساحت کہلاتا تھا جو زمین وغیرہ کی پیمائش میں کام آتا تھا یہ ایک گز چھ انچ یا ساڑھے تین فٹ یا بیالیس انچ ہوتا تھا[3]

مسجد نبوی کے طول و عرض کے متعلق کتب تواریخ میں مختلف

روایات بیان کی گئی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

مسجد نبوی کا رقبہ ۱۳ھ

۱۔ امام زہریؒ کی روایت کے مطابق

طول شمالاً جنوباً ۱۰۰ ہاتھ سے کچھ زیادہ یعنی تقریباً ۱۵۰ فٹ

عرض شرقاً غرباً ۱۰۰ ہاتھ سے کچھ زیادہ یعنی تقریباً ۱۵۰ فٹ

۲۔ ابن نجّار کے بیان کے مطابق

طول شمالاً جنوباً	۷۰ ہاتھ	۱۰۵ فٹ
عرض شرقاً غرباً	۶۰ ہاتھ	۹۰ فٹ

۳۔ امام محمد بن یحییٰ کے حساب سے

عرض شمالاً جنوباً	۵۴ ہاتھ	۸۱ فٹ
طول شرقاً غرباً	۶۳ ہاتھ	۹۱ فٹ

مورخوں کے اس اختلاف کی وجہ علامہ سمہودی اپنی کتاب "وفاء الوفا" اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی "جذب القلوب" میں حضورؐ کی دوبار اھ اور ۷ھ میں تعمیر بتلاتے ہیں۔ پہلے مسجد مستطیل اور بعد میں مربع شکل میں تبدیل کر دی گئی۔

اس وقت مسجد کی اونچائی تین گز رکھی گئی "جذب القلوب" میں علامہ سمہودی کی "وفاء الوفا" کے حوالے سے طول، قبلہ سے حد

شمال تک ۵۴ گز اور مشرق سے مغرب تک ۶۳ گز لکھا ہے۔ مسجد کا پایہ تین ہاتھ چوڑا اور پتھر کا رکھا گیا۔ مسجد کی دیواریں کچی اینٹوں سے بنائی گئی تھیں اور ان کی بلندی ۳ گز تھی۔ قبلہ کی دیوار بیت المقدس کی سمت اینٹ سے بنائی گئی۔ مسجد کے تین بر آمدے اور صحن بھی تھا۔ تین دروازے بنائے گئے ایک قبلہ کی جانب، دوسرا باب عاتکہ جس کے محاذی اس وقت باب الرّحمان یا باب الرحمت ہے۔ تیسرا دروازہ جس سے امام الانبیاء تشریف لاتے تھے۔ باب آل عثمان جس کے محاذی اس وقت باب جبرئیلؑ ہے۔ تحویل قبلہ کے بعد جنوبی سمت والا دروازہ بند کر دیا گیا اور اس کے بجائے شمالی سمت میں نیا دروازہ کھولا گیا۔ باب آل عثمان حضورؐ کی نماز تہجد ادا کرنے کی جگہ تھی۔ عام طور پر "مقام جبرئیلؑ" جس کھڑکی کا نام مشہور ہے اسے لوگ مقام تہجد کہتے ہیں۔ اس وقت مسجد نبوی کے کل دس دروازے ہیں۔ قبلہ جنوب کی جانب ہے اس لئے اس سمت میں کوئی دروازہ نہیں ہے۔ مشرقی سمت میں تین دروازے باب جبرئیل، باب النساء اور باب عبدالعزیز ہیں۔ تیسرا دروازہ خاندان سعود کا اضافہ ہے۔ مغربی جانب چار دروازے ہیں جو باب السلام، باب ابو بکر صدیقؓ، باب الرّحمہ اور باب السعود کہلاتے ہیں یہ آخری دو سعودی حکومت کے اضافے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا مکان جہاں تھا وہاں باب ابو بکر صدیقؓ بنا کر ایک تختی "ہذا خوختہ ابو بکر صدیقؓ" لکھ کر لگادی گئی ہے۔

شمال کی طرف باب عمرؓ...... باب عبدالمجید (باب مجیدی) اور باب عثمانؓ ہیں۔ باب مجیدی ترکوں کی ۱۲۶۵ھ کی تعمیر ہے۔ سعودی حکومت نے اس کے برابر باب عمرؓ اور باب عثمانؓ بنائے ہیں۔

کھجور کے درخت کے تنوں سے مسجد کے ستون بنائے گئے۔

جب مسجد کی تعمیر یہاں تک ہوگئی تو صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! اب چھت ڈال لیں تو اچھا رہے گا۔ فرمایا نہیں موسیٰؑ جیسا عریش ہی خوب ہے۔ البتہ سائبان کے طور پر کھجور کے درخت کی شاخیں مع پتے شہتیر کی جگہ ڈالے گئے۔ چھت ایسی تھی کہ بارش ہوتی تو اوپر سے لوگوں کے سروں پر پانی ٹپکتا۔ اس سے بچنے کے لئے اسے اوپر سے گارے سے لیپ دیا گیا۔ پھر بھی پانی گرتا جس سے زمین گیلی ہوجاتی اور نماز ادا کرنے میں دقت پیش آتی۔ ایک رمضان میں حضور اکرمؐ اور صحابہؓ مسجد میں اعتکاف کر رہے تھے کہ بارش ہوگئی یہاں تک کہ کھجور کی ٹہنیوں والی چھت سے پانی ٹپکنے سے زمین بہت گیلی ہوگئی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ امام الانبیاءؐ پانی اور گارے میں سجدہ فرما رہے تھے جس کے نشانات پیشانی مبارک پر نمایاں تھے یہ دیکھ کر انصار نے باہم مشورہ کیا اور کچھ درہم و دینار جمع کر کے خدمت اقدس میں چھت بنانے کیلئے پیش کئے۔ ارشاد ہوا۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ میں موسیٰؑ کے طریقے سے ہٹ نہیں سکتا یہ عریش ان کی جھونپڑی کی مانند ہوگا۔ ایسی صورت میں صحابہؓ

کرام نے اپنی مدد آپ کے اصول پر کنکریاں لاکر انہیں اپنی اپنی جگہ بچھالیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بہت پسند فرمایا اس طرح مسجد میں سنگریزوں کا فرش بن گیا۔[۱۸]

دھوپ تیز ہوتی تو زمین گرم ہو جایا کرتی۔ صحابہؓ کرام سجدے کے مقام پر کپڑے کا دامن بچھالیا کرتے یا عمامہ پر سجدہ کر لیا کرتے۔[۱۹] دروازہ کے دونوں جانب پتھر کے ستون کھڑے کیے گئے تھے[۲۰]

حضرت طلقؓ بن علی سے روایت ہے کہ مسجد کی تعمیر کے لئے گارا بن رہا تھا اس کی تیاری سے حضورؐ مطمئن نہ تھے۔ میں نے بڑھ کر پھاوڑا لیا اور گارے کو اچھی طرح تیار کیا۔ آپؐ کو میرا کام پسند آیا۔ فرمایا یہ کام اس کے حوالے کردو میں نے عرض کیا، کیا میں اینٹیں بھی اٹھا کر لاؤں؟ فرمایا نہیں تم گارا گھولو کیونکہ اس کام سے تم خوب واقف ہو۔[۲۱] یہ ارشاد ایک طرح ان کے فن کی قدر دانی تھی۔

بئیر ایوب (کنواں) کے قریب واقعہ خنجبہ کے بیلہ سے مٹی لے کر اینٹیں تیار کی گئیں کچی اینٹوں کو دھوپ میں سوکھا کر عمارت کا مصالحہ تیار کیا جاتا۔[۲۲] ایک روایت یہ بھی ہے کہ ان اینٹوں کو چاہ فاطمہ پر پکا لیا جاتا تھا۔[۲۳] علامہ سمہودی نے لکھا ہے کہ ان اینٹوں کا طول ایک گز سے زیادہ، عرض آدھا گز اور اونچائی سوا گز ہوتی تھی یہ گز چھ انچ کا ہوتا تھا۔[۲۴] صحابہ کرام اینٹیں اور پتھر اٹھا کر لاتے تھے۔ اس طرح آپ صلی اللہ

علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ اس کام میں برابر کے شریک تھے اس طرح آپؐ نے محنت مزدوری کے پیشہ کی عزت بڑھائی نیز مساوات کا عملی درس دیا۔ صرف بنیاد کا پتھر رکھ کر یا پھاوڑا چلا کر دوسروں کی محنت کا کریڈٹ اپنے کھاتے میں نہیں ڈالا۔ شروع سے آخر تک اس میں شرکت فرمائی

اَللّٰھُمَّ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُ الْاٰخِرَہ — اے اللہ بھلائی تو بس آخرت کی بھلائی ہے۔

فَانْصُرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَہ — بس اے اللہ انصار اور مہاجرین کی مدد فرما۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَہ — اے اللہ بے شک اجر تو آخرت کا اجر ہے۔

فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَہ — بس تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خوشخبری سنائی۔

لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃ — زندگی تو صرف آخرت ہی کی زندگی ہے۔

اَللّٰھُمَّ ارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ — یا اللہ انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔

انصار و مہاجرین ایک ساتھ کہہ اٹھتے "اگر ہم بیٹھ جائیں اور نبی کریمؐ کام کریں تو ہمارا یہ عمل بہت برا ہوگا۔" حضرت علیؓ یہ رجز پڑھنے میں مصروف رہتے۔

لَا یَسْتَوِیْ مَنْ یَّعْمُرُ الْمَسَاجِدَا — جو شخص اٹھتے بیٹھتے مسجد کی تعمیر میں لگا رہتا ہے۔

یَدْاَبُ فِیْھَا قَائِمًا وَّقَاعِدًا — ان میں قیام و قعود میں (وقت) بسر کرتا ہے۔

وَمَنْ یُّرٰی عَنِ الْغُبَارِ حَائِدًا — اور وہ شخص جو کپڑوں کو مٹی اور غبار سے بچاتا ہے دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

حضرت علیؓ کے رجز کا آخری مصرع جو کر حضرت عثمانؓ بن مظعون پر ایک مزاحیہ طنز تھا کیونکہ وہ بہت نفاست پسند تھے۔ اینٹوں کو اٹھاتے ہوئے کپڑوں سے دور رکھتے تھے۔ جہاں کپڑے پر ذرا گرد و غبار پڑا اس کو جھاڑنے لگے انہیں سنانے کے لئے حضرت علیؓ بار بار یہ رجز پڑھتے تھے۔ [۲۵]

حضرت علیؓ کا یہ رجز حضرت عمار بن یاسرؓ نے یاد کر لیا اور دن بھر پڑھتے رہے ایک ساتھی نے سمجھا کہ شاید ان پر طعن کیا جا رہا ہے تو انہوں نے غصہ سے کہا۔ اے ابن سُمیہ! تم جو کچھ کہہ رہے ہو میں نے سن لیا ہے۔ واللہ میں اس لاٹھی سے تمہاری ناک کی خبر لوں گا۔ یہ بات حضورؐ تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا۔ ان لوگوں کو، عمار سے کیوں پرخاش ہے۔ سن لو کہ عمارؓ میری آنکھوں اور ناک کے درمیان کا چمڑا ہے (وہ مجھے اس قدر عزیز ہے) اس ارشاد کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ بڑی مستعدی سے کام کر رہے تھے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ ہم تو ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے مگر عمارؓ دو دو اینٹیں اٹھاتے تھے۔ ایک اپنی اور ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے۔ حضورؐ نے جب عمارؓ کو دیکھا تو ان کے کپڑوں سے مٹی جھاڑنے لگے۔ فرمایا افسوس کہ عمار کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ یہ ان کو جنت کی طرف بلا رہے ہوں گے اور وہ جہنم کی طرف بلا رہے ہوں گے۔ [۲۶] ماہ ربیع الاول سے صفر

تک مسجد نبوی کی تعمیر ہوتی رہی ؎۲۷

رب کائنات کی عبادت کے لئے ایک سادہ سی عمارت تعمیر ہو گئی جس میں نہ کوئی محراب نہ منبر اور نہ مینار تھا۔ نہ کوئی فرش اور نہ کوئی سامان آرائش تھا۔ اللہ کے رسولؐ کو ان چیزوں کی کیا ضرورت؟ ان کے لئے تسلیم کی محراب، رضا کا منبر، اخلاص کا مینار، تواضع کا فرش اور صدق و یقین کی تزئین، سامان آخرت تھا۔

محراب

جب تک بیت المقدس قبلہ رہا مصلیٰ نبوی کا مقام اس طرح معلوم کیا جاسکتا ہے کہ اسطوانہ عائشہ کو پشت کر کے شمال کی جانب چلیں تو باب جبرئیلؑ کے مقابل اس طرح کھڑے ہوجائیں کہ باب عثمانؓ آپ کے دائیں کندھے پر ہو۔ یہی مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلے کا تھا۔ تحویل قبلہ کے حکم کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مدینہ اور بیت اللہ کے درمیانی پردے (مکان، درخت، دشت، پہاڑ وغیرہ) ہٹا دیئے۔ اس طرح قبلہ کی سمت درست کی گئی چودہ پندرہ دن تک حضورؐ کی نماز کا مقام موجودہ اسطوانۂ عائشہؓ کے سامنے تھا۔ پھر آپؐ اسطوانۂ حنّانہ والی جگہ کھڑے ہوکر نماز پڑھانے لگے۔ اس زمانے میں مصلے کے لئے محراب جیسی کوئی علامت نہیں ہوتی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ ۔ نے حضورؐ کے مُصلّےٰ (جائے نماز) میں قدموں کی جگہ چھوڑ کر جو ان کی

ریاض الجنۃ میں مصلّیٰ رسولؐ

سجدہ گاہ بنی ایک دیوار بنادی تاکہ حضورؐ کی سجدہ گاہ محفوظ رہے۔ ولید بن عبدالملک کے حکم سے امیر مدینہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے وہاں پہلی بار محراب بنوائی۔ ترکوں نے اپنے دور میں اس محراب کو بہت خوبصورت بنا دیا۔ اب جو محراب نظر آتی ہے وہ سنگ مرمر کے نو فٹ کے ایک ہی ٹکڑے سے بنائی گئی ہے جس میں آب زر کی مینا کاری نمایاں ہے۔

حضرت عثمانؓ نے جب مسجد کی توسیع کی تو اپنے مصلے کی جگہ دو فٹ اونچا چبوترہ تعمیر کیا تاکہ امام لوگوں کو نظر آئے اس پر ساگوان کی لکڑی کی چھت بنوائی حضرت عمر فاروقؓ کی مسجد میں المناک شہادت کے بعد یہ ایک طرح کی احتیاطی تدابیر تھی۔ ولید بن عبدالملک نے اسے منقش پتھروں سے تعمیر کیا۔ آجکل یہ سنگ مرمر کی ہے۔ جس پر سنگ موسیٰ سے مینا کاری کی گئی ہے۔

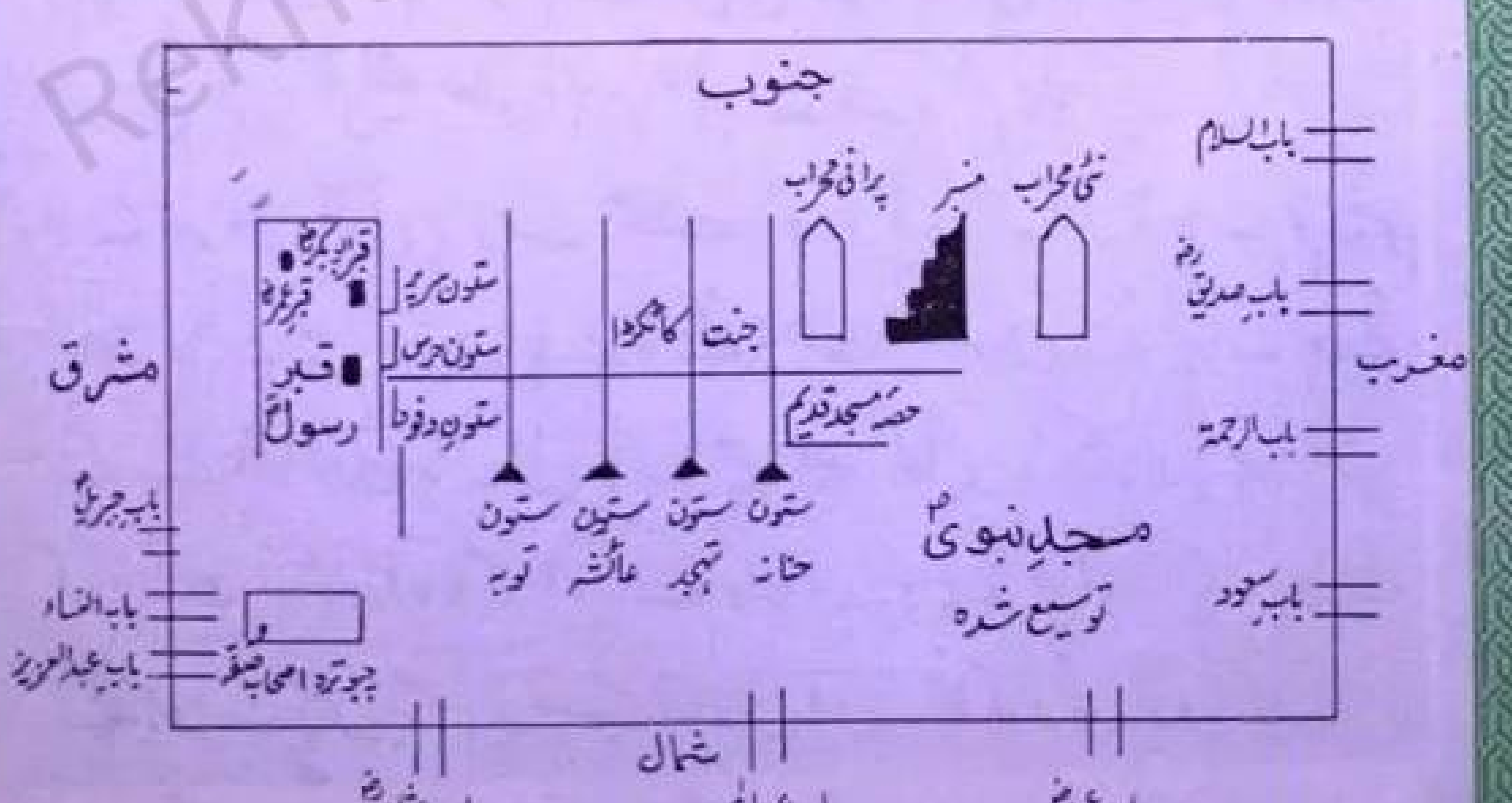

منبر

آٹھ یا نو ہجری میں منبر کے بنائے جانے تک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مصلے کے قریب مغربی جانب کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے۔ دوران خطبہ ایک خشک تنے سے جو وہاں پر نصب تھا ٹیک لگا لیا کرتے تھے۔ ایک انصاری صحابیہ کے نجّار (بڑھئی) غلام نے اجازت لے کر ایک منبر بنایا۔ اس منبر کے لئے "غابہ" کے جنگل سے آثل (جھاؤ) کی لکڑی لائی گئی۔ اس کے تین زینے تھے، دو کھڑا رہنے کے لئے اور تیسرا درجہ بیٹھنے کا تھا۔ اس کا مقام آج تک وہی ہے جہاں حضورؐ نے رکھوایا تھا۔ جب آپؐ اس نئے منبر پر بیٹھ کر خطبہ دینے لگے تو وہ خشک تنا جس سے آپؐ ٹیک لگایا کرتے تھے فراق میں رونے لگا وہاں پر موجود صحابہ کرامؓ نے اس کی آہ و بکا سنی جو گابھن اونٹنی کی آواز کی طرح تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے اور اس لکڑی پر دست شفقت رکھ کر فرمایا کہ اگر تو چاہے تو تجھے سابقہ حالت میں کر دوں چاہے تو تجھے بہشت کی نہروں سے سیراب ہونے کے لئے بٹھا دوں تاکہ اہل جنت تیرا میوہ کھائیں۔ کچھ دیر بعد صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا کہ اس نے دارالخلد کو پسند کر لیا۔ ایک روایت کے بموجب جس مقام پر نصب تھا وہیں اس تنے کو دفن کر دیا گیا۔

منبر شریف

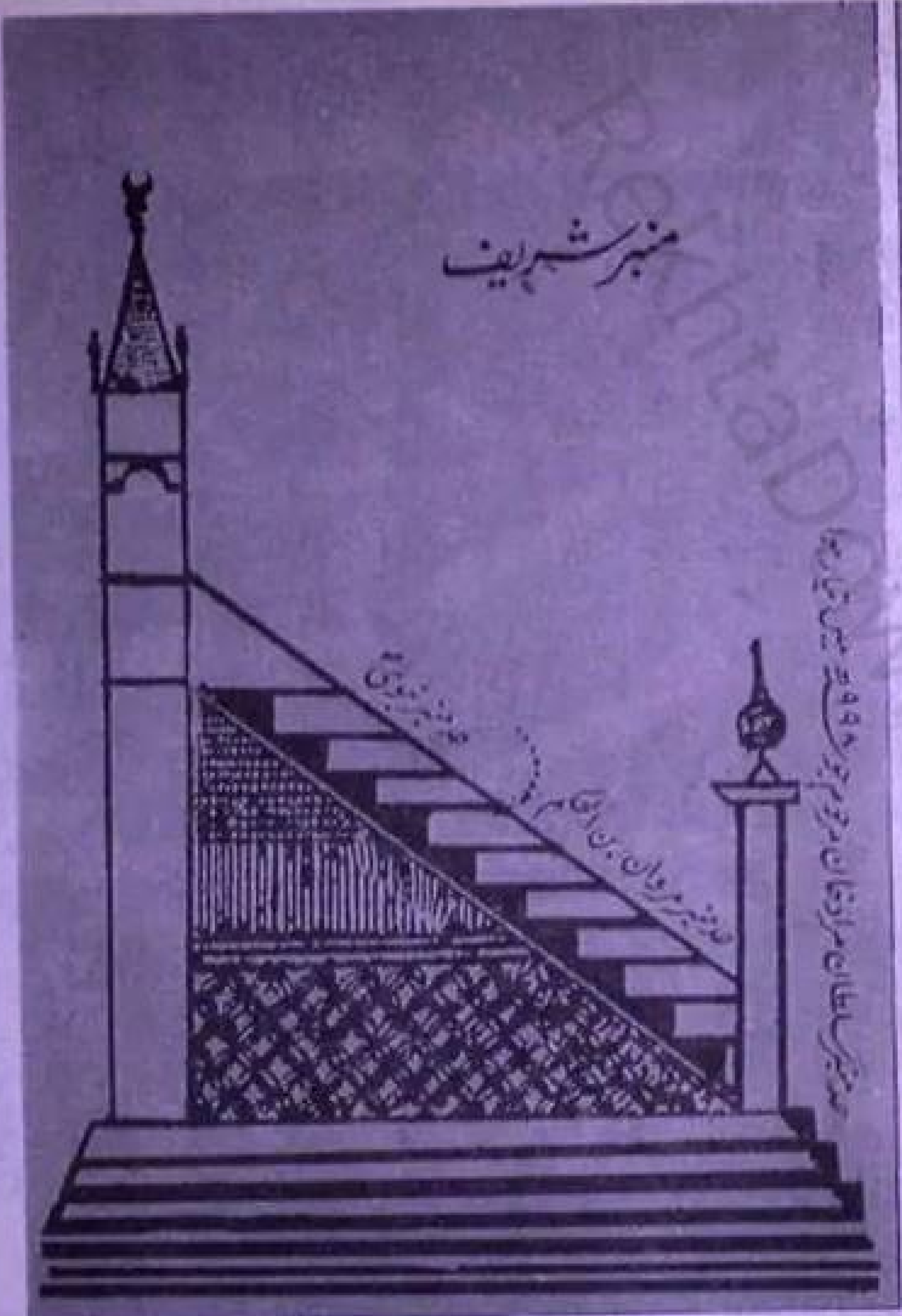
منبر شریف
حد منبر سلطان مراد خان مرحوم جو ۹۹۸ھ میں تیار ہوا
حد منبر مروان بن الحکم
حد منبر نبوی

نیا منبر ایک گز لمبا تھا اور اس کے ہر زینے کی چوڑائی نصف گز تھی۔ پائے ایک بالشت تین انگشت تھے۔ ہاتھ کو ٹیک دینے والے بازو بھی اتنے ہی بلند تھے۔ اسی منبر کے بارے میں ارشاد تھا کہ یہ میرا منبر میرے حوض کوثر پر ہے اور جنت کے زینوں میں سے ایک زینہ ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ جو جگہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یعنی ریاض الجنۃ[۲۹]

اس کی لمبائی ۲۲ میٹر اور چوڑائی تقریباً ۱۵ میٹر ہے۔ علماء کا خیال ہے کہ یہ حصہ رحمت الٰہی کا خصوصی مورد ہونے کی وجہ سے جنت کے باغ جیسا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس جگہ عبادت جنت کے باغ کے حصول کا ذریعہ ہے۔ تیسرا بیان یہ ہے کہ یہ حصہ حقیقت میں جنت کا ایک ٹکڑا ہے جو قیامت کے دن جنت میں واپس چلا جائے گا۔

یہ منبر صحابہؓ کے زمانے تک محفوظ رہا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اسے پہلی بار مصری کپڑے سے لپیٹا گیا۔ اس منبر پر حضرت ابو بکرؓ حضورؐ سے ایک درجہ نیچے بیٹھتے۔ حضرت عمرؓ اس سے ایک درجہ نیچے۔ حضرت عثمانؓ جب خلیفہ ہوئے تو چھ سال تک وہ حضرت عمرؓ کے اپنائے ہوئے زینے پر بیٹھا کرتے۔ اس کے بعد حضورؐ کی نشست پر بیٹھنے لگے۔ جس دن اس درجہ پر بیٹھے فرمایا ان دو زینوں پر بیٹھنے میں شیخین سے برابری کا خیال پیدا ہو سکتا ہے۔ حضورؐ سے برابری کا تصور

منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم

تک نہیں آسکتا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے چاہا کہ اسے دمشق لے جائیں جگہ سے حرکت دی تو اس وقت آفتاب میں ایسا گہن لگا کہ اندھیرے میں تارے نظر آنے لگے، زلزلے کے جھٹکے بھی آئے چنانچہ وہ اپنے ارادے سے باز رہے۔ چھ درجے کا ایک اور منبر بنوایا اور اس پر منبر نبوی کو رکھا۔ خلفائے عباسیہ نے بھی نیچے والا منبر بدلوایا ۱۵۴ھ میں آگ لگنے سے جو منبر جلا وہ حضرت امیر معاویہؓ کا بنوایا ہوا تھا۔ ۶۵۴ھ میں مسجد نبوی میں جو آگ لگی اس میں منبر نذر آتش ہوگیا۔ حضورؐ کے منبر کا جو حصہ جلنے سے بچ رہا اسے صندوق میں رکھ کر اُسطوانۂ حنّانہ کے قریب دفن کر دیا گیا۔ ۶۵۶ھ میں شاہ یمن ملک مظفر نے صندل کی لکڑی کا منبر بھیجا جو دس سال تک مسجد کو زیب دیتا رہا۔ ۶۶۶ھ میں ملک ظاہر شاہ تبیبرس کا بنوایا ہوا منبر ۱۳۲ سال تک کام دیتا رہا۔ اس کے بعد مصر کے سلطان ظاہر برقوق کا منبر ۲۳ سال استعمال میں رہا۔ پھر ملک موید نے ۸۲۰ھ میں نیا منبر تیار کروایا جو ۸۸۶ھ کی آتش زدگی میں جل گیا۔ والی مصر ملک قاتیبائی نے نیا منبر بھجوایا۔ سلطانِ روم مراد خان بن سلیم خان نے ۹۹۸ھ میں سنگ مرمر سے ایک بلند منبر تعمیر کروایا جو منقش ٹکڑوں کا ہے اور سونے کے تاروں سے جوڑا گیا ہے خوبصورتی و صنعت میں بے مثال ہے۔ اسے وہیں نصب کیا گیا ہے جہاں منبر رسولؐ تھا۔

عہدِ نبویؐ میں مسجد کی تعمیرِ ثانی

۷ ھ ہجری میں جنگ خیبر کے بعد امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلیوں کی کثرت کی وجہ سے توسیع فرمائی۔ اس بار مسجد کا حدود اربعہ بجائے مستطیل کے مربع فرما دیا۔ طول سو ہاتھ اور عرض بھی اتنا ہی کر دیا گیا۔ اس بار بھی تعمیر میں آپؐ نے عملی طور پر حصہ لیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم پیٹ سے لے کر سینے تک اینٹیں اٹھائے ہوئے تھے، عرض کیا یہ مجھے دیدیجئے۔ فرمایا اینٹیں تو بہت ہیں تم بھی اٹھالو۔

مسجد کو وسیع کرنے کے لئے مسجد سے متصل زمین کی ضرورت پیش آئی یہ زمین ایک غریب انصاری کی ملکیت تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت کے ایک محل کے عوض یہ زمین دیدو۔ وہ عسرت اور کثیر العیالی کے باعث ایسا نہ کر سکے۔ حضرت عثمانؓ نے دس ہزار درہم ادا کر کے یہ زمین مسجد کے لئے خرید لی اور مخبر صادقؐ سے عرض کیا اسی شرط پر یہ قطعہ زمین نذر کرتا ہوں۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس زمین پر پہلی اینٹ رکھی پھر حضرت ابو بکرؓ پھر حضرت عمرؓ پھر حضرت عثمانؓ اور پھر حضرت علیؓ نے اینٹیں رکھیں۔[۳۰]

اسطوانات (ستون)

مسجد نبوی میں آٹھ (۸) اسطوانے یعنی ستون تعمیر کیے گئے تھے۔ پہلا محراب کے متصل مصلے کے داہنی جانب اسطوانہ حنّانہ۔ وہی خشک تنا جو منبر بننے کے بعد رویا کرتا تھا۔ دوسرا اسطوانۂ عائشہؓ جو حجرے کی جانب سے تیسرا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تحویل قبلہ تک اسی ستون کی جانب نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ ارشاد تھا کہ اس ستون کے آگے ایک ایسا فضیلت والا ٹکڑا ہے جو معلوم ہو جائے تو اس میں نماز پڑھنے کے لئے قرعہ اندازی ہو۔ اس جگہ دعا قبول ہوتی ہے۔ تیسرا اسطوانہ ستون توبہ ہے۔ بنی قریظہ پر حضورؐ کے ایک راز کو افشا کر کے حضرت ابو لبابہؓ نے اس ستون سے بطور سزا اپنے آپ کو باندھ لیا تھا۔ بالآخر بارگاہ حق سے ان کی توبہ قبول ہوئی۔ چوتھا اسطوانۂ سریرہ ہے جو شرقی جالی سے ملا ہوا ہے۔ اعتکاف کے دوران حضورؐ کے لئے یہاں ایک چٹائی (سریر) رات کو بچھائی جاتی تھی۔ پانچواں اسطوان محرس ہے۔ اس جگہ حضرت علیؓ نماز پڑھا کرتے تھے۔ یہ ستون اس دروازے کے مقابل ہے جس سے حضورؐ حجرۂ عائشہؓ سے مسجد میں تشریف لاتے تھے۔ چھٹا اسطوانِ الوفود کہلاتا تھا۔ اسی جگہ حضورؐ وفود، صحابہؓ اور جماعتوں سے ملاقات فرماتے۔ ساتواں مربعتہ البعیر ہے

اس کو مقام جبرئیل بھی کہتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اکثر یہیں وحی لے کر حاضر خدمت ہوتے۔ آٹھواں اسطوان تہجد تھا۔ یہاں حضورؐ نماز تہجد پڑھا کرتے تھے۔

۳۔ توسیعاتِ حضرت عمرؓ

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آثار رسولؐ کو اصل حال پر رکھا لیکن جب عہد فاروقی آیا اور مدینہ کی آبادی میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا تو مسجد نبوی کی جگہ ناکافی محسوس ہونے لگی چنانچہ ۱۷ھ مطابق ۶۳۸ء میں حضرت عمرؓ کو مسجد کی توسیع کا خیال آیا۔ مشکل یہ تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنائی ہوئی مسجد میں ذرا سی تبدیلی سے بھی احساس عقیدت کو ٹھیس پہنچنے کا احتمال تھا۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے صاف الفاظ میں کہا کہ اگر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے نہ سنتا کہ اس مسجد میں توسیع کرنا ہے تو اس کو وسعت دینے کا خیال تک دل میں نہ لاتا۔

حضرت عمرؓ نے اکابر صحابہؓ کے باہمی مشورے سے مسجد کے تین اطراف میں اضافہ کیا۔ مسجد نبوی سے متصل حضرت عباسؓ کے پورے مکان کو اور جعفرؓ بن ابو طالب کے نصف مکان کو ان کے ورثا سے ایک لاکھ درہم میں خرید کر مسجد میں شامل کرلیا۔

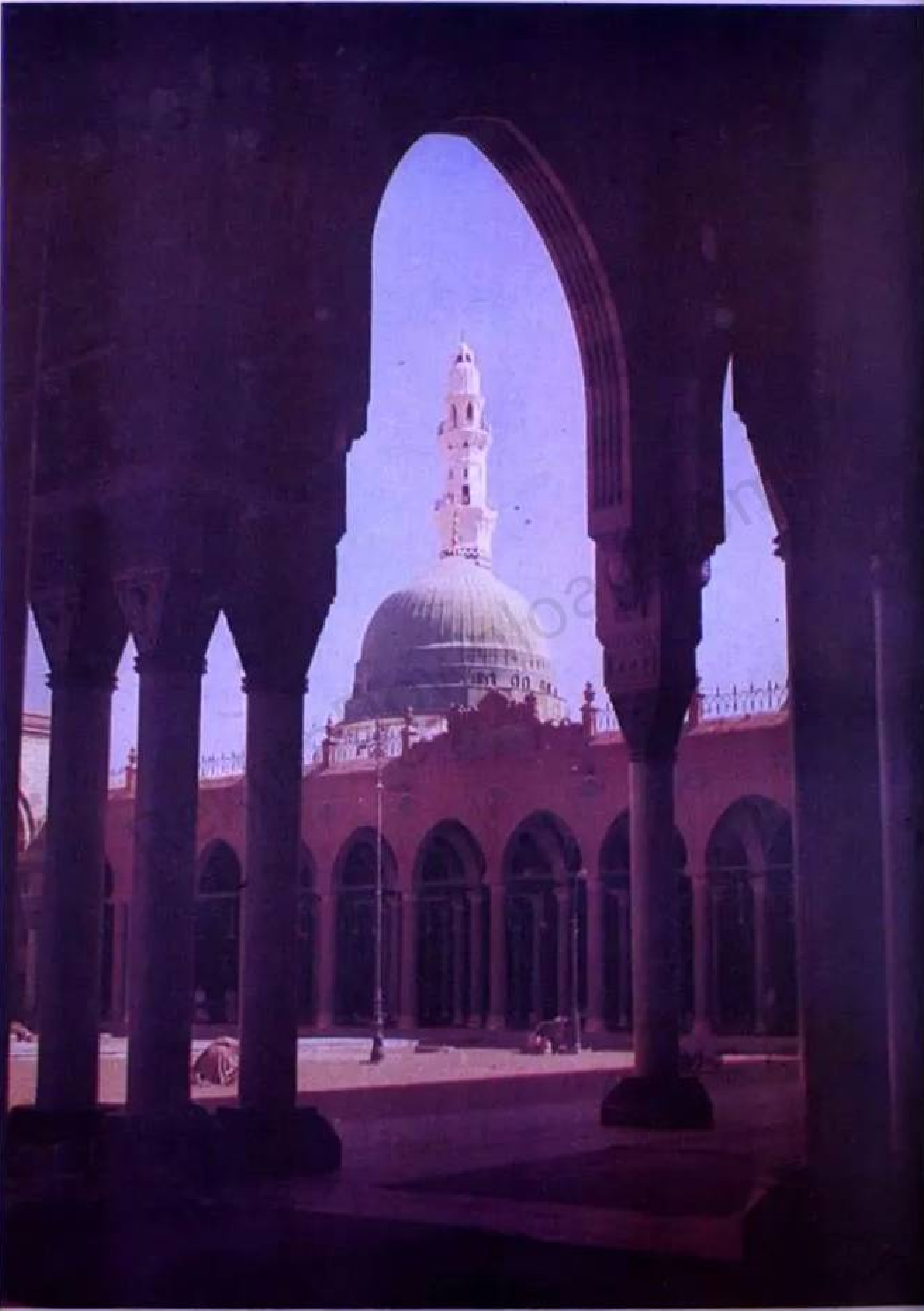

گنبدِ خضریٰ

مغرب کی جانب بیس ۲۰ ہاتھ بڑھا کر دو ستون قائم کیے۔ قبلہ کی جانب ایک کمان بڑھائی جس کا عرض دس ہاتھ تھا۔ شام کی سمت تیس ہاتھ رقبہ وسیع کیا۔ مشرق کی طرف کوئی اضافہ نہیں کیا گیا چونکہ اس طرف امہات المومنین کے حجرے تھے۔ ازراہ ادب انہیں اسی حال پر چھوڑ دیا گیا۔ اس توسیع کے بعد مسجد نبوی کا طول ایک سو چالیس ہاتھ اور عرض ایک سو بیس ہاتھ ہوگیا۔ چھ دروازے بنائے گئے۔ امام کے مصلے کی داہنی جانب دو اور بائیں طرف دو اور پیٹھ (مقابل) میں دو دروازے بنائے۔

باب النبیؐ جو اب باب جبرئیل کہلاتا ہے اس کے بازو ایک دروازہ "باب النساء" کھولا گیا۔ باب عاتکہ جو باب رحمہ کے نام سے مشہور ہے قدیم دروازے کے محاذی بنایا گیا۔ اس توسیع میں بھی دیواروں میں اینٹ اور ستون میں کھجور کے تنوں کی جگہ لکڑی استعمال کی گئی۔ اب مسجد کا کل رقبہ ۱۶۸۰۰ مربع ذراع یا ۳۷۸۰۰ مربع فٹ ہوگیا۔

مسجد سے متصل حضرت عباسؓ کے مکان پر ایک پرنالہ تھا جس کا پانی مسجد میں گرتا تھا اس سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ یہ دیکھ کر امیرالمومنین حضرت عمر فاروقؓ نے پرنالہ اکھڑوا دیا۔ بعد میں حضرت عباسؓ نے ان سے کہا کہ امیرالمومنین اس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم نے اپنے دست مبارک سے نصب فرمایا تھا۔ یہ سننا تھا کہ حضرت عمرؓ لرزہ براندام ہوگئے اور فرمایا اے عم رسول! مجھ سے غلطی ہوگئی۔ آپ میری پیٹھ پر کھڑے ہوکر اسے اس کی جگہ لگا دیجئے تاکہ تلافی ہوسکے۔

حضرت عمرؓ نے اس مکان کو مسجد نبوی میں شامل کرنے کا ارادہ فرمایا تو تین تجویزیں پیش کیں (۱) مکان مسجد کے لئے فروخت کردیں (۲) مدینہ میں اپنی پسند کی جگہ لے لیں (۳) یا پھر اس مکان کو مسجد کے لئے وقف کردیں۔ حضرت عباسؓ نے ان تینوں صورتوں کو ماننے سے انکار کردیا۔ بات بڑھی تو اس معاملہ میں حضرت ابیؓ ابن کعب کو ثالث بنالیا گیا۔

انہوں نے حدیث سنائی کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر شروع کی تو ایک مکان کو زبردستی بیت المقدس کی تعمیر میں لینا چاہا وحی آئی اے داؤد میں نے اپنی عبادت گاہ تعمیر کرنے کے لئے کہا تھا لیکن تو لوگوں کے گھر غصب کرنے پر آمادہ ہے۔ سزا یہ ہے کہ اس کی تکمیل تیرے ہاتھوں نہیں ہوگی۔ ان کی دعا پر یہ کام ان کے بیٹے حضرت سلمانؑ نے پورا کیا۔

یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ اپنے ارادے سے باز آئے اس پر حضرت عباسؓ نے یہ مکان بخوشی عطیہ کردیا۔

مسجد نبویؐ کی توسیع عہد خلافت راشدہ میں

حضرت عمرؓ نے مسجد کے مشرقی کنارے پر ایک چبوترہ بنایا جسے بُطَیحا کا نام دیا گیا مسلمان یہاں بیٹھ کر مختلف امور پر غور کرتے، معاملات طے کرتے اور کبھی کبھی یہاں اشعار بھی پڑھے جاتے یہ جگہ دنیاوی باتوں اور معاملوں کے لئے مخصوص تھی۔

۴۔ توسیعات حضرت عثمانؓ

حضرت عثمانؓ کو سریر آرائے خلافت ہوئے پانچواں سال تھا کہ ایک بار پھر مسجد نبوی چھوٹی پڑ گئی۔ پچھلی تعمیر کو بارہ سال گزر چکے تھے۔ آپؓ نے اکابر صحابہؓ سے مسجد کو شہید کر کے از سر نو تعمیر کرنے کے سلسلے میں مشورہ کیا۔ سب نے متفقہ طور پر صرف تجدید کی رائے دی۔ چنانچہ ربیع الاوّل ۲۹ ھ مطابق ۶۹۵ ء میں یہ کام شروع ہوا۔ سنت نبویؐ کی پیروی میں حضرت عثمانؓ نے خود کام کیا۔ نگرانی کے پیش نظر مسجد سے باہر قدم نہ رکھا۔ یہ کام دس ماہ میں مکمل ہوا۔ آپؓ نے حضرت عمرؓ کی تعمیر میں جنوب اور شمال مغرب میں اضافہ کیا۔ مسجد میں ایک بر آمدہ بھی بنایا گیا۔ حدود مسجد کی توسیع کی خاطر حضرت جعفر طیارؓ کا آدھا مکان بھی شامل کر لیا گیا۔ مشرقی سمت اُمّہات المومنینؓ کے مکانات تھے ان کو احتراماً ویسے ہی رہنے دیا گیا۔ چونے اور پتھر سے دیواریں بنائی گئیں۔ پتھر سے ستون تعمیر کئے گئے جس کے جوف (خلو) میں لوہے کی سلاخیں جما دی گئیں تھیں تاکہ ستون مضبوط رہیں اور

چھت ساج کی لکڑی سے بنائی گئی۔ دروازے وہی چھ رہے جو حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں تھے۔ دو مشرق، دو مغرب اور دو شام کی سمت البتہ ان پر نقش و نگار کر کے مزید خوبصورت بنادیا گیا۔ قبلہ کی جانب ایک کمان اور مغربی سمت میں ایک کمان بنوائی گئی۔ مغربی جانب منبر سے آٹھ ستون اور شام کی سمت دس ہاتھ کی توسیع فرمائی۔ حضرت عثمانؓ نے اپنی نماز گاہ پر دو فٹ اونچا چبوترہ تعمیر کرایا تاکہ لوگ دور سے امام کو دیکھ سکیں۔ اس کی چھت ساگوان کی تھی۔ ولید بن عبدالملک نے اس مقصورہ کو منقش پتھروں سے تعمیر کیا۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد یہ بطور احتیاط تعمیر کیا گیا تھا۔

مسجد نبوی میں حضرت عثمانؓ کی توسیع حضرت عمرؓ کی توسیع کے مقابلہ میں زیادہ نہ تھی شمالاً جنوباً دس ذراع (۱۵) فٹ اور شرقاً غرباً دس ذراع (۱۵ فٹ) تھی اس توسیع کے بعد رقبہ ۱۳۰ × ۱۵۰ = ۱۹۵۰۰ مربع ذراع یا ۲۲۵ × ۱۹۵ = ۴۳۸۷۵ مربع فٹ ہوگیا۔

۵۔ توسیعاتِ خلیفہ ولید بن عبدالملک اُمَوی

خلیفہ ولید بن عبدالملک کا توسیع کا کام ۸۸ ہجری سے ۹۱ ہجری تک جاری رہا۔ اس وقت اُمّہات المومنینؓ میں سے کوئی بھی حیات نہ تھیں اس لئے ان کے حجروں کو مسجد میں شامل کرنے کا حکم دیا۔ امیر

مدینہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو یہ بھی تاکید کی کہ قرب وجوار کے مکانات بھی خرید کر مسجد میں شامل کرلیں تاکہ مسجد بڑی ہوجائے۔ ولید نے شاہ روم کو لکھا کہ بہترین معمار اس کام کے لئے بھیجے جائیں۔ اس نے ۴۰ ماہر تعمیر قبطی ۸۰ ہزار دینار اور چاندی کی کئی زنجیریں روانہ کرکے مسجد کی تعمیر میں تعاون کیا۔ مسجد میں نمایاں اور اچھا کام کرنے والوں کو انعامات سے بھی نوازا گیا۔ یہ تعمیر منقش پتھروں سے کی گئی سنگ مرمر کے ستون لگائے گئے۔ عمدہ میناکاری کا کام ہوا۔ ساگوان کی لکڑی بھی اِستعمال میں لائی گئی۔ چاندی کی زنجیریں آویزاں کی گئیں۔ دیواروں پر نقش و نگار بنائے گئے۔ چھت پر طلا کاری کی گئی گرمی سے بچاؤ کے لئے دروازوں پر پردے لٹکائے گئے۔ مغربی سمت میں دو کمانیں بڑھائی گئیں۔ مشرقی حصے میں تین ستونوں کی وسعت پیدا کی گئی شام کی جانب مسجد کے صحن میں ستون بنائے گئے۔

جنوبی سمت میں دیوار عثمانی کی حد برقرار رکھی گئی۔ مشرقی جانب بنے ہوئے تمام حجرے مسجد میں شامل کرلئے گئے۔ اس اضافہ کے نتیجے میں قبلہ کی جانب جنوبی دیوار ۱۸۰ ذراع شمالی دیوار ۱۵۰ ذراع طویل ہوگئی۔ مسجد کا طول شمالاً جنوباً ۲۰۰ ذراع یا ۳۰۰ فٹ ہوگیا۔

تیرا منار بلند جلوہ گہ جبرئیلؑ

امیر مدینہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مسجد نبوی کے چاروں کونوں پر چار مینار بنوائے۔ باب السلام پر جو مینار تھا وہ مروان بن الحکم کے گھر کے قریب تھا۔ سلیمان بن عبدالملک حج کے بعد جب زیارت مدینہ کو آیا تو اس مکان میں ٹھہرا۔ موذن جب مینار پر چڑھا تو اہل خانہ کی بے پردگی ہونے لگی۔ اس لئے اس نے اس مینار کو گرا دینے کا حکم دیا۔ اس کے بعد مدت تک صرف تین مینار ہی مسجد کی زینت بنے رہے۔

شرقی یمانی مینار ۹۰ فٹ اونچا بنایا گیا۔ شرقی شامی (سنجاریہ) اور غربی شامی میناروں کی بلندی اس کے مقابلے میں کم تھی۔ بعد میں انہیں اس کے برابر کر دیا گیا۔ دوبارہ تعمیر پر اس کی بنیاد بہت مضبوط ڈالی گئی۔ شرقی شامی ۱۲۰ فٹ اور غربی شامی مینار ۱۱۰ فٹ اونچا کیا گیا۔ چوٹی پر چاند لگایا گیا۔ چوتھا مینار جو گرا دیا گیا تھا ۷۰۶ھ میں ملک الناصر محمد بن قلادون کے عہد میں دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ اس کی بلندی ۱۴۵ فٹ ہے۔

۶۔ توسیعاتِ خلیفہ مہدی عباسی

خلفائے عباسیہ میں مہدی بن منصور نے ۱۶۱ ہجری میں مزید تعمیری اضافے کئے۔ اس نے شام کی سمت دس ستون بنائے تقریباً ۱۰۰

ذراع (۱۵۰) فٹ رقبہ مسجد میں شامل کر لیا۔ یہ اضافہ شمالاً، جنوباً تھا۔ عرض ویسا ہی برقرار رہا۔ مسجد کے رقبہ کے بارے میں تین بیان ہیں۔

۱۔ ابن زبالہ کی پیمائش قبلہ کی جہت میں ۱۶۵ ہاتھ (ذراع) عرض ۱۳۰ ہاتھ (ذراع)

۲۔ علامہ سمہودی کی پیمائش طول مسجد ۲۵۲ ہاتھ، قبلہ کی جہت میں ۱/۲۔ ۱۶۷ ہاتھ (ذراع) عرض ۱۳۵ ہاتھ (ذراع)

۳۔ سید برزنجی کی پیمائش طول مسجد ۲۵۵ ہاتھ، قبلہ کی جہت میں ۱۷۵ ہاتھ (ذراع) عرض ۱۳۵ ہاتھ (ذراع)

۷۔ تعمیر خلیفہ المستعصم باللہ

ناصر دین نے ۵۷۶ ھ میں ایک گنبد تعمیر کیا تھا جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات۔ اونی چادر، تہبند، جُبّہ طیالسہ، غلاف کعبہ کے ٹکڑے، مصلیٰ، جھنڈے اور ہتھیاروں کے دستے، مصحفِ عثمانی کو محفوظ کیا گیا تھا۔

یکم رمضان ۶۵۴ ھ کو مسجد کے صحن کے چراغوں میں سے ایک شعلہ اڑا جس سے مسجد میں آگ لگ گئی اور مسجد کو خاصہ نقصان پہنچا۔ مستعصم باللہ نے معمار اور آلات تعمیر روانہ کئے اس طرح پھر ۶۵۵ھ میں مسجد کی تعمیر پایہ تکمیل کو پہنچی۔

۸۔ تعمیرِ ملک ناصر محمد بن قلادون (مصری)

اس نے ۷۰۵ھ میں مسجد کی چھت درست کرائی۔ ۷۲۹ھ میں دو برآمدوں کا اضافہ کیا۔

۹۔ تعمیرِ ملک اشرف برسائی

۸۳۱ ہجری میں ملک اشرف برسائی نے مسجد کی تعمیر اور توسیع کے لئے کام کیا۔

۱۰۔ تعمیرِ خلیفہ ظاہر

۸۵۳ ہجری میں اس خلیفہ کے زمانے میں مسجد نبوی کی چھت میں تعمیری کام کرایا گیا۔

۱۱۔ تعمیرِ ملک اشرف قائتبائی

آتش زدگی کے بعد ۸۷۹ ہجری میں ملک اشرف نے محراب عثمانی کو وسیع کیا اور ساتھ ہی بابِ جبرئیلؑ کی دیوار بھی تعمیر کرائی۔ موذن کیلئے جگہ سنگِ مرمر سے بنوائی۔ حجرۂ مبارک کی دیوار پر گنبد تعمیر کرایا۔ مزید دو گنبد باب السّلام کے سامنے اندرونی حصہ میں تعمیر کرائے۔ باب الرّحمت کا مینار بھی تعمیر کیا گیا۔ اس تمام کام کی تکمیل میں ایک سو انجینئرز نے حصہ لیا۔ تعمیر پر ایک لاکھ بیس ہزار دینار صرف ہوئے۔

RekhtaDownload.com

۱۲۔ تعمیرِ سلطان سلمان (آلِ عثمان)

انہوں نے ۹۷۴ ہجری میں تزئین مسجد کی خاطر دیواریں منقش کروائیں جس سے مسجد کی خوبصورتی میں گوناگوں اضافہ ہوا۔

۱۳۔ تعمیرِ سلطان سلیم ثانی

ان کے زمانے میں ۹۸۰ھ میں حجرے پر خوبصورت گنبد بنوایا گیا اس گنبد میں طلائی گل کاری کروائی گئی اور چھوٹے چھوٹے پتھر لگا کر اس کی خوبصورتی میں اضافہ کیا گیا۔

۱۴۔ تعمیرِ سلطان محمود

سلطان محمود نے گنبد کو از سر نو مزار اقدس پر تعمیر کرایا اور پہلی بار اس پر سبز رنگ کیا گیا جس کی وجہ سے یہ "گنبد خضراء" کہلانے لگا۔

۱۵۔ توسیعاتِ سلطان عبدالمجید عثمانی

۱۲۶۲ھ میں مسجد کی خستہ حالی کی خبر جب سلطان ترکی عبدالمجید کو پہنچی تو انہوں نے فوراً مسجد کی تعمیر و مرمت کے لئے احکامات جاری کئے اور اس کام کی نگرانی کے لئے ماہر فن انجینئر حلیم آفندی کو بھیجا۔ انہوں نے وادی عقیق سے سرخ رنگ کا پتھر نکلوایا اور مسجد کے سارے ستون

اس پتھر سے تراشے گئے اکثر ستون ایک ہی پتھر کو تراش کر بنائے گئے تھے۔ اس وقت تعمیر پر چالیس لاکھ روپے خرچ ہوئے سامان اور آلات کی خریداری پر خرچ ہونے والی رقم اس کے علاوہ ہے۔

مسجد نبوی میں باب مجیدی ان ہی کے نام سے موسوم ہے۔ ان ہی کے زمانے میں ۲۹۶ ستونوں کے نچلے حصہ پر سونے کے پترے چڑھائے گئے گنبدوں کے اندرونی حصوں میں قرآن مجید کی آیات خطاطی کے نادر انداز میں کندہ کروائی گئیں۔ تزئین و آرائش پر خصوصی توجہ دی گئی۔ مسجد کے قد آدم دروازوں کو اعلیٰ چوبی کام سے دیدہ زیب بنایا گیا یہ خوبصورت ترین توسیعات مانی جاتی ہیں۔ جس سے مسجد کے حسن و زیبائش میں دوچند اضافہ ہوا۔ یہ کام ۱۲۶۵ ھ سے ۱۲۷۷ ھ تک جاری رہا۔ مسجد میں توسیع کا کام شمالی جانب کیا گیا جس سے رقبہ میں تقریباً بارہ ہزار مربع فٹ کا اضافہ ہوا۔

۱۶۔ تعمیرِ فخری پاشا

فخری پاشا نے محراب نبوی اور محراب سلمانی پر کام کروایا مسجد کے صحن میں واقع کنویں کو بند کروایا کیوں کہ لوگ اس کے پانی کو آب کوثر کہنے لگے تھے۔

۱۷۔ تعمیرِ ملک عبدالعزیز

سعودی حکومت کے اس فرمانروا نے اپنے زمانے میں کڑے چڑھائے۔

۱۸۔ تعمیرِ مصر

مصری حکومت نے ۱۳۵۲ھ میں رقم جمع کر کے ترمیم و تجدید کا کچھ کام کیا۔

۱۹۔ توسیعاتِ آل سعود

۱۹۴۹ء مطابق ۱۳۶۸ھ میں مسجد نبوی کی توسیع اور تعمیر کا اعلان ہوا۔ ۹ر جولائی ۱۹۵۱ء کو اس منصوبہ کے ابتدائی مرحلہ پر کام کا آغاز ہوا۔ سلطان عبدالمجید عثمانی کی تعمیر ایک صدی گزر جانے کے باوجود بھی اس درجہ معیاری، فنی اعتبار سے مضبوط، دلکش اور دیدہ زیب تھی کہ پہلے سعودی فرمانروا ملک عبدالعزیز نے اس کے بیشتر حصے کو جوں کا توں برقرار رکھا۔ مسجد نبوی کے اطراف و جوانب کی دیگر عمارتوں کو منہدم کیا گیا۔ بنیادوں کی کھدائی کا کام دو سال میں تکمیل پایا۔ ۱۹۵۴ء میں اسلامی ممالک کے نمائندوں کی موجودگی میں اس مقدس تعمیر کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس توسیعی منصوبے میں مسجد کے شمال، مشرق اور مغرب کی سمت توجہ دی گئی۔ مدینہ منورہ میں فیکٹری قائم کر کے پتھر اور اینٹ کے دیدہ زیب ٹائیلز تیار کیے گئے۔ اس توسیعی منصوبے کا کل رقبہ

۲۲۲۶،۲۳،۱ مربع میٹر تھا۔ مسجد کی چہار دیواری کو مخروطی شکل سے مستطیل شکل میں تبدیل کیا گیا۔ ٹھوس بنیادوں پر خوبصورت عمارت بنائی گئی۔ جملہ ستونوں کی تعداد ۳۲۷ تھی جن میں سے ۲۲ روضۂ نبویؐ میں ہیں۔

یہ مسجدِ نبوی کی تاریخ کا اب تک کا سب سے بڑا منصوبہ تھا۔ جس پر سات کروڑ ریال خرچ کیے گئے جس میں مسجد تک پہنچنے والی نئی سڑکوں کی تعمیر کی لاگت بھی شامل ہے۔ یہ عظیم منصوبہ ان کے بیٹے اور جانشین شاہ سعود کے دور میں مکمل ہوا۔

توسیعاتِ شاہ فیصل مرحوم

شاہ فیصل کے دور میں مسجد کے مغربی سمت میں مزید توسیع کی گئی۔ نمازیوں کے لئے مسجد کے ساتھ سایہ دار عمارت کی تعمیر پر توجہ دی گئی پہلے مرحلے میں ۳۵ ہزار مربع میٹر پر عمارت تعمیر ہوئی جس کی وجہ سے مسجد کی گنجائش دوگنی ہوگئی اس کے بعد مزید ۵۵۵۰ مربع میٹر کے رقبہ پر تعمیرات کی گئیں۔

توسیعاتِ شاہ خالد مرحوم

شاہ خالد کے عہد حکومت میں ۴۳ ہزار مربع میٹر رقبہ پر مزید گنجائش کے لئے سایہ دار مربع شکل کے شیڈ بنائے گئے۔

توسیعاتِ شاہ فہد

زائرین کی کثرت نے اس گنجائش کو بھی ناکافی کر دیا۔ دوبارہ توسیعی منصوبہ بندی انتہائی غور و خوض سے کی گئی۔ صفر ۱۴۰۶ ہجری/۱۹۸۵ء میں اس پر عمل در آمد شروع ہوا۔ یہ آل سعود کے توسیعی منصوبے کا پانچواں اور سب سے عظیم منصوبہ ہے۔ اس کی تکمیل کے بعد مسجد نبوی کے موجودہ رقبہ میں مزید نو گنا اضافہ ہو جائے گا۔ اس غرض سے مسجد کے شمال، مشرق اور مغرب میں واقع عمارتوں کو منہدم کر کے ۹۸۵۰۰ مربع میٹر رقبہ حاصل کیا گیا ہے اور اس میں ۸۲ ہزار مربع میٹر زمین مسجد میں شامل کی گئی ہے۔ باقی زمین آئندہ ضروریات کے لئے کھلی چھوڑ دی گئی ہے۔ اس منصوبے کی تکمیل کے بعد موجودہ ۲۸ ہزار نمازیوں کی گنجائش بڑھ کر ۲۵۷۰۰۰ ہو جائے گی۔ مسجد کا موجودہ رقبہ ۱۶۵۰۰ مربع میٹر سے بڑھ کر ۱۶۵۰۰۰ مربع میٹر ہو جائے گا۔

نئی توسیع شدہ عمارت پر ۲۶ گنبد بھی تعمیر کئے جائیں گے جن میں ہوادانوں کا انتظام بھی ہوگا۔ پہلے مرحلے میں ۱۶ نئے دروازوں کے بعد تعداد ۲۳ ہو جائے گی۔ پورے منصوبے کی تکمیل کے بعد دروازوں کی مجموعی تعداد ۸۱ ہو جائے گی۔ زیریں حصے میں داخلے کے لئے ۸ دروازے بنائے جائیں گے۔

مسجد نبویؐ کے رقبہ میں اضافے

	مربع میٹر
۱۔ ۷ ہجری میں حضورؐ کے اضافے کے بعد مسجد کا رقبہ	۲۴۷۵
۲۔ ۱۷ ہجری میں حضرت عمرؓ نے جو اضافہ کیا۔	۱۱۰۰
۳۔ ۳۰۔ ۲۹ ہجری میں حضرت عثمانؓ کا کیا گیا اضافہ	۴۹۶
۴۔ ۹۱۔ ۸۸ ہجری میں ولید بن عبدالملک اموی کا کیا گیا اضافہ	۲۳۶۹
۵۔ ۶۵۔ ۱۶۱ ہجری میں مہدی بن منصور عباسی کا کیا گیا اضافہ	۲۴۵۰
۶۔ ۹۲۔ ۸۸۷ ہجری میں سلطان اشرف قائتبائی کا کیا گیا اضافہ	۱۲۰
۷۔ ۷۷۔ ۱۲۶۵ ہجری میں سلطان عبدالمجید خان عثمانی کا اضافہ	۱۲۹۳
۸۔ ۷۵۔ ۱۳۷۰ ہجری میں آل سعود کا کیا گیا اضافہ	۶۰۲۴
۹۔ توسیعات شاہ فیصل مرحوم	۵۵۵۰
۱۰۔ توسیعات شاہ خالد مرحوم	۴۳۰۰۰
۱۱۔ توسیعات شاہ فہد	۸۲۵۰۰
۱۲۔ مسجد کے لئے مزید رقبہ	۱۷۶۲۳
تکمیل پر مسجد کا کل رقبہ مربع میٹر	۱۶۵۰۰۰

سعودی حکومت نے مسجد نبوی کی توسیع و تعمیر، آرائش و زیبائش پر کروڑوں پونڈ صرف کئے ہیں۔ مسجد کے اطراف کھلے اور پختہ راستے ہیں۔ حرم کی نئی تعمیر کے بعد حضرت ابو بکرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت ابو ایوبؓ کے مکانات کی جگہ سڑکیں تعمیر ہوگئی ہیں۔ مسجد کا حسن و جمال،

دلکشی و زیبائش الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔[31]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر یہ مسجد مقام صنعاء (یمن) تک بھی پھیلتی چلی گئی تو میری ہی مسجد ہے۔[32]

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ
وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ

"یہ وہ لوگ ہیں اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نظام صلوٰۃ (نماز) قائم کریں۔ زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں"۔ (سورہ حج آیت۔ ۴۱)

اس حکم پر عمل کرتے ہوئے سب سے پہلے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نظام صلوٰۃ قائم کرنے کے لئے مسجد تعمیر فرمائی مسجد اسلامی معاشرہ میں مرکزی حیثیت رکھتی ہے یہ عبادت گاہ بھی ہے اور ایوان حکومت بھی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضورؐ نے بھی مسجد مدینہ کے بیچوں بیچ تعمیر فرمائی۔ اس کے بعد جب بھی مسلمانوں نے کوئی نیا شہر آباد کیا تو پہلے مسجد کی تعمیر کی اور اس کو مرکز بنایا گیا مسجد میں درس و تدریس اور عوام الناس کی ترقی فلاح و بہبود کے کام بھی ہوتے ہیں۔ مسجد اور مکتب مسلم معاشرے کا لازمی جز ہیں۔ اسی سے ان کی شناخت ہوتی ہے۔

حواشی و تشریحات

تعمیر مسجد نبوی۔

۱۔ (ا) سنن ابی داؤد جلد اوّل ص ۳۶۵ حدیث نمبر ۴۵۳۔
(ب) صحیح بخاری جلد اوّل ص ۲۳۳ حدیث نمبر ۴۱۳۔
(ج) سعید انصاری۔ سیر انصار حصہ اوّل ص ۱۰۳۔
۲۔ کامل ابن اثیر۔ سیرتُ رسول کریمؐ جلد دوم ص ۱۷۲۔
۳۔ ابن جوزی۔ الوفاء باحوال المصطفیٰؐ (اردو) ص ۳۰۵۔
۴۔ (ا) سمہودی۔ وفاء الوفاء اردو ترجمہ۔ تذکرہ دیار حبیبؐ ص ۳۸۰۔
(ب) رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم۔ حصہ اوّل۔ ۱۲۴۔
۵۔ (ا) سعید احمد اکبر آبادی۔ صدیق اکبرؓ۔ ص ۵۳۔ بحوالہ صحیح بخاری۔
(ب) سنن ابی داؤد۔ جلد اوّل ص ۳۶۵۔ حدیث نمبر ۴۵۳۔
۶۔ (ا) سمہودی۔ وفاء الوفاء (اردو ترجمہ) تذکرہ دیار حبیبؐ ص ۳۷۹۔ بحوالہ واقدی۔ دس سونے کے دینار دیئے۔
(ب) شیخ عبدالحق دہلوی۔ مدارج النبوت (اردو) ص ۹۵ پر قیمت دس مثقال لکھی ہے۔ طالب ہاشمی نے دس مثقال سونا پونے چار تولے کے برابر بتایا ہے۔ "تمیں پروانے شمع رسالت کے" ص ۲۶۲۔
۷۔ سعید انصاری۔ سیر انصار۔ حصہ اوّل ص ۲۵۲۔ بحوالہ زرقانی۔
۸۔ طالب ہاشمی۔ تمیں پروانے رسالت کے۔ ص ۲۶۳۔ بحوالہ فتح الباری۔
۹۔ منظور احمد شاہ۔ مدینۃ الرسولؐ۔ ص ۱۴۷۔
۱۰۔ سمہودی۔ وفاء الوفاء۔ اردو ترجمہ۔ تذکرہ دیار حبیبؐ ص ۳۸۳۔
۱۱۔ (ا) محمد صبغۃ اللہ۔ السکینہ باخبار المدینہ (اردو) ص ۴۱۔ بحوالہ اخبار مدینہ۔
(ب) سمہودی۔ وفاء الوفاء۔ اردو ترجمہ۔ تذکرہ دیار حبیبؐ۔ ص ۳۹۱۔

۱۲۔ ایضاً ص ۱۶۔ ۹۷۔ ۱۱۲۔
۱۳۔ محمد عبدالمعبود۔ تاریخ مدینہ منورہ ۔ ص ۱۰۶۔
۱۴۔ شیخ عبدالحق دہلوی ۔ جذب القلوب الی دیار حبیبؐ ۔ اردو ترجمہ۔ ص ۹۹۔
۱۵۔ سلیمان منصور پوری۔ رحمتہ للعالمینؐ جلد اوّل ۔ ص ۱۹۴۔
۱۶۔ حافظ ابن قیمؒ۔ زاد المعاد جلد دوم ۔ ص ۱۲۴۔
۱۷۔ صحیح بخاری۔
۱۸۔ سنن ابی داؤد۔ جلد اوّل ص ۳۶۸۔ حدیث نمبر ۴۵۸۔
۱۹۔ صحیح بخاری۔ جلد اوّل ص ۲۲۱۔
۲۰۔ ابن جوزی۔ الوفاء۔ ص ۳۰۵۔
۲۱۔ سمہودی۔ وفاالوفاء۔ اردو ترجمہ تذکرہ دیار حبیبؐ ص ۳۹۱۔
۲۲۔ ایضاً۔ ص ۳۹۱۔ خنجبہ ایک پودے کا نام ہے۔
۲۳۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ جلد ۲۰۔ ص ۵۹۷۔
۲۴۔ سمہودی۔ وفاء الوفاء۔ اردو ترجمہ تذکرہ دیار حبیبؐ۔ ص ۱۵۔
۲۵۔ محمد ادریس کاندھلوی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ ص ۳۸۲۔ بحوالہ زرقانی۔
۲۶۔ سید جمال حسینی۔ روضۃ الاحباب اردو ترجمہ۔ رسالت مآبؐ۔ ص ۱۲۵۔
۲۷۔ محمد ادریس کاندھلوی۔ سیرۃ المصطفیٰؐ ص ۳۵۱۔
۲۸۔ صحیح بخاری جلد اوّل ص ۳۸۲ حدیث نمبر ۸۶۸ باب ۵۸۰ خطبہ منبر پر پڑھنا۔
۲۹۔ ایضاً جلد اوّل ص ۴۶۲ حدیث نمبر ۱۱۱۶ باب ۷۵۵۔
۳۰۔ محمد ادریس کاندھلوی۔ سیرۃ المصطفیٰؐ جلد اول ص ۳۳۰۔
۳۱۔ اس مقالہ کی تیاری میں حسب ذیل کتابوں سے مدد لی گئی۔
۱۔ تاریخ حرمین شریفین، عباسی کرارہ مصری۔ اردو ترجمہ الفلاح۔
۲۔ مسجد نبویؐ۔ محمد معراج الاسلام
۳۔ تاریخ مدینہ منورہ۔ محمد عبدالمعبود۔
۴۔ مدینۃ الرسولؐ۔ منظور احمد شاہ۔
۵۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ جلد ۲۰۔ دانش گاہ پنجاب لاہور۔
۳۲۔ سیوطی۔ خصائص الکبریٰ حصہ اوّل ص ۴۷۴۔

حرم مدینہ

"اے اللہ! میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں جس طرح ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم بنایا" [1] یہ بھی فرمایا "ابراہیمؑ کا حرم تو مکہ ہے اور میرا حرم مدینہ ہے" [2]

"میں نے مدینہ کو دونوں پہاڑوں کے درمیان حرم قرار دیدیا ہے نہ اس میں خون بہایا جائے اور نہ لڑائی کے لئے ہتھیار اٹھائے جائیں" [3]

حرم مدینہ کے حدود کا تعین کچھ اس طرح کیا گیا ہے۔ شرقاً غرباً حرہ شرقیہ اور حرہ غربیہ کا درمیانی حصہ اور شمالاً جنوباً مدینہ کے دو پہاڑوں عیر اور ثور کا درمیانی حصہ۔ حضرت عبداللہؓ بن سلام کی روایت کے مطابق احد اور عیر کا درمیانی حصہ ملا کر مدینہ منورہ کے چاروں طرف بارہ میل کا رقبہ حدود حرم میں داخل ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ان حدود میں خوں ریزی، جانوروں کی ایذا رسانی ان کا شکار، درختوں کی قطع و برید وغیرہ سب کچھ ممنوع ہے۔ یہ جگہ ہر شخص کے لئے مامن ہے۔ کیسا ہی مجرم کیوں نہ ہو اس کے لئے جائے پناہ ہے۔

سنت ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے مدینہ کو حرم قرار دیا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حرم کی طرح اس کی فضیلتیں بھی بڑھ گئیں۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱۔ مسجد الحرام (بیت اللہ) میں ایک نماز ادا کرنے کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور مسجد نبوی میں ایک نماز پچاس ہزار نمازوں کے مساوی ہے[۴]

۲۔ جس طرح مکہ محل ادائے مناسک حج و عمرہ ہے اسی طرح مدینہ کے بارے میں ارشاد نبویؐ ہے کہ جو اپنے گھر سے وضو کر کے مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنے کی نیت سے نکلا اور نماز پڑھی تو اس کو ایک حج کا ثواب ملتا ہے۔[۵]

۳۔ جو اپنے گھر سے وضو کر کے مسجد قباء میں نماز پڑھنے کی نیت سے گھر سے نکلا اور مسجد قباء میں دو رکعتیں پڑھیں تو اس کو ایک عمرہ کا ثواب ملے گا۔[۶]

۴۔ جس نے مدینہ میں چالیس نمازیں ادا کیں جن میں حسب روایت طبرانی کوئی قضا نہ ہو تو اس کو عذاب دوزخ، مطلق عذاب اور نفاق سے آزادی ہے[۷]

۵۔ مدینہ میں رمضان کے روزے، دوسرے شہروں کے ہزار رمضان کے برابر ہیں۔[۸]

۶۔ مسجد نبوی میں منبر ہے جس کے بارے میں ارشاد ہے کہ میرا منبر حوض کوثر پر ہے میرا منبر جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔

۷۔ اسی مسجد میں روضہ مطہر ہے فرمایا "روضہ من ریاض الجنہ" میرے حجرے منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔[۹]

۸۔ روئے زمین پر کوئی جگہ میرے نزدیک اتنی محبوب تر نہیں مگر وہ حصہ جس میں میری قبر ہوگی۔ حضور اکرمؐ نے دعا مانگی اے اللہ! تو نے مجھے میرے محبوب شہر مکہ سے نکالا ہے تو اب ایسے شہر میں پہنچا دے، جو تجھے سب سے زیادہ محبوب تر ہے۔[۱۰]

۹۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تا قیام قیامت مدینہ کے ساکن ہیں اور آپؐ کا جسد اطہر اس زمین میں مکنون و مخزون ہے۔ قیامت کے دن سب سے پہلے حضورؐ مدینہ والوں کی شفاعت فرمائیں گے۔[۱۱]

۱۰۔ حضرت ابراہیمؑ کی طرح نبی محترمؐ نے بھی مدینہ کیلئے برکت کی دعا مانگی۔ حضرت ابراہیمؑ کی دعا حرم مکہ کے بارے میں تھی۔[۱۲]

حرم کی یہ زمین امن کی جگہ ہے۔ قبتہ الاسلام ہے۔ دارالایمان ہے۔ اس کی مٹی کو بھی بڑی فضیلت حاصل ہے۔ وہ بیماریوں کے لئے دوا ہے۔ طاعون اور دجال سے محفوظ ہے۔ یہاں کبھی شیطان کی پرستش نہیں ہوگی۔ یہ مقدس سرزمین بُرے آدمیوں کو اس طرح دور کر دیتی ہے جس طرح بھٹی لوہے کے میل وکچیل کو دور کر دیتی ہے۔[۱۳]

کھلا شہر

دور جدید کی اصطلاح میں حرم کے معنی کھلا شہر (OPEN CIT Y) کے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس شہر کے اندر اور گرد و نواح میں اہل شہر کسی سے جنگ کرنا نہیں چاہتے۔ آنحضرتؐ کی یہ حکمت عملی بڑی دوربینی پر مبنی تھی۔ حرم مکہ کے متوازی مدینہ کو حرم بناکر مدینہ والوں کی پوزیشن، قریش کے برابر فرمادی۔ جس طرح وہ حرم کی وجہ سے اپنے کو خطرات سے محفوظ سمجھتے تھے یہی سیاسی تحفظ مدینہ کو حاصل ہوگیا مدینہ کی چھوٹی سی مملکت مکہ کی ہم پایہ ہوگئی۔ مدینہ حرم قرار نہ دیا جاتا تو مکہ کبھی فتح نہ ہوسکتا کیونکہ حرم ہونے کی وجہ سے وہ محفوظ و مامون تھا۔ حرم مدینہ پر جنگ احزاب (خندق) میں حملہ آوری نے فتح مکہ کا جواز پیدا کیا۔ حرم قرار دینے میں مصلحت مضمر تھی۔

سیاسی اعتبار سے حرم کا اصول عہد قدیم میں یونان اور ہندوستان میں بھی رائج تھا۔ یہ نیم مذہبی اور نیم سیاسی عمل ہے۔ چند مقامات کے تقدس کی وجہ سے وہاں کی ہر چیز قابل احترام ہوجاتی ہے۔ اس طرح حرم اپنے حدود کے اندر ایک مملکت ہوجاتا ہے۔ آج کل اس کی بہترین مثال پاپائے روم کے زیر اقتدار ویٹیکن سٹی کی ہے۔ پہلی جنگ عالمگیر کے وقت ترکی اور برطانیہ کی حکومتوں نے "بیت المقدس" کو کھلا شہر یا حرم قرار دیا تھا۔

حواشی و تشریحات

حرم مدینہ

۱۔ صحیح بخاری جلد دوم ص ۹۱۔ حدیث نمبر ۱۵۵۔ باب ۱۱۸۔ اور ص ۸۹ حدیث نمبر ۱۵۱ باب ۱۱۵

۲۔ سمہودی، وفاء الوفاء۔ اردو ترجمہ۔ تذکرہ دیار حبیبؐ ص ۲۷۔

۳۔ مدینۃ الرسولؐ ص ۱۳۴، ۱۴۱ خلاصتہ الوفاء

۴۔ تاریخ مدینہ منورہ ص ۱۶۱ بحوالہ ابن ماجہ ص ۱۰۲

۵۔ ایضاً ص ۱۶۳ اور ص ۱۶۶ بحوالہ وفاء الوفاء جلد ۱ ص ۳۰۱۔ و جذب القلوب

۶۔ مدینۃ الرسولؐ ص ۹۳ بحوالہ اخبار مدینۃ الرسولؐ ص ۱۱۲

۷۔ تاریخ مدینہ منورہ ص ۱۶۵ بحوالہ مسند احمد

۸۔ ایضاً ص ۱۶۴ بحوالہ جامع الصغیر اور وفاء الوفاء

۹۔ صحیح بخاری جلد اوّل ص ۴۶۲ حدیث نمبر ۱۱۱۶ باب ۷۵۵

۱۰۔ تاریخ مدینہ منورہ ص ۶۰ بحوالہ جامع صغیر وفاء الوفاء

۱۱۔ تاریخ مدینہ منورہ ص ۵۶ بحوالہ وفاء الوفاء

۱۲۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہی دعا سورہ بقرہ آیت ۱۲۶ میں ہے۔ جس کا مطلب ہے "اے اللہ! اس جگہ کو امن کا شہر بنا اور اس کے رہنے والوں کو پھلوں سے رزق عطا فرما"۔

۱۳۔ صحیح بخاری جلد اوّل

۱۴۔ حدیث دفاع۔ محمد اکبر خان

اُمّی ہے مگر علم کی تفسیر وہی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں معلّمِ کتاب و حکمت بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور کتاب اللہ کی تلاوت کے لئے مسجد تعمیر ہو گئی تو حکمت کی تعلیم کے لئے مسجد کے صحن میں شمالی سرے پر درسگاہ تعمیر کی گئی[1]۔ یہ ایک ہموار چبوترہ تھا۔ اس پر کھجور کے پتوں کا سائبان تھا۔ اسے صُفّہ کہتے تھے[2]۔ قدیم مورخین نے اسے ظِلّہ بھی لکھا ہے[3]۔ ان دونوں الفاظ کے معنی ہموار چبوترہ یا سائبان کے ہیں۔ یہاں دن میں تعلیم دی جاتی اور رات میں بے آسرا مہاجر شب بسر کرتے۔ یہ ایک طرح سے اقامتی درس گاہ تھی دور دراز سے دین کی تعلیم کے حصول کے لئے مدینہ آنے والے طالب علم بھی یہاں قیام کرتے۔ گویا تعلیم بالغان کا مرکز تھا۔ حضرت معاذؓ ابن جبل اس کے منتظم اعلیٰ اور نگراں تھے[4]۔ اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ صحابہ کرامؓ بھی درس و تدریس کا فرض انجام دیتے۔ حضرت عبادہؓ بن صامت بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے مجھے صفہ میں لوگوں کو لکھنے پڑھنے اور قرآن مجید کی تعلیم دینے کے لئے مقرر فرمایا[5]۔ ایک خوش نویس صحابی الحکم عبداللہؓ بن سعید بن العاص کو لکھنا سکھانے کا کام سپرد فرمایا[6]۔ حضور اکرمؐ خود ان کی نگرانی فرماتے۔ انہیں ہدایتیں دیتے۔ کبھی کبھی خود بھی تدریس کا کام انجام دیتے۔

درس گاہِ صُفّہ

اس مدرسہ میں سورتیں حفظ کروائی جاتیں۔ فن تجوید کے اصول سمجھائے جاتے اصل تعلیم قرآن مجید کی ہوتی۔ اس لئے یہاں کے فارغ التحصیل قاری کہلاتے فقہی مسائل بتائے جاتے۔ طلبہ کو معاشی الجھنوں سے دور رکھا جاتا۔ کھانے کا وقت ہوتا تو صاحب حیثیت لوگ صفہ کے طلبہ میں دو دو، تین تین کو اپنے ہمراہ اپنے گھر لے جاتے۔ حضورؐ کے پاس صدقے کی کوئی چیز آتی تو ساری کی ساری ان میں تقسیم کر دی جاتی۔ شام ہوتی تو حضورؐ صُفّہ کے طلبہ کو کھانے کے لئے نمازیوں کے سپرد کر دیتے۔ جو بچ جاتے انہیں خود شریک طعام فرماتے کبھی کبھی ان کی تعداد دس تک پہنچ جاتی۔ انصار اپنے باغ سے کھجور کے خوشے لاتے اور طلبہ کے لئے لٹکا دیتے جنہیں وہ ہلا ہلا کر کھاتے تھے[۷]

ان میں کچھ طالب علم محنت مزدوری کرتے تھے۔ وہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے مسجد اور گھروں میں پانی بھرتے اور اس کام سے حاصل ہونے والی اجرت سے گزارہ کرتے تھے۔ ایک وقت میں ان کی تعداد زیادہ سے زیادہ ۷۰ یا ۸۰ ہوتی تھی۔ رئیس خزرج حضرت سعدؓ بن عبادہ کی دعوت میں ان کی پہلی تعداد لکھی ہے[۸]

عہدِ نبوی میں اس درس گاہ سے فارغ التحصیل صحابہؓ کا شمار ۸۰۰ سے ۹۰۰ تک کیا گیا ہے[۹] حضرت انسؓ بن مالک کا بیان ہے کہ اصحاب

صُفّہ میں سے ۷۰ رات کو ایک مُعلِم سے درس حاصل کرتے اور صبح تک تعلیم میں مشغول رہتے۔[۱۰] ان کا توکل پر گزارہ تھا۔ ان کی آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ تھا ان میں سے اکثر کے پاس چادر تک نہ ہوتی۔ تہبند کو اپنی گردن سے باندھ لیتے جو ٹخنوں تک بمشکل پہنچتا تھا۔ ہاتھ سے تھامے رہتے کہ ستر کھل نہ جائے۔ حصول علم ان کا مقصد حیات تھا۔ یہی لوگ دور دراز دینی تعلیم کے لئے روانہ کئے جاتے۔ بئیر معونہ میں تعلیم کے لئے جو (۷۰) معلم روانہ کئے گئے تھے وہ سب کے سب صفّہ کے طلبہ تھے۔[۱۱] کبھی کبھی حضورؐ کو کوئی فوری فوجی مہم بھیجنی ہوتی تو اصحاب صفہ اس کے لئے ہمیشہ تیار رہتے کیونکہ ان کے ساتھ تجارت، زراعت یا بال بچوں کے جھمیلے نہ تھے۔[۱۲]

سینے علم کے گنجینے

صُفّہ کی درس گاہ سے بڑے بڑے باکمال صحابہ نکلے۔ ان میں مقیم اور غیر مقیم دونوں شامل ہیں۔ جیسے فقیہہ الاُمّت حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ، امام المحدثین حضرت ابو ہریرہؓ۔ اصحابِ صُفّہ نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی۔ کاروبار کے بجائے صحبت رسولؐ کو منفعت بخش سمجھا اور پایا۔ اچھی غذاؤں کو چھوڑ کر فاقوں کو اپنایا۔ سیم و زر کے مقابلے میں

خزینہ علم حاصل کیا۔ ان کے سینے علوم کے گنجینے تھے۔ علوم کے سمندر پی کر وہ معارف کے معدن بن گئے تھے۔ اسی لئے اللہ کے نبیؐ نے ان پر خاص نظر عنایت رکھی۔ آپؐ ان کے پاس آتے اور فرماتے صُفّہ والو! تم پر سلام ہو اور ان کا حال دریافت کرتے۔ ان سے فرماتے اس وقت کو یاد کرو جبکہ دنیا تم پر وسیع کر دی جائے گی یہاں تک کہ تم اپنے گھروں کو کعبہ کی طرح لباس پہناؤ گے۔ عرض کیا۔ کیا ہمیں دنیا دینداری کی حالت میں ملے گی؟ فرمایا۔ ہاں۔ اصحاب صُفّہ نے عرض کیا۔ پھر تو ہم اس دن اچھے رہیں گے۔ فرمایا۔ نہیں۔ نہیں تم آج ہی اچھے ہو۔ ایک اور موقع پر ان سے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے میری امت میں سے ایسے افراد پیدا فرمائے جن کے بارے میں مجھے حکم دیا کہ ان کی معیت پر خوش رہوں۔ حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ اب حضورؐ ہمارے درمیان اس طرح بیٹھنے لگے کہ کوئی امتیاز نہ رہا۔ پھر فرمایا۔ اے مفلوک الحال فقراء! تمہیں بشارت ہے اس نور مکمل کی جو قیامت کے دن حاصل ہوگا۔ تم دولت مندوں سے آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہو کر اس کے مزے اٹھا رہے ہوگے۔ آخرت کا آدھا دن دنیا کے پانچ سو برس کے برابر ہے۔ یہ بھی فرماتے کہ اگر تم کو معلوم ہو جاتا کہ اللہ کے یہاں تمہارے لئے کیا اجر تیار رکھا ہے تو تم تمنا کرتے کہ ہمارا یہ فقر و فاقہ اور بڑھ جاتا۔

اَزواجِ مُطہّرات کے حجرے

مسجد کی تعمیر سے فراغت پائی تو آپؐ نے اس سے متصل دو حجروں کی بنیاد ڈالی۔ ان میں سے ایک حضرت سودہؓ بنت زمعہ اور دوسرا حضرت عائشہؓ کے لئے تھا۔ یہ دونوں حجرے کچی اینٹوں کے تھے۔ ان کی چھتیں کھجور کے پتوں کی تھیں۔ چھ یا سات ہاتھ چوڑے اور دس ہاتھ لانبے تھے۔ ان کی اونچائی اتنی تھی کہ آدمی کھڑے ہو کر چھت ہاتھ سے چھو سکتا تھا۔ دروازوں پر کواڑ کے بجائے سیاہ بالوں کے کمبل کے پردے تھے۔[۱۳] حضرت عائشہؓ کے گھر میں ایک پٹ کا دروازہ تھا جو کبھی بند نہ ہوا۔ اس کے ساتھ بالا خانہ تھا۔ جس کو مشربہ کہتے تھے۔ ایلا کے ایام میں حضورؐ نے یہاں ایک مہینہ علیحدگی میں بسر فرمایا تھا۔[۱۴] ان کے حجروں میں راتوں کو چراغ تک نہیں جلتے تھے۔

مسجد سے متصل ہی حضرت حارثہؓ بن نعمان کے مکانات تھے۔ حضرت سودہؓ جب مکہ سے آئیں تو ان ہی کے مکان میں اتریں۔ جب حضورؐ کسی خاتون کو شرف زوجیت بخشتے تو وہ اپنا مکان خالی کر دیتے۔ اس طرح یکے بعد دیگرے تمام مکان آپؐ کی نذر کر دیئے۔ ان میں سے چار مکان کچی اینٹ کے تھے جن کے اندرونی حجرے ٹٹیوں کے بنے ہوئے تھے۔ پانچ مکان گارے کی کہگل کی ہوئی کھجور کی شاخ کے تھے جن میں حجرے نہ تھے۔ سارے گھر مسجد سے متصل تھے۔ حضرت عائشہؓ کے

حجرے کا ایک دروازہ مسجد کے اندر مغربی رخ پر اس طرح تھا کہ مسجد اس کا صحن بن گئی۔ حضورؐ اس دروازے سے ہو کر مسجد میں تشریف لاتے۔ جب اعتکاف فرماتے تو سر مبارک حجرے کے اندر کر دیتے۔ حضرت عائشہؓ بال دھو کر کنگھا کر دیتیں۔ ضرورت پڑنے پر ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز بھی طلب فرما لیا کرتے۔

حضرت اُمّ سلمہؓ، حضرت اُمّ حبیبہؓ، اُمّ المساکین حضرت زینب، حضرت جویریہؓ، حضرت میمونہؓ، حضرت زینبؓ بنت جحش کے مکانات شام کی سمت تھے۔ حضرت سودہؓ اور حضرت صفیہؓ کے گھر مسجد کے مشرقی جانب تھے۔[۱۵]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دُومَۃُ الجَندَل کی مہم پر تھے تو حضرت اُمّ سلمہؓ نے اپنے حجرے کو پکی اینٹوں سے تعمیر کروایا۔ حضورؐ لوٹے تو سب سے پہلے اس پر آپؐ کی نظر پڑی۔ آپؐ اُمّ سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا یہ کیسی تعمیر دنیا ہے۔؟ عرض کیا کہ لوگوں کی نگاہوں کو روکنے کے لئے ستر ہے۔ فرمایا کہ سب سے بدتر مصرف جس میں مسلمان کا مال خرچ ہو تعمیر ہے۔[۱۶]

حضرت سودہؓ نے اپنا مکان حضرت عائشہؓ کو دینے کی وصیت فرمائی۔ حضرت عائشہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی اسی حجرے میں جہاں مزار مبارک ہے رہتی تھیں۔ پھر خواب میں

اجازت پاکر متصل حصہ میں جو ایک دیوار اٹھا کر تقسیم کر دیا گیا تھا سکونت پذیر ہوئیں۔ اس حجرے کو بھی جیتے جی ایک لاکھ اسی ہزار درہم کے عوض حضرت معاویہؓ کو اس شرط پر فروخت کر دیا کہ تازیست رہنے کی اجازت ہو۔ جب اس کی قیمت پیش کی گئی تو اسی مجلس میں راہ خدا میں تقسیم فرما دی۔ جب تک صدقہ بٹ نہ گیا اپنی جگہ سے نہیں اٹھیں۔ دوسری روایت ہے کہ ان کے بھانجے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے اسی شرط پر خریدا۔ معاوضہ پانچ اونٹ لدا سامان تھا۔ جو آپ نے فی سبیل اللہ لٹا دیا لونڈی نے عرض کیا کہ روزہ افطار کرنے کے لئے ایک درہم بچا لیتیں۔ فرمایا اس وقت یاد دلاتی تو رکھ لیتی۔[۱۱]

حضرت صفیہؓ بنت حُیَیّ کے ورثاء نے بھی ان کا مکان حضرت امیر معاویہؓ کو اسی قیمت پر بیچ دیا۔ حضرت حفصہؓ کا مکان حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو ورثہ میں ملا، انہوں نے بلاقیمت اسے مسجد نبوی میں شامل کر دیا۔ ولید بن عبدالملک کے حکم سے اَزواج مُطہراتؓ کے مقدس حجروں کو مسجد نبوی میں شامل کر دیا گیا۔ جب یہ حکم مجمع عام میں پڑھ کر سنایا گیا تو اس دن لوگوں کو جتنا روتے دیکھا گیا اتنا کبھی بھی روتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ کہتے تھے کاش اسے اسی حالت میں باقی رکھا جاتا تاکہ لوگ دیکھتے تاجدار مدینہؐ کا اختیار کردہ زہد کیسا تھا۔

رسولِ اکرمؐ
اور خلفائے راشدین کا تعلقِ نسبی

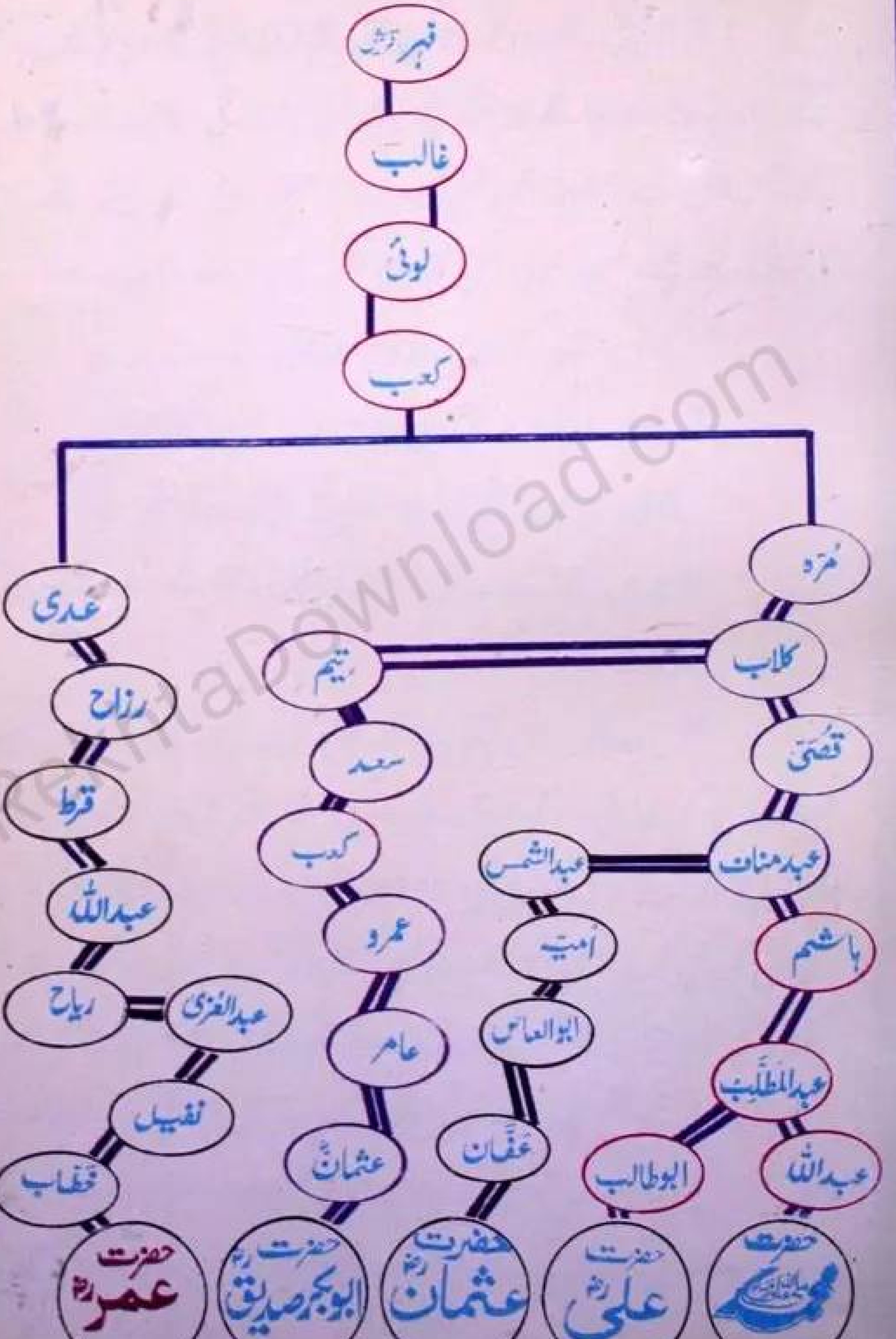

کھڑکیاں اور دروازے بند کر دو

اکثر صحابہؓ کے دروازے اور کھڑکیاں (وہ طاق جو دیوار میں روشنی کے لئے چھوڑے جاتے نیز کھڑکیاں مکان کی پشت کی جانب بنائے جاتے تھے تاکہ اس سے آنا جانا بھی ممکن ہو سکے) مسجد نبوی میں کھلتے تھے۔ سفر آخرت سے پہلے مسجد نبوی میں آخری خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

> "تمام آدمیوں سے زائد خرچ کرنے والے اور مدد کرنے والے ابو بکر صدیقؓ ہیں اگر میں اللہ کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکرؓ کو بناتا لیکن اخوت اسلام اور ان کی دوستی باقی ہے[۱۸] مسجد میں جتنے دروازے ہیں سوائے دروازہ ابو بکرؓ کے سب بند کر دیئے جائیں" [۱۹]

بعض حدیثوں میں آتا ہے کہ کوئی کھڑکی مسجد میں نہ چھوڑا جائے سوائے ابو بکر صدیقؓ کے کھڑکی کے۔ اس معاملے میں چہ میگوئیاں ہوئیں کہ اپنے دوست کو تو کشادگی کی اجازت دی اور دوسروں کو باہر کر دیا گیا۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میری جانب سے نہیں بلکہ رب ذوالجلال کا حکم ہے جو میں نے تم لوگوں تک پہنچایا ہے اور یاد رکھو کہ خدا کے حکم میں مجھے کوئی اختیار نہیں۔ میں ابو بکرؓ کے دروازے پر ایک نور دیکھتا ہوں[۲۰] اور تمہارے دروازوں پر ظلمت۔ علماء نے تاویل کی کہ اس حدیث میں دروازے سے مراد باب خلافت ہے۔ دروازوں کا بند کرنا

خواہش خلافت سے منع کرنا ہے۔

نماز کی رکعات میں اضافہ

ہجرت سے پہلے نماز مغرب کے سوا ہر نماز میں صرف دو رکعتیں فرض تھیں مدینہ آنے کے بعد ایک ماہ گزرا تو ظہر، عصر اور عشاء میں دو، دو رکعت کے اضافے کا حکم آیا۔ فجر طویل قرات اور مغرب میں تین رکعتوں کے باعث کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ سفر میں وہی دو رکعتیں قصر کے حکم کی وجہ سے باقی رہیں۔

سیدالمرسلین ولاخرینؐ سے صحابہ کرامؓ نے پوچھا۔ کیا یہ پانچ نمازیں آپؐ سے پہلے مبعوث ہونے والے پیغمبروں نے بھی پڑھی ہیں

فرمایا۔۔ سب سے پہلے فجر کی نماز حضرت آدم علیہ السلام نے پڑھی۔ جب آتش کدہ نمرود کو گلزار بنادیا گیا تو دوپہر کا وقت تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شکرانے میں ظہر کی نماز ادا کی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے نورِ نظر یوسفؑ کے فراق میں گریہ وزاری کرتے تھے۔۔ جبرئیلؑ نے ان کے صحیح و سلامت ہونے کی اطلاع عصر کے وقت دی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے شکرانے میں عصر کی نماز پڑھی۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تو یہ مغرب کا وقت تھا انہوں نے شکرانے میں نماز مغرب پڑھی۔ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے زندہ و سلامت نکل آئے تو رات چھائی ہوئی تھی شکرانے

میں انہوں نے پہلی نماز عشاء ادا کی۔ معراج کی شب ان پانچوں نمازوں کا فرض کیا جانا گویا شریعت محمدی کو خلاصۂ عباداتِ انبیاء بنانا ہے۔

جنّتِ نگاہ

حضرت عبداللہؓ بن سلام بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہؐ کا نام مبارک اور آپؐ کی صفات اعلیٰ اور حلیہ کے بارے میں پہلے سے علم تھا لیکن اس کو کسی پر ظاہر نہیں کیا۔ جس وقت میں نے مدینہ میں آپؐ کی آمد کی خبر سنی تو اس وقت میں ایک درخت پر چڑھ رہا تھا۔ وہیں سے خوشی کا نعرہ بلند کیا۔ میری پھوپھی خالدہ بنت حارث نے یہ دیکھ کر کہا کہ اگر تم حضرت موسیٰؑ کی خبر سنتے تو اس سے زیادہ خوش ہوتے۔ کہا یہ بھی حضرت موسیٰؑ کے بھائی ہیں۔ پوچھا کیا یہ وہی نبی ہیں جن کا تذکرہ ہم سنتے آئے ہیں۔؟ کہا۔ ہاں۔ عبداللہؓ ابن سلام کا تعلق یہود کے قبیلہ قینقاع سے تھا۔ کہتے ہیں کہ درخت سے کچھ تازہ کھجوریں لے کر آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ رخ انور پر نظر پڑی تو فوراً پہچان لیا۔ دل نے گواہی دی یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے[۴۳]

فردوسِ گوش

آنکھوں کی ضیافت کے بعد کانوں کی ضیافت ہوئی۔

"لوگو! سلام کو پھیلاؤ۔ آدمیوں کو کھانا کھلایا کرو۔ صلۂ رحمی

کرو۔ راتوں کو نماز پڑھا کرو جبکہ لوگ غافل سو رہے ہوں تاکہ

جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ" ۔ ؏

یہ پہلا آوازہ حق تھا جو مدینہ کی فضاؤں میں گونجا وہ کہتے ہیں کہ اس صدائے جانفزا و روح پرور کی بازگشت میں ڈوبا ہوا گھر آیا۔ دوبارہ حاضر ہوا۔ اور تنہائی میں عرض کیا۔ حضورؐ اگر اجازت ہو تو تین سوال کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا۔ پوچھو۔ عرض کیا!۔

ا۔ قیامت کی پہلی علامت کیا ہے؟

۲۔ اہل بہشت کی پہلی غذا کیا ہوگی؟

۳۔ کیا وجہ ہے کہ بچہ کبھی باپ اور کبھی ماں کے مشابہ ہوتا ہے؟

فرمایا اس وقت مجھے اس کا علم نہیں جب جبرئیلؑ آئیں گے تو دریافت کر کے بتاؤں گا۔ عرض کیا جبرئیلؑ تو یہود کے دشمن ہیں۔ اسی وقت وحی نازل ہوئی۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ

"فرما دیجئے جو دشمن ہے جبرئیل کا اس نے تو اللہ کے

اذن سے آپ کے قلب پر نازل کیا ہے۔

فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِينَ ﴿٩٨﴾

بے شک اللہ دشمن ہے کافروں کا"۔

فرمایا۔ قیامت کی پہلی علامت یہ ہے کہ آگ جس میں دھوئیں کی

آمیزش ہوگی مشرق سے مغرب تک پورے عالم میں پھیل جائے گی۔

دوسرے سوال کا جواب ـــ جنتیوں کا پہلا کھانا اس مچھلی کا جگر ہے جس کی پیٹھ پر زمین قائم ہے۔

تیسرا جواب ہے کہ باپ یا ماں میں جس کا نطفہ غالب ہوتا ہے بچہ وہی شباہت اختیار کر لیتا ہے[۲۵]

فرقِ من و تو

بے اختیار زبان سے کلمہ شہادت نکلا۔ عرض کیا یہ جواب سوائے پیغمبر کے اور کوئی نہیں دے سکتا۔ اعلان اسلام سے پہلے عرض کیا یہودی بڑے جھوٹے اور بہتان لگانے والے ہیں۔ بہتر یہ ہوگا کہ آپؐ یہودیوں کو طلب فرمائیں اور ان سے میرے بارے میں دریافت فرمائیں۔ حضرت عبداللہؓ ابن سلام چھپ گئے۔ جب بہت سے لوگ جمع ہوگئے تو فرمایا۔

> اے گروہِ یہود ! اللہ سے ڈرو جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بے شک تم جانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور حق کے ساتھ آیا ہوں پس تم اسلام لاؤ۔

کہا ہم نہیں جانتے۔ اچھا یہ بتلاؤ کہ عبداللہؓ ابن سلام تمہارے درمیان کس درجہ کا آدمی ہے؟ عرض کیا۔ عالم ابن عالم۔ سیّد ابن سیّد (سردار) ہم میں سب سے زیادہ علم رکھنے والا۔ فرمایا اگر وہ ایمان لے

آئے اور مسلم ہوجائے تو؟ گروہ یہود نے کہا۔ وہ ہرگز مسلمان نہیں ہوگا۔ حضور اکرمؐ نے آواز دی۔ اے، ابن سلام باہر آجاؤ۔ وہ آئے اور کہا۔ اے گروہ یہود! اللہ سے ڈرو۔ بے شک تم جانتے ہو کہ یہ اللہ کے رسولؐ ہیں اور حق کے ساتھ آئے ہیں کیا تم تورات میں آپؐ کا ذکر، اسم مبارک اور صفات نہیں پڑھتے؟ یہودی کہنے لگے کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم سب سے بدترین اور بدتر باپ کے بیٹے ہو[26] "عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کی اسی بات سے ڈرتا تھا۔ یہ لوگ دروغ گو، بے وفا، مکار اور نافرمان ہیں۔" میں اپنے گھر والوں کے ساتھ اسلام قبول کرتا ہوں۔ میری پھوپھی بھی ایمان لائی ہیں۔ حضرت عبداللہؓ بھی ان خوش قسمت لوگوں میں ہیں جنہیں زندگی ہی میں جنت کی بشارت ملی۔

جوہری کے لئے نظر ہے شرط

حضرت عبداللہؓ بن سلام پہلے یہودی ہیں جنہوں نے داعی اسلامؐ کی دعوت پر لبیک کہا اور اسلام کی تصدیق کی۔ نصرانیوں میں یہ شرف حضرت ابو قیس صرمہؓ بن ابی انس کے حصے میں آیا۔

حضرت ابو قیس صرمہؓ بن ابی انس عیسائی راہب تھے۔ فصیح و بلیغ شاعر کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے۔ نصرانی الٰہیات کے فاضل اور مشہور واعظ تھے۔ ان ہی دنوں رسول اللہؐ پر ایمان لائے۔ ان کے اسلام لانے سے دوسرے جملہ نصاریٰ پر حجت قائم ہو گئی۔[۲۷]

وہ آدمی ہے مگر دیکھنے کی تاب نہیں

حضرت میمونؓ بن یامین کا شمار رؤسائے یہود میں ہوتا تھا ان پر بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے وہی کیفیت طاری ہوئی جو حضرت عبداللہؓ بن سلام کی تھی بالکل ان ہی کی طرح اس تصدیق کرنے والے نے بھی یہودیوں کے مکر و فریب کا پردہ چاک کیا۔ حضور اکرمؐ نے یہود کو دعوت اسلام دی اور فرمایا اپنے اور میرے درمیان کسی اپنے رئیس کو حکم بنالو۔ وہ جو فیصلہ کرے قبول کرلو۔ یہود نے کہا ہم میمون بن یامین کے حکم بنائے جانے پر راضی ہیں۔ میمون نے بھی آکر تصدیق رسالت کی لیکن یہود اپنے وعدے سے مکر گئے۔[۲۸]

جویائے حق —— حضرت سلمان فارسیؓ

حضرت سلمان فارسیؓ کا ایمان لانا سن ایک ہجری کا ایک اہم واقعہ ہے جو آپؐ کی آمد کے پانچ دن بعد پیش آیا۔ ان کا مجوسی نام مابہ تھا۔ وہ ایران کے ایک موضع جئے کے رہنے والے تھے۔ بعض نے گاؤں کا نام رام ہرمز لکھا ہے۔ بچپن ہی سے مذہب کی طرف جھکاؤ تھا۔ آخر آتش کدے کے خادم خاص بن گئے۔ آگ کو پل بھر کے لئے بھی بجھنے نہیں دیتے تھے۔ گھر ہی پر لڑکیوں کی طرح رہتے تھے۔ ایک دن ان کے باپ بوذخشاں نے انہیں کھیتوں کی دیکھ بھال کے لئے بھیجا۔ راستہ میں نصرانیوں کی عبادت گاہ تھی وہ ٹھہر کر ان کا انداز عبادت دیکھنے لگے جو انہیں بھا گیا۔ عیسائیت اختیار کرلی کیونکہ آتش پرستی سے جی اکتا چکا تھا۔ ان سے پوچھا دین عیسوی کا مرکز کہاں ہے؟ جواب ملا۔ شام۔ کہا کوئی قافلہ ادھر جائے تو مجھے بھی ان کے ہمراہ بھیج دینا۔ باپ کو اس کی اطلاع ملی تو بیڑیاں پہنا کر قید کردیا۔ اتفاق سے ان ہی دنوں ایک قافلہ شام جارہا تھا کسی نہ کسی طرح یہ بھی ان کے ساتھ ہولئے۔

کاسۂ گرداں

شام کے بڑے پادری کی خدمت میں پہنچے اور دین مسیحی سیکھنے لگے۔ پہلے ایک ریاکار پھر ایک خداترس زاہد و عابد پادری کی خدمت میں

رہے۔ جب وہ مرنے لگا تو اس نے انہیں موصل میں دین مسیحی کے ایک سچے اُسقُفُ کا پتہ بتایا۔ موصل پہنچ کر اس سے استفادہ کرتے رہے۔ جب اس کا آخری وقت آیا تو اس نے انہیں نصیبین میں ایک مرد حق کے پاس جانے کے لئے کہا۔ ان کی صحبت سے فیض اٹھاتے رہے۔ مرتے دم اس نے آپ کو عموریہ کے ایک پاکباز شخص کے پاس بھیجا۔ مابہ نے اس کی صحبت میں رہ کر دین مسیح میں ترقی کی اپنی گزر اوقات کے لئے کچھ بکریاں پال لیں۔ اس پادری کا بھی سفر آخرت کا وقت آیا تو مابہ نے کہا میں تلاش حق میں سرگرداں ہوں اگر آپ کی آنکھیں بند ہوجائیں تو کیا کروں؟ کہا دنیا کفر و شرک سے بھر گئی ہے۔ کوئی نہیں جو میرے بعد تیری رہنمائی کرے البتہ اب وہ وقت آگیا ہے جب کہ اس دنیا میں نبی آخرالزماںؐ کا ظہور ہو۔ وہ صحرائے عرب سے اٹھ کر دینِ حنیف کو زندہ کرے گا۔ اس کی ہجرت گاہ کھجوروں کے جھنڈ والی سرزمین ہے اور ان کی پہچان یہ ہے کہ ان کی پشت مبارک پر مہر نبوت ہوگی۔ وہ ہدیہ قبول کرے گا لیکن صدقہ اپنے لئے حرام سمجھے گا۔ اگر تم ان کا زمانہ پاؤ تو ان کی خدمت میں ضرور حاضر ہونا۔

اب متلاشیٔ حق کو رات دن نبی آخرالزماںؐ کی جستجو تھی۔ ان ہی دنوں بنی کَلْبُ کا ایک قافلہ عرب جارہا تھا مابہ نے اپنی بکریاں نذر کیں اور ساتھ چلنے کی درخواست کی۔ قافلہ وادی القریٰ میں پہنچا تو سردار نے انہیں

زبردستی ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اس کا ایک یثربی عزیز عثمان بن الاشہل القرظی ملنے آیا تو انہیں خرید کر اپنے ساتھ لے گیا۔ یثرب میں کھجوروں کے جھنڈ دیکھے تو دل نے گواہی دی کہ یہی نبی آخرالزماںؐ کا مقام ظہور ہے۔ ایک دن نخلستان میں کھجور کے درخت پر چڑھے ہوئے تھے اور ان کا مالک نیچے بیٹھا تھا۔ اتنے میں قُباء سے اس کا دوست آیا اور کہنے لگا کہ خدا غارت کرے بنو قَیلہ کو کہ ایک مکّی شخص کے پیچھے دیوانے ہوئے جا رہے ہیں جو اپنے آپ کو نبی کہتا ہے۔

مژدۂ حق

ماہبہ کہتے ہیں کہ جب میرے کانوں میں یہ الفاظ پڑے تو جسم کانپنے لگا اور درخت جھولنے لگا۔ میں درخت سے نیچے کود گیا اور آنے والے سے بے اختیار پوچھا ابھی تم کیا کہہ رہے تھے؟ اس نے مالکوں کے درمیان غلام کے تجسّس پر ایک زوردار تھپڑ رسید کیا۔ غرض ایک دن کی چھٹی لی۔ جنگل سے لکڑیاں کاٹیں انہیں بیچ کر کھانا تیار کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری دی۔ عرض کیا آپؐ لوگ مسافر ہیں یہ صدقہ کی چیز حاضر ہے؟ آپؐ نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور دوسروں کو کھانے کی اجازت دے دی۔ کچھ دن بعد ثرید بنا کر لائے اور کہا کہ یہ ہدیہ ہے۔ حضورؐ نے بسم اللہ کہہ کر خود بھی تناول فرمایا اور صحابہؓ کو بھی شریک کر لیا۔ ماہبہ دل میں بے حد خوش تھا کہ عموریہ کے راہب نے جو

دو نشانیاں بتلائی تھیں ان میں سے ایک تو پوری ہو گئی۔

دُرِ مقصود

حضور اکرمؐ کو مدینہ آئے چند ہی دن گزرے تھے کہ حضرت کلثومؓ بن ہدم نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ یہ پہلے مسلمان تھے جنہوں نے ہجرت نبوی کے بعد سفر آخرت اختیار کیا۔ جب ان کا جنازہ تدفین کے لئے بقیع الغرقد لایا گیا تو حضورؐ بھی ساتھ تھے۔ دو موٹی چادریں جسمِ اطہر پر تھیں۔ اتنے میں مابہ پہنچا اور سلام کر کے پشتِ مبارک کی طرف گیا۔ حضورؐ مقصد سمجھ گئے اور پشتِ مبارک سے چادر ہٹادی۔ متلاشیٔ حق نے جب مُہر نبوت کو دیکھا تو بصد احترام و عقیدت بے اختیار اپنے پیاسے تھرتھراتے ہونٹ مُہر نبوت پر رکھ دیئے کیوں کہ اسی کی جستجو میں در بدر کی خاک چھانی تھی[29] آزادی کو بھینٹ چڑھایا تھا۔ حضورؐ نے سامنے آنے کو کہا۔ ان کی تلاش حق کی داستان صحابۂ کرامؓ کے ہمراہ خود بھی بڑی توجہ سے سنی۔ قبول اسلام کے بعد ان کا نام بدل کر سلمان رکھا۔

نرخ بالا کُن کہ ارزانی ہنوز

غلامی کی وجہ سے نہ حق و باطل کے پہلے معرکہ بدر میں حصہ لے سکے نہ غزوۂ اُحد میں۔ اس دوران حضور اکرمؐ نے انہیں اپنے بنی قریظہ

کے یہودی مالک سے مکاتبت کر لینے کا مشورہ دیا۔ اس میں غلام آقا سے طے کرتا ہے کہ اس قدر معاوضہ کما کر دوں تو آزاد ہو جاؤں گا۔ یہ بڑے کماؤ غلام تھے اس لئے آقا نے بڑی کڑی شرط رکھی تھی۔ مقامِ فقیر پر تین سو کھجور کے بار آور درخت اور چالیس اوقیہ چاندی۔ حضورؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو۔ ہر انصار نے اپنے نخلستان سے کھجور کے بچے انہیں عطا کئے حتیٰ کہ تین سو ہو گئے۔ حضورؐ نے فرمایا اب اس مقام پر گڑھے کھودو پودے میں لگاؤں گا۔ صحابہؓ کی مدد سے تین سو گڑھے کھودے گئے اور اس کام سے فارغ ہونے کے بعد لولاک لما صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ گڑھے تیار کر دیئے گئے ہیں۔ حضورؐ تشریف لائے اور اپنے دستِ مبارک سے ان گڑھوں میں درخت لگائے۔

حضرت سلمانؓ فارسی فرماتے ہیں کہ اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ان پودوں میں سے کوئی بھی نہیں مرا اور سب کے سب اسی سال بار آور ہوئے۔ کھجور کے درختوں کا ایک سال میں بار آور ہونا آپؐ کے معجزات میں سے ہے۔

بنی قُریظہ کے قتل و اخراج کے بعد یہ باغ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے میں آگیا اور ۷ ہجری میں آپؐ نے یہ باغ مسلمانوں کے لئے وقف فرما دیا۔

حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ اب چاندی کی ادائیگی باقی تھی اسی اثناء

میں کسی معدن سے مرغی کے انڈے کے برابر سونا نکلا اور حضورؐ کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ پوچھا فارسی مکاتب کہاں ہے؟ میں حاضر ہوا۔ فرمایا، اس سے رقم ادا کر دو۔ عرض کیا یا رسول اللہؐ! اس سے تو واجب لادا مقدار پوری نہ ہوسکے گی۔ ؟ آپؐ نے اس سونے کی ڈلی پر اپنی زبان مبارک پھیری اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ رقم پوری فرمادے گا۔ سونا لے کر آقا کے پاس پہنچا اور اسے دیا تو اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں سلمان کی جان ہے اس کی مالیت چالیس اوقیہ[۳۰] چاندی کے برابر نکلی اور میں آزاد ہوگیا۔ پہلا غزوہ جس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا وہ احزاب یا خندق ہے۔ خندق کھودنے والا گروہ انہیں اپنا شریک کار بنانا چاہتا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا[۳۱]

"سلمان میرے اہل بیت میں سے ہے"

تلاشِ حق میں سرگرداں، مردِ درویش اسی اعزاز کا مستحق تھا۔ حضور اکرمؐ نے انہیں "سلمانِ الخیر" کے لقب سے سرفراز فرمایا۔[۳۲]

سَابِقُ الْفَارِسْ

مواخات میں انہیں ابو دردا‌ؓ کا بھائی بنایا گیا۔ ارشاد نبوی ہے۔

"میں عربوں میں، صہیب رومیوں میں، بلال حبشیوں میں اور سلمان ایرانیوں میں سب سے پہلے جنت کی طرف سبقت

لے جانے والے ہیں"۔ [۳۹]

یہ بھی فرمایا کہ "سلمان واقعی علم سے بھرپور ہے"۔ [۴۰]

عہدِ فاروقی میں ایران کی فتوحات میں اہم مشورے دیئے۔ شہنشاہِ ایران کے قصرِ ابیض پر فتح کا جھنڈا لہرانے والوں میں سے ایک تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے انہیں مدائن (پایۂ تختِ ایران) کا گورنر بنایا۔ زہد اور خدا ترسی کے جواہر سے مالا مال تھے۔ سب کچھ راہ خدا میں صدقہ کرتے اور ہاتھ سے چٹائیاں بنا کر گزر بسر کرتے۔ بڑی طویل عمر پائی۔ ۳۲ یا ۳۳ ہجری میں سفر آخرت اختیار کیا۔ طاقِ کسریٰ کے عین شمال مغرب میں محوِ خواب ہیں۔ یہ مقام "سلمانِ پاک" کہلاتا ہے۔

مسجدِ غمامہ

خادمِ خاص —— حضرت انسؓ بن مالک

رحمتِ عالمؐ جب مدینہ مُنوّرہ تشریف لائے تو اس وقت آپؐ کا کوئی خادم نہیں تھا۔ آپؐ نے حضرت ابو طلحہؓ سے فرمایا کہ کوئی ایسا لڑکا تلاش کرو جو میرا کام کر دیا کرے۔ یہ سن کر حضرت ابو طلحہؓ اپنے دس سالہ سوتیلے بیٹے کو لے آئے۔ ان کی والدہ کا نام اُمِّ سُلیمؓ تھا۔ عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! یہ لڑکا بڑا سمجھدار ہے آپؐ کی خدمت کرے گا"۔

حضور اکرمؐ کے وصال تک تقریباً دس برس خدمت کرتے رہے۔ اس پوری مدت میں آپؐ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا اور یہ کیوں نہیں کیا۔ فجر کی نماز سے پیشتر درِ اقدس پر حاضر ہوتے اور دوپہر کو اپنے گھر واپس جاتے۔

دعائے برکت

ایک بار حضور اکرمؐ ان کے گھر تشریف لے گئے اور نماز پڑھی۔ اُمِّ سُلیمؓ اور ان کے گھر والوں کے لئے دعا مانگی۔ عرض کیا اپنے خادم کے لئے بھی دعا فرمایئے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔

"اے اللہ! اسے مال اور اولاد سے سرفراز فرما اور اس کی عمر میں برکت عطا فرما اور اسے جنت میں داخلہ عطا فرما۔"

اس دعا کے طفیل وہ انصار میں سب سے زیادہ مالدار اور کثیر العیال تھے۔ انہوں نے بڑی طویل عمر پائی۔

حضرت انسؓ اکثر کہا کرتے کہ زندگی میں حضورؐ کی دو پیش گوئیاں پوری ہو گئیں۔ تیسری کے پوری ہونے کا منتظر ہوں۔ جنت میں حضور کے روبرو جب پیش کیا جاؤں گا تو عرض کروں گا اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ کا غلام انس آپؐ کی خدمت کے لئے یہاں بھی حاضر ہے۔

حضرت انسؓ صحبت نبوی میں رہ کر علم کا مخزن بن گئے تھے۔ زندگی بھر علم حدیث کی ترویج میں مصروف رہے۔ آپؓ کا شمار کثیر الروایت صحابہؓ میں ہوتا ہے۔ آپؓ سے مروی احادیث کی تعداد ۲۲۸۶ ہے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں فقہ و حدیث کی تعلیم دینے کے لئے بصرہ روانہ کیا تھا۔

حضرت انسؓ نے ۱۰۳ سال کی عمر پائی۔ ۹۳ ہجری میں بصرہ میں ہی آپ کا وصال ہوا۔ وقت آخر آیا تو کہا میری زبان کے نیچے موئے مبارک رکھ دو تعمیل کی گئی تو روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

جنّت کا سودا — بیئر رومہ

مدینہ کے اکثر کنوؤں کا پانی کھارا (نمکین) تھا۔ مہاجرین کو میٹھے پانی کی بڑی تکلیف تھی۔ بئر رومہ جو وادیٔ عقیق میں واقع ہے اس کنوئیں کا پانی لطیف اور بہت شیریں ہے۔ اس کا مالک ایک یہودی تھا۔ وہ اس کا پانی مسلمانوں کے ہاتھ بیچا کرتا تھا۔[۲۸] نادار مہاجرین کے لئے پانی کی خریداری مشکل ہی نہیں بلکہ ایک مسئلہ بھی تھی۔ جس کی وجہ سے سارے مسلمان مہاجر پریشان تھے۔ رسول اکرمؐ نے اس کنویں کو خریدنے کی ترغیب دلائی اور اس کنوئیں کے خریدار کو جنت کی بشارت دی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا جو اس وقت یہ کنواں خرید کر وقف کردے گا وہ جنت میں سیراب ہو گا۔[۲۹] مخبر صادقؐ کے اس ارشاد کو سن کر حضرت عثمانؓ نے سو اونٹوں[۳۰] بعض مورخین کے مطابق ۱۲ ہزار درہم کے عوض یہودی سے آدھا کنواں خرید کر وقف کردیا۔ نصف حصہ پر پانی حاصل کرنے والوں کا اژدہام رہنے لگا۔ یہ[۳۱] دیکھ کر یہودی نے بقیہ نصف کنواں بھی آٹھ ہزار درہم کے عوض بیچ دیا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جملہ قیمت ۳۵ ہزار درہم تھی۔[۳۲] یہ کنواں عہدِ جاہلیت میں بھی موجود تھا۔ ۷۵۰ھ میں اس کی تجدید ہوئی۔

حواشی و تشریحات

اُمّی ہے مگر علم کی تفسیر وہی ہے۔

۱۔ اصحاب صُفّہ ابن تیمیہ اردو ترجمہ عبدالرزاق ملیح آباد۔ ص ۱۱۔
۲۔ طبقات اخبار النبیؐ جلد دوم ص ۳۱
۳۔ عہد نبویؐ کا نظام تعلیم ص ۳۱
۴۔ سیرت المصطفیٰؐ حصہ اوّل ص ۳۶۲۔ بحوالہ وفاء الوفاء۔
۵۔ ایضاً بحوالہ سنن ابن داؤد۔
۶۔ ایضاً ص ۲۹ بحوالہ روض الانف۔ سہیلی
۷۔ (ا) طبقات اخبار النبیؐ جلد دوم ص ۳۲
(ب) سیرت المصطفیٰؐ۔ ص ۳۶۲ بحوالہ فتح الباری۔
۸۔ عہد نبویؐ کا نظام تعلیم۔ ص ۳۲۔ بحوالہ تہذیب التہذیب ابن حجر۔
۹۔ عہد نبویؐ کا نظام تعلیم۔ ص ۳۴۔ بحوالہ مسند ابن حنبل۔
۱۰۔ درس گاہ نبویؐ کے طلبہ ص ۸۔ بحوالہ مسند احمد حنبل۔
۱۱۔ فضائل قرآن ص ۵۹۔ بحوالہ سنن۔ ابی داؤد۔
۱۲۔ اصح السیر ص ۲۶۲۔

ازواج مُطہّرات کے حجرے۔

۱۳۔ (ا) سیرت النبیؐ، جلد اوّل، ص ۲۸۷
(ب) پیغمبر انسانیتؐ، ص ۲۸۲
۱۴۔ سیرت عائشہؓ، ص ۳۰، بحوالہ ابو داؤد
۱۵۔ سیرت النبیؐ جلد اوّل ص ۲۸۷
۱۶۔ الوفاء (اردو ترجمہ) ص ۳۰۹
۱۷۔ ایضاً ص ۳۰۸

۱۸۔ مشکوٰۃ المصابیح۔ اردو ترجمہ حصہ دوم ص، ۱۰۶۴۔ حدیث نمبر ۵۷۳۲ (بخاری و مسلم)

۱۹۔ (ا) جذب القلوب الیٰ دیار المحبوبؐ (اردو) ص ۱۱۲۔

(ب) سیرۃ الصدیقؓ ص ۱۴۰۔ بحوالہ مسلم و ترمذی۔

۲۱ سیرۃ المصطفیٰؐ۔ ص ۳۵۱۔ حصہ الو بحوالہ بخاری و مسلم۔

۲۲۔ تجلی۔ ص ۱۱۶۔

۲۳۔ روضتہ الاحباب (اردو ترجمہ) ص ۱۱۲۔

۲۴۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اوّل ص ۳۶۶۔

۲۵۔ مدارج النبوت۔ اردو ترجمہ۔ ص ۹۳۔

۲۶۔ (ا) رحمۃ للعالمینؐ۔ جلد اوّل ص ۱۹۵۔

(ب) سیرۃ المصطفیٰؐ۔ حصہ اوّل۔ ص ۳۱۹۔

۲۷۔ رحمتہ للعالمینؐ۔ جلد اوّل۔ ص، ۱۹۵۔

۲۸۔ سیرۃ المصطفیٰؐ۔ حصہ اوّل۔ ص ۳۲۰۔ بحوالہ فتح الباری۔

حضرت سلمان فارسیؓ

۲۹۔ (ا) تاریخ الاسلام والمسلمین۔ ص ۹۱۷۔ بحوالہ صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء۔

(ب) طبقات۔ حصہ چہارم ص ۲۳۳ (اردو ترجمہ) عبداللہ عمادی۔

۳۰۔ (ا) ایضاً ص ۲۳۴

(ب) ایک اوقیہ وزن میں سات مثقال کا ہوتا ہے۔ حاشیہ سیرت رسولؐ تالیف محمد اشرف علی تھانوی۔

۳۱۔ (ا) تیس پروانے رسالت ص ۱۲۲۔

(ب) سیرت سلیمانؓ۔ ص ۱۴۸

۳۲۔ مہاجرین حصہ دوم۔ ص ۹۰۔

۳۳۔ سیرت سلمانؓ۔ ص ۱۴۴۔ بحوالہ مستدرک

۳۴۔ (ا) سیرت سلیمانؓ۔ ص ۱۴۶۔ بحوالہ کنز العمال۔

(ب) طبقات ص ۲۳۳ حصہ اول

(ج) مہاجرین حصہ دوم۔ ص ۱۰۰۔

حضرت انسؓ بن مالک

۳۵۔ صحیح مسلم (شرح نووی) جلد ۶۔ ص ۱۵۴

۳۶۔ رحمت دارین کے سو شیدائی۔ ص ۴۶۸۔

۳۷۔ سیرۃ عائشہؓ ص ۱۸۱ دیگر کثیر الروایت صحابہ کے نام اور تعداد مرویات درج ذیل ہیں۔

	نام راوی	تعداد مرویات
۱۔	حضرت ابو ہریرہؓ	۵۳۶۴
۲۔	حضرت عبداللہ ابن عمرؓ	۲۶۳۰
۳۔	حضرت انسؓ بن مالک	۲۲۸۶
۴۔	حضرت عائشہ صدیقہؓ	۲۲۱۰
۵۔	حضرت عبداللہ ابن عباسؓ	۱۶۶۰
۶۔	حضرت جابر بن عبداللہؓ	۱۵۴۰
۷۔	حضرت ابو سعید خدریؓ	۱۱۷۰

۳۸۔ الفاروق ص ۴۱۰

بیر رومہ

۳۹۔ (ا) نشر الطیب سیرت رسول اکرمؐ ص ۱۱۲

(ب) سیرت ذی النورینؓ۔ جلد اول۔ ص ۲۰۔

نوٹ۔ دوسری روایت یہ ہے کہ وہ کنواں بنو غفار کے ایک شخص کا تھا۔ وہ ایک مد (دوسیرا ناج) کے بدلے ایک مشک پانی دیتا تھا۔

۴۰۔ جذب القلوب الیٰ دیار المحبوبؐ۔ ص۔ ۱۶۱۔

۴۱۔ ازالتہ الخفاء۔ جلد ۴۔ ص ۲۹۸

۴۲۔ عثمان ذوالنورینؓ ص ۲۸۳۔

خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا ان کا

یثرب کی آب و ہوا مرطوب تھی۔ جس کی وجہ سے وبائی امراض اور ملیریا بہت ہوتا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں یثرب وبا رسیدہ، امراض آلودہ وباؤں کی سرزمین تھی جو بھی شخص آتا سلامتی کی خاطر "گدھے" کی سی آواز نکالتا۔ مہاجر ویسے ہی راستے کی صعوبتیں اٹھا کر آئے تھے۔ یہاں کی مرطوب آب و ہوا نے ان میں سے اکثر کو بیمار کر دیا ان ہی میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت عامرؓ ابن فہیرہ تھے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ بیمار ہوئے تو ان کی زبان پر یہ شعر تھا

ترجمہ:۔ "ہر شخص اپنے اہل و عیال میں صبح کرتا ہے حالانکہ موت اس کی جوتی کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے۔ [1]

حضرت بلالؓ کو بخار چڑھا تو انہوں نے کہا۔

"اے اللہ! عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور اُمیہ ابن خلف پر لعنت فرما کہ انہوں نے ہی مکہ سے نکال کر وبائی زمین کی طرف بھیجا۔" [2]

بخار سے جب افاقہ ہوا تو بلند آواز سے یہ دو شعر پڑھے۔

۱۔ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ میں اب پھر کسی شب اس وادی میں رہوں گا جہاں میرے گرد اذ خراور جلیل (سرکنڈے کی طرح خوشبو دار گھانسوں کے نام) ہوں گے۔

۲۔ آیا میں کسی دن مجنّہ (چشمہ کا نام) کے پانی پر پہنچوں گا اور کیا مجھے کبھی شامہ اور طفیل (پہاڑیوں کے نام) دکھائی دیں گے؟[۳]

حضرت عامرؓ ابن فہیرہ بیمار ہوئے تو بڑبڑانے لگے۔ غرض مہاجرین کو ہوائے مدینہ راس نہ آئی۔ غربت و افلاس الگ تھا۔ ضعف اتنا بڑھ گیا کہ اکثر کھڑے ہو کر نماز تک نہیں پڑھ سکتے تھے۔ بیٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔ حضورؐ نے دیکھا تو فرمایا کہ قیام نہ کرنے سے اجر نصف ہو جاتا ہے۔ یہ سن کر صحابہؓ ضعف کے باوجود کھڑے ہونے کی مشقت برداشت کرنے لگے۔

یہ کیفیت دیکھ کر رسول اکرمؐ نے ہاتھ بلند فرمائے اور دعا مانگی۔

> ''اے اللہ! ہمیں مدینہ کی ایسی ہی محبت دے جیسے مکہ کی بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اس کی آب و ہوا کو اچھا کر دے ہمارے لئے مدینہ کے صاع و مُد (ناپنے اور تولنے کے پیمانے) میں برکت عطا فرما۔ یہاں کے بخار کو جُحفہ منتقل کر دے''[۴]

اس کے بعد سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب

دیکھا۔ اس میں ایک سیاہ فام، بدشکل اور پریشان بالوں والی عورت کو مدینہ سے نکلتا دیکھا وہ یہاں سے کوچ کر کے مَہیعہ منتقل ہو گئی۔ آپؐ نے اس کی تعبیر یہ لی کہ وبائیں مہیعہ چلی گئیں۔ فرمایا مَہیعہ جُحفَہ ہی کو کہتے ہیں۔ اس روز صبح کو مدینہ کے مضافات سے کوئی شخص حاضر ہوا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا۔ راہ میں کسی سے تمہاری ملاقات ہوئی۔؟ اس نے کہا مجھے تو کوئی نہیں ملا۔ البتہ سیاہ چہرہ برہنہ تن ایک عورت ملی تھی۔ جس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ فرمایا وہ مدینے کا بخار تھا۔ آج کے بعد وہ کبھی اس شہر میں نہیں آئے گی۔ اس کے بعد جحفہ کی یہ حالت ہو گئی کہ جو بچہ پیدا ہوتا اس کو صحت مند حالت میں جوان ہونا دوبھر ہوتا۔ وبائی بخار اسے پچھاڑتے رہتے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ مدینہ کے دہانوں پر اللہ کے فرشتے مامور ہیں۔ اس شہر میں نہ طاعون داخل ہوگا اور نہ دجال۔

باپ کی خدمت کرتے کرتے حضرت عائشہؓ بھی بیمار ہو گئیں۔ انہیں ایک ماہ تک بخار رہا۔ اتنی کمزور ہو گئیں کہ سر کے تمام بال جھڑ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ ان کے رخسار پر پیار کرتے اور پوچھتے بیٹی تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ بخار کے بعد صحت یاب ہوئیں تو پھر کثرت سے بال آ گئے۔ آپؓ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ اپنی امانت اپنے گھر لے جائیں۔

حواشی و تشریحات

خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا ان کا

۱۔ سعید احمد اکبر آبادی : صدیق اکبرؓ ص ۵۲

۲۔ (ا) شیخ عبدالحق : مدارج النبوت ص ۹۹

(ب) امام مالک : موطا ص ۶۲۱

۳۔ عزیز ملک : بلال حبشیؓ ص ۵۹

نوٹ :۔ مجنّہ مکہ سے چند میل پر ایک چشمہ تھا شامہ اور طفیل مکہ سے تیس میل پر دو پہاڑ یا چشمے ہیں (حاشیہ موطا ص ۶۲۱)

اذخر اور جلیل سرکنڈے کی طرح خوشبودار گھانس کے نام ہیں۔

۴۔ (ا) صحیح بخاری جلد ۳ ص ۲۶۸ حدیث نمبر ۷۶۳

(ب) موطا ص ۶۲۱

نوٹ :۔ جحفہ میں شریر یہودیوں کی بستی تھی جو مسافروں کو تنگ کیا کرتے تھے۔
صاع اور مُد ناپنے کے پیمانے تھے۔ صاع تقریباً ۴ سیر اور مُد ایک یا دو سیر کا ناپ تھا

۵۔ صحیح بخاری جلد ۳ ص ۲۲۷ حدیث ۱۹۲۰ تا ۱۹۲۲

مواخات (بھائی چارہ)

جب تمام مہاجرین مدینہ میں آگئے اور اللہ کے گھر کی تعمیر تکمیل کے قریب پہنچ گئی تو رسول کریمؐ کے سامنے سب سے بڑا اور اہم مسئلہ مہاجرین کی آباد کاری تھا کیوں کہ یہ لوگ اپنا سب کچھ چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی تعمیل میں بے سرو سامانی کے عالم میں تن کے کپڑوں سے مدینہ چلے آئے تھے۔ ان کے پاس نہ تو مال و اسباب تھا اور نہ ہی سر چھپانے کے لئے کوئی ٹھکانہ۔ ان کی خودداری کی حفاظت کے لئے کسی مستقل انتظام کی ضرورت تھی چنانچہ ہجرت کے پانچویں مہینے، رجب، ایک ہجری میں حضرت انسؓ بن مالک کی رہائش گاہ پر تمام انصار و مہاجرین کو طلب کیا گیا[1]۔ ان جمع ہونے والوں میں ۴۵ مہاجر اور ۴۵ انصار تھے۔

بعض مورخین کی روایت ہے کہ یہ تعداد پچاس پچاس تھی۔ انصار کھاتے پیتے گھرانوں کے صاحب استطاعت افراد تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اللہ کی راہ میں دو دو شخص بھائی بھائی بن جائیں۔ ہر شخص ایک مہاجر خاندان کو لے لے اور اپنے گھربار، کاروبار میں شریک کرلے۔

پھر مہاجرین اور انصار میں سے دو دو کو بلا کر فرمایا۔ یہ اور تم بھائی بھائی ہو۔ دونوں مل کر کام کرو اور کمائی مل کر کھاؤ۔ ؎

بندۂ بے دام

سیدالمرسلینؐ کے حکم کی تعمیل میں انصار نے غیر معمولی ایثار سے کام لیتے ہوئے عرض کیا یارسول اللہؐ! ہمارے ماں باپ، ہمارا مال و زر، ہم اور ہمارے بچے سب کچھ آپؐ پر قربان۔ ہماری تمام زمینیں ان بھائیوں کو دیدیجئے لیکن مہاجروں کی غیرت نفس نے اس کو گوارہ نہیں کیا یہ دیکھ کر انصار نے کہا کہ ہماری زمینوں پر کاشت کریں اور پیداوار کا نصف حصہ اپنی محنت کے معاوضہ میں لے لیا کریں۔ اس تجویز کو قبول کر لیا گیا۔

انصار نے فرمان نبویؐ کو بڑی خوش دلی اور وسعتِ قلبی سے قبول کیا۔ انتہا یہ کہ وراثت میں سے بھی حصہ بجائے عزیزوں کے مہاجر بھائی کو

دینے لگے تا ایں کہ سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۶ نازل ہوئی اور وراثت کا یہ طریقہ کار منسوخ ہو گیا۔

وَالْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا
كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝

"اور رشتہ دار آپس میں کتاب اللہ کی رو سے مسلمانوں اور مہاجروں سے ایک دوسرے (کے ترکے) کے زیادہ حقدار ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے احسان کرنا چاہو۔ یہ حکم کتاب میں لکھ دیا گیا ہے۔"

شجرِ سایہ دار

فرمانِ نبویؐ سن کر انصار نے اپنی ہر شے کے دو حصے کر دیئے اور آدھا اپنے مہاجر بھائی کو پیش کیا۔ حضرت سعدؓ ابن ربیع کا واقعہ تاریخ ایثار و قربانی کے ماتھے کا ایسا جھومر ہے جس کی چمک کبھی ماند نہ ہوگی

حضرت سعدؓ ابن ربیع اپنے مواخاتی بھائی حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو بنو حارثہ کے محلے میں جہاں ان کا گھر تھا، لے گئے۔ کھانا کھلایا۔ اس کے بعد کہا کہ میں اپنا مکان، باغ اور مال و اسباب کا آدھا حصہ آپ کی نذر کرتا ہوں۔ میری دو بیویاں ہیں انہیں دیکھ لو ان میں سے جو تمہیں پسند آئے اس کو طلاق دیدوں گا اور تم عدت کے بعد اس سے نکاح کر لینا۔[۳]

ذرائع معاش

حضرت عبدالرحمٰن نے تمام گفتگو سننے کے بعد کہا بھائی اللہ تمہارے کاروبار مال و عیال میں برکت عطا فرمائے اور یہ کہہ کر سب کچھ انہیں واپس کر دیا۔ ان سے بازار کا راستہ معلوم کیا اور کاروبار شروع کر دیا۔ چند ہی روز میں اللہ تعالیٰ نے خوشحالی عطا فرمائی اور ان کا شمار بڑے تاجروں میں ہونے لگا۔

بعض صحابہ کرامؓ نے دوکانیں کھول لیں حضرت ابوبکرؓ نے سُنخ میں کپڑے کا کارخانہ کھولا اور کپڑے کی تجارت کرنے لگے۔ حضرت عمر فاروقؓ بھی تجارت میں مشغول ہوگئے۔ حضرت عثمانؓ نے بنو قَینُقاعُ کے بازار میں کھجور کی خرید و فروخت شروع کر دی۔

بعض انصار نے اپنے نخلستانوں اور باغوں میں موجود درختوں میں سے ایک ایک درخت اللہ کے رسولؐ کے لئے مختص کر دیا تھا۔ پھلوں کا موسم آتا تو ان درختوں کے پھل حضورؐ کی خدمت اقدس میں پیش کرتے تھے

دعا کا احسان

جب بحرین زیرِ نگیں آیا تو حضور اکرمؐ نے انصار کو وہاں زمینیں دینی چاہیں تو انہوں نے یہ شرط بھی رکھی کہ مہاجرین کو بھی اسی قدر زمینیں عطا فرمائی جائیں۔

انصار کے اس غیر معمولی ایثار و ہمدردی کو دیکھ کر مہاجرین نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہم جس قوم میں آکر اترے ہیں ان سے بڑھ کر غمگسار، مخلص، تنگی و فراخی ہر حال میں مدد گار کسی اور قوم کو نہیں پایا۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ تمام اجر انہیں کو مل جائے گا اور ہم محروم رہ جائیں گے۔ فرمایا نہیں۔ تم ان کے لئے دعا کرتے رہو یعنی دعا کا احسان درہم و دینار سے کہیں زیادہ ہے۔ ۵

بصیرتِ نبوی کا شاہکار

مواخات کا یہ نظام بصیرتِ نبوی کا شاہکار ہے۔ یہ مہاجرین کی فوری بحالی کا معاشی منصوبہ تھا۔ سیکڑوں بے روز گاروں کا معاشی مسئلہ ایک ہی دن اور ایک ہی نشست میں حل فرما دیا۔ توکل کے ساتھ راہِ خدا میں ہجرت کی یہ پہلی برکت تھی۔ اس کی نظیر تاریخِ عالم کے ابوابِ اخلاق و تمدن میں ملنی مشکل ہے۔

اس انتظامِ معیشت کی بنیاد "مواخاۃ" (بھائی بندی) پر رکھی گئی۔ جس طرح دو بھائیوں کے آپس میں حقوق ہوتے ہیں۔ یعنی باپ کے مال میں برابر کے حقدار اور حصہ دار، جائیداد میں ہم پلہ وارث۔ اسی طرح کا یہ رشتہ تھا۔ دستر خوان ایک، نفع و نقصان برابر۔ کوئی کسی کا محتاج نہیں۔ کوئی کسی کا آقا نہیں، کوئی کسی کا غلام نہیں، کسی کا درجہ کسی سے کسی طرح کم نہیں۔ سب کے سب ایک کنبے کے افراد کی مانند

مساوات اور اخوّت کی برکات سے مالا مال۔

انصار کی معیشت کا دارومدار زراعت پر تھا۔ یہاں کی تجارت پر یہودیوں کی اجارہ داری تھی۔ اجارہ داری قائم ہونے کی وجہ سے وہ انصار کی کمزوریوں سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے تھے۔ جب فصل بوئی جاتی تو اس مرحلے پر انصار کو سرمایہ کی ضرورت پیش آتی۔ یہودی انہیں قرض کے جال میں بری طرح جکڑ لیتے اور جب فصلیں تیار ہو جاتیں تو ان سے ان کی مجبوریوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے سستے داموں پر فصل ہتھیا لیتے تھے۔ یہ ساہو کاری کا ایک ایسا جال تھا جس میں اوُس و خزرجُ کے قبیلے اس طرح پھنسے ہوئے تھے کہ ان کا اس سے نکلنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن تھا۔ اب انہیں ایسے بھائی میسر آ گئے تو ان کی یہ مشکل حل ہوتی نظر آئی کیوں کہ مہاجرین تجارت کے گرُ جانتے تھے اور تجارتی سوجھ بوجھ میں یہودیوں سے کسی طرح کم نہیں تھے۔ اللہ اور اس کے رسول ؐ سے ڈرنے اور محبت کرنے والے تھے۔ مہاجرین کے آباد ہونے سے انصار کو یہودیوں کے سود در سود کے کاروبار، چور بازاری، گراں فروشی، اِحتکار، اور ذخیرہ اندوزی سے نجات ملی۔ ادھر مہاجر جو کاشتکاری کو عار سمجھتے تھے محنت کی عظمت، اور زمین کی برکت سے مستفیض ہوئے اس معاشی حکمتِ عملی نے عیّار و مکار یہودی قوم کو بے بس کر کے رکھ دیا۔ اللہ کی رضا کی خاطر بھائی چارہ برکتوں والا معاشی نظام ثابت ہوا۔

بھائی بندی

اس متبرک رشتے میں کون کس کا بھائی بنا ان میں چند نام یہ ہیں۔ ؎

مہاجرین	انصار	قبیلہ
۱۔ حضرت ابو بکرؓ بن ابی قحافہ رضؓ	حضرت خارجہؓ بن زید	حارث بن خزرج
۲۔ حضرت عمرؓ بن خطاب	حضرت عتبانؓ بن مالک	ایضاً
۳۔ حضرت عثمانؓ بن عفان	حضرت اوسؓ بن ثابت	بنی نجار
۴۔ حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح	حضرت سعدؓ بن معاذ	بنی عبدالاشہل
۵۔ حضرت زبیرؓ ابن عوام	حضرت سلامۃؓ بن وقش	ایضاً
۶۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر	حضرت ابو ایوب انصاریؓ	بنی نجار
۷۔ حضرت عمار بن یاسرؓ	حضرت حذیفہؓ بن یمان	بنی عبدالاشہل
۸۔ حضرت سلمانؓ فارسی	حضرت ابو دردا رضؓ	بنی عو یمر بن ثعلبہ
۹۔ حضرت بلالؓ حبشی	حضرت ابو رویحہؓ	ایضاً
۱۰۔ حضرت سعیدؓ بن زید	حضرت ابیؓ ابن کعب	بنی نجار
۱۱۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف	حضرت سعدؓ بن ربیع	حارث بن خزرج
۱۲۔ حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ	حضرت کعبؓ بن مالک	بنی سلمہ
۱۳۔ حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ	حضرت عویمؓ بن ساعدہ	بنی عمرو بن عوف

اس مواخات کے نتیجے میں تمام بے گھر، بے سہارا مہاجر کسی نہ کسی کے گھر میں بس گئے اور حصولِ رزق، تلاش معاش کی پریشانیوں سے بھی نجات مل گئی۔ اس عظیم واقعہ کے دوماہ بعد حضور اکرمؐ بھی حضرت ابو ایوبؓ کے مکان سے اپنے حجرہ میں فروکش ہوگئے۔ انصار کے بارے میں ارشاد نبویؐ ہے کہ انصار میں سب سے برتر و بہتر گھرانا بنی نجّار کا گھرانہ ہے۔ اس کے بعد عبدالاشہل، بنوساعد اور انصار کے سب محلوں میں بہتری ہے۔ ۵۷

مواخات بین المہاجرین

ابن ہشام نے مواخات بین المہاجرین کا بھی ذکر کیا ہے۔ مولانا محمد ادریس کاندہلویؒ نے "سیرت المصطفیٰؐ" میں مواخات کے دو مرتبہ وقوع پذیر ہونے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ فقط مہاجرین کے مابین مواخات مکّہ میں ہوئی اور مہاجرین و انصار کی مدینہ میں۔ مکّہ میں ہونے والی مواخات میں حسبِ ذیل بھائی بندی کے رشتے قائم ہوئے تھے۔ ۵۸

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ	حضرت عمر فاروقؓ
۲۔ حضرت حمزہؓ بن عبدالمطّلبؓ	حضرت زیدؓ ابن حارثہ
۳۔ حضرت زبیرؓ ابن عوام	حضرت عبداللہؓ ابن مسعود
۴۔ حضرت عثمانؓ بن عفان	حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف

۵۔ حضرت عبیدہؓ بن حارث

۶۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر

۷۔ حضرت ابو عبیدہؓ ابن جراح

۸۔ حضرت سعیدؓ بن زید

حضرت بلالؓ بن رباح

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص

حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ

حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ

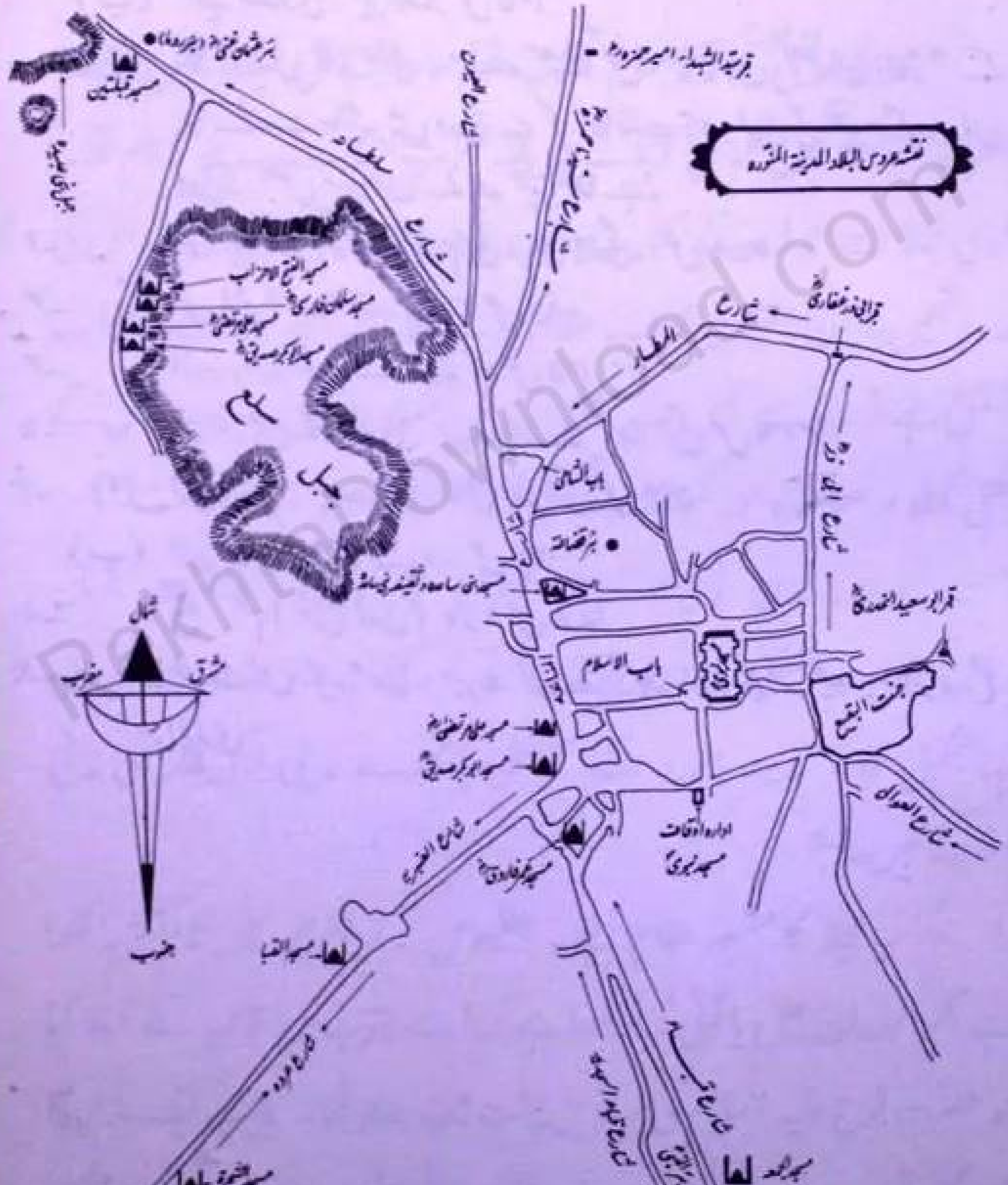

عہد نبوی میں مدینہ منورہ

حواشی و تشریحات

مواخات

۱۔ (ا) سید جمال حسینی : روضۃ الاحباب (اردو ترجمہ) ص ۱۳۶

(ب) سعید انصاری : سیر انصار ص ۱۰۵

(ج) محمد ادریس کاندھلوی : سیرت مصطفےٰؐ ص ۳۳۶ میں "عیون الاثر" کے حوالے سے حاشیہ میں درج ہے کہ مواخات مسجد نبوی کی تعمیر کے دوران ہوئی۔ بعض مورخوں نے بعد تعمیر لکھا ہے۔

۲۔ محمد حمید اللہ : رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی۔ ص ۲۷۸

۳۔ ابن اثیر : اسد الغابہ جلد ۴ ص ۸۶

۴۔ اردو دائرہ المعارف۔ جلد ۱۹ ص ۴۵

۵۔ محمد ادریس کاندھلوی : سیرت المصطفےٰؐ جلد اوّل ص ۳۳۹

۶۔ (ا) ابن ہشام : سیرت النبیؐ کامل جلد اوّل ص ۵۶۲

(ب) ابن حزم : جوامع السیرہ۔ ص ۱۲۰

۷۔ صحیح مسلم (شرح نووی) جلد ۶ ص ۱۷۷

۸۔ محمد ادریس کاندھلوی : سیرت المصطفےٰؐ جلد اول بحوالہ عیون الاثر و فتح الباری

یثرب (مدینۃ النبیؐ)

مدینۃ النبیؐ کا قدیم نام اثرب تھا جو یثرب کی ایک شکل ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اثرب سارے مدینے کا نام تھا۔ وادی قناۃ سے جرف کے کنارے اور برنی سے لے کر زبالہ تک اس کی حدود تھیں۔ ان بستیوں کا صدر مقام یثرب تھا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ یثرب مشتق ہے ثرب سے جس کے معنی ہیں شرو فساد یا تثریب سے جس کے معنی گناہ پر مواخذہ اور گرفت کے ہیں[1]

مدینہ، مدن (قیام کرنا، ٹھہرنا) یا دان (اطاعت، فرماں برداری) سے مشتق ہے۔ مدینہ اس بستی کو کہتے ہیں جو بہت سے گھروں پر مشتمل ہو۔ مدینہ منورہ کے مستقل باشندے مدینی اور عارضی مدنی کہلاتے ہیں[2]

یہ حجاز کا مشہور مقام ہے۔ بطلیموس کے جغرافیہ میں نام یثربہ لکھا ہے معجم البلدان میں یاقوتی نے لکھا ہے کہ اسے یثرب بن قانیہ نے آباد کیا جو حضرت نوح علیہ السلام کی ساتویں پشت میں سے تھا۔ یثرب ایک بازار کا نام بھی تھا۔ دور جاہلیت میں یہاں ایک وبائی بخار سے بہت لوگ ہلاک

ہوئے تھے اس لئے بھی اسے یثرب کہنے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد یثرب کا نام طیتبہ، طابہ، طیبہ اور مدینۃ الرسول ہو گیا اس کے علاوہ مدینہ کے اور نام مبارکہ (اس کے معنی برکت والا) عاصمہ، شافیہ، قدسیہ، مُحَرَّمہ، (عزت والا) مختارہ (چنا ہوا) قاصمہ، ناجیہ، جبارہ اور حبیبہ بھی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اب اسے یثرب کہنے سے منع فرمایا۔ قرآن مجید میں یثرب اور مدینہ دونوں نام استعمال کئے گئے ہیں۔ ابن حجر عَسقلانی نے مدینہ مُنورہ کے ایک ہزار اسماء بیان کئے ہیں۔ دیگر علماء نے ایک سو نام قلمبند کئے ہیں۔

مدینہ منورہ مکہ کے شمال میں ۴۵۵ کلو میٹر یا ۳۰۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس کا طول البلد ۳۹ درجے، ۵۰ دقیقے مشرقی اور عرض البلد ۲۴ درجے اور ۳۲ دقیقے شمالی ہے۔ خط استوا کے شمال میں واقع ہے۔ مغربی جانب سمندر ۱۳۰ میل پر ہے۔ ینبوع اس علاقے کی مشہور بندر گاہ ہے۔ سطح سمندر سے ۶۰۰ میٹر بلند ہے۔

مکہ کی طرح مدینہ منورہ بھی پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ اس کے مشرق میں "حَرَّۃُ الْوَاقِم" مغرب میں "جَبَلِ سَلْعٌ" و حَرَّۃُ الْوبرہ شمال میں کوہِ اُحد اور جنوب میں جبلِ عِیر ہے۔ کوہِ اُحد اور جبلِ عِیر دونوں شہر سے چار کلو میٹر کے فاصلے پر ہیں۔

آب ہوا موسم گرما میں شدید گرم، موسم بہار و خزاں میں معتدل

طور موسم سرما میں بہت سرد ہوتی ہے۔ مکہ سے شام کو جانے والی تجارتی شاہراہ تقریباً وسط میں ہے۔ جنگی اور جغرافیائی حیثیت سے اس کا محل وقوع ایک مستحکم قلعہ کی طرح ہے۔

یثرب دو حرّوں، حرّۃِ الوَبْرہ (مغربی سمت) اور حرّۃ الوَاقم (مشرقی جانب) سے گھرا ہوا ہے۔ ان حرات نے اسے قلعہ بند شہر بنا دیا ہے۔ حرّۃ یا لابہ عربی میں جلے ہوئے سیاہ پتھروں کو کہتے ہیں۔ جن کو آتشیں سیاہ مادے نے ایک دوسرے سے جوڑ دیا ہے۔ یہ بالکل بے ترتیب، سخت نوکیلے اور آڑے ترچھے سیاہ پتھر ہیں۔ ان پر پیدل یا سوار گزرنا مشکل ہے۔ یہ زیادہ تر مکہ اور تبوک کے درمیان واقع ہیں، جو تقریباً سو میل کے رقبے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ سطح سمندر سے کافی بلندی پر ہیں۔ بعض کی اونچائی ۵ ہزار فٹ سے بھی زیادہ ہے۔ ان حرّات کی وجہ سے زمین زرخیز ہے۔ وادیوں میں سیلاب کا پانی بھی خوب بہتا ہے جن میں مشہور وادی عَقیق اور رَانونا ہیں۔

یثرب کے جنوبی سمت میں گھنے نخلستان، بڑے بڑے باغات اور گنجان آبادی تھی۔ پتھر سے بنے مکانات ایک دوسرے سے ایسے ملے ہوئے تھے کہ بیرونی حملہ مشکل تھا۔ البتہ شمالی حصہ کھلا ہوا تھا۔ اس طرف سے مداخلت ممکن تھی چنانچہ غزوہ احزاب کے موقع پر اسی طرف خندق کھود کر شہر کو محفوظ کیا گیا تھا۔

یہاں کی آراضی دو قسم کی ہے۔ ایک سفید رنگ کی ریتیلی زمین جو مشرقی جانب ہے دوسرے سیاہ رنگ کی جو قباء، عوالی اور عقیق میں ہے۔ اہل یثرب کاشتکاری اور باغبانی پر گزر بسر کرتے تھے۔ کھیتی میں جو، گیہوں، پھل اور سبزیاں پیدا کی جاتیں، کھجوریں بہترین اور کئی اقسام کی ہوتیں، پھلوں میں انگور، انار اور نارنگی بکثرت کاشت کی جاتی، ان کے باغات ان کی بیشتر ضرورتیں پوری کرتے جو غذا، ایندھن، تعمیرات کے لئے لکڑی، جانورں کے لئے چارہ وغیرہ سے متعلق ہوتی تھیں۔

صنعتیں یہودیوں کے ہاتھ میں تھیں۔ وہ سودی کاروبار کرتے تھے۔ اس لئے مالدار تھے۔ بنی قَینُقاع کے یہود سنار تھے۔ سُوقِ قَینُقاع سونے چاندی کے زیورات، نقرئی مصنوعات اور کپڑے کی خرید فروخت کا خاص بازار تھا۔ سوتی، ریشمی کپڑے، غالیچے، پردے، عطر و مشک کے بھی بازار تھے۔ یثربی لوگ خوش مزاج تھے۔ رہنے کے لئے دو منزلہ عمارت بناتے تھے۔ سلائی، رنگائی، معماری، خشت سازی اور سنگ تراشی کی صنعتیں عام تھیں۔ عورتیں بُننے اور کاتنے کا کام کرتی تھیں۔ زیورات میں پازیب، کنگن، کڑے، بازو بند، بندے، بالیاں، ہار انگوٹھیاں استعمال کرتی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت یثرب مختلف حصوں میں بٹا ہوا تھا۔ اس میں یہودی اور عرب قبائل آباد تھے۔ اَوس و

خزرج یہودیوں کے بہت بعد میں آکر آباد ہوئے۔ سَمْہودی نے قدیم مورخوں کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہاں یہودیوں کے بیس سے زیادہ قبائل تھے۔ ان کے قلعوں کی تعداد ۵۹ تھی۔ ان کے بعد آنے والے عربوں نے بھی اپنے قلعے بنائے جن کی تعداد ۱۳ تھی۔ اوس جن علاقوں میں آباد ہوئے وہ زرخیز علاقہ تھا۔ یہ عُوالی کہلاتا تھا جو مدینہ کے جنوب اور مشرق میں تھا۔ خَزْرَج کے قبائل وسطی اور شمالی علاقے میں بس گئے جو مدینہ کا نشیبی حصہ ہے۔ یہ علاقہ زیادہ سرسبز نہ تھا۔ ان کے پڑوس میں یہودیوں کا قبیلہ قَینُقَاعُ آباد تھا ان کے دوسرے دو بڑے قبیلے بنی نَضِیر اور بنی قریظہ تھے جن کے اَوس و خَزْرَج سے جدا جدا معاہدے تھے۔ اس زمانے میں عربی قبائل کو یہودیوں پر بالادستی حاصل تھی۔ دینی معاملات میں وہ قریش کے تابع تھے۔ منات ان کا محبوب بُت تھا جس کی بڑی عقیدت کے ساتھ پوجا کرتے تھے۔ یہ ساحل کے قریب مکہ مدینہ کے درمیان جبلِ قُدید کے مقابل مشلّل کے مقام پر نصب تھا۔

یثرب میں دو قسم کے علاقے تھے۔ ایک وہ جو زرعی زمینوں اور مکانات پر مشتمل تھا۔ دوسرا علاقہ قلعہ بند تھا۔ جہاں گڑھیاں (آطام) تھے۔ ان ۵۹ گڑھیوں کے دروازوں پر بازار لگتے۔ فصیل میں روشندان ہوتے جو باہر سے بند اور اندر سے کھولے جاتے۔ حملے کے وقت وہ دروازے بند کر لیتے اور قلعہ بند ہو جاتے تھے

تصدیق سے تکذیب تک

اُمّ المومنین حضرت صفیہؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں اپنے والد حُیّ بن اَخطب کی بڑی چہیتی بیٹی تھی۔ جب ان کے سامنے جاتی تو بے اختیار گود میں اٹھا لیتے اور پیار کرتے جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو میرے والد اور چچا ابو یاسر بن اخطب منہ اندھیرے آپؐ سے ملنے گھر سے نکل گئے اور غروب آفتاب کے بعد لوٹے۔ جب واپس آئے تو تھکاوٹ کی وجہ سے نڈھال تھے اور آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ میں ان کے پاس گئی تو انہیں غضبناک حالت میں دیکھا۔ کسی نے میری جانب توجہ نہیں کی۔ چچا نے کہا میرا کہنا مانو بے شک یہ وہی نبیؐ محترمؐ ہیں ہم لوگ جن کے منتظر تھے۔ وہ تشریف لے آئے ہیں لہٰذا ان پر ایمان لاؤ۔ میرے باپ نے ان سے پوچھا کیا تم انہیں پہچانتے ہو؟ کیا تم ان کی تصدیق کرتے ہو؟۔ چچا نے جواب میں کہا، ہاں۔ اس کے ساتھ ہی چچا نے پوچھا کہ اب تمہارے دل میں کیا ہے؟ تو انہیں جواب ملا کہ میں ان کی کبھی تصدیق نہیں کروں گا۔

حُیّ یہودی قوم کا سردار تھا۔ اسی کا کہنا مانا گیا اور وہ حضورؐ کے دشمن ہوگئے کسی نے بھی ابو یاسر کا کہنا نہ مانا۔

کچھ تو پیغام زبانی اور ہے

حضرت جابرؓ بن سمرہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عالم صحابہ کرام کے پاس آیا اور پوچھا تمہارے صاحب کہاں ہیں جو نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں؟ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں اور ان سے گفتگو کرنے کے بعد سمجھ لوں گا کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں یا جھوٹے۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور وہیں قریب بیٹھ گئے۔ اس شخص نے نبی محترمؐ کی جانب غور سے دیکھا اور کہنے لگا ذرا اپنی الہامی کتاب سے کچھ سنائیے۔؟ حضورؐ نے کلام اللہ سنایا تو وہ تلاوتِ قرآن مجید کو خاموشی سے سنتا رہا اور جب آپؐ خاموش ہوئے تو کہا۔ واللہ! موسیٰ علیہ السلام کی توارت اور آپ کا قرآن ایک ہی آفتاب کا نور ہیں۔ آپؐ کا دعویٰ نبوت صادق اور اس کا نہ ماننے والا کاذب ہے۔[۲۶]

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے کہ ایک یہودی عالم ایسے وقت آیا جس وقت آپؐ تلاوت فرما رہے تھے۔ سن کر پوچھا یہ قصہ آپؐ کو کس نے بتلایا۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی تعلیم دی ہے۔ یہ سن کر وہ اپنی قوم میں واپس چلا گیا اور کہنے لگا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن کو توریت کے مطابق ہی پڑھتے ہیں۔ اپنے عالم کی زبان سے اس اطلاع نے ساری قوم کو حیرت میں ڈال دیا۔ کئی لوگ آپؐ سے ملنے

کے لئے اس کے ساتھ آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے بشرے کو اپنی کتاب کی بشارتوں کے مطابق پایا۔ شانۂ مبارک سے چادر ڈھلکی تو مُہرِ نبوت کی زیارت بھی ہوئی۔ سورۂ یوسف کو پھر سے سننے پر اصرار کیا اور جب سورۂ یوسف دوبارہ سنی تو دل کی بات زبان پر آگئی اور سب کے سب ایمان لے آئے۔[۲]

یہود

یثرب میں ان کے تین بڑے قبیلے آباد تھے۔

۱۔ بنو قَیْنُقَاع

۲۔ بنو نَضِیر

۳۔ بنو قُرَیْظَہ

ان کی ذیلی شاخیں بیس سے زیادہ اور جملہ تعداد پانچ ہزار سے اوپر تھی۔ جن میں لڑنے والے ہر قبیلہ میں سات سو افراد تھے۔ آپس میں اتحاد نہیں تھا اس لئے لڑتے رہتے تھے۔ بنو قَیْنُقَاع کو جب بنو نَضِیر اور بنو قُرَیْظَہ نے نواحی بستیوں سے بھگا دیا تو شہر کے اندر خاص محلوں میں رہنے لگے۔ وہ قبائلی عرب سرداروں کی حمایت میں چین سے رہتے اور بدلے میں انہیں سالانہ محصول ادا کرتے تھے۔ قَیْنُقَاع کے لفظی معنی سُنار کے ہیں۔ یہی ان کا پیشہ تھا۔ بڑے مالدار تھے اور سودی لین دین کرتے تھے۔ نضیر کے معنی شاداب پودا یا تر و تازہ درخت کے ہیں۔ یہ قبیلہ

زراعت پیشہ اور نخلستانوں کا مالک تھا۔ قُرَیْظَہ کے معنی وہ درخت جو دباغت کے کام آتا تھا۔ بنو قریظہ چمڑے کی صنعت کو اپنائے ہوتے تھے۔ جفت سازی (جوتے بنانے کا کام) کرتے تھے۔ یہودی اس پیشے کو حقیر سمجھتے تھے چنانچہ بنو نضیر کے یہودی کی بہ نسبت بنو قریظہ کے یہودی کا خوں بہا آدھا ہوتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غیر منصفانہ درجہ کو ختم کرکے بنو قریظہ کو بھی مساوی درجہ عطا فرمایا۔ جس کی وجہ سے بنو نضیر کا کعب بن اشرف آپؐ کا جانی دشمن ہوگیا۔

یہود آسمانی شریعت کے حامل تھے۔ پھر بھی تورات میں تحریف کرتے رہتے تھے ان کے اپنے مدارس تھے۔ انبیاء علیہم السلام اور رسولوں کے حالات پڑھتے، دینی، شرعی احکامات کو مانتے اور مخصوص قوانین پر عمل کرتے تھے۔ یوم عاشورہ پر روزہ رکھتے۔ اپنی عیدیں الگ مناتے تھے۔ عرب عورت جس کا لڑکا زندہ نہ رہتا وہ نذر مانتی کہ بچہ زندہ رہا تو اسے یہودی بنا دے گی۔ اس طرح بہت سے عرب یہودی بن گئے۔

وہ مالی اعتبار سے مستحکم، سودی لین دین کے عادی، سونے چاندی کے بیوپاری، دولت پر جان دینے والے تھے۔ کسانوں کو کھیتی کے موقع پر قرض دے کر زراعت میں خوب حصہ بٹورتے تھے۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو بھی رہن رکھتے تھے۔ منڈیوں میں خرید و فروخت کے سلسلے میں من مانی کرتے تھے۔ مصنوعی قلت پیدا کرنا۔ چور بازاری اور ذخیرہ اندوزی

کے حربے استعمال کرنا ان کی فطرت تھی۔ ان کی حرص زر کا یہ عالم تھا کہ میٹھے کنوؤں کا پانی ڈولوں کے حساب سے فروخت کرتے تھے۔ اکثر قبیلہ اوس و خزرج کو آپس میں لڑا کر مالی منفعت حاصل کرتے۔

ان کی اصل زبان عبرانی تھی۔ عبادت اور تعلیم میں اسے استعمال کرتے، عربی پر بھی عبور تھا۔ لیکن اس میں عبرانی زبان کی آمیزش کرتے تھے۔ روزمرہ کا کام عربی میں ہی انجام دیتے تھے۔

یثرب میں یہود کے علاوہ نصرانی (عیسائی) بھی رہتے تھے۔[۸۰]

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے صحیح سلامت بچ کر نکل جانے پر قریش کباب سیخ کی طرح پہلو بدل رہے تھے۔ دشمنان دین، دشمنان رسول کو کسی پل قرار نہ تھا۔ رہ رہ کر وہ اس خیال سے پریشان تھے کہ اب وہ اہل مدینہ کے بل بوتے پر قریش پر حملہ کردیں گے۔ ہماری ایک ایک زیادتی کا بدلہ لیں گے۔ ان کے تجارتی قافلے غیر محفوظ ہوگئے۔ ان اندیشوں کی وجہ سے ان کی نیندیں اڑ گئیں۔ آخر انہوں نے خزرج کے اس سردار ہی کو ساز باز کے لئے مناسب جانا جس کا تخت و تاج اور مدینہ کی بادشاہت اہل ایمان کی آمد کی وجہ سے کھٹائی میں پڑ گئی تھی۔ قریش کی نظر میں وہی ذی اثر اور ذی رتبہ تھا۔ چنانچہ عبداللہ ابن ابی سلول کے نام اس مضمون کا خط لکھا۔[۸۱]

"تم نے ہمارے آدمی کو اپنے یہاں پناہ دی ہے۔ ہم خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ یا تو تم لوگ ان کو قتل کر ڈالو یا مدینہ سے نکال دو۔ ورنہ ہم سب لوگ تم پر حملہ کر دیں گے اور تم کو فنا کر کے تمہاری عورتوں پر تصرف کریں گے"۔

جو کوئی چاہنے والا طواف کو نکلے
نظر چرا کے چلے جسم و جاں بچا کے چلے

صحیح بخاری میں ہے کہ قبیلۂ اوس کے سردار حضرت سعدؓ بن معاذ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے کچھ عرصہ بعد بیت اللہ کی زیارت کے لئے مکہ کا سفر کیا۔ سردار مکہ اُمیّہ ابن خلف یثرب آتا تو ان ہی کے پاس ٹھہرتا اور اگر وہ کبھی مکہ جاتے تو اس کے یہاں مہمان ہوتے۔ چنانچہ اس بار بھی اس کے گھر ٹھہرے اور کہا کہ ایسا تنہائی کا وقت بتاؤ جس میں یکسوئی سے کعبہ کا طواف کر سکوں۔

اُمیّہ انہیں عین دوپہر کے وقت لے گیا کہ دھوپ کی شدت سے کوئی حرم میں نہ ہو گا لیکن اتفاقاً ابوجہل سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ اس نے دیکھتے ہی کہا:۔

"تم مکہ میں امن کے ساتھ طواف کر رہے ہو حالانکہ تم نے بے دینوں کو پناہ دے رکھی ہے۔ تمہارا دعویٰ ہے کہ تم انکی مدد کرو

گے۔ اگر تم ابو صفوان (کنیّت) کے ساتھ نہ ہوتے تو اپنے گھر صحیح سلامت واپس نہ جاتے"

حضرت سعدؓ نے بڑی آواز سے جواب دیا۔ ہاں ہم ان کی مدد کریں گے۔ دونوں میں سخت کلامی ہونے لگی۔ بات بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچی کہ حضرت سعدؓ نے کہا۔ اگر تو مجھے طوافِ کعبہ سے روکے گا تو میں شام جانے کا تجارتی راستہ بند کردوں گا۔ اُمیّہ بار بار حضرت سعدؓ کو کہتا رہا اپنی آواز وادیٔ مکہ کے سردار کی آواز سے زیادہ بلند نہ کرو۔ حضرت سعدؓ کو غصہ آگیا۔ فرمایا۔ اے اُمیّہ رہنے دے۔ اللہ کی قسم میں نے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسلمان تجھ کو قتل کریں گے۔ پوچھا۔ کیا مجھے مکّہ میں قتل کریں گے؟ کہا مجھے یہ نہیں معلوم پھر سعدؓ مکّہ سے واپس ہوگئے۔

ان کے مقاصد جلیل

اس پس منظر میں مدبّر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں بسنے والوں کو ایک معاہدہ کا پابند کرنا ضروری سمجھا تاکہ بیرونی دشمن کے حملے کی صورت میں مدینہ میں جان و مال محفوظ رہ سکے اور بوقت ضرورت دفاع بھی کیا جاسکے۔ قبیلۂ اَوس و خَزرج میں کوئی ایسا نہ رہا تھا جو حلقہ بگوش اسلام نہ ہوا ہو۔ البتہ قبیلہ اَوس کے صرف چند گھرانے بنی خَطمہ، بنی واقف، بنی وائل اور بنی اُمیّہ ایسے تھے جو ابھی شرک پر قائم تھے۔

نقشہ مدینہ منورہ

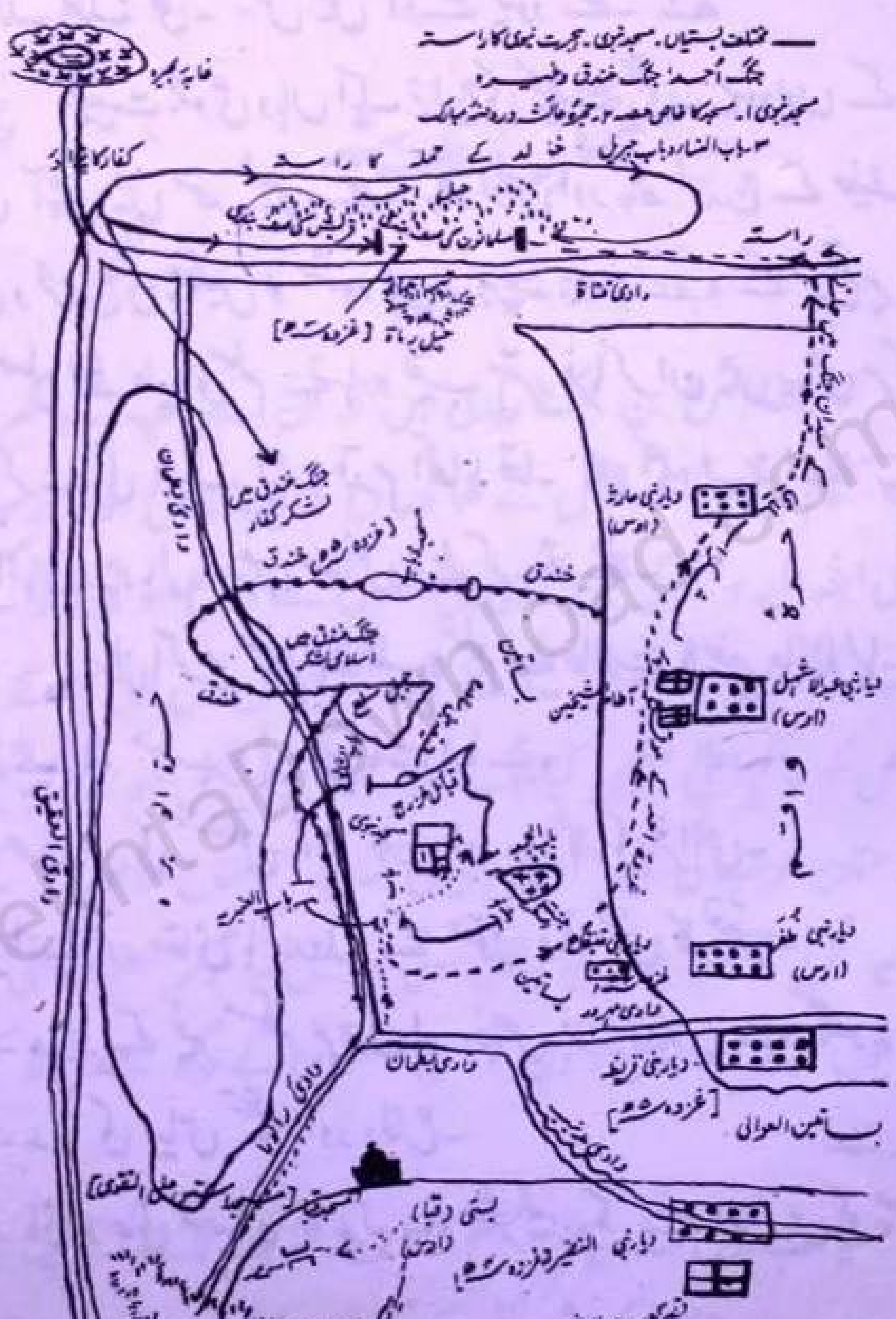

ڈاکٹر حمید اللہ کا خیال ہے کہ اس وقت مدینہ کی آبادی دس ہزار کے لگ بھگ تھی۔ جس میں آدھے یہود تھے۔ ۹

بحیثیتِ مجموعی وہاں ایک نراج کی کیفیت تھی۔ یہودیوں کے تینوں قبائل آپس میں متحد نہیں تھے۔ کچھ اوس اور کچھ خزرج کے حلیف تھے اوس و خزرج کی جنگیں تو مشہور ہیں۔ ہر چند بیعتِ عقبہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ نقیب مقرر فرما کر ان میں سیاسی مرکزیت پیدا کرنے کی طرف ایک قدم اٹھایا تھا۔ پھر بھی اپنے اپنے سقیفے (سائبان، چوپال) میں مسائل طے کرتے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالات کا بغور جائزہ لیا۔ بقول ڈاکٹر حمید اللہ حسبِ ذیل اقدامات فرمائے۔

ا۔ مہاجرین کی مستقل آباد کاری اور روزگار کی فراہمی۔

۲۔ اپنے اور مقامی باشندوں کے حقوق و فرائض کا تعین۔

۳۔ مدینہ کے غیر مسلم عربوں اور خاص کر یہودیوں سے سمجھوتہ۔

۴۔ مدینہ کی سیاسی تنظیم اور دفاع۔

۵۔ مالی و جانی نقصان کا بدلہ، جو مشرکین مکہ سے مہاجرین کو پہنچا۔

میثاقِ مدینہ

حضرت انسؓ بن مالک راوی ہیں کہ ان کے باپ کے گھر پر سارے مسلم و غیر مسلم قبائل کے نمائندوں کا ایک اجتماع ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجویز کہ بیرونی حملوں سے دفاع اور مدینہ والے قبائل کے جھگڑوں کے تصفیہ کے لئے ایک تنظیم عمل میں لائی جائے نیز ایک شخص کو حاکم اعلیٰ متعین کیا جائے اور حقوق و فرائض لکھ لئے جائیں پھر یہ دستاویز مرتب کی گئی۔ المقریزی کی کتاب "امتاع الاسماع" کے مطابق یہ تحریر آنحضرتؐ کی نیام میں ہوتی بعد میں یہ تلوار حضرت علیؓ کو ملی تو انہوں نے کوفہ میں لوگوں کو اس دستاویز کے کچھ حصے پڑھ کر سنائے۔[۱]

سیاستِ مدن کے سیاس اعظمؐ نے مدینہ تشریف لانے کے چند ماہ بعد ہی مندرجہ بالا مقاصد کو پیش نظر رکھ کر ایک نوشتہ مرتب فرمایا جسے "صحیفہ" (دستور العمل اور فرائض نامہ) "اور کتاب" (یعنی لکھا ہوا) کے نام سے مورخوں نے موسوم کیا ہے۔ اسے میثاق النبیؐ کا نام

بھی دیا گیا ہے۔ بقول محقق اسلام ڈاکٹر حمید اللہ یہ "شہری مملکت مدینہ" کا دستور تھا۔ اور دنیا کا سب سے "پہلا تحریری دستور" بھی ہے۔ خوش قسمتی سے یہ اہم تاریخی دستاویز لفظ بہ لفظ محفوظ ہے۔ یہ سیاست دانوں کے لئے ایک روشن مثال ہے کہ مملکت کے قیام کے بعد سب سے پہلا کام اس کا "دستور" مرتب کرنا ہے۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اُمّی (ناخواندہ) ہیں لیکن دنیا کو ایک ایسا دستور عطا فرما رہے ہیں جس کی نظیر نہیں ملتی۔ سوال یہ ہے کہ ایسا مثالی، تاریخ ساز، انقلاب آفریں اور جاوداں دستور، عہد نامہ، نوشتہ یا صحیفہ، کس طرح وجود میں آیا؟ غور کیجئے تو یہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت اور رسالت کا ناقابلِ تردید اور منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ بصیرت کسی بشر کے لئے ممکن نہیں یہ خیر البشرؐ کا خاصہ ہے جو الہامی بصیرت کا حامل ہے۔

اس معاہدے میں حضور اکرمؐ کی حیثیت حکمراں اور حکم کی سی ہے۔ یہ بات آپؐ نے یہود جیسی شاطر، عیّار اور سیاست کی صدیوں سے ماہر قوم سے منوائی جو کہ ایک بہت بڑی سیاسی فتح ہے۔ اس کے قطع نظر مختلف عقائد، مذاہب، قبائل اور جماعتی وابستگی رکھنے والوں کو اعلیٰ انسانی مقاصد کی خاطر ایک نظام میں متحد کردینے والی یہ دستاویز اپنی مثال آپ ہے۔ آج دنیا عالمی حکومت کے جس تصور کی طرف پیش قدمی

کر رہی ہے اسے ہر قوم کے حقوق کے تحفظ، اجتماعی امن اور ہمہ جہتی ترقی کے مسائل میں دنیا کے اس پہلے تحریری دستور سے بڑی رہنمائی مل رہی ہے۔

میثاق مدینہ کب ہوا؟ اس کی تاریخ عام طور پر مذکور نہیں۔ تاریخ الخمیس میں لکھا ہے کہ ہجرت کے پانچ ماہ بعد ہوا۔ اس آئین میں تحریر شدہ اہم باتوں کو اختصاراً اس طرح بیان کیا ہے:

۱۔ خوں بہا، فدیہ اور دیت کا طریقہ جو عہدِ جاہلیت میں رائج تھا اب بھی برقرار رہے گا۔ (اسے حضور اکرمؐ نے جوں کا توں برقرار رکھا۔)

۲۔ قوم یہود کو مذہبی آزادی حاصل رہے گی اور وہ مسلمانوں سے دوستانہ تعلقات رکھیں گے۔

۳۔ جنگ کی صورت میں فریقین ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہوں گے۔ بیرونی طاقت اگر مدینہ پر حملہ آور ہوگی تو مسلمان اور یہود شانہ بشانہ مل کر اس حملہ کو روکنے کے لئے مدافعت کریں گے۔

ہے رگِ ساز میں رواں صاحبِ ساز کا لہو

"دستور مملکتِ مدینہ" میں کل ۴۷ دفعات یا فقرے ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ کا خیال ہے کہ اس دستور کی دفعات ۱ تا ۲۳ حضورؐ کے مدینہ آنے کے چند مہینے کے اندر اندر مرتب ہوئیں کیونکہ ان کے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حصہ "دستور العمل مہاجرین و انصار" ہے۔

دفعات ۲۴ تا ۴۷ کے پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ "دستور العمل یہودیان" ہے۔ یہ سن ۲ ہجری میں جنگِ بدر کے بعد مرتب ہوا ہوگا جب کہ مسلمانوں کی دھاک قریش اور یہود پر بیٹھ گئی۔ نیز ابو داؤد نے اپنی "سنن" میں بھی یہی لکھا ہے۔[۱۳]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد پہلا فقرہ ہے۔ "یہ ایک حکم نامہ ہے نبی اور اللہ کے رسول محمدؐ کا قریش اور اہل یثرب میں سے ایمان اور اسلام لانے والوں اور ان کے مابین جو ان کے تابع ہوں اور ان کے ساتھ ہو جائیں اور ان کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیں"۔

دوسرا فقرہ ہے "تمام (دنیا کے) لوگوں کے بالمقابل ان کی ایک علیحدہ سیاسی وحدت (امت) ہوگی"۔

تیسرا فقرہ ہے "قریش سے ہجرت کر کے آنے والے اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور اپنا خوں بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور اپنے ہاں کے قیدی کو فدیہ دیکر چھڑائیں گے تاکہ ایمان کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو"

فقرات ۴ تا ۱۱ میں "قریش سے ہجرت کر کے آنے وا۔ لے" کی جگہ مدینہ میں بسنے والے قبائل کے نام "بنی عوف، بنی الحارث بن خزرج، بنی ساعدہ، بنی عمرو بن عوف، بنی نبیت اور بنی اوس" کا نام الگ الگ لیکر باقی حصہ بار بار دہرایا گیا ہے۔ آخری فقرہ ۲۳ میں پھر

دہرایا گیا ہے "اور یہ کہ جب کبھی تم میں کسی چیز کے متعلق اختلاف ہو تو اسے اللہ اور محمدؐ سے رجوع کیا جائیگا"۔

فقرہ ۱ اور ۲۳ میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے منبع اقتدار ہونے کا اعلان کیا گیا ہے۔ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا اقرار اور آخری فیصلہ ان ہی کا تسلیم کیا گیا۔ اس کے عملی نفاذ کے لئے مدینہ کی قبیلہ و محلّہ وار تقسیم عمل میں آئی۔ جس کا میر محلّہ "نقیب" نائبان محلّہ "عریف" اور اجتماع گاہ "سقیفہ" کہلاتے تھے۔ یہ محلّہ وار تنظیمیں خود مختار اور خود مکتفی تھیں۔ اس حصہ میں یہودیوں کا ذکر اس طرح آیا کہ "اور یہ یہودیوں میں سے جو ہماری اتباع کرے گا اسے مدد اور مساوات حاصل ہوگی۔ نہ ان پر ظلم کیا جائے گا اور نہ ان کے خلاف کسی کو مدد دی جائے گی"۔ اس بارے میں ڈاکٹر حمید اللہ کا خیال ہے کہ "انصار کے بعض لوگ یہودیت قبول کر چکے تھے۔ خاص کر بعض بچوں کو ان کے والدین منت مان کر یہودی بنا دیتے تھے"۔ یہ دفعہ خاص طور پر ان کے حقوق کے بارے میں تھی۔

دستور کا دوسرا حصہ دوسری قوم سے تعلقات یعنی حقوق و فرائض پر مبنی ہے۔ اس میں دس یہودی قبائل کا فرداً فرداً ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں فقرہ ۴۲ بہت اہم ہے جس کی رو سے یہودیوں نے بھی

آنحضرتؐ کے سیاسی اقتدار کو مان لیا اور ہر اختلاف میں آپ کے فیصلے کو آخری تسلیم کیا۔ اس دفعہ کے الفاظ ہیں "اور یہ کہ اس دستور والوں میں جب کوئی قتل یا جھگڑا رونما ہو جس سے فساد کا ڈر ہو تو اسے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کیا جائے گا اور اللہ اس شخص کے ساتھ ہے جو اس دستور کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ احتیاط اور زیادہ سے زیادہ وفاداری کے ساتھ تعمیل کرے"۔

اس دستاویز میں ایک جگہ لفظ "دین" بھی آیا ہے جو اپنے اندر "مذہب اور حکومت" کا مفہوم رکھتا ہے۔ یہودیوں سے شہر مدینہ کو "حرم" (جو بیس محلوں پر مشتمل چھوٹی سی بستی تھی) منوالینا بھی ایک سیاسی کارنامہ ہے۔ ایک لچکدار اور قابل عمل دستور کے تحت وفاقی نظام میں مسلمانوں، مشرکوں اور یہودیوں کو مدینہ کا محافظ بنا دینا ایک معجزہ سے کم نہیں تھا۔[۱۳۸]

اس آئین میں فقرات نمبر ا۔ ۳۹ اور ۴۴ میں تین جگہ لفظ "یثرب" استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ "مدینہ" نام اس میثاق کے بعد رائج ہوا "موطاؔ" امام مالکؒ میں ارشاد نبویؐ ہے کہ اب اس شہر کو یثرب نہ کہا جائے۔[۱۴] امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں ایک حدیث نقل کی ہے۔ جو شخص ایک دفعہ یثرب کہے اس کو لازم ہے کہ اس کی تلافی تدارک کے لئے دس بار لفظ مدینہ کہے۔

مواخات اور میثاقِ مدینہ کا مقصد حسبِ ذیل نتائج کا حصول تھا۔

۱۔ ریاست کی تاسیس، تنظیم اور بقاء

۲۔ قبائلی عصبیت کی جگہ رنگ، نسل، زبان، وطن اور خاندان سے بالاتر ایک ملّت کی تشکیل، مواخات کے ذریعہ رشتہ اخوت قائم کرنا اور انہیں ایک مقصدِ حیات سے وابستہ کرنا۔

۳۔ غیر مسلموں (مشرک) اور مذہبی جماعتوں (یہود اور نصاریٰ دونوں آجکل کی اصطلاح میں اقلیتوں) کے حقوق و فرائض کا تعیّن۔

۴۔ انصاف اور قانون کی بالا دستی والی حکومت کا قیام عمل میں لانا۔

۵۔ مساوات کے اصول پر معاشرے کی تعمیر میں مرکز مسجد نبوی اور تربیت گاہ صفّہ ہوگی۔

نکلے تری تلاش میں قافلہ ہائے رنگ و بو

تاریخ کا طالب علم، مسلم ہو کہ غیر مسلم جب کسی فلاحی مملکت کا تصور کرے گا تو عہد حاضر کے مشہور امریکی دانشور، ماہر سماجیات اور صاحب نظر تاریخ داں مائیکل ایچ ہارٹ کا ہم زبان ہو جائے گا۔ پروفیسر موصوف نے اپنی کتاب THE HUNDRED "دی ہنڈرڈ" میں باوجود عیسائی عقائد کا حامل ہونے کے داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں انقلاب برپا کرنے والی کامیاب ترین ہستیوں میں نمبر ایک قرار دیا ہے جبکہ نظریۂ ثقل کے بانی نیوٹن کو نمبر ۲ اور حضرت عیسیٰؑ کو تیسرے

نمبر پر رکھا ہے۔ اس کتاب میں تاریخ انسانی کی ان عظیم ہستیوں کا تذکرہ ہے جن کے فکر اور عمل نے وقت کے دھارے کا رخ موڑ دیا۔ جن کے کارنامے بیک وقت ماضی پر محیط حال پر طاری اور مستقبل پر اثر انداز ہیں جو تاریخ کے بوسیدہ اوراق میں نہیں انسانوں کی زندگی اور ان کے روز مرہ کے اعمال پر اپنی شخصیت کا پرتو ڈالتے ہیں۔ یہ سب بشر ہیں ان میں دین و دنیا کے ہر پہلو سے جامع الصفات ہستی خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔

دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا

مورخ عام طور پر حیات طیبہؐ کے مکی دور کو آزمائش و ابتلاء سے پُر بتاتے ہیں۔ یہ اس لحاظ سے درست ہے کہ مکہ میں ظلم وستم کے تیروں کا رخ صرف اور صرف ذات اقدسؐ یا پھر چند حق پرستوں کی جانب تھا۔ چونکہ مشرک تعداد میں بہت زیادہ تھے اقتدار کے مالک تھے۔ ذی اختیار و ذی مرتبہ تھے اس لئے ہر طرح سے عرصۂ حیات تنگ کرتے رہے۔ مگر مدینہ میں یہ ایک محاذ تین مورچوں میں تقسیم ہوگیا۔ ایک طرف خود کُفّارِ قریش تھے جو معاذ اللہ شکار کے صحیح و سالم محفوظ مقام پر نکل جانے پر چراغ پا تھے۔ دوسرے رخ پر یہود تھے جو رسول اکرمؐ کی آمد پر اوس اور خزرج کے شیر و شکر ہونے پر اپنی معیشت کو تباہ ہوتا ہوا محسوس کر رہے تھے۔

تیسرا سب سے خطرناک گروہ ان لوگوں کا تھا جو آستین کا سانپ تھے۔ یہ لوگ بظاہر کلمہ گو تھے اور اپنے آپ کو مسلمان کہلواتے تھے لیکن در اصل یہ مسلمانوں میں رہ کر اسلام سے دشمنی کرتے تھے۔ ان کا سرغنہ عبداللہ بن اُبَی ابن سَلول تھا جو یثرب کے تخت شاہی پر بیٹھے کا خواہشمند تھا۔

تجھ کو منظور ہے یہ ہاتھ قلم ہو جائیں؟

ان تینوں محاذوں پر دو طرف تو کھلے دشمن تھے۔ مکّہ کے حریف کفار قریش نے یثرب کے تخت و تاج کے آرزو مند بادشاہ کی نفسیاتی کیفیت سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہا۔ اسے خط لکھا تاکہ اس کے جذبات بھڑک اٹھیں اور ان کا مقصد پورا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کُفّار مکّہ کی اس حرکت اور خط کے بارے میں اطلاع ملی تو حضورؐ خود عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے گئے۔ اسے سمجھایا کہ کیا تم اپنے بھائیوں اور بیٹوں سے لڑو گے اور اگر ایسا ہوا تو تم ہی سوچو یہ کس کا نقصان ہو گا؟ یہ باتیں عبداللہ بن اُبَی کی سمجھ میں آگئیں۔ ادھر سے کچھ اطمینان ہوگیا تو دھمکی دینے والے دشمن کی طرف توجہ دینے سے پہلے یہود سے معاہدہ کر کے انہیں پابند کرلیا۔ اب سب سے بڑا خطرہ کفار قریش کی جانب سے تھا اندیشہ تھا۔ کہ وہ کسی وقت اچانک حملہ نہ کردیں۔ یہی دن تھے جب کہ مسلمانوں پر دن کا چین اور راتوں کی

نیندیں حرام تھیں۔ سُنن نِسائی میں ہے کہ حضور اکرمؐ رات رات بھر جاگا کرتے یہی نہیںﷺ بلکہ صحابہ کرامؓ شب خون کے ڈر سے ہتھیار باندھ کر سویا کرتے۔ کاشانہ نبوی پر جاں نثار آٹھوں پہر پہرہ دیتے صحابہ کرام باری باری مدینہ کا حفاظتی گشت کرتے چناں چہ ایسی ہی ایک رات جب خطرہ کا زیادہ امکان تھا تو حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا۔ "آج کوئی اچھا آدمی پہرہ دےﷺ ہونے والے فاتح ایران حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے نگہبانی کے فرائض سنبھال لئے۔ کبھی کبھی راتوں کو چیخ و پکار سنائی دیتی جب بھی ایسا واقعہ پیش آتا تو ساری بستی جاگ اٹھتی اور سب اپنی اپنی حفاظت کے لئے چوکس و مستعد ہو جاتے۔

ایک رات ایسی ہی خوف و ہراس کی فضا تھی کہ حضور اکرمؐ نے حضرت ابو طلحہؓ کا "مندوب" نامی گھوڑا لیا اور گشت پر نکل گئے۔ عجلت اتنی تھی کہ گھوڑے پر آرام کے لئے زین کسنے کا وقت بھی نہ تھا۔ گشت سے واپس آکر فرمایا اپنے اپنے گھروں میں آرام سے سو جاؤ۔ ڈر اور خطرے کی کوئی بات نہیںﷺ۔ اندرونی استحکام اور بیرونی سرگرمیوں دونوں پر حضور اکرمؐ کی بڑی کڑی نگاہ تھی اور یہی سربراہِ مملکت کا سب سے زیادہ اہم فرض اور بڑی ذمہ داری ہے۔

ان حالات میں حفاظت خود اختیاری پر عمل کرنا ضروری تھا۔ حضرت سعدؓ بن معاذ کی ابو جہل سے جو نوک جھونک ہوئی تھی اس میں بجا

طور پر قریش کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا گیا تھا۔ تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسب سمجھا کہ اہل مکہ کو مسلمانوں کی باخبری اور چوکس رہنے کا احساس دلایا جائے۔ حضور اکرمؐ نے ان کے تجارتی قافلوں کی نگرانی اور ٹوہ کی خاطر گشتی دستے بھیجنا شروع فرمائے۔ اس کا مقصد قریش کے تجارتی قافلوں کی ناکہ بندی اور قرب و جوار کے قبائل کو مسلمانوں کی طاقت کا احساس دلانا تھا۔ سب سے پہلا دستہ حضرت امیر حمزہؓ کی قیادت میں ہجرت کے ساتویں مہینہ رمضان سن ۱ ہجری مطابق مارچ ۶۲۲ء میں روانہ کیا گیا۔

مدینہ منورہ - سقیفہ بنی ساعدہ

RekhtaDownload.com

حواشی و تشریحات

یثرب

۱۔ نورالدین سمہودی : وفاءالوفاء (اردو ترجمہ۔ تذکرہ دیار حبیبؐ) ص ۲۲

۲۔ غلام جیلانی برق : معجم القرآن ص ۳۸۴

۳۔ محمد رابع ندوی : جزیرۃ العرب ص ۳۰

۴۔ یثرب سے متعلق مقالہ درج ذیل کتابوں کی مدد سے تیار کیا گیا

(ا) سید ابوالحسن علی ندوی : نبی رحمتؐ ص ۱۷۲

(ب) محمد رابع ندوی : جزیرۃ العرب ص ۲۳۹

(ج) اردو دائرہ المعارف : دانش گاہ پنجاب جلد ۲۰ ص ۲۲۹

تصدیق سے تکذیب تک

۵۔ (ا) محمد ادریس کاندھلوی : سیرۃ المصطفےٰؐ ص ۳۱۶

(ب) عبدالرحمٰن جامی : شواہد النبوہ ص ۱۲۲

۶۔ جلال الدین سیوطی : خصایص الکبریٰ جلد ۱ ص ۳۷۱

۷۔ محمد ادریس کاندھلوی : سیرۃ المصطفےٰؐ ص ۳۱۷ جلد اول

۸۔ (ا) شبلی نعمانی : سیرۃ النبیؐ ص ۳۱۲

(ب) اردو دائرہ المعارف جلد ۱۹ ص ۱۵۵ بحوالہ الوثائق السیاسیہ محمد حمید اللہ

۹۔ محمد حمید اللہ : عہد نبوی میں نظام حکمرانی ص ۳۹ کراچی

میثاق مدینہ

۱۰۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۹ ص ۱۶۱

۱۱۔ محمد حمید اللہ : عہد نبوی میں نظام حکمرانی ص ۷۵

۱۲۔ محمد ادریس کاندھلوی : سیرۃ المصطفےٰؐ حصہ اوّل ص ۳۵۲ بحوالہ تاریخ الخمیس

۱۳۔ محمد حمید اللہ: عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی ص ۸۶

۱۳۔ (ا) ابن ہشام: سیرت النبیؐ کامل (اردو ترجمہ) ص ۵۵۴

(ب) محمد حمید اللہ: محمد رسول اللہؐ (انگریزی سے ترجمہ نذیر حق۔ مطبوعہ نقوش رسول نمبر جلد دوم ص ۵۷۳

(ج) محمد حمید اللہ: عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی ص ۷۵

۱۴۔ موطا: امام مالک ص ۶۱۸

۱۵۔ شبلی نعمانی: سیرت النبیؐ جلد اوّل بحوالہ صحیح نسائی

۱۶۔ صحیح بخاری جلد دوم ص ۸۸ حدیث نمبر ۱۴۸ باب ۱۱۴

۱۷۔ صحیح بخاری جلد دوم ص ۸۲ حدیث نمبر ۱۳۶ مطبوعہ دینی کتب خانہ

سَرِیّہ اور غزوہ کا فرق

محدثین و مورخین نے ان دو اصطلاحوں کو حیات طیبہ کے مدنی دور میں مخصوص معنوں میں استعمال کیا ہے۔

سَرِیّہ جمع سرایا[1] جس کے لغوی معنی قصد اور سیر کے ہیں۔ اصطلاحی معنی وہ مہم جس میں رسول اکرمؐ نے بذات خود شرکت نہیں فرمائی بلکہ اپنے صحابہؓ میں سے کسی کو امیر لشکر مقرر فرمایا۔ اس کا مقصد بڑے حزم و احتیاط سے دشمن کی نقل و حرکت پر کڑی نظر رکھنا ہوتا نیز بیدار مغزی اور دور بینی سے مخالف کی جنگی تیاری یا افرادی طاقت کی فراہمی کو بار آور نہ ہونے دینا۔ کبھی مجرموں کی سرزنش، کبھی تبلیغ بھی سریہ کا مقصد بنی۔ اس کے لئے چھاپہ، جھڑپ اور طاقت آزمائی کے ذرائع کام میں لائے گئے۔ سَرِیہ میں ایک یا ایک سے زیادہ افراد بھی بھیجے گئے اور اسے بُعُوث بھی کہا جاتا ہے[2]۔ ان الفاظ کو جنگ۔ کا ہم معنی سمجھنا درست نہیں۔

غزوہ جمع غزوات اس کے معنی جہاد کے ہیں اور یہ وہ باضابطہ قتال یا جنگیں ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس خود شریک ہوئے۔ انہیں مغازی بھی کہا جاتا ہے۔

لشکر بہ اعتبار تعداد۔

قسطلانی نے "فتح الباری" کے حوالے سے لکھا ہے کہ سریہ ایک سو سے پانچ سو افراد پر مشتمل ہوتا تھا۔ ۵۰۰ سے زیادہ کے لشکر کو منسر کہتے اگر تعداد ۸۰۰ سے زیادہ ہوتی تو جیش کا نام دیا جاتا تھا۔ اس کے پانچ حصہ ہوتے جو مقدمہ، قلب میمنہ، میسرہ اور عقبہ پر مشتمل ہوتے۔ ایسا جیش جو منتشر نہ ہو بلکہ جمع ہو تو کتیبہ کہلاتا۔ جیش عظیم کو خمیس کے نام سے پکارتے تھے۔ لشکر کی تعداد ۴۰۰۰ سے زیادہ ہوتی تو اسے جحفل کہتے ہے[2]

غزوات و سرایا کی تعداد

مورخین نے سرایا (۴۷[4]) اور غزوات کی تعداد ۲۷ بتلائی ہے۔

نو[3] غزوات بدر، اُحد، مُریسیع، خندق، قُریظہ، خیبر، فتح مکہ، حُنین اور طائف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتال کیا۔ باقی ۱۸ میں شمشیر کا استعمال نہیں ہوا۔ ان غزوات میں جملہ (۱۰۴۸) افراد کام آئے۔ جن میں مسلمان شہداء کی تعداد (۱۲۵) اور کُفّار کے (۹۲۳) آدمی قتل ہوئے۔[5-8]

سَرِیَّۂ امیر حمزہؓ ـــــ پہلی مُہم

سیاس اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت عملی کا یہ جوہر ابتدا ہی سے بطور خاص ذہن نشین رہے کہ آپؐ دشمن کی نقل و حرکت کے بارے میں پوری معلومات فراہم کرتے تھے۔ آج کی دنیا میں جو کام انٹیلی

جنس ایجنسیوں کا ہے، اس کے لئے بھی ذات اقدسؐ رہنمائی کا منبع ہے۔ پتہ چلا کہ ابو جہل کی سرکردگی میں ایک بڑا تجارتی کارواں شام سے مکہ کو واپس ہو رہا ہے اس وقت قریش کے تجارتی کاروانوں کے مال و اسباب کی مالیت عام طور پر لاکھ ڈیڑھ لاکھ دینار سے کم نہ ہوتی تھی اس تجارتی کارواں کی حفاظت کے لئے تین سو جنگ جو ساتھ تھے۔

عَلَمُ ــــــ لِوا

جنگ کا ایک دستور یہ بھی تھا کہ جس غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے جاتے تو اس کی کمان اپنے ہاتھ میں رکھتے اور علم دوسروں کو عطا فرماتے تھے۔ جب کوئی سَرِیّہ روانہ فرماتے تو کمان کسی اور کے ہاتھ میں ہوتی اور علم کسی اور کو عطا ہوتا۔ مُوتہ کی مہم کے وقت اس صورت حال پر عمل نہیں کیا گیا کیونکہ لشکر، شام کے دور دراز مقام پر روانہ کیا گیا تھا۔ مقابلہ ایک نئی قوم یعنی عیسائیوں سے تھا اس موقع پر حضرت زیدؓ ابن حارثہ کو امیر لشکر مقرر فرمایا اور انہیں کو علم بھی عطا فرمایا۔ اب انہیں اختیار تھا کہ علم خود رکھیں یا کسی اور کے سپرد کر دیں۔ یہ ایک استثنائی صورت تھی۔ اس کے سوا ہر غزوہ اور سَرِیّہ میں سپہ سالار اور علمبردار جدا جدا ہوتے تھے۔ علمبردار کا کام علم کو بلند رکھنا اور اس کی حفاظت کرنا ہوتا۔ اس لئے کہ علم کو بلند دیکھ کر لشکر ڈٹا رہتا۔ لشکر آگے بڑھتا تو علمبردار بھی پیش قدمی کرتا۔

علم اور لوا جھنڈے کو کہتے ہیں۔ علم وہ ہے جو کھلا رہے اور ہوا میں لہراتا نظر آئے۔ اس کے علاوہ وہ پرچم جو امیر کی قیام گاہ پر بطور علامت لہرایا جاتا تھا وہ بھی علم ہی کہلاتا تھا۔ ابو بکر ابن عربی نے لکھا ہے کہ لوا وہ جھنڈا ہے جو نیزے کے ساتھ باندھ کر لپیٹ لیا جائے۔ لوا قابل اعتماد آدمی کو عطا کیا جاتا تھا۔ لے

پہلا پرچم —— ہم جہاں پہنچے کامیاب آئے

۳۰ شتر سوار مجاہدوں کو حکم ہوا کہ علاقہ جُہینہ کے مقام عیص پر پہنچ کر کاروان سے معترض ہوں۔ جُہینہ ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ جو شام کو جانے والی شاہراہ پر واقع ہونے اور طاقتور جنگ جو قبیلہ کی وجہ سے بڑی اہمیت کی حامل تھی کیوں کہ ہر کاروان یہاں سے گزرتا تھا

حضور اکرمؐ نے جنہیں اس بستی کی جانب کوچ کرنے کا حکم دیا یہ سب کے سب مہاجر تھے۔ ے واقدی کے حوالے سے ابن سعد نے لکھا ہے کہ ان میں نصف انصار تھے لیکن اتفاق مہاجرین پر ہے۔ اس کی دو وجوہ سمجھ میں آتی ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ انصار سے معاہدہ تھا کہ مدینہ پر اگر حملہ ہوا تو لڑیں گے یہ مدینہ سے باہر کی مہم تھی۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ مدینہ کے آس پاس کی جغرافیائی حالت سے مہاجرین واقف ہو جائیں۔ انصار تو یہاں کے چپّہ

چپّہ چپّہ سے شنا سا تھے۔

مجاہد سفر پر روانہ ہونے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نیزہ پر ایک سفید کپڑا باندھا اور یہ پرچم سپہ سالار ابو عمارہ حضرت امیر حمزہؓ کو عطا فرمایا۔ پہلے جنگی پرچم کے ہاتھ میں آتے ہی اَسَدُ اللہ اور اَسد الرّسول جھوم اٹھے۔ یہ بہت بڑا اعزاز اور بہت بڑی سعادت تھی بے اختیار رجزیہ اشعار زبان پر آئے۔

ا۔ رسول اللہؐ کے حکم پر سب سے پہلے سرفروشی کے لئے جو شخص نکلا وہ میں ہوں۔ اس کا پرچم گُشارسول ہے اور ایسا پرچم میرے اس واقعہ سے پہلے کبھی ظاہر نہ ہوا تھا۔

۲۔ یہ پرچم ایسا ہے کہ بہت عزت و شان والے معبود کی مدد کے ساتھ ہے جس کا ہر کام بہترین ہے۔

سپہ سالار اول نے دوران سفر حضرت ابو مُرثدؓ کنّاز بن حصین غنوی کے حوالے کیا جو ابتدائی ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔ ان کا رخ عِیص کی طرف تھا راستہ ساحل سمندر کی طرف کا اختیار کیا گیا۔ عِیص کے قریب سِیف البحر میں ان کی قافلہ والوں سے مُڈبھیڑ ہوئی۔ ایک دوسرے کو آمنے سامنے دیکھ کر ٹھٹک گئے دشمن نے اپنی صفیں درست کیں تو تیس مجاہدوں نے بھی قطاریں باندھ لیں۔ ایک اور دس کا مقابلہ تھا۔ حضرت امیر حمزہؓ اور ان کے ساتھی اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے سرفروشی کے جذبے سے سرشار تھے۔ ابو جہل اور اس کے نگہبان

مال تجارت کو بچانے کی ہر ممکن کوشش میں مصروف تھے۔ آج پہلی بار ابو جہل کو محسوس ہوا کہ وہ دن گئے جب مسلمان ظلم سہنے اور صبر کرنے پر اکتفا کرتے تھے۔ آج ظالموں سے دو دو ہاتھ کرنے پر آمادہ ہیں۔

پہلا غیر جانبدار حکمراں

علاقہ کے قبائلی سردار مجدی بن عمرو جُہینی کو جب یہ خبر پہنچی تو دوڑا دوڑا آیا اگر وہ بیچ بچاؤ نہ کرتا تو لڑائی چھڑ جاتی۔ وہ قریش کا قدیم حلیف تھا لیکن مدینہ کی قربت کی وجہ سے مسلمانوں سے بھی بگاڑ نہیں چاہتا تھا۔ بڑی سمجھداری سے کہا۔ "میرے لئے قریش اور مسلمان دونوں برابر ہیں اور دوست ہیں"۔ آج کی زبان میں اس نے غیر جانبدارانہ پالیسی اختیار کی۔ ابو جہل نے جس کی جان اور مال دونوں کے لالے پڑے تھے خاموشی سے مجدی کے فیصلے کو قبول کرلیا اور مکّہ کی راہ لی۔ مسلمانوں نے دشمن پر واضح کر دیا کہ ہم تجارتی شاہراہ پر کنٹرول کر سکتے ہیں۔ اب تمہارے کارواں ہماری زد میں ہیں اور یہی جتلانا سپاس اعظمؓ کا منشا تھا۔

مملکت مدینہ — پہلا تسلیم کرنے والا

حضرت امیر حمزہؓ نے مجدی کی بات مان کر اس سے غیر جانبداری کا معاہدہ کیا یہ مدینہ سے باہر مسلمانوں کا پہلا سیاسی معاہدہ ہے مجدی بن

عمرو جہینی پہلا حکمراں تھا جس نے مدینہ کی مملکت کی آزادانہ اور خود مختارانہ حیثیت تسلیم کی۔ آج کے قانون بین الممالک کا اصول ہے کہ نئی مملکت کا وجود اس وقت تک مسلمہ نہیں جب تک کوئی آزاد حکمراں یا مملکت اسے تسلیم نہ کرے۔ پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو سب سے پہلے ایران نے ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو اسے تسلیم کیا۔

سَرِیَّہ عُبیدہؓ بن حارث بن مُطَّلِب ــــ دوسری مہم

ماہِ شوال میں ۶۰ یا ۷۰ کا گشتی دستہ رابغ کی جانب روانہ فرمایا۔ یہ مقام جُحفہ سے دس میل پر ہے اور مدینہ سے تقریباً ۷۲ میل پر۔ اس مہم کے سپہ سالار حضرت عبیدہؓ بن حارث بنائے گئے جو حضورؐ کے چچا زاد بھائی تھے۔ انہیں بھی سفید علم عطا کیا گیا۔ ان کے ساتھ مہاجرین کی جماعت تھی۔ جن میں حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص اور حضرت ارقمؓ بن ارتم بھی تھے۔ سالار نے حضرت مِسطحؓ بن اثاثہ (حضرت ابو بکر کے خالہ زاد بھائی) کو علمبردار بنایا۔ یہ لوگ ثنیۃ المرہ میں چشمۂ احیا کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ قریش کا دو سو سواروں پر مشتمل دستہ ابو سفیان کی کمان میں پہلے سے پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔ ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ ان کا سردار عکرمہ بن ابو جہل تھا یہ لوگ مسلمانوں کی ٹوہ لینے نکلے تھے۔ تیر اندازی کے فاصلے پر مسلمان بھی خیمہ زن ہوئے۔ ایک دوسرے پر نظر رکھے ہوئے نہ تلواریں بے نیام ہوئیں اور نہ قتال کے لئے صف بستہ ہوئے

حالانکہ قریشی سازو سامان سے آراستہ اور تعداد میں بھی زیادہ تھے۔

پیکانِ اجل

حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص نے سوچا ہم تو طلایہ گردی کے لئے آئے ہیں دشمن نے ہلّہ بول دیا تو گھمسان کا رن پڑے گا۔ بہتر ہے اس کی نوبت آنے سے پہلے ہی حریف کا حوصلہ گرا دیا جائے۔ ترکش کو دیکھا تو کل آٹھ تیر تھے۔ ایک تیر چٹکی میں لگا کر دشمن کے پڑاؤ کی جانب چھوڑا یہ راہ خدا میں چلایا جانے والا پہلا تیر تھا۔ کوئی تیر خطا نہ ہوا کسی آدمی، کسی اونٹ یا کسی گھوڑے کے جسم کو چھید گیا ابو سفیان سمجھ گیا کہ پردہ میں کون تیر انداز ہے۔ اس بلا کا قادر انداز سعدؓ ابن وقاص کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا ہے؟ پھر اس کے دل میں خیال آیا کہ اتنے آدمی اور یہ ہمت و جرأت۔ ضرور ان کی مدد کے لئے کوئی لشکر پوشیدہ ہوگا۔ اس خیال کے آتے ہی اس کے حوصلے پست ہوتے چلے گئے اور اس نے دم دبا کر بھاگ نکلنے میں عافیت جانی۔

رہبر سے اپنی راہ جدا کر چلے ہیں ہم

یہ موقع تھا کہ ابو سفیان کے دو ساتھی تیر کی طرح نکلے اور مسلمانوں کی طرف بڑھنے لگے ان کی زبانوں پر نعرۂ تکبیر تھا۔ قریب آئے تو اہلِ ایمان نے پہچان لیا یہ حضرت عُتبہؓ بن غزوان اور مِقدادؓ بن اسود

(عمرو) [۱۱] تھے۔ دونوں ابتدائی ایمان لانے والے مکہ میں زبردستی روک لئے گئے تھے۔ مصلحتاً انہیں یقین دلایا کہ ہم اپنے آبائی دین پر واپس آ گئے ہیں۔ موقع کی تلاش میں تھے کہ ابو سفیان نے دلیروں کو ٹوہ لگانے والے لشکر کے ساتھ چلنے کی دعوت دی۔ ان دونوں کے لئے بھاگ نکلنے کا یہی بہترین موقع تھا۔

راہِ حق میں پہلا تیر

کامیاب و کامران مجاہدوں کا دستہ مدینہ لوٹنے لگا تو حضرت سعدؓ پھولے نہ سماتے تھے زبان پر رجزیہ اشعار تھے۔ [۱۲]

"کوئی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جا کر خبر دے کہ میں نے اپنے پیکانوں سے اپنے ساتھیوں کی حفاظت کی ہے"۔

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) قریش میں کوئی ایسا تیر انداز نہیں جس نے مجھ سے پہلے ایک بھی تیر چلایا ہو جو کسی شمار و قطار میں آئے۔

یہاں مورخین میں تھوڑا سا اختلاف پایا جاتا ہے کہ سَرِیَّہ امیر حمزہؓ اور ان کے پرچم کو اولیت حاصل ہے یا سَرِیَّہ عُبیدہؓ بن حارث اور ان کے علم کو۔ زیادہ تر مورخین کا رجحان سَرِیَّہ حضرت امیر حمزہؓ کی طرف ہے۔ ایک، روایت یہ بھی ہے کہ دونوں مہموں کا اہتمام ایک ساتھ ہوا لیکن حضرت امیر حمزہؓ پہلے اور حضرت عبیدہؓ دیر سے نکلے۔

راہِ خدا میں پہلا پا پیادہ دستہ ___ تیسری مہم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک وہ بات پہنچ گئی جو حضرت سعدؓ کے رجزیہ اشعار میں تھی۔ ان کا کمالِ فن موجبِ قدر افزائی ٹھہرا۔ ماہ ذی قعدہ سن ا ہجری کی ابتدا میں حضورؐ نے خَرّار ایک مہم بھیجنی چاہی تو نگاہ انتخاب اسی قادر انداز پر پڑی۔ وہی اس دستے کے امیر بنائے گئے۔ خرار شام کی تجارتی شاہراہ پر ٹھہرنے والے کاروانوں کی منزل تھی۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ چند کنوؤں کا نام ہے۔ جو جُحفہ سے مکّہ کی طرف جانے میں المجحہ کی بائیں جانب خم کے قریب ملتے ہیں[۱۳] یہ بیس مجاہد تھے بعض مورخین نے آٹھ لکھے ہیں[۱۴] انہیں حکم تھا تجارتی قافلہ کو ہراساں کرنا مگر خرار سے آگے نہ جانا۔ ان کے لئے بھی سفید پھریرا عطا ہوا۔ علمبردار حضرت مقدادؓ ابن عمرو تھے جو پچھلے سَرِیہ میں ابو سفیان کے دستہ سے ٹوٹ کر اہل ایمان کی صفوں میں شامل ہو گئے تھے

تو لوٹ آئے ترے سر بلند کیا کرتے

یہ راہ خدا میں قدموں کو گرد آلود کرنے والے مجاہدوں کا پہلا پیدل دستہ تھا۔ وہ راتوں میں سفر کرتے اور دن میں چھپ جاتے، پانچویں دن جب صبح وہ وادیٔ خرّار میں داخل ہوئے تو پتہ چلا کہ رات تجارتی قافلہ جس میں ساٹھ افراد تھے پڑاؤ اٹھا چکا ہے۔ اس پا پیادہ مہم کو بھیجنے کا مقصد صحابہ کی فوجی تربیت تھا اور راتوں میں چلنے کی مشق اس کا

ایک اہم حصہ تھا۔ حکم رسولؐ پر جان دینے والے خرار سے ایک قدم آگے نہیں بڑھے۔ سانپ نکل گیا تو لکیر پیٹنے سے کیا حاصل؟ مدینہ واپس ہوگئے۔

طلایہ گرد دستوں کی یہ آخری مہم تھی جو ہجرت کے پہلے سال روانہ کی گئی۔ ان تینوں مہموں میں کہیں بھی کوئی دو بدو لڑائی یا خون خرابے کی نوبت نہیں آئی۔ پہلی مہم بیچ بچاؤ کے طریقہ کار سے فتح کی گئی۔ دوسری مہم میں صرف تیروں کا تبادلہ ہوا۔ تیسری مہم میں قافلہ بچ نکلا۔

ان ہی سرفروشوں کے بارے میں حدیث نبویؐ ہے[۵۱]

"جس شخص کے دونوں پاؤں خدا کی راہ میں غبار آلود ہو جائیں تو اس کے پیروں کو آگ نہیں چھو سکے گی"۔

مُلکِ بقا کے مسافر

۱۔ بیعتِ عقبۂ کبیرہ ذی الحجہ ۱۳ نبوت میں ہوئی جس میں بارہ نقیبوں کا انتخاب عمل میں آیا تھا۔ بنی خزرج کے خاندان بنو سلمہ میں حضرت براءؓ بن معرُور کو نقیب چنا گیا۔ اس کے دو مہینے بعد ماہ صفر میں انہوں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ دم آخر وصیت کی کہ قبر میں میری میت قبلہ رخ رکھنا۔[۱۶] میرے مال میں سے ایک تہائی حصہ رسول اکرمؐ کے سپرد کر دینا کہ

وہ جس طرح چاہیں مصرف میں لائیں۔ نُقَبَاء میں سب سے پہلے بچھڑنے والے یہی تھے۔ حضور اکرمؐ صحابہ کی معیت میں ان کی قبر پر تشریف لے گئے اور وہاں چار تکبیروں سے نماز جنازہ ادا فرمائی۔ یہ مدینہ میں پڑھی جانے والی پہلی نماز جنازہ تھی۔ دوسری خصوصیت یہ کہ میت سامنے نہیں تھی۔ غائبانہ نماز جنازہ قبر پر پڑھی گئی۔ جس مال کے بارے میں ان کی وصیت تھی اس کو حضور اکرمؐ نے قبول فرمایا اور پھر ان کے لڑکے کو عطا فرما دیا۔

۲۔ اسی سال ابھی مسجد نبوی کی تعمیر ہو رہی تھی کہ نقیب النقباء حضرت اسعدؓ بن زُرارہؓ بیمار ہوئے۔ حضور عیادت کو آئے اور بطور علاج اپنے دست مبارک سے ان کے سر کو داغا۔ کوئی افاقہ نہ ہوا اور پیغام اجل آپہنچا۔

جَنَّتُ البُقِیع

انصار کا دعویٰ ہے کہ صاحبان ایمان میں وہ پہلے آدمی ہیں جو بقیع میں سپرد خاک ہوئے۔ مہاجرین کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ بن مظعون جنت البقیع کے پہلے مدفون ہیں حضرت رقیہؓ (وفات ۲ ہجری)

اور حضرت ابراہیمؓ (وفات سن ۱۰ھ) کو ان کے پاس دفن کیا گیا۔ آپؐ نے حضرت عثمانؓ بن مظعون کے دفن کے وقت فرمایا تھا کہ میں اپنے اہل بیت کو ان کے قریب دفن کروں گا۔[۱۸] اس وقت "مقام بقیع" میں ایسے بہت سے درخت تھے جنہیں غَرقد کہا جاتا تھا اس لئے اس مقام کو بقیع غَرقد کہا جانے لگا۔

حضرت اسعدؓ بن زُرارہ کی موت یہودیوں اور منافقوں کے لئے شکوک کا باعث بن گئی۔ وہ کہتے اگر محمدؐ اللہ کے نبی ہوتے تو ان کا دوست یوں نہ مر جاتا۔ بنی نجّار نے عرض کیا کہ اب کوئی نقیب مقرر فرما دیجئے۔ ارشاد ہوا میں ہی تمہارا نقیب ہوں۔ اس بات پر وہ لوگ فخر کیا کرتے تھے۔

۳۔ اسی سال میزبان قباء حضرت کُلثومؓ بن ہِدم کی وفات ہوئی۔ یہ بہت بوڑھے، نہایت شریف اور مرد صالح تھے۔ ابن سعد کے بیان کے مطابق ان کی وفات غزوہ بدر سے پہلے ہوئی۔[۱۹]

۴۔۔۔ حضرت حمزہؓ بن جندب مکہ میں بیمار پڑے۔ مرض کا غلبہ ہوا تو اپنے بچوں سے کہا کہ مجھے یہاں سے نکالو۔ ہجرت کا ارادہ ظاہر

کیا تو سعادت مند بچوں نے مدینہ کا رخت سفر باندھا۔ ابھی تنعیم یا بنی غفار کی بستی تک ہی پہنچے تھے کہ اللہ کو پیارے ہوگئے۔

۵۔۔۔ اس سال مشرکین مکہ میں عاص بن وائل اور ولید بن مغیرہ جہنم کا ایندھن بنے

جنت البقیع میں اہل بیت حضرت عثمان بن عفان اور حضرت مالک رضی اللہ عنہ کے مزاروں کے قبے

سنہ ۱۳۲۱ھ میں جنت البقیع کا ایک منظر

حواشی و تشریحات

۱۔ قسطلانی : مواہب لدنیہ ص ۲۱۸ میں "فتح الباری" کے حوالے سے لکھا ہے کہ رات میں نکلنے والے لشکر سَرِیَّہ اور دن میں جانے والے لشکر کو ساریہ کہتے تھے۔ سَرِیَّہ جیش کا حصہ ہوتا تھا۔

۲۔ محمد ہاشم سندھی : عہد نبوتؐ کے ماہ و سال ص ۵۵

۳۔ قسطلانی : مواہب لدنیہ ص ۲۱۸ بحوالہ فتح الباری

۴۔ (ا) ایضاً۔ ص ۲۱۸

(ب) ابن سعد : طبقات جلد اوّل ص ۳۰۶

۵۔ مسعودی : مروج الذہب حصہ دوم ص ۲۱۲ پر ۱۶ یا ۱۷ غزوات میں حصہ لینا لکھا ہے۔ صفحہ ۲۱۴ پر نو غزوات میں قتال پر ابن اسحٰق اور واقدی کے متفق ہونے کا ذکر ہے A - ۵۔ محمد حمیداللہ :

۶۔ تذکرہ دیار حبیبؐ ص ۱۶ بحوالہ المصنّف

۷۔ مسعودی : تنبیہ والاشراف ص ۴۴

۸۔ ابن سعد : طبقات حصہ اوّل ص ۳۰۷

۹۔ ابن ہشام : سیرت النبیؐ کامل جلد اوّل ص ۶۸۷

۱۰۔ ابن سعد : طبقات حصہ اوّل ص ۳۰۷

۱۱۔ ابن اثیر : اسد الغابہ جلد ۶ ص ۲۰۰

۱۲۔ مسعودی : تنبیہ والاشراف ص ۴۵

۱۳۔ ابن سعد : طبقات حصہ اول ص ۳۰۸

۱۴۔ قسطلانی : مواہب لدنیہ ص ۲۲۱

۱۵۔ صحیح بخاری جلد دوم ص ۸۶ حدیث نمبر ۷۶ باب ۶۱

۱۶۔ ابن اثیر : اسد الغابہ جلد اوّل ص ۲۴۰

۱۷۔ ابن اثیر : اسد الغابہ جلد ۶ ص ۲۳۲

۱۸۔ شیخ عبدالحق دہلوی : جذب القلوب الی دیار المحبوبؐ ص ۱۷۷

۱۹۔ ابن اثیر : اسد الغابہ جلد ۷ ص ۳۴۲

ہجرت کا دوسرا سال

عاشورہ کا روزہ

ہجرت کے بعد سن دو ہجری میں پہلی بار محرم آیا تو آپؐ نے دیکھا کہ یہود عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ دریافت فرمایا کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ عرض کیا گیا اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل پر فتح دی تھی اس لئے شکرانہ میں وہ روزہ رکھ کر اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ فرمایا ہم موسیٰؑ کے ان سے زیادہ حقدار ہیں اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا[1]

عاشورہ کی صبح انصار کے محلوں میں منادی کرادی گئی جس کا روزہ نہ ہو وہ بقیہ دن کا روزہ رکھے۔ جس نے روزے کی حالت میں صبح کی ہو وہ اسے پورا کرے۔ اسی سال ماہِ شعبان میں جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشورہ کے روزہ کے بارے میں تاکید اور اہتمام ختم ہو گیا۔ حکم ہوا جس کا دل چاہے روزہ رکھے جس کا جی چاہے نہ رکھے۔ عرب

عہدِ جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے کیونکہ اس دن بیت اللہ کا غلاف تبدیل کیا جاتا تھا اور عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ عاشورہ کا روزہ رکھو اور اس میں یہودیوں کی مخالفت میں ایک دن پہلے یا بعد کا بھی روزہ رکھ لیا کرو اس کا ثواب ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔ عرفہ کے دن بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھا کرتے اور فرمایا اس دن کا روزہ دو سال کے گناہ کا کفّارہ ہو جاتا ہے۔ علماء نے اس بارے میں لکھا ہے کہ عاشورہ شریعت موسوی ہے اور عرفہ کا روزہ شریعت محمدی۔ اسی لئے اس کا ثواب بھی زیادہ ہے۔

حکم جہاد بالسّیف

سن دو ہجری صفر کا مہینہ اور اس کی ۱۲ تاریخ تھی (۱۴ر اگست ۶۲۳ء) کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قتال کی اجازت آئی۔ یہ حکم اسلامی تاریخ کا ایک اہم موڑ ہے اس سے پہلے ظلم سہنے اور صبر کرنے کا حکم تھا۔ اب ظالموں کے خلاف تلوار اٹھانے اور اپنے حقوق کی حفاظت کرنے کی اجازت ملی۔ سورۂ حج کی آیت ۳۹ میں حکم آیا۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿٣٩﴾

"(اب لڑنے کی) ان لوگوں کو اجازت دی جاتی ہے جن سے

(کافروں کی طرف سے) لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے ان پر

(بمت) ظلم کیا گیا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو غالب کر دینے پر
پوری قدرت رکھتا ہے"

تفسیر ابن جریر کی رُو سے قتال کے متعلق نازل ہونے والی پہلی آیت سورۂ بقرہ کی ۱۹۰ ویں آیت ہے۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا

"اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم بھی اللہ کی راہ میں ان سے لڑو
مگر زیادتی نہ کرنا"۔

حکم جہاد دو چیزوں سے مشروط ہے ایک یہ کہ مسلح جہاد دفاعی ہو، دوسرا اللہ کی راہ میں ہو۔

مقاصد جہاد

انبیاء سابقین کو بھی جہاد کی اجازت دی گئی۔ جہاد جہد (یعنی طاقت) سے مشتق ہے۔ مقصد خود اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ
بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ

"اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے شر و فساد بعض لوگوں کے ہاتھ
سے دفع نہ فرماتا تو تمام زمین میں فساد پھیل جاتا لیکن اللہ جہانوں
پر بڑا فضل فرمانے والا ہے"

محض اللہ کا بول بالا کرنے کے لئے اپنی طاقت کو پانی کی طرح بہا دینا اس کو اصطلاح شریعت میں جہاد کہتے ہیں۔

"اگر مقصود توسیع مملکت، مال، نام اور اظہار طاقت ہو تو وہ جہاد نہیں بلکہ حرب ہے اور جو شخص فقط اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ کا بول بالا ہو تو وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے"۔

رضائے الٰہی کی خاطر جان و تن کا نذرانہ مجاہد کے لئے شہادت ہے۔

اقسامِ جہاد

سورۂ صف کی آیت نمبر ا میں جہاد کی دو بڑی قسموں کا ذکر کیا گیا ہے۔

ا۔ راہِ حق میں مال کا جہاد

۲۔ راہِ حق میں جان کا جہاد

مال کا جہاد۔ خیرات۔ صدقات۔ عطیات وغیرہ ہیں۔

جان کے جہاد کی تین قسمیں ہیں۔

ا۔ تزکیہ نفس۔ ۲۔ جہادِ علم۔ ۳۔ جہادِ بالسَّیف

پیغمبروں کی بعثت کے مقاصد میں تزکیہ نفس شامل ہے۔ دعائے خلیلؑ میں اس جانب واضح اشارہ ہے۔ جہاد نفس کو جہاد اکبر بھی کہا گیا ہے۔ ع

بڑے موذی کو مارا نفس اَمَّارہ کو گر مارا

جہاد علم میں زبان اور قلم دونوں شامل ہیں۔ ارشاد نبویؐ ہے

"کفّار سے ہاتھ اور زبان دونوں کے ساتھ جہاد کرو"

صاحب اقتدار اور سلطان جابر کے آگے حق بات کہنا زبان کا جہاد ہے۔

قلم کے بارے میں سورۂ علق میں ارشاد ہوا کہ

"جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جس کا اس کو علم نہ تھا"

تاریخ بتاتی ہے کہ قلم ہی تہذیب و تمدن انسانی کا مخزن ہے۔ ایک حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی غیر جاندار مخلوق میں سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا کیونکہ کائنات کی تقدیر لکھنی تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی معراج کی شب عرش الٰہی کے قریب صریر خامہ (قلم سے لکھنے کی آواز) سنی تھی۔

"جہاد بالسیّف کے لئے قتال قرآنی اصطلاح ہے۔ اس کا مقصد حق کی سربلندی ہے۔ قتال اسلام میں ایک فلاحی حربہ ہے جس کا مقصد نوع انسانی کو شر و فساد سے بچانا ہے۔ اسی لئے قتال ہمیشہ نظریات کے خلاف ہوتا ہے افراد کے خلاف نہیں۔ قتال کے لئے مومن ہونا بنیادی شرط ہے ویسے غیر مسلم افراد بھی اسلامی لشکر میں شریک کئے جاسکتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ حنین کے موقع پر مشرکین مکہ کو شریک فرمایا تھا" ؎

پہلا غزوہ ــــــ غزوہ اَبوَاء یا وُدّان

اجازت قتال و جہاد کے بعد صفر کے مہینے میں پہلی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ ابواء یا ودان کے لئے مدینہ سے باہر نکلے۔ حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ جب آپؐ غزوہ پر تشریف لے جاتے تو فرماتے۔ ؎

اللھم انت عضدی وانت نصیری وبک اقاتل

"اے اللہ تو ہی میرا دست و بازو ہے اور نصیر و مددگار ہے اور تیری مدد سے ہی میں قتال کرتا ہوں اور تیرے اعداء سے جہاد کر۔کے ان کا قلع قمع کرتا ہوں"

مدینہ منورہ میں خزرج کی شاخ بنو ساعدہ کے سردار حضرت سعدؓ بن عبادہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ ساٹھ (۶۰) مہاجرین کے ساتھ قافلہ قریش کو روکنے کے لئے ابواء کی طرف روانہ ہوئے جو مدینہ سے آٹھ منزل (۸۰ میل) پر ہے۔ ابن ہشام نے اس غزوہ کا مقصد بنو ضَمرَہ سے غیر

جانبداری کا معاہدہ لکھا ہے۔[۵] یہ مدینہ کی آخری سرحد ہے اس کے نواح میں قبیلہ بنو ضَمُرَہ آباد تھا۔

لوائے نبوی جس کا پھریرا سفید تھا حضرت امیر حمزہؓ اٹھائے ہوئے تھے۔[۶] سفر وُدَّان پر ختم ہوا جہاں سے ابواء چھ میل کے فاصلے پر[۷] ہے اور تجارتی کاروانوں کی منزل ہے۔ یہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدۂ ماجدہ حضرت آمنہ کا مزار ہے۔ مسلمان اس موقع پر دونوں جگہ گئے۔

سمندر جب تک سیپیوں کو بھگوتا رہے گا

قافلہ قریش کے پڑاؤ اٹھانے کے بعد مسلمان اس مقام پر پہنچے۔ اس علاقہ میں بنو ضَمُرَہ (جو بنو کنانہ کی شاخ) آباد تھے۔ تینوں گشتی مہموں کی وجہ سے یہاں کے لوگ مسلمانوں کی ابھرتی قوت سے روشناس ہو چکے تھے اور ان کے سردار قریش کے ساتھ ساتھ مسلمانوں سے بھی دوستانہ تعلقات کی اہمیت محسوس کرنے لگے تھے۔ جُہَینَہ کے سردار نے تو سَرِیَہ امیر حمزہؓ کے موقع پر پہل بھی کی تھی بنو ضمرہ کے حکمراں مخشی بن عمرو نے بھی معاہدہ کرنے ہی میں اپنی عافیت سمجھی۔ مدامی حلیفی کا یہ معاہدہ تاریخ میں محفوظ ہے جو درج ذیل ہے۔[۸]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۔ یہ ایک تحریر ہے اللہ کے رسول محمدؐ کی طرف سے بنی ضمرہ کے لئے

۲۔ اس بات پر کہ انہیں ان کے مال اور ان کی جان پر امن ہے۔

۳۔ اور یہ کہ انہیں ہر ایسے کے خلاف مدد دی جائے گی جو ظلم سے ان پر اچانک آ پڑے۔

۴۔ اور ان پر واجب ہے کہ نبی کی مدد اس وقت تک کرتے رہیں جب تک کہ سمندر کسی سیپ کو بھگوتا رہے بجز اس کے کہ اللہ کے دین کے بارے میں اس سے جنگ کی جائے۔

۵۔ ان پر اس بارے میں اللہ اور اس کے رسولؐ کا ذمہ ہے۔

۶۔ اور انہیں مدد اس شرط پر دی جائے گی کہ وہ وعدہ وفائی کرتے رہیں اور بری باتوں اور عہد شکنی وغیرہ سے بچتے رہیں۔

بنو ضمرہ سے معاہدہ کی وجہ سے مدینہ کی شہری مملکت کا سیاسی وقار بڑھ گیا۔ مخشی بن عمرو دوسرا خود مختار حکمران تھا جس نے اس مملکت کو تسلیم کیا۔ یہ دونوں علاقے آج کی اصطلاح میں BUFFER STATES بفراسٹیٹس (عاجز مملکتیں) بن گئیں سرحدی اور کاروانی مقاموں پر آباد ہونے کی وجہ سے ان قبائل کی بڑی اہمیت تھی۔ یہ اسلامی خارجہ پالیسی کی ابتدا ہے۔ پندرہ دن مدینہ سے باہر قیام کے بعد مسلمان واپس ہوئے۔

یہ معاہدہ تاجدار مدینہ ؐ کے حسن تدبر اور عدل گستری کا آئینہ دار ہے۔ اس زمانے کا یہ دستور تھا کہ کوئی تحریر لکھواتے تو جو شخص رتبہ میں بڑا ہوتا اس کا نام و منصب پہلے آتا۔ آپؐ باوجود انکسار پسند ہونے کہ چونکہ اللہ کے سچے نبیؐ تھے اپنا نام پہلے لکھواتے۔ یہ بات متکبر و سرکش حکمرانوں کو گراں گزرتی چناں چہ خسرو پرویز کسرئ ایران نے یہ دیکھ کر غصہ میں نامہ مبارک کو چاک کر دیا تھا۔ اس گستاخی کی سزا اللہ تعالیٰ نے یہ دی کہ اپنے وقت کی عظیم مملکت مسلمانوں کے ہاتھوں عہد فاروقی میں خط کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور اسلامی پرچم اس پر لہرانے لگا۔

غزوہ بُواطْ

بُواط جُہَیْنَہَ کے پہاڑی سلسلہ میں علاقۂ رضوی اور شام کے

راستے سے متصل ذی خشب کے قریب ایک دو شاخہ پہاڑ ہے۔ اس کا فاصلہ مدینہ سے تقریباً ۴۸ میل ہے۔ ربیع الاوّل سن ۲ ہجری میں ۲۰۰ مہاجرین کے ساتھ آپؐ قریش کے ایک تجارتی کارواں کی مزاحمت کے لئے تشریف لے گئے۔ مدینہ میں حضرت سعدؓ بن معاذ کو نائب مقرر فرمایا۔ ابن اسحاق اور ابن ہشام نے سائبؓ بن مظعون کا نام لکھا ہے۔[۹] اس غزوہ میں علم بردار حضرت سعدؓ بن ابی وقاص تھے۔ جھنڈا سفید رنگ کا تھا۔

یہ تجارتی کارواں ڈھائی ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا اس کی حفاظت کے لئے دو سو جنگ جو سوار ساتھ تھے۔[۱۰] قریش کے جاسوسوں کو اس نقل و حرکت کا علم ہوگیا۔ سالار قافلہ اُمیّہ ابن خلف عام راستہ سے ہٹ کر تیزی سے بڑھ گیا۔ اس طرح مسلمان جنگی دستے کی گرفت سے قریش کا کاروان تجارت محفوظ نکل گیا۔ واپس ہو کر آپؐ نے دو مہینہ مدینہ ہی میں قیام فرمایا۔ دستہ کی تعداد دو سو ممکن نہیں چونکہ مرد مہاجرین کی کل تعداد بھی اتنی نہ تھی۔ اس پر بعض مورخین نے شبہ کیا ہے۔

غزوہ ذِی عُشَیرَہ

جمادی الاخر سن ۲ ہجری میں آپؐ نے حضرت ابو سلمہؓ بن عبدالاسد مخزومی کو مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا اور خود دو سو مہاجرین کے ساتھ مدینہ سے باہر نکلے۔ ان میں سوار اور پیدل دونوں

شامل تھے۔ اونٹوں کی تعداد تیس تھی جن پر مجاہد باری باری سوار ہوتے۔ سفید لوائے نبویؐ حضرت امیر حمزہؓ کے ہاتھوں میں تھا

مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم بنی دینار بن نجّار کے پہاڑوں کی درمیانی راہ سے گزر کر فیفا الخیار پر سے ہوتے ہوئے ابن ازہر کی چٹان جو ذات الساق کہلاتی ہے وہاں ایک درخت کے نیچے اترے۔ یہاں آپؐ نے نماز پڑھی۔ کھانا تیار ہوا۔ سب نے مل کر کھایا۔ عشیرب نامی چشمہ سے پانی لایا گیا۔ کوچ فرمایا تو الخلاق کو بائیں جانب چھوڑ دیا۔ اب آپؐ نے مشعبہ عبداللہ نامی گھاٹی کا راستہ اختیار فرمایا۔ وادی یلیل سے ہوکر وادی الضبوعہ کے سنگم پر ایک کنوئیں پر قیام فرمایا پھر فرش ململ کے راستے پر چل پڑے۔ صخیرات الیمام سے عام راستہ اختیار فرمایا یہاں تک کہ بطن یَنبُوع کے مقام عُشیرہ پر پڑاؤ ڈالا۔[۱۱] یہ مقام مدینہ سے نو منزل پر ہے۔ یہ بنی مدلج کا ایک موضع ہے جو یَنبُوع میں واقع ہے۔ ینبوع ایک قلعہ ہے جس میں چشمے اور کھجور کے درخت بہت ہیں۔

اس غزوہ کا مقصد ابو سفیان کی قیادت میں شام کو جانے والے تجارتی کارواں سے تعرض تھا تاکہ قریش کو مرعوب اور دہشت زدہ کیا جائے۔ کہا جاتا ہے کہ اس قافلے میں پچاس ہزار اشرفی کی مالیت کا سامان ایک ہزار اونٹوں پر لدا ہوا تھا۔[۱۲] دوسرا مقصد اس علاقے میں بسنے والے قبائل سے دوستی کا معاہدہ تھا چناں چہ بنی مُدلج (جس کے سردار

سراقہ ابن جُعْشَم نے سفر ہجرت میں تعاقب کیا تھا) نے بڑی خوشی سے حلیفی قبول کی اس لئے بھی کہ یہ قبیلہ بنی ضمرہ کا حلیف تھا جس سے پہلے ہی معاہدہ ہو چکا تھا۔[۱۳] سراقہ نے مسلمان مجاہدوں کی شاندار ضیافت کی۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے بلاذری کی "انساب الاشراف" سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ مہمان نوازی سے لطف اٹھانے میں قریشی کاروان جس کو پکڑنے کے لئے مسلمان وہاں آئے تھے ہاتھ سے نکل گیا۔ اس علاقے میں کم و بیش ایک مہینہ قیام فرمایا۔

معاہدہ درج ذیل ہے[۱۴]

یہ تحریر محمد رسول اللہؐ کی جانب سے بنی ضمرہ کے لئے ہے

۱۔ انہیں ان کی جان و مال پر امان ہے

۲۔ ان کو ہر ایسے کے خلاف مدد دی جائے گی جو ان پر ظلم کرے یا ان سے جنگ کرے بجز دین۔

۳۔ یہ شرط نصرت کی ہمیشہ رہے گی۔

۴۔ اس شرط کے ساتھ ان کو امن دیا گیا کہ جس وقت مدد کے لئے بلائیں حاضر ہو جائیں۔

۵۔ ان پر اس کے ساتھ اللہ اور اللہ کے رسول کا عہد ہے۔[۱۵]

غزوۂ بدر اُولیٰ یا غزوۂ سَفُوان

غزوہ ذی عُشیرہ سے واپس ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً دس راتیں مدینہ میں گزاریں۔ انہی ایام میں کُرُزؔ بن جابر فہری نے جو مکہ کے رؤسا میں سے تھا۔ مدینہ کی چراگاہ پر شب خون مارا۔ چراگاہ کے نگراں حضرت ذرؓ کو قتل کر کے بہت سے اونٹ بکریاں لے گیا۔ کرز اپنے جانور الجماء میں چراتا تھا۔ الجماء ایک پہاڑ ہے جو العقیق کے علاقے سے الجروف تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کے اور مدینہ کے درمیان تین میل کا فاصلہ ہے۔[16] اطلاع ملتے ہی حضورؐ نے حضرت زیدؓ ابن حارثہ کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ دو سو افراد کے ساتھ کُرز بن جابر کا تعاقب کیا۔ لوائے نبوی حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا۔[17] سفوان کی وادی میں بدر کے قریب تک اس کا پیچھا فرمایا۔ وہ بچ کر نکل گیا۔ اسے غزوہ سفوان بھی کہتے ہیں۔

سَرِیَّہ حضرت عبداللہؓ ابن جحش

ماہ رجب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گشتی دستہ بھیجنے کا ارادہ کیا تو ارشاد ہوا تم پر ایسے شخص کو امیر بناؤں گا جو سب سے زیادہ بھوک و پیاس پر صابر ہو۔[18]

اک ولولۂ تازہ دیا اس نے دلوں کو

حضرت عبداللہؓ ابن جحش کو امیر بنایا۔ جو آپؐ کے پھوپی زاد اور اُمّ المومنین حضرت زینبؓ کے بھائی تھے۔ "مدارج النبوت" میں ہے کہ انہیں امیر المومنین کا خطاب بھی عطا فرمایا۔ حالت کفر میں مربع نام تھا۔ حضورؐ نے بدل کر عبداللہ رکھا۔ دین کی خاطر تین ہجرتیں کیں۔ دارارقم جانے سے پہلے مسلمان ہوئے۔ اس جماعت میں ۱۲ مہاجر تھے۔ بعض مورخوں نے تعداد آٹھ لکھی ہے۔ ہر دو کی سوٗاری کے لئے ایک اونٹ تھا۔ ساتھ ہی ایک خط عطا فرمایا۔ ارشاد ہوا کہ دو دن کی مسافت طے کرلو تو خط کھولنا جو اس میں تحریر ہو اس پر عمل کرنا۔

ٹوٹا جس کا مقدر ہو یہ وہ گوہر نہیں

دو دن کا راستہ طے ہوا تو بیر بنی ضَمُرَہ میں خط کھولا۔[19]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد۔ اللہ کی برکت اور تائید کے ساتھ سفر کرو۔

جب بطن نخلہ میں پہنچ جاؤ تو وہاں توقف کرو۔۔۔۔ قریش کا ایک قافلہ آئے گا اس کا انتظار کرو۔ کسی ساتھی کو چلنے پر مجبور نہ کرنا جو چاہے ساتھ چلے جو چاہے واپس ہو جائے

ابن ہشام نے خط کا مضمون اس طرح دیا۔[۲۰]

"جب تم اس تحریر کو دیکھو تو یہاں تک چلو کہ مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ میں اتر جاؤ۔ وہاں رہ کر قریش کی کارروائیوں کی دیکھ بھال کرتے رہو۔ انکی خبروں سے ہمیں آگاہ کرو"

امیر المومنین نے حکم نامہ پڑھ کر سنایا اور کہا جو جانا چاہے اسے اجازت ہے اور جو شہادت کا متمنی ہے وہ میرے ساتھ چلے۔ سب نے لبیک کہا۔ آپ نے سفر کا رخ حجاز کی جانب موڑ دیا۔ مقام فرع کے بالائی حصہ معدن (جسے بحران کہا جاتا ہے) پہنچے تو حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص اور حضرت عتبہؓ بن غزوان کا اونٹ جسے پیچھے باندھ رکھا تھا رسی تڑا کر کہیں بھاگ گیا۔ یہ دونوں اسے ڈھونڈنے میں رہ گئے اور راستہ بھٹک گئے۔ وہ تلاش میں سرگرداں تھے کہ قریش کے ہتھے چڑھ گئے انہوں نے انہیں

گرفتار کرلیا۔ حضرت عبداللہؓ ابن جحش نے اپنی پیش قدمی جاری رکھی اور بطن نخلہ میں پہنچ کر ٹھہر گئے۔ یہ مقام مکہ اور طائف کے درمیان ایک نخلستان ہے جو ابن عامر کا باغ تھا۔ یہاں سے مکہ ایک رات کے سفر پر تھا۔ مکہ جانے والے تمام کاروان یہاں ٹھہرتے تھے۔

آخر قریش کا وہ قافلہ جس کی تاک میں آئے تھے، طائف سے آتا نظر آیا۔ انکے ساتھ کشمش، چمڑا اور دوسرا تجارت کا سامان تھا۔ قریش نے ایک اور قافلے کو خیمہ زن دیکھا تو ٹھٹکے۔ یہ تو پرچھائیں سے بھی بھڑکنے کے دن تھے۔ مسلمانوں نے انہیں ہیبت زدہ دیکھا تو مسلمانوں میں سے حضرت عکاشہؓ بن محصن نے ایک تدبیر کی۔ اپنے ساتھی عامرؓ بن ربیعہ کے آگے بیٹھ گئے اور سر منڈوانے لگے۔ کافر جان گئے کہ یہ لوگ زیارت کعبہ کو آئے ہیں مطمئن ہو کر اپنے جانور چرنے کے لئے چھوڑ دیئے اور کھانا پکانے میں مصروف ہوگئے۔

آزمائشِ فکر و نظر

یہ رجب کا آخری دن تھا۔ اللہ والوں کے قافلے نے باہم صلاح کی۔ اگر آج رات انہیں چھوڑ دیا جائے تو یہ لوگ حرم میں داخل ہوجائیں گے۔ روکا جائے تو لڑائی کا اندیشہ ہے اور یہ حرمت والا مہینہ ہے جس میں خون ریزی منع ہے۔ کسی نے کہا کہ رجب ختم ہوچکا اور شعبان

شروع ہوگیا۔ طے کیا کہ دشمن کو کسی صورت ہاتھ سے نکلنے نہ دیا جائے مسلمان آگے بڑھے تو حضرت واقدؓ بن عبداللہ تمیمی نے راہ خدا میں تیر چھوڑا تو عمرو بن حضرمی کے لگا اور وہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔ بڑھ کر عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کرلیا۔ اس افراتفری میں نوفل بن عبداللہ بھاگ نکلا۔ مسلمانوں نے بڑھ کر مال تجارت پر قبضہ کرلیا۔ یہ چاروں قریش کی ذی مرتبہ شخصیتیں تھیں۔

بے نیازِ گردش دوراں

حضرت عبداللہؓ ابن جحش نے مال غنیمت کے پانچ حصے کئے۔ پانچواں حصہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے الگ رکھ دیا۔ بقیہ کے بارے میں احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔

مجاہد شاداں و فرحاں مدینہ لوٹے تو خمُس اور قیدی لئے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپؐ تو خبروں کا انتظار فرما رہے تھے یہ سب دیکھ کر خفا ہوئے۔ فرمایا میں نے تمہیں ماہ حرام میں لڑائی کا حکم تو نہیں دیا تھا۔ غنیمت قبول کرنے سے انکار کردیا اور قیدیوں کا معاملہ اٹھا رکھا۔ کفّار اور یہودیوں کو اب ایک ایسا موقع ہاتھ آیا کہ جس کے ذریعے مسلمانوں کو بد نام کیا جاسکے۔ افواہیں پھیلائیں کہ مسلمانوں نے ماہ رجب کا احترام چھوڑ دیا

ہے۔ خون ریزی کی، مال لوٹا، قیدی بنائے اور یہ بات پھیلنے لگی۔

حضرت عبداللہؓ ابن جحش نے یہ سب کچھ اپنی ذمہ داری پر کیا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سرزنش نے انہیں خائف کر دیا تھا۔ ان کے ذہن میں خیال پیدا ہوا کہ حضورؐ نے سرزنش فرمائی کہیں اللہ تعالیٰ بھی ناراض نہ ہو جائے۔ اپنے مخلص بندوں کو مغموم دیکھ کر رحمت خداوندی جوش میں آئی اور وحی نازل ہوئی۔

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ

"لوگ آپ سے حرمت کے مہینے میں لڑائی چھیڑنے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہہ دیجیئے کہ اس میں لڑائی بڑا گناہ ہے مگر اللہ کی راہ سے روکنا اور اس کا انکار کرنا، مسجد حرام سے (روکنا) اور اہل حرم کو حرم سے نکالنا اللہ کے نزدیک یہ جرم سب جرموں سے زیادہ سخت اور بڑا ہے اور کفر اور شرک کا فتنہ اس قتل سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے اور یہ کافر ہمیشہ تم سے جنگ کرتے رہیں گے تاکہ تم کو تمہارے دین سے ہٹا دیں اگر ان میں طاقت ہو"۔ سورہ بقرہ آیت ۲۱۷

وحی الٰہی نے مخلص بندوں کو بڑی ڈھارس دی۔ خوشی سے کھل اٹھے۔ امید بندھی کہ حسن نیت کا بھی اجر ملے گا۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے تو جہاد کیا ہے کیا اس کا اجر نہیں ملے گا؟ نیتوں کا حال جاننے والے نے اپنے رسول کو بتایا کہ

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اللہ کے لئے وطن چھوڑا اور (کفار) سے جنگ کرتے رہے وہی اس کی رحمت کے امید وار ہیں اور اللہ بخشنے اور رحمت کرنے والا ہے"

سورہ بقرہ۔ آیت ۲۱۸

حضرت عبداللہؓ ابن جحش اور ان کے ساتھیوں کو کوئی دیکھتا کہ جامہ میں پھولے نہیں سماتے تھے۔ اب حضورؐ نے ان کی غنیمت بھی قبول فرمائی اور قیدیوں کو بھی اپنے قبضے میں لے لیا۔ حضرت عبداللہؓ بن جحش کا اجتہاد بارگاہ رب العزت میں اس قدر مقبول ہوا کہ جنگ بدر کے بعد حکم آیا کہ پانچواں حصہ رسول کے لئے اور باقی مجاہدوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ بدر کی غنیمت کے ساتھ یہ غنیمت بھی تقسیم کی گئی۔

قریش نے دونوں قیدیوں کا فدیہ بھیجا تو فرمایا کہ جب تک ہمارے دونوں ساتھی سعدؓ اور عتبہؓ واپس نہ آجائیں ہم انہیں رہا نہیں کریں گے۔

اندیشہ ہے کہ تم ان کو قتل نہ کر دو اگر ایسا کیا تو یہ دونوں بھی اسی انجام کو پہنچیں گے۔ چند دن بعد دونوں مجاہد واپس آگئے۔ آپ نے فدیہ چالیس اوقیہ[۲۲] لے کر عثمان اور حکم کو چھوڑ دیا۔ عثمان مکہ چلا گیا۔ اور حالت کفر میں اس کا انتقال ہوا جبکہ حکم بن کیسان مشرف بہ اسلام ہوئے

ہم ہی سے باقی ہے گل دامنی و کجکلہی

یہ سریہ کئی اعتبار سے بہت اہم ہے۔ پہلا قتل، پہلی غنیمت، پہلا اجتہاد، پہلے قیدی اور پہلا امیر المومنین اسی سے متعلق ہیں۔ جس کی وجہ سے اس سریہ کو بڑی اہمیت حاصل ہوئی۔ امیر المومنین کے لقب سے خلفائے راشدین میں سب سے پہلے حضرت عمرؓ پکارے گئے حضرت عبداللہؓ بن جحش کا خطاب لغوی معنی میں ہے۔ اصطلاحی معنی میں یہ خلفاء کے لئے مخصوص ہے۔

حضرت عروہ بن زبیرؓ کا بیان[۲۳] ہے کہ غزوہ بدر اور تمام لڑائیاں جو قریش کے ساتھ پیش آئیں ان سب کا سبب یہی عمرو بن حضرمی کا قتل تھا جو عبداللہ حضرمی کا بیٹا تھا۔ گرفتار ہونے والے بھی بڑے با اثر لوگ تھے۔ مورخ طبری کا خیال[۲۴] ہے کہ جس چیز نے بدر کے واقعہ کو ابھارا اور وہ تمام لڑائیاں چھیڑ دیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین قریش کے درمیان پیش آئیں ان سب کا سبب یہی تھا کہ حضرت واقد تمیمیؓ نے عمرو بن حضرمی کو قتل کر دیا تھا۔

حواشی و تشریحات

ہجرت کا دوسرا سال

۱۔ مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۳ بحوالہ صحیحین
۲۔ (ا) شبلی نعمانی : سیرۃ النبیؐ جلد اوّل ص ۳۱۵ بحوالہ زرقانی و مواہب لدنیہ
(ب) محمد ادریس کاندھلوی : سیرت المصطفیٰؐ حصہ دوم ص ۳۷۴ (حاشیہ)
۳۔ شاہ بلیغ الدین : رزم حق و باطل ص ۳۶
۴۔ ابن جوزی : الوفا ص ۲۰۷
۵۔ ابن ہشام : سیرت النبیؐ کامل جلد اوّل ص ۶۸۰
۶۔ ابن سعد : طبقات حصہ اوّل ص ۳۰۸
۷۔ ابن اثیر : سیرت رسول کریمؐ جلد دوم ص ۱۷۷
۸۔ محمد حمید اللہ : رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی ص ۲۸۰
۹۔ ابن ہشام : سیرت النبیؐ کامل جلد اوّل ص ۶۹۱
۱۰۔ ابن اثیر : سیرت رسول کریمؐ جلد دوم ص ۱۷۵
۱۱۔ طبری : سیرۃ النبیؐ حصہ اوّل ص ۱۵۱
۱۲۔ قسطلانی : مواہب لدنیہ ص ۲۲۲
۱۳۔ ابن حزم : جوامع السیرہ ص ۱۲۷
۱۴۔ محمد حمید اللہ : رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی ص ۲۸۲
۱۵۔ (ا) قسطلانی : مواہب الدنیہ ص ۲۲۳
(ب) محمد حمید اللہ : رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی ص ۲۸۳

غزوۂ بدر اولیٰ

۱۶۔ ابن سعد : طبقات حصہ اوّل ص ۳۰۹۔ ابن سعد نے اس کا عنوان "غزوہ بہ تلاش کرز بن جابر فہری" رکھا ہے۔

۱۷۔ ابن اثیر : سیرت رسول کریمؐ جلد دوم ص ۱۷۶

سَرِیَّہ حضرت عبداللہؓ بن جحش

۱۸۔ محمد ادریس کاندھلوی : سیرت المصطفیٰؐ حصہ دوم ص ۴۱۰ بحوالہ زرقانی

۱۹۔ سید جمال حسینی : روضتہ الاحباب ص ۱۴۲

۲۰۔ ابن ہشام : سیرت النبیؐ کامل ص ۶۹۴

۲۱۔ ابن حزم : جوامع السیرہ ص ۱۲۹

۲۲۔ قسطلانی : مواہب لدنیہ ص ۲۲۵

۲۳۔ شبلی نعمانی : سیرۃ النبیؐ ص ۳۲۰

۲۴۔ طبری : سیرت النبیؐ حصہ اول ص ۱۵۶

RekhtaDownload.com

تحویل قبلہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ میں مقیم رہے مسجد حرام میں اس طرح نماز ادا فرماتے کہ داہنی طرف رکن اسود اور بائیں جانب رکن یمانی ہوتا اس طرح ہر دو قبلے آپ کے رو برو ہوتے[1] ہجرت کے بعد یہ صورت ممکن نہ ہو سکی کہ دونوں قبلوں کو جمع کر سکیں۔ بیت المقدس کی طرف رخ کرتے ہیں تو کعبۃ اللہ کی طرف پشت ہو جاتی ہے۔

تڑپے ہے مرغِ قبلہ نُما آشیانے میں

حضور اکرمؐ کا یہ طریقہ تھا کہ جن باتوں میں وحی نہ آتی اس میں بنی اسرائیل کے انبیاء کی موافقت فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی یہودیوں کی تالیف قلوب کے لئے بیت المقدس ہی کو قبلہ رہنے دیا[2] یہود سمجھنے لگے کہ مسلمان بہت سی باتیں ان جیسی کرتے ہیں ہم انہیں آہستہ آہستہ جذب کرلیں گے لیکن تحویل قبلہ سے ان کی تمام امیدیں خاک میں مل گئیں۔ عربوں کے خون میں کعبہ کی محبت اور تعظیم رچی بسی تھی۔ نیت کا حال جاننے والے نے ان کا امتحان لیا تو بیت المقدس

RekhtaDownload.com

کی سمت سجدے کروائے حالانکہ ان کا دل یہی چاہتا تھا کہ کعبہ قبلہ ہو۔

مشرکین مکہ بیت المقدس کے احترام کے قائل نہ تھے ان میں سے جو ایمان لائے انہیں قائل ہونا پڑا۔ اس کے بر خلاف یہود و نصاریٰ کعبہ کی عظمت تسلیم نہیں کرتے تھے۔ یہود بیت المقدس کو "بیت ایل" اللہ کا گھر کہتے اور ہیکل کو مقدس مانتے ہیں۔

بنی اسرائیل کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھنے کی مدت حضرت قتادہؓ کی روایت کے مطابق سولہ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کے بموجب سترہ مہینے کی ہے۔ جس نے سولہ مہینوں کا شمار کیا اس نے ربیع الاوّل اور رجب کے تھوڑے تھوڑے دنوں کو ملا کر ایک مہینہ بنا لیا۔ جس نے سترہ مہینے بیان کئے اس نے ان دونوں مہینوں کو جدا جدا شمار کیا۔ مورخ طبری نے اٹھارہ مہینے بعد لکھا ہے۔[۳]

میرے نفس کی موج سے نشو و نمائے آرزو

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ محسوس فرمایا کہ یہودی کسی طرح اسلام قبول کرنے پر آمادہ نہیں اور اب تو یہ بھی کہنے لگے ہیں کہ قبلہ کے معاملے میں تو ہماری موافقت اور دین میں مخالفت۔ یہ عجیب تضاد ہے۔ یہ باتیں سن کر آپؐ کا دل بھی چاہتا تھا کہ کعبہ قبلہ ہو جائے۔ دل میں شوق پیدا ہوا کہ مسجد حرام کی طرف رخ ہو۔ آرزو

بڑھی تو بار بار آسمان کی طرف التجائی نظریں اٹھنے لگیں۔ وحی کے انتظار میں بے چینی بڑھنے لگی۔ ذوقِ جُبّہ سائی آستانِ کعبہ کا منتظر تھا۔ کعبہ جو ابراہیم خلیلؑ کی سجدہ گاہ تھا۔ اسمٰعیلِ ذبیح کا حرم تھا۔ جبرئیلؑ آئے تو دل کی بات لبوں پر آئی فرمایا۔

"اے جبرئیل! میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے رخ کو یہود کے قبلے سے پھیر دے"

عرض کیا "میں بھی بندہ ہوں آپ اپنے رب سے درخواست کیجئے" یہ پھر تو یہ عالم تھا کہ رخ بیت المقدس کی جانب اور ملتجیانہ نگاہیں آسمان کی طرف عرض مدعا زبانِ خموش سے۔

"اے اللہ! مسلمانوں کا قبلہ وہ مسجد بن جائے جو ابو الانبیاء ابراہیم (علیہ السلام) نے تعمیر فرمائی"

نرالا سارے جہاں سے اس کو عرب کے معمار نے بنایا

یہ عمارت مکعب شکل کی وجہ سے کعبہ کہلاتی ہے۔ خالص عبادت الٰہی کی غرض سے تعمیر کئے جانے کی وجہ سے اسے بیت اللہ کہا جاتا ہے۔ عظمت و حرمت کی وجہ سے مسجد الحرام (حرمت و عزت والی مسجد) ہے۔ یہ روئے زمین کا قدیم ترین اور پہلا گھر ہے جو اللہ کی عبادت کے لئے بنایا گیا۔ قرآن کا ارشاد حرف آخر ہے۔

قبلۂ عالم

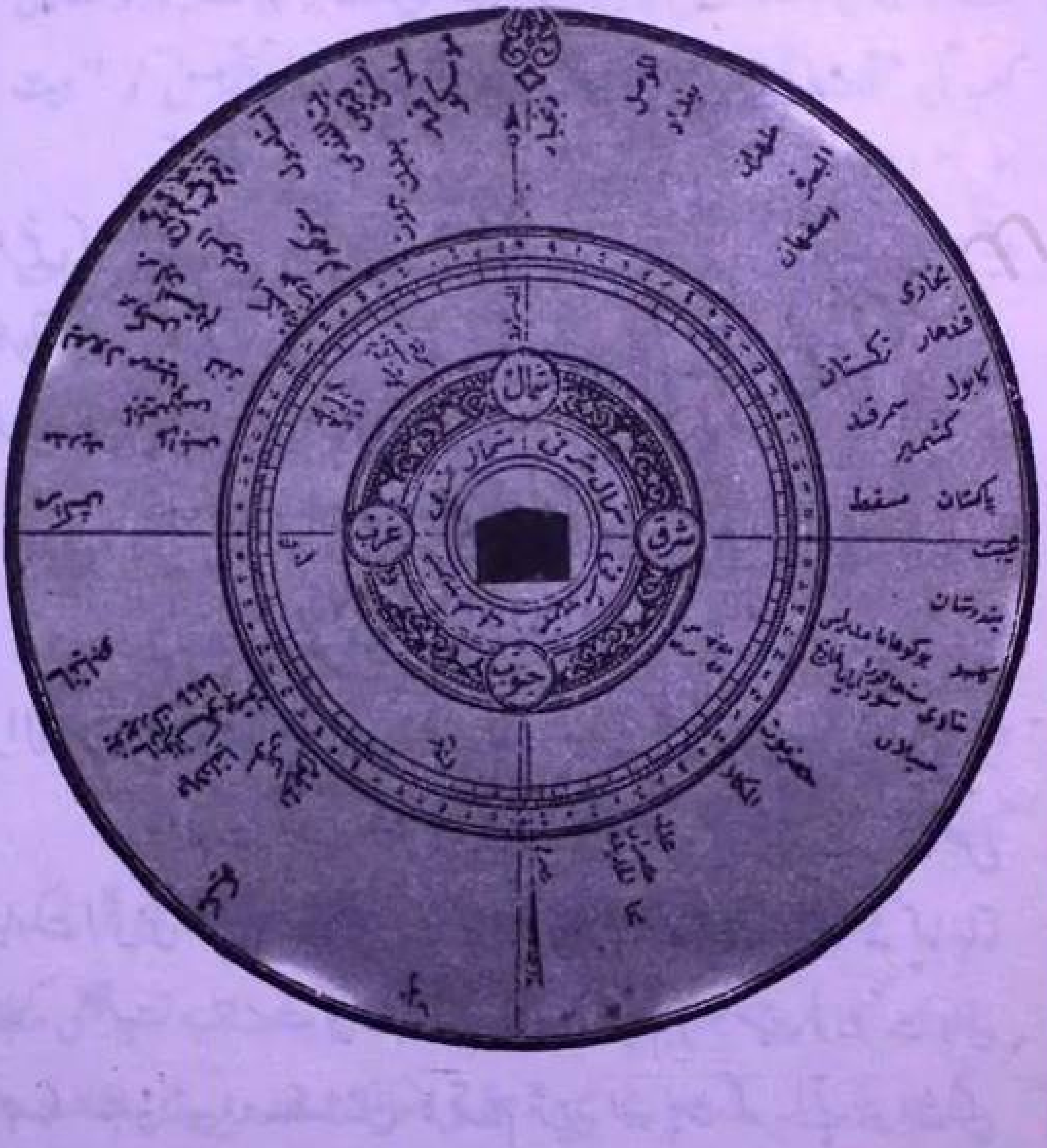

شمال
مشرق
مغرب
جنوب
اصفہان
بخارا
قندھار
ترکستان
کابول
سمرقند
کشمیر
پاکستان
مسقط
تبت
ہندوستان
سیلان

سورہ آل عمران کی آیت ۹۶ میں فرمایا گیا۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾

"یہ مسجد دنیا کی سب سے پہلی مبارک عمارت ہے جو اللہ کی عبادت کے لئے مکہ میں تعمیر کی گئی ہے اور تمام عالموں کے لئے ہدایت ہے"

یروشلم کی بنیاد حضرت داؤد علیہ السلام نے رکھی۔ تعمیر حضرت سلیمان علیہ السلام نے مکمل کی۔ یہ دونوں پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے صاحبزادے حضرت اسحٰق علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ اس طرح یہ عبادت گاہ کعبہ کے ۹۲۱ سال بعد تعمیر ہوئی اور حضرت عیسیٰؑ سے کوئی ۱۹۲۱ سال پیشتر۔ کعبہ کی بزرگی کی سب سے بڑی وجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات گرامی ہے وہ تینوں مذاہب کے ماننے والوں یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے لئے نکتہ اتصال ہیں۔ سب کے جد اعلیٰ ہیں۔ یہ اتحاد نسبی کی طرف اشارہ ہے۔

تحویل قبلہ کی تاریخ اور مہینے کے بارے میں اختلاف ہے۔ ابن جوزی نے "الوفا" میں منگل ۱۵ شعبان سن ۲ ھ لکھی ہے لیکن مورخین اور محدثین کا زیادہ رجحان ماہ رجب کی طرف ہے۔ اسی طرح نماز ظہر یا عصر، مسجد نبوی یا مسجد بنو سلمہ ہر دو کے بارے میں روایتیں ملتی ہیں۔

عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کے ساتھ حضرتِ بشرؓ بن بَراءؓ بن مَعْرُوْرؓ کے پاس دعوت میں تشریف لے گئے تھے، ظہر کا وقت آیا محلّہ بنو سلمہ کی مسجد میں نماز پڑھانے کھڑے ہوئے۔ یہ بنو سواد بن غنم بن کعب سلمہ کی مسجد تھی۔ دو رکعتیں پڑھا چکے تھے۔ ایک اور روایت ہے کہ آپؐ دوسری رکعت کے رکوع میں تھے کہ تَوَجُّہ الی الکعبہ کا حکم آیا۔ امام القبلتینؐ نماز کے دوران فی الفور کعبہ رخ پھر گئے تو میزاب رحمت مقابل تھا۔ جماعت میں موجود لوگ یعنی پیچھے کی صفیں بھی اتباع رسولؐ میں کعبہ رخ ہو گئیں۔ اس روز سے اس کا نام مسجد قبلتین ہو گیا۔ حافظ ابن حجر کا خیال ہے کہ اوّل نماز مسجد بنو سلمہ میں ظہر ہے اور مسجد نبوی میں عصر ہے۔

ایک صحابی نے اس نماز میں شرکت کی اور پھر ان کا انصار کی ایک جماعت کے پاس سے گزر ہوا جو اپنے محلّہ میں نماز عصر پڑھ رہے تھے۔ اس وقت وہ بیت المقدس کی جانب رخ کئے حالت رکوع میں تھے۔ ان صحابی نے بلند آواز سے کہا ”میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کعبہ کی جانب منہ کر کے نماز پڑھی ہے“ یہ سنتے ہی امام اور نمازیوں نے اپنا رخ بھی کعبہ کی طرف کر لیا۔ تحویل قبلہ کی خبر مسجد قُباء میں صبح کے وقت نماز فجر میں پہنچی تو انہوں نے بھی حالت

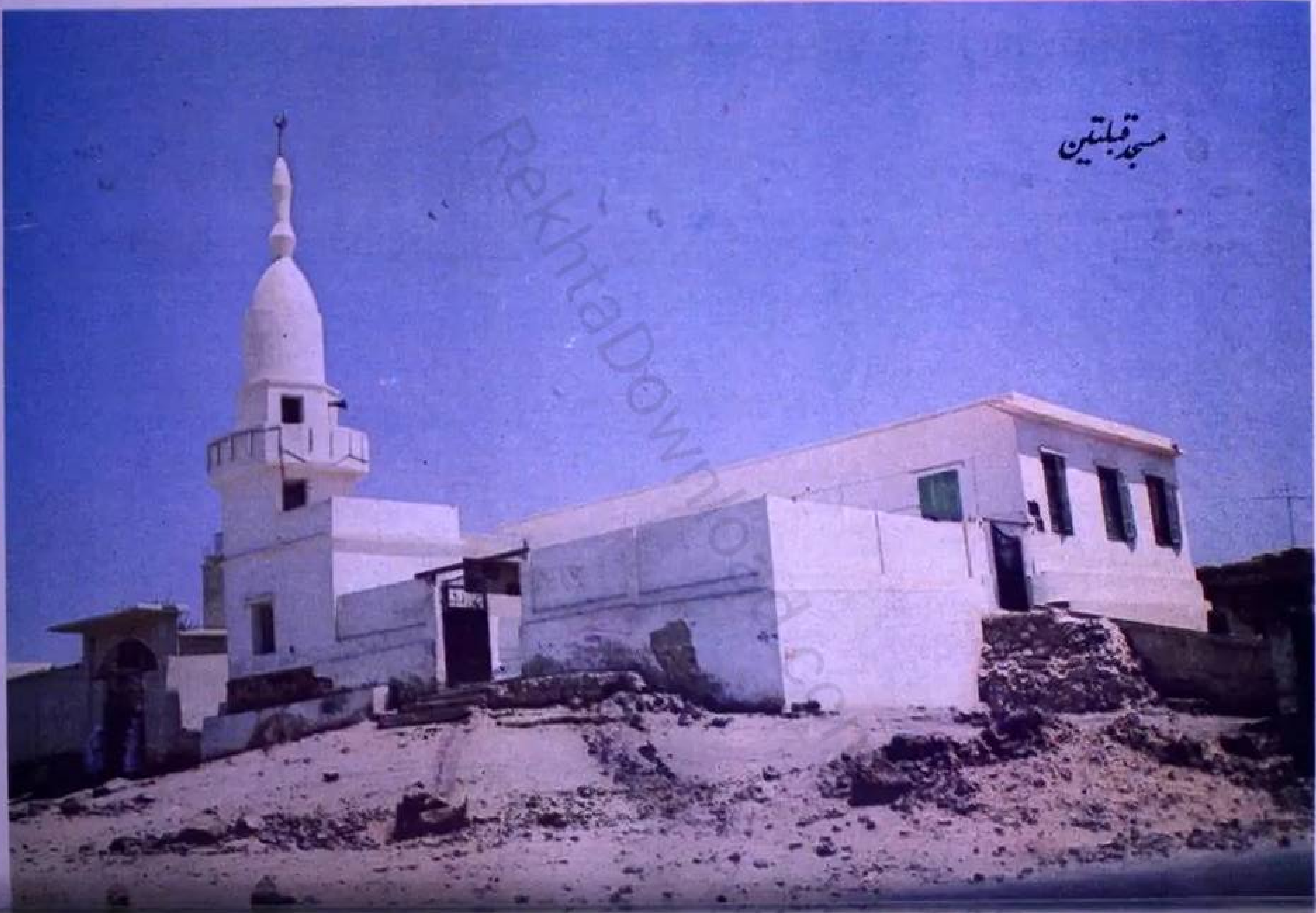

RekhtaDownload.com

نماز میں گھوم کر کعبہ کی جانب منہ کر لیا۔ اس کے بعد تحویل قبلہ کی عام منادی مدینہ اور اس کے اطراف میں کروادی گئی۔ یہاں یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرتِ بشرؓ کے گھر موجود تھے۔ ان کے والد براءؓ بن معرور ہی صحابہ کرامؓ میں پہلے شخص ہیں جو اندرونی تڑپ سے مجبور ہو کر حرم کعبہ کی جانب منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ بیعت عقبہ کبیرہ کے موقع پر اس بارے میں امام القبلتینؐ سے پوچھا تو فرمایا کہ تم ایک قبلہ پر ضرور ہو لیکن کچھ دن انتظار کرو۔ تعمیل ارشاد میں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھنے لگے۔

کعبہ ـــــ سطوتِ دینِ مُبیں

تحویل قبلہ کا حکم سورۂ بقرہ کی آیت ۱۴۴ میں ہے۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾

"یہ تمہارے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا ہم دیکھ رہے ہیں لو ہم اسی قبلہ کی طرف تمہیں پھیر دیتے ہیں جسے تم پسند کرتے ہو۔ مسجد حرام کی طرف رخ پھیر دو۔ اب جہاں کہیں تم ہو نماز کے وقت اسی کی طرف اپنا رخ کر کے نماز ادا کرو"۔

یہ حکم اس بات کا اعلان تھا کہ بنی اسرائیل کی امامت کا دور ختم

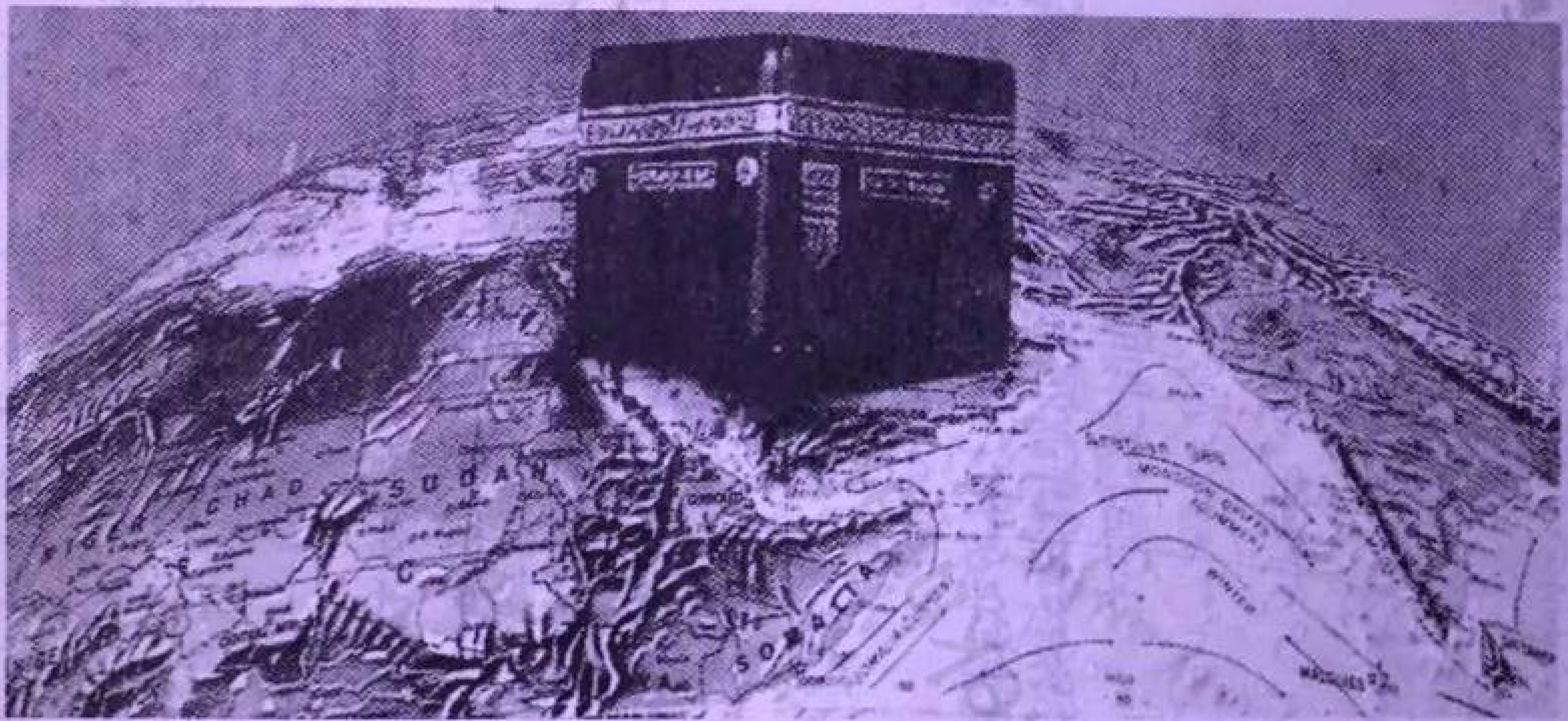

وہ دنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا خلیل ؑ ایک معمار تھا جس بنا کا

ہو چکا اور امام الناس حضرت ابراہیم علیہ السلام اقوام عالم کے پیشواء کی دعاؤں کا ثمرہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس منصب پر فائز کر دیئے گئے۔ ان کے پیرو "امت وسط" قرار دیئے گئے۔ بیت المقدس کی مرکزیت بھی رخصت اب مکہ مرکز کعبہ ان کی مرکزیت کا نشان ہے۔

حکم تحویل کے بعد حضرت جبرئیلؑ مسجد نبوی میں حاضر ہوئے تو امام القبلتینؐ نے قبلہ درست کرنے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت جبرئیلؑ نے مسجد نبوی اور مسجد حرام کے درمیان حائل حجابات (پہاڑ، صحرا وغیرہ) اٹھا دیئے۔ کعبۃ اللہ.......... سطوت دین مبین کی علامت نظروں کے سامنے تھی۔ حضرت جبرئیلؑ نے میزاب کعبہ کی سمت ہاتھ کے اشارے سے قبلہ درست فرمایا۔ تحویل قبلہ کے چودہ، پندرہ دن بعد تک بھی امام القبلتین صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا مقام اسطوانہؑ عائشہؓ کے پیچھے تھا۔ اس کے بعد محراب کا مقام وہ مقرر ہوا جو آج تک قائم ہے۔ پچھلے قبلہ کی دیوار اہل صفہ کی حد ٹھہری۔ مسجد قُباء میں بھی آپؐ نے قبلہ کی دیوار جانبِ کعبہ فرما دی۔

عقل عیّار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے

قبلہ کی سمت بدل گئی تو سرکردہ یہودیوں کا ایک گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہا "اے محمدؐ! آپ جس قبلے پر تھے اس سے کس چیز نے آپ کو پھیر دیا؟ آپ کا دعویٰ تو یہ

ہے کہ آپ دین ابراہیمی پر ہیں۔ اگر آپ اگلے قبلے پر لوٹ آئیں تو ہم آپ کو سچا نبی مان کر آپ کی پیروی کریں گے"۔ یہ ان کی صاف گوئی نہیں بلکہ دین حق سے برگشتہ کرنے کی سازش تھی۔ آپؐ نے انکار فرمادیا۔ وحی کا نزول ہوا۔ (سورہ بقرہ آیت ۱۴۲)

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَن قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُل لِّلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

"جو لوگ عقل اور بصیرت سے محروم ہیں وہ ضرور کہیں گے کہ مسلمان جس قبلے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے کیا بات ہوئی کہ ان کا رخ اس سے پھر گیا۔ (اے پیغمبر) تم کہو، مشرق ہو یا مغرب سب اللہ ہی کے لئے ہے وہ جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے"

حُیَیّ بن اَخطَب نے مسلمانوں سے پوچھنا شروع کیا وہ نمازیں جو تم لوگوں نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھیں وہ گمراہی تھی یا ہدایت؟ اگر پہلی بات ہے تو اتنے دن کیوں گمراہ رہے؟ ہدایت تھی تو اس سے کیوں پھر گئے؟ بڑی چبھتی عیارانہ بات تھی۔ مسلمانوں نے امام القبلتینؐ سے پوچھا۔ جو لوگ مرگئے ان کی نمازوں کا کیا ہوگا؟

وحی آئی سورہ بقرہ آیت ۱۴۳

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ

اللہ تمہاری نمازوں (ایمان) کو ضائع نہیں کرے گا۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے

تحویلِ قبلہ کا حکم کسی جہت یا سمت کا نہیں بلکہ ایک مخصوص گھر اور عمارت کی طرف کا ہے۔ "اپنا رخ پھیر لیا کرو مسجدِ حرام کی طرف" مسجدِ حرام نام ہے خانہ کعبہ والی مسجد کا۔ سمت کا تعین نہیں مکان کی شرط ہے۔ دنیا کے کسی خطہ میں مسلمان بستے ہوں ان کا رخ مسجد حرام کی طرف ہو گا جغرافیائی اعتبار سے کسی کے لئے یہ سمت مغرب ہے، کسی کے لئے مشرق، کسی کے لئے شمال اور کسی کے لئے جنوب۔ خانہ کعبہ نمازی کے لئے کسی نہ کسی سمت میں لامحالہ پڑیگا۔ اس لئے حکمِ تحویل میں اس کا ذکر ہی نہیں کیا گیا۔ مصلحت وقت کا تقاضہ یہ تھا کہ یہود و نصاریٰ سے بگاڑ نہ ہو لیکن درس یہ دیا جاتا ہے کہ نازک ترین حالات ہی میں ملی انفرادیت کی حفاظت کی جاتی ہے۔ تحویلِ قبلہ اس کا بیّن ثبوت ہے۔ آفاقیت کا یہ عالم کہ ہر سمت اہل ایمان کی سمت ہے۔ نماز کا وقت آیا اور رخ مسجدِ حرام کی طرف پھر گیا۔ اس طرف منہ کرنے والے تمام لوگ

ایک امت اور ایک ملّت ہیں۔ ان کا فرض اس حرم کی پاسبانی ہے۔ سمت پرستی بھی شرک کی، کئی اقسام میں سے ایک ہے یہ حکم اس کی نفی کرتا ہے۔ٹلہ

دو قبلے

مسلمانوں کے لئے بیت المقدس قبلۂ اوّل اور کعبہ قبلۂ دوم ہے۔ ان دونوں کے بارے میں قدرت کے فیصلے الگ الگ ہیں۔ کعبہ روئے زمین پر اللہ کا پہلا گھر ہے۔ اس کی حفاظت اس نے اپنے ذمہ رکھی ہے۔ جس کا بیّن ثبوت ابرہہ اشرم کا واقعہ ہے۔ اللہ کا یہ گھر تاریخ کے ہر دور میں محترم، محفوظ اور بزرگی والا رہا ہے۔ فتح مکّہ کے بعد سے قیامت تک نہ مشرک اس کے قریب پہنچ سکتے ہیں نہ یہود و نصاریٰ۔ وہ صرف نور ایمانی سے روشن جبینوں کا آستانہ ہے۔ اس کے بسانے والے یہی اہل ایمان ہیں جن کے لئے وہ محترم، مکّرم اور معظم ہے۔

بیت المقدس۔ قبلۂ اوّل کی تولیت احکامِ خداوندی کی اطاعت پر موقوف ہے۔ وقفہ وقفہ سے مسلمان اپنی بد اعمالیوں کی سزا کے طور پر اس منصب سے ہٹائے جاتے رہے۔ آج بھی قبلۂ اوّل کے در و دیوار بڑی حسرت سے کسی صلاح الدین ایوبی کو تک رہے ہیں۔

مجھے ہے حکمِ اذاں لا الٰہ اِلّا اللہ

جب نماز کا وقت ہوتا تو مسلمان خود بخود جمع ہو جاتے لیکن وقت کا اندازہ درست نہ ہونے کی وجہ سے اکثر لوگ نماز با جماعت سے محروم رہ جاتے۔ مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد کسی علامت کے مقرر کرنے کی ضرورت پیش آئی تاکہ یہ درپیش مسئلہ حل ہو سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار سے اس معاملے میں مشورہ فرمایا۔ کسی نے کہا کہ یہودیوں کی طرح بُوق یا قَرنا پھونکا جائے۔ عیسائیوں کی طرح ناقُوس بجانے پر بھی غور کیا گیا۔ مجوسیوں کا آگ جلانے کا طریقہ بھی زیر بحث آیا۔ یہ بھی مشورہ دیا گیا کہ کوئی بڑا جھنڈا نماز کے اوقات میں بلند کیا جائے تاکہ مسلمان اسے دیکھ کر نماز کے لئے جمع ہو جائیں۔ بُوق اور ناقوس کو یہود و نصاریٰ سے مشابہ ہونے کی بنا پر حضورؐ نے ناپسند فرمایا۔ آگ کا جلانا رات میں اور جھنڈا بلند کرنا صرف دن میں کار آمد تھے اس لئے یہ تجویزیں بھی رد کر دی گئیں۔ جب کسی بات پر اتفاق نہ ہو سکا تو حضرت عمر فاروقؓ نے مشورہ دیا کہ نماز کے وقت کوئی آدمی گلیوں میں "اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ" کی صدا بلند کرے۔ حضورؐ نے اس کام پر حضرت بلالؓ کو مامور فرمایا۔[1]

ابن ماجہ کی روایت ہے کہ ایک رات قریب فجر حضرت عبداللہؓ ابن زید بن عبدرَبّہ نے کچھ خواب اور کچھ حالتِ بیداری میں ایک سبز پوش

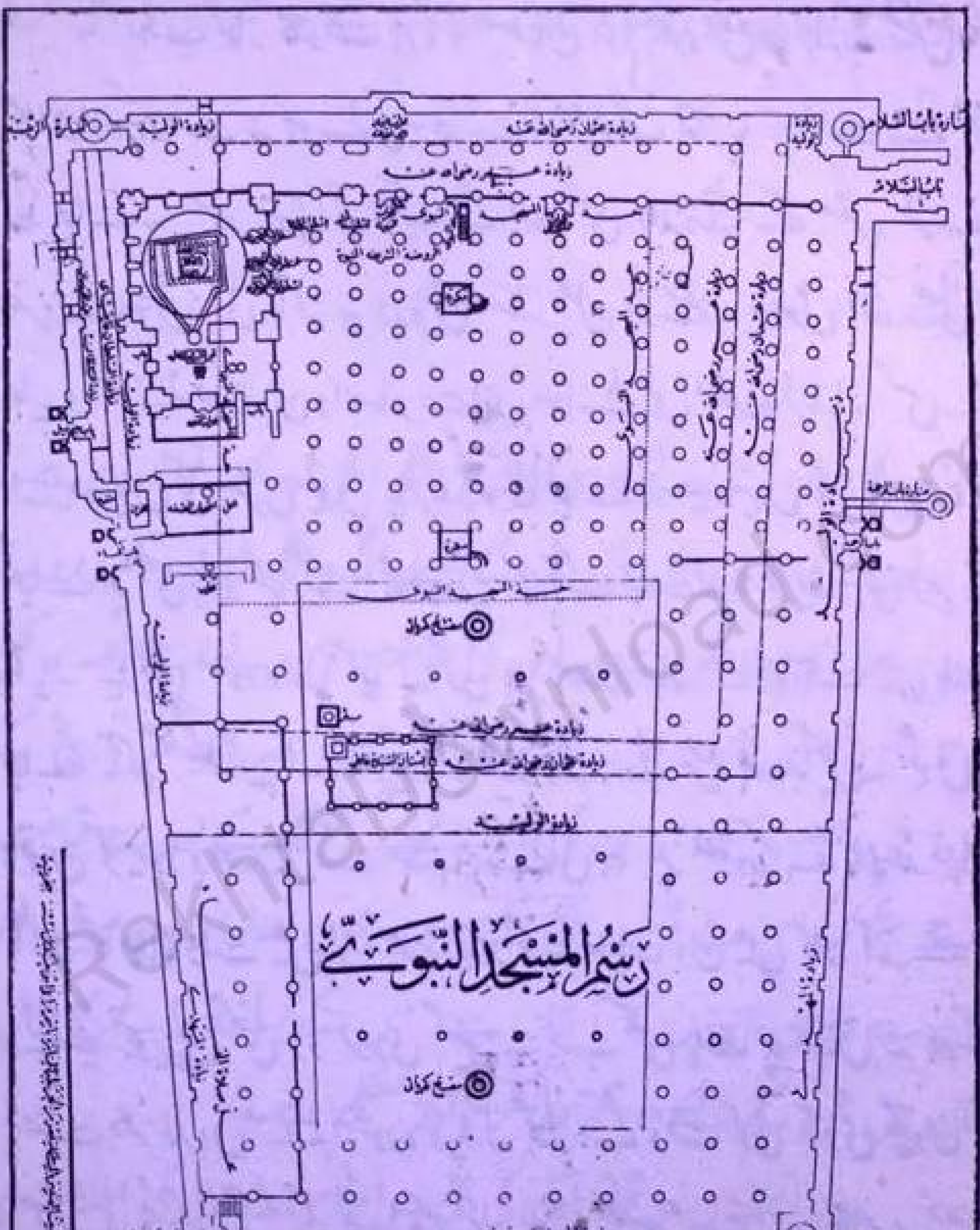
رسم المسجد النبوي

شخص کو دیکھا جسکے ہاتھ میں ناقوس تھا پوچھا۔ اے بندہ خدا کیا اس ناقوس کو بیچو گے؟ اس نے کہا تم اسکا کیا کرو گے؟ جواب دیا اس سے اقامت الصلوۃ کے لئے اعلان کروں گا۔ اس نے کہا کیا میں تمہیں اس سے بہتر بات نہ بتاؤں؟ میں نے کہا ضرور۔ اس نے کلمات اذان سکھائے پھر ذرا ہٹ کر اقامت کے کلمات پڑھے حضرت عبداللہؓ نے صبح یہ بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی۔ آپؐ نے فرمایا یہ خواب سچا ہے۔ ارشاد ہوا کہ اذان کے کلمات بلال کو سکھادو کیونکہ وہ بلند آواز والا ہے۔

جب حضرت بلالؓ نے اذان دی تو آواز سن کر حضرت عمرؓ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے تیزی سے مسجد میں آئے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ! میں مسجد میں گھنٹہ بجانے کے لئے دو لکڑیاں خریدنا چاہتا تھا کہ خواب میں دیکھا کوئی کہتا ہے کہ گھنٹہ نہ بنا بلکہ نماز کے لئے اذان کہہ۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا جیسا زید کو دکھلایا گیا۔ یہ سن کر فرمایا فللہ الحمد (پھر تو اللہ کا شکر ہے) ؂۲

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے بھی ایسا ہی خواب میں دیکھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ اذان کے کلمات (۱۱) صحابہ کو سکھائے گئے۔

ہوتا رہے گا ذکرِ محمدؐ خدا کے ساتھ

اس دن سے اذان کا یہ طریقہ قائم ہوا جو دین اسلام اور امت

مسلمہ کا خاص الخاص شعار ہے۔ اذان اور اقامت میں دین کے بنیادی اصولوں کی تعلیم ہے۔ اذان کے کلمات بڑے جامع اور دین کی روح سے مملو ہیں۔ معنی و ترتیب کے لحاظ سے یہ دعوت و پکار بڑی بلیغ ہے۔ اللہ کی عظمت و کبریائی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی گواہی اس سے بہتر طور پر ممکن نہیں۔ حکم ہے کہ اذان دو آہستہ آہستہ، ٹھہر ٹھہر کر اقامت پڑھو تو جلدی اور رواں۔ قاعدہ یہ ہے کہ جو اذان پڑھے وہی اقامت کہے۔ اذان جاری ہو جانے کے بعد حضور اکرمؐ نے اذان سننے والوں کو حکم دیا کہ جب اذان سنو تو موذن کے مثل اسے دہراتے رہو اور جب موذن حی علی الصلوٰۃ اور حیَ علی الفلاح کہے تو اس کے جواب میں لاحول ولا قوۃ اِلاّ باللہ پڑھا کرو۔ اذان کے بعد وہ خاص دعا پڑھنے کا حکم ہے جس میں حضور کو وسیلہ اور فضیلہ کے خاص درجے اور مقام محمود پر سرفراز فرمانے کی التجا ہے۔[۱۳]

رومی فنا ہوا حبشیؓ کو دوام ہے

اذانِ فجر کے بعد حضرت بلالؓ کا یہ معمول تھا کہ حجرۂ اقدس کے پاس جا کر کھڑے ہو جاتے اور "الصلوٰۃ یارسول اللہ" کہتے جسے سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بر آمد ہوتے۔ ایک صبح حضور اکرمؐ بر آمد نہ ہوئے۔ فجر کا وقت تنگ سے تنگ تر ہونے لگا حضرت بلالؓ بار بار عالم اضطراب میں حجرہ مبارک کی جانب دیکھ رہے تھے کہ اس کیفیت میں ان کی زبان سے بے اختیار "اَلصَّلٰوۃُ خَیرٌ مِّنَ النَّوْمِ (نماز نیند سے بہتر

ہے) کا کلمہ نکلا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے حجرہ سے بر آمد ہوئے اور فرمایا "بلال اس کلمہ کو فجر کی اذان میں شامل کرلو" یوں حضرت بلالؓ کی زبان سے عالم اضطراب میں نکلا ہوا کلمہ، ترانہ ابدی (اذان) کا حصہ بن گیا۔[۱۴]

مسجد نبوی کے دو مؤذن تھے۔ ایک حضرت بلالؓ اور دوسرے نابینا حضرت عبداللہؓ بن عمرو ام مکتوم تھے۔ نماز فجر کی اذان حضرت بلالؓ تہجد کے وقت دیا کرتے تھے۔ صبح صادق ہوتے ہی حضرت عبداللہؓ اذان دیا کرتے۔ بنی نجار کی ایک عورت کا بیان ہے کہ مسجد کے آس پاس والے گھروں میں اس کا گھر سب سے اونچا تھا۔ حضرت بلالؓ اس پر چڑھ کر صبح کی اذان دیا کرتے تھے وہ سحر کے وقت آتے اور فجر کے انتظار میں گھر کے اوپر بیٹھ جاتے۔ جب وقت ہوتا تو کھڑے ہو جاتے اور کہتے یا اللہ! میں تیری تعریف کرتا ہوں۔ قریش کے مقابلے میں تری مدد کا خواہاں ہوں کہ وہ تیرے دین پر سیدھے کھڑے ہوجائیں۔ اس کے بعد اذان کہتے۔ یہی ان کا معمول تھا۔[۱۵] مدینہ میں فجر کی دو اذانوں کا معمول اب بھی ہے۔ وصال نبوی کے بعد حضرت بلالؓ نے مسجد نبوی میں اذان پڑھنا چھوڑ دیا۔ مسجد قباء کے مؤذن حضرت سعدؓ بن قرظ کو حضرت بلالؓ کی سفارش پر مسجد نبوی کا مؤذن مقرر کیا گیا۔ ۸ ہجری میں جنگِ حُنین سے واپسی پر حضرت ابو محذورہؓ کی قسمت جاگی۔ وہ ان چند ایسے لوگوں میں

سے تھے جو موذّن نبی کا مذاق اڑانے کے لئے اذان کی نقل کر رہے تھے۔ حضورؐ نے ان لوگوں کو طلب فرمایا۔ پوچھا تم میں وہ کون ہے جس کی آواز بلند ہے؟ سب نے ابو محذورہؓ کی طرف اشارہ کیا۔ حکم ہوا اذان دو اور خود اذان بتانی شروع کی۔ اذان ختم ہوئی تو آپ نے ایک تھیلی عطا فرمائی جس میں کچھ چاندی تھی۔ دست مبارک کو سر پر، سینہ سے ناف تک پھیرا۔ دعا فرمائی ''اللہ تعالیٰ تیرے اندر اور تجھ پر برکت نازل فرمائے''۔ یوں کفر دور ہوا اور دولت ایمان مل گئی۔ عرض کیا مجھے مکّہ میں مسجدِ حرام کا موذّن بنا دیجئے۔ فرمایا اچھا مسجدِ حرام میں تم اذان دیا کرو۔ زندگی بھر سر کے اگلے حصہ کے بال نہیں کٹوائے کیونکہ دستِ مبارک کا لمس اسی مقام سے شروع ہوا تھا۔

جمعہ کی اذان

نماز جمعہ فرض ہو چکی تھی لیکن اس کی اذان اس وقت شروع ہوتی جب امام الانبیاء خطبہ دینے کے لئے آکر بیٹھ جاتے۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے دور خلافت میں جمعہ کے دن پہلی اذان دینے کا حکم صادر فرمایا تاکہ لوگ مسجد آنے میں جلدی کریں۔ آپ نے اذان کی بہ نسبت تکبیر ذرا آہستہ آواز میں دلانے کا انتظام فرمایا۔

جمعہ کے دن خطبہ کی اذان ہونے کے بعد خرید و فروخت حرام ہے۔ نماز جمعہ ختم ہونے کے بعد تجارت کی جا سکتی ہے۔

انصار میں پہلا نو مولود

۱۔ یہودیوں نے مشہور کر دیا کہ ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہؓ پر جادو کر دیا ہے ان میں اولاد نرینہ نہیں ہوگی۔ ہجرت کے کوئی چودہ مہینے بعد ربیع الاخر میں حضرت بشیر انصاری کے گھر نعمان پیدا ہوئے تو مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوئی۔ بات بدلنے والے یہودیوں نے کہا کہ ہم نے مہاجرین پر جادو کیا ہے۔ اس کے چھ ماہ بعد مہاجر گھرانے میں بچہ تولد ہوا۔

مہاجرین میں پہلے بچے کی ولادت

۲۔ حضرت اسماءؓ جنہیں ذات النطاقین کہتے ہیں، جو حضرت ابو بکرؓ کی بڑی صاحبزادی اور حضرت زبیرؓ ابن عوّام کی شریک حیات تھیں جس وقت سفر ہجرت پر نکلیں حاملہ تھیں۔ قُباء میں پہنچیں تو مدت حمل پوری ہو چکی تھی بچہ تولد ہوا تو وہ حضورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور بچے کو حضورؐ کی گود میں رکھ دیا۔ آپؐ نے ایک کھجور منگوائی اور چبا کر بچہ کے منھ میں لگا دی اسے عربی میں "تحنیک" کہتے ہیں۔ پھر آپؐ نے بچہ کے لئے دعا فرمائی۔ بچہ کا نام عبداللہ رکھا اس کے سر پر دست مبارک پھیرا۔

حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی ولادت پر مسلمانوں نے بڑی خوشی و مسرت کا اظہار کیا کیوں کہ یہ بات تمام میں مشہور ہوگئی تھی کہ یہودیوں

نے مہاجروں پر جادو کر دیا ہے اور اب ان کے ہاں اولاد نرینہ نہیں ہوگی۔ اس ولادت سے ایک انجانہ سا خوف ختم ہو گیا تھا۔ ان کی پیدائش شوال سن ۲ ھ کی ہے۔

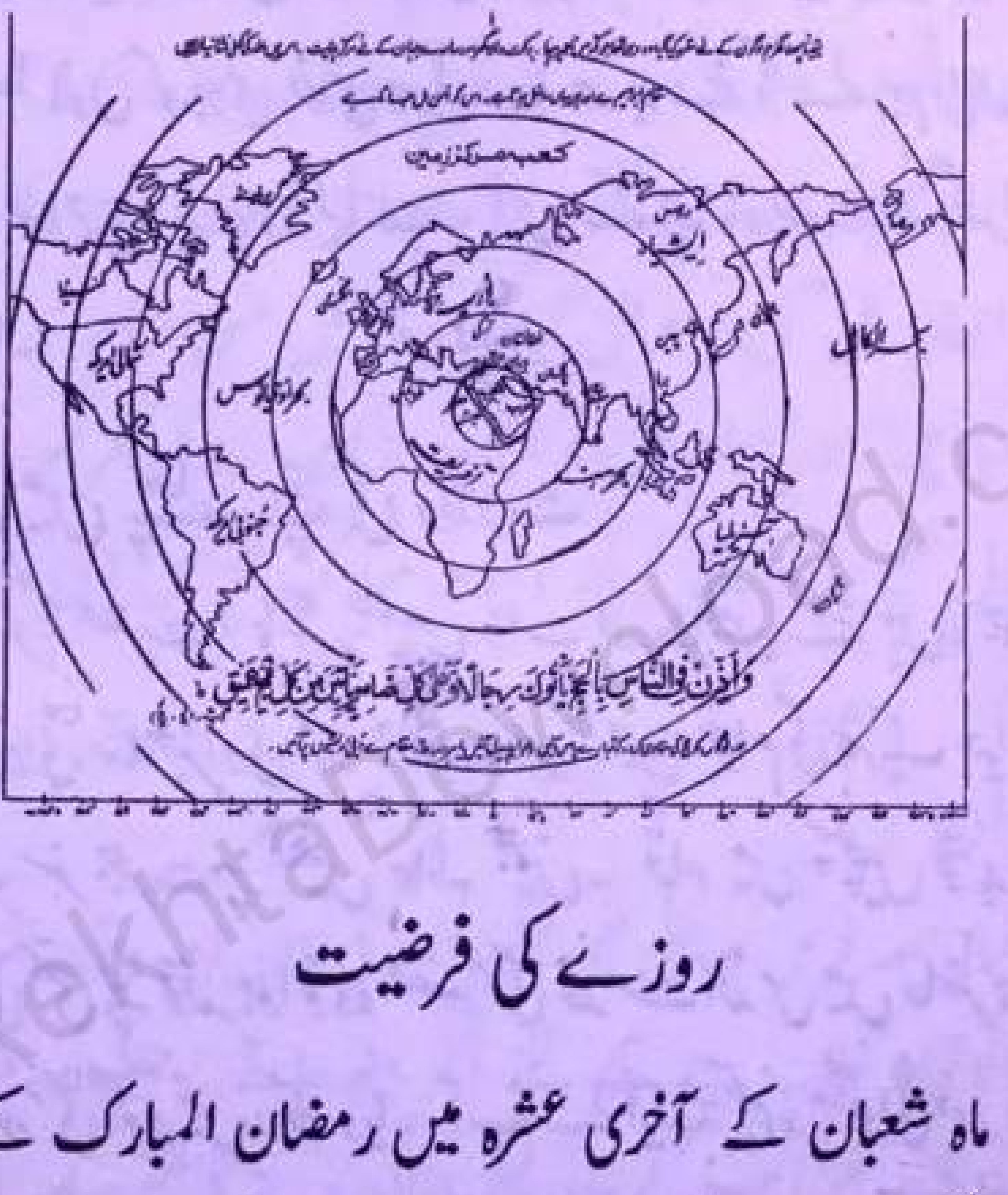

روزے کی فرضیت

ماہ شعبان کے آخری عشرہ میں رمضان المبارک کے روزے فرض کئے گئے اور اس سلسلے میں درج ذیل آیت کریمہ نازل ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ
الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

"اے ایمان والو ! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ"۔

روزے اور پچھلی امتیں

اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ روزوں کی فرضیت صرف اُمت محمدی ہی کے لئے ہی مخصوص نہیں بلکہ پچھلی اُمتوں پر بھی روزے فرض کئے گئے تھے اور اس کا مقصد لوگوں کو متقی بنانا ہے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ تقویٰ کی خاطر ہر نبی کی اُمت نے روزے رکھے۔ حضرت آدم علیہ السلام ہر مہینہ ایام بیض (تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ) میں روزے رکھا کرتے تھے۔ ابنِ قُتیبہ نے "کتاب المعارف" میں لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام طوفان کے تھمنے کے بعد کشتی سے اترے تو بارگاہ رب العزت میں قربانی کا نذرانہ پیش کیا اور ماہ رمضان کے روزے رکھے۔ رمضان کے روزے حضرت نوح علیہ السلام کی اولیات میں سے تھے۔ عراق کی صابی قوم سورج، چاند اور ستارہ پرست تھی اور یہ لوگ ان کے اعزاز کے لئے روزے رکھتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان میں مبعوث ہوئے تو فرمایا روزے اللہ کے لئے ہیں اور آپ نے کامل ۳۰ دن روزے رکھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہیں رکھتے۔ عبادتوں کے حریص صحابی حضرت عبداللہؓ ابن عمرو ابن العاص کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل روزوں کے بجائے صوم داؤدی رکھنے کا حکم دیا۔

یہودیوں کے روزے

حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو مصریوں کی غلامی سے آزاد کرنے کے بعد جب کوہِ طور پر تشریف لے گئے تو آپ نے ایک مہینہ تک روزے رکھے اور یہ مہینہ اعتکاف میں گزارا پھر یہ مدت مزید دس دن بڑھا دی۔ چلّہ پورا ہوا تو کتاب شریعت یعنی توریت عطا ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جمعرات کے دن کوہ طور پر گئے اور چالیس دن بعد پیر کو واپس لوٹے۔ امّت موسوی جہاں چالیس دن کے روزے کی پابند ہے وہیں ان کے اَحْبَار (مذہبی پیشوا) جمعرات اور پیر کا روزہ بھی رکھا کرتے تھے۔ چالیسواں دن یوم عاشورہ یعنی دسویں محرم تھا اس کی تعظیم میں وہ بھی روزہ رکھا کرتے تھے۔ احکام بدلنے اور مذہب میں تبدیلیاں کرنے والے ماہر یہودیوں نے اپنے اوپر سے چالیس دن کی پابندی اٹھالی اور اس کے بجائے چوبیس گھنٹے کا روزہ رکھنا شروع کر دیا یہ روزہ فرعون سے نجات پانے کی یاد میں بطور کفارہ رکھا جاتا تھا۔

ان کے روزہ رکھنے کا طریقہ کار کچھ یوں ہے کہ افطار کے وقت جو کچھ کھالیں سو کھالیں پھر کچھ نہیں کھاتے۔ ان سے ممیتز کرنے کے لئے اسلام میں سحری کھانا سنت قرار دیا گیا۔ یہودیوں کے پاس روزہ سوگ کی علامت ہے۔ یہ روزے شمسی حساب سے رکھے جاتے ہیں۔ گرمی میں معین ہو جاتے ہیں تو ہر سال اسی موسم میں آتے ہیں لیکن اسلام نے قمری

حساب کو بنیاد بنایا جس سے روزے ہر موسم میں بدلتے رہتے ہیں۔

مذہب عیسائیت میں روزے

حضرت عیسٰی علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے اور دو دن کھاتے پیتے۔ بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے پیرو کاروں پر بھی روزے فرض تھے۔ عیسائی مذہب کے ماننے والے چھ ہفتوں تک مسلسل روزے رکھتے تھے لیکن اتوار کو ناغہ کرتے۔ آغاز ایک بدھ سے ہوتا اور اختتام اتوار پر۔ اس لحاظ سے ۳۴ دن روزے رکھتے۔ یہ روزے عیسٰی علیہ السلام کی صحرا میں پناہ گزینی کی یادگار تھے۔ حضرت عیسٰی کے حواریوں نے درخواست کی کہ دعا کیجئے کہ پروردگار ہمارے لئے خوانِ نعمت اتارے۔ قبولیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے شرط لگادی کہ تیس دن کے روزے رکھو پھر دعا کرو۔ حواریوں نے ایسا ہی کیا خوان نعمت اتوار کے دن نازل ہوا جو نصاریٰ کے لئے متبرک دن ہے۔ انجیل مرقس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت دانیالؑ اور حضرت یحیٰی علیہ السلام کی اُمتیں بھی روزہ رکھا کرتی تھیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کا روزہ رسمی ہوتا۔ وہ اسے کفارہ، توبہ یا ایسے ہی کسی محدود مقصد کے لئے رکھا کرتے تھے۔ اب عیسائی مذہب کے ماننے والے روزے میں بھوک پیاس کی پابندی کے قائل نہیں ہیں۔ پوپ (بڑے پادری) نے انہیں کھانے پینے کی اجازت دے کر حکم دیا ہے کہ روزہ صرف خیالات کی حد تک رکھا جائے۔

اسلام میں روزوں کا مقصد

اسلام چونکہ ادیان الٰہی کا خلاصہ ہے اور ابدی دین ہے اس لئے روزہ کی سابقہ تمام خصوصیات کسی نہ کسی طرح برقرار رکھی گئیں لیکن دین فطرت نے اس میں آسانیاں پیدا کردیں دیگر اقوام کی بہ نسبت عرب روزے کے خوگر نہ تھے اس لئے اسلام نے بتدریج اس کا خوگر بنایا۔ مکی زندگی میں اکثر مسلمان ایّام بیض اور عاشورہ (اس دن غلافِ کعبہ تبدیل کیا جاتا تھا) کے نفلی روزے رکھا کرتے۔ سورۂ بقرہ کی ۱۸۴ آیت میں فرمایا گیا۔

أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ۚ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ ۚ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٨٤﴾

"یہ گنتی کے چند دن ہیں۔ ہاں جو شخص مریض ہو، مسافر ہو تو بعد میں روزے رکھے اور اس طرح روزے کی تعداد کو پورا کرلے اور جو لوگ باوجود قوت کے روزہ نہ رکھیں یا ایسے لوگ کہ روزہ رکھنا ان کی استطاعت سے باہر ہو یا مشکل سے روزہ رکھ سکیں تو وہ روزہ کے بدلے مساکین کو کھانا کھلائیں اور جو کوئی شوق سے نیکی کرے تو اس کے حق میں اچھا ہے اور اگر تم سمجھو تو روزہ رکھنا بہتر ہے۔"

کچھ عرصہ بعد باوجود قوت کے روزہ نہ رکھنے اور فدیہ دینے کی یہ رعایت منسوخ کردی گئی البتہ بوڑھے مرد، ضعیف عورتوں کے لئے ہر روزہ کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلانے کی رعایت باقی رکھی گئی۔ مریض، حاملہ، دودھ پلانے والی، مسافر کے لئے حکم دیا گیا کہ تم بعد میں جب عذر باقی نہ رہے تو قضا روزے رکھ لیا کرو پھر سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۷ میں سحر تک کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات قائم رکھنے کی سہولت دی گئی۔

روزوں کا مقصد تقویٰ پیدا کرنا ہے تقیٰ کا مطلب ہے کسی شے کے ضرر سے اپنے تیئں بچانا۔ اصطلاح میں برائی اور گناہ سے بچنے کا نام تقویٰ ہے۔ پانچوں وقت کی نماز تقویٰ سے متعلق تعلیم و تربیت کا عمومی نصاب ہے اور روزہ تربیت تقویٰ کا خصوصی نصاب ہے۔ روزہ صبر و استقامت سکھاتا ہے اور قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ (سورہ آل عمران آیت ۱۴۶) روزہ صرف اللہ اور بندے کا معاملہ ہے اسی لئے فرمایا "روزہ صرف میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا ہوں" یعنی اللہ کا قرب اور خوشنودی۔ سورہ حجرات آیت ۱۳ میں فرمایا گیا۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ

جو صاحبِ تقویٰ ہے وہ اللہ کی نظر میں محبوب ہے۔

پہلی عید الفطر

رمضان کے ختم ہونے میں صرف دو دن باقی تھے کہ صدقۂ فطر اور نمازِ عید کا حکم نازل ہوا۔ سورۂ اعلیٰ کی آیت ۱۴۔۱۵ نازل ہوئی۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝

"تحقیق فلاح پائی اس شخص نے جو باطنی نجاستوں اور کدورتوں سے پاک ہوا اور اللہ کا نام لیا اور (عید) کی نماز پڑھی"۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور ابو العالیہ کا بیان ہے کہ اس کا مطلب صدقہ فطر اور صلوٰۃ عید ہے۔

اللہ کا انعام ـــــ دو عیدیں

مُزکّیِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا دور جاہلیت میں تم دو دن خوشیاں منایا کرتے تھے۔ اُن کی حقیقت اور حیثیت کیا ہے؟ عرض کیا ہم اسلام سے پہلے تہوار بالکل اسی طرح منایا کرتے تھے جواب بھی رائج ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان دو تہواروں سے بہتر دن تمہارے لئے مقرر فرمائے ہیں صحابہ کرامؓ نے بصد اشتیاق پوچھا کونسے دو دن یا رسول اللہؐ ؟ فرمایا عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ ان دنوں میں کوئی روزہ نہ رکھے بلکہ کھائے پیئے اور خوشیاں منائے۔ ان دونوں عیدوں میں آپؐ عید گاہ تشریف لے جاتے۔ "زاد المعاد" میں ہے کہ مدینے کے شرقی

حصے کی طرف عید گاہ تھی۔ آپؐ عید کے دن عید گاہ ایک راستے سے تشریف لے جاتے اور دوسرے راستے سے واپس ہوتے تھے۔ اس سے جلوس کی شکل ہوجاتی اور غیر مسلموں پر رعب طاری ہوتا ایک بار عید کی نماز آپؐ نے مسجد نبوی میں پڑھائی کیونکہ اس نماز کے وقت بارش بہت تیز ہوئی تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید کی تیاری کے لئے غسل فرماتے۔ عمدہ لباس زیب تن فرماتے۔ سبز یا سرخ دھاری دار یمانی چادر اوڑھتے۔ عید کی نماز کے لئے جب عید گاہ کی جانب تشریف لے جارہے ہوتے تو حضرت بلال حبشیؓ آپؐ کے آگے آگے نجاشی کا روانہ کردہ نیزہ لئے ہوئے چلتے۔ عید گاہ پہنچ کر قبلہ کی جانب بطور سُترہ گاڑھ دیتے۔ یہی مقام حضورؐ کا مُصلّیٰ ہوتا۔ عید الفطر میں حضورؐ طاق تعداد میں کھجوریں کھا کر گھر سے نکلتے۔ پا پیادہ عید گاہ جاتے۔ عید الفطر کی نماز میں تاخیر فرماتے۔ اس میں کوئی اذان یا اقامت نہ ہوتی۔ نماز کے بعد کھڑے ہو کر لوگوں کی طرف رخ کرکے خطبہ دیتے۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر دوسرا خطبہ ارشاد فرماتے۔ منبر نہ ہوتا زمین پر کھڑے ہو کر تقریر فرماتے اور نمازیوں کو صدقہ وخیرات کی تاکید فرماتے۔ صدقۂ فطر نماز سے پہلے ادا کرنے کا حکم ہے۔ مستحقین تک صدقۂ فطر عید سے قبل پہنچانا قبولیتِ صوم کے لئے شرط قرار دیا گیا ہے۔

اس سال عید الاضحیٰ اور قربانی کا حکم بھی آیا۔ یہ آیت نازل ہوئی۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝

"اللہ کے لئے عید کی نماز اور قربانی کیجئے"

اس سلسلے میں حضرت زیدؓ بن ارقم سے روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ نے پوچھا یا رسول اللہؐ ان قربانیوں کی حقیقت اور تاریخ کیا ہے؟ فرمایا یہ تمہارے باپ (روحانی و نسلی) ابراہیمؑ کی سنت ہے مجھے اور میری امت کو اس قربانی کے عمل کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ عرض کیا ان قربانیوں میں کیا اجر ہے؟ ارشاد ہوا قربانی کے جانور کے ہر ہر بال کے عوض ایک ایک نیکی۔ تو کیا اون کا بھی یا رسول اللہؐ یہی حساب ہے؟ فرمایا ہاں۔

ذبحِ عظیم

مسلمانوں کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام عظیم المرتبت ہستی ہیں "سورۃ الممتحنہ" میں سیرت ابراہیم علیہ السلام کو "اُسوہ" یعنی قابل تقلید نمونہ قرار دیا گیا ہے اور سورۃ احزاب میں ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ صرف یہی دو ہستیاں انسانیت کے لئے نمونۂ کامل ہیں۔ سیرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں کہ وہ تین بڑے امتحانوں سے گزرے۔ پہلا فکر و نظر کا امتحان یعنی مظاہر پرستی اور بت

پرستی سے اجتناب۔ دوسرا عزم و ارادے کے لئے نارِ نمرود کی آزمائش۔ آخری اور اہم ترین منزل ایمان کا امتحان تھا۔ اکلوتے بیٹے کی قربانی۔ بوڑھے باپ کو خواب میں اشارہ ہوا کہ اللہ کی راہ میں اپنی متاعِ عزیز قربان کرو۔ تعمیل حکم میں منیٰ کی وادی میں لخت جگر کے حلقوم پر چھری پھیر دی۔ چشمِ فلک نے ایسا حیرت انگیز اور ایمان افروز نظارہ کبھی نہیں دیکھا تھا جبرئیلؑ امین نعرہ زن ہوئے، اللہ اکبر اللہ اکبر۔ ذبیح اللہؑ نے جواب دیا۔ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ آنکھوں کی پٹی کھولی تو دیکھا کہ دنبہ ذبح کیا ہوا ہے اور بیٹا صحیح و سالم ہے۔ بے اختیار زبان سے نکلا اللہ اکبر وللہ الحمد، آزمائش کے نازک ترین لمحات کے یہ کلمات ایام تشریق کا وظیفہ ٹھہرے۔ عید الاضحیٰ میں قربانی اسی واقعہ کی یادگار ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ ہجرت کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا اور آپؐ برابر قربانی کرتے رہے۔ عید الاضحیٰ کے دن آپؐ بغیر کچھ کھائے نماز کے لئے تشریف لے جاتے بعد نماز قربانی فرماتے اور اس کا گوشت تناول فرماتے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ یعنی عید الاضحیٰ کے دن فرزند آدم کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کی نظر میں قربانی سے زیادہ محبوب نہیں۔ قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ زندہ ہو کر آئے گا۔ قربانی کا خون زمین پر

گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رضا و مقبولیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے پس اے اللہ کے بندو! دل کی پوری خوشی سے قربانیاں کرو۔ جس نے نماز سے پہلے قربانی کر ڈالی اس کی قربانی بالکل نہیں ہوئی۔ قربانی کا ارادہ ہو تو ذی الحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد سے قربانی کرنے تک اپنے بال یا ناخن بالکل نہ تراشیئے۔ اس طرح حاجیوں سے ایک مشابہت پیدا ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ قربانی کا گوشت اور خون اللہ تک نہیں پہنچتا مگر تقویٰ اور وہ اس کا ثواب عطا فرماتا ہے۔

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ

جبلِ احد کا ایک حصّہ

زکوٰۃ

مال پر زکوٰۃ کب فرض ہوئی اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ رمضان المبارک کے روزوں کے بعد فرض ہوئی بعض مورخ لکھتے ہیں کہ سن ۸ ہجری میں فتح مکہ کے بعد یہ نظام قائم کیا گیا۔

کلمۂ شہادت اور نماز کے بعد زکوٰۃ دین کا تیسرا اہم رکن ہے۔ قرآن میں دونوں کا تذکرہ ساتھ ساتھ ہے۔

نماز حقوق اللہ اور زکوٰۃ حقوق العباد ہے۔ سورۂ بقرہ میں ارشاد ربانی ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌؕ وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۝

"اے ایمان والو! جو مال و متاع ہم نے تم کو بخشا ہے تم اس میں سے (ہماری راہ میں ہمارے حکم کے مطابق) خرچ کرو۔ قبل اس کے کہ (قیامت کا) وہ دن آجائے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوسکے گی نہ کسی کی دنیوی دوستی کام آئے گی اور نہ کوئی سفارش اور نہ ماننے والے اصلی ظالم ہیں"۔

زکوٰۃ کے اصلی معنی پاکیزگی کے ہیں۔ اس میں نیکی اور افادیت کے تین پہلو ہیں۔

۱۔ بندہ مالی نذر سے رضائے الٰہی کا عملی ثبوت دیتا ہے۔

۲۔ مومن اللہ کے ضرورت مند بندوں کی اعانت کرتا ہے۔

۳۔ نفس کے جذبہ حُبِّ مال اور بُخل کی تطہیر اور تزکیہ کرتا ہے۔ اس لئے زکوٰۃ اگلی امتوں پر بھی نماز کے ساتھ فرض تھی۔ سورۂ توبہ میں ارشاد ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ
وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۴﴾
يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ
وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ
تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾

"جو لوگ سونا چاندی بطور ذخیرہ جمع کرتے اور جوڑتے رہتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو اے پیغمبر! آپ انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔ جس دن ان کی جمع کردہ دولت کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا اور پھر اس سے ان کے ماتھے، پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی۔ کہا جائے گا یہ ہے جس کو تم نے اپنے لئے جوڑا تھا اور ذخیرہ کیا تھا۔ پس مزہ چکھو تم اپنی دولت اندوزی کا"۔

فقہی اصطلاح میں زکوٰۃ اس مالی امداد کو کہتے ہیں جو ہر صاحب

نصاب مسلمان اپنی دولت پر سال میں صرف ایک دفعہ مخصوص مقدار میں ادا کرتا ہے۔ زکوٰۃ کی شرح اور قواعد و ضوابط عین عدل و انصاف پر مبنی ہیں۔ یہ اغنیاء سے لے کر محتاجوں اور ضرورت مندوں کو دی جاتی ہے۔ جس سے امت میں طبقہ وارانہ منافرت پیدا نہیں ہوتی۔ زکوٰۃ مالی ایثار ہے اور اس ذریعہ سے اصلاح باطن اور معاشرے کی مادی فلاح و بہبود مقصود ہے۔ زکوٰۃ کی تقسیم کے لئے قرآن میں آٹھ مدات بیان ہوئیں ہیں۔

۱۔ فقراء ۲۔ مساکین

۳۔ زکوٰۃ جمع کرنیوالوں کی تنخواہیں

۴۔ مولّف القلوب (نو مسلم)

۵۔ غلاموں کی آزادی کی خاطر

۶۔ بے استطاعت مقروضوں کی ادائی قرض

۷۔ اللہ کے راستے میں دیگر نیک کام

۸۔ مسافروں کے لئے

ان مدات میں شخصی اور قومی ضروریات کو بخوبی پورا کیا گیا ہے۔ زکوٰۃ کے بارے میں ارشاد نبویؐ ہے کہ صدقہ کا مال لوگوں کا میل کچیل ہوتا ہے۔ اس لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کنبہ والوں کے لئے زکواۃ حلال نہیں۔

حواشی و تشریحات

تحویل قبلہ

۱۔ محمد ادریس کاندھلوی : سیرت المصطفےٰ ص ۳۵۸
۲۔ شیخ عبدالحق : مدارج النبوتؐ ص ۱۰۵
۳۔ (ا) طبری : سیرت النبیؐ حصہ اوّل ص ۱۵۸ میں ۱۸ ماہ بعد نصف شعبان لکھا ہے۔
(ب) روضۃ الاحباب میں ہے کہ دوشنبہ کا آدھا دن گزر چکا تھا رجب کا مہینہ تھا۔ ص ۱۳۳
۴۔ سیوطی : خصائص الکبریٰ ص ۳۷۴
۵۔ (ا) ابن جوزی : الوفا ص ۳۱۱
(ب) بحوالہ واقدی نصف رجب بروز سوموار ر ۱۷ واں مہینہ
۶۔ سیوطی : خصائص الکبریٰ حاشیہ ص ۳۷۴
۷۔ مسعود احمد : تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۱۹۴ بحوالہ صحیح بخاری لکھا ہے کہ تحویل قبلہ کے بعد پہلی نماز جو حضورؐ نے ادا کی وہ عصر تھی۔
۸۔ شیخ عبدالحق : جذب القلوب ص ۱۰۱
۹۔ ابن ہشام : سیرت النبیؐ کامل جلد اوّل ص ۶۲۰
۱۰۔ عبدالماجد دریا بادی : معالعہ قرآن بیسویں صدی میں

حکم اذاں

۱۱۔ صحیح بخاری جلد اوّل ص ۲۸۵ حدیث ۵۷۴ باب ۳۹۲
۱۲۔ مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۵
۱۳۔ صحیح مسلم (شرح نووی) جلد دوم ص ۱۴

۱۔ (ا) جامع ترمذی حصہ اوّل ۱۱۷ باب تثویب کا فجر کی اذان میں

(ب) عزیز ملک : بلال حبشیؓ ص

(ج) مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۶ حدیث نمبر ۵۹۶ میں موطا کے حوالے سے لکھا ہے کہ مالکؒ کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ موذن حضرت عمرؓ کے پاس آتا اور صبح کی نماز کی خبر دیتا۔ بس ایک روز موذن نے حضرت عمرؓ کو سوتا پایا اور کہا "نماز بہتر ہے نیند سے"۔ پس حکم دیا کہ اس کلمہ کو صبح کی اذان میں شامل کرلیا جائے۔

۱۵۔ ابن ہشام : سیرت النبیؐ کامل جلد اوّل ص ۵۲۶

مسجد قبلتین (زیر تعمیر)

غزوۂ بدر

حق و باطل کا پہلا معرکہ

وجوہات

قریش اور مسلمان حالت جنگ سے گزر رہے تھے۔ قریش انہیں مفرور سمجھتے تھے۔ چنانچہ عبداللہ ابن اُبیّ کو خط میں انہیں واپس نہ کرنے کی صورت میں جنگ کے لئے تیار رہنے کا الٹی میٹم دے دیا گیا تھا۔ تجارتی کاروانوں کی مزاحمت کے جواب میں قریش کی جارحیت جس میں تازہ واقعہ کُرز بن جابر فہری کا مدینہ کی چراگاہ پر غارت ڈالنا تھا۔

بظاہر یہ محض ایک شرارت ہی معلوم ہوتی ہے دراصل اس سے یہ جتلانا مقصود تھا کہ تین سو میل دور بھی تم محفوظ نہیں ہو۔ ساتھ ہی وہ اس کے ردّ عمل سے حریف کی تیاریوں کا اندازہ بھی لگانا چاہتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع ملتے ہی ممکنہ عجلت سے اس کا تعاقب فرمایا۔

ایسے میں نخلہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں اتفاقیہ عمرو بن حضری

کا قتل جلتی پر تیل کا کام کر گیا حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کا خوں بہا دینا منظور فرمالیا تھا۔ قریش نے طے کیا کہ مدینہ پر حملہ کیا جائے۔ مصارف جنگ کے لئے ایک بہت بڑا کاروان تجارت شام روانہ کیا گیا۔ مکہ کی کل آبادی نے اپنا کچھ نہ کچھ سرمایہ اس کے ساتھ روانہ کیا۔[1] انتہا یہ کہ عورتوں نے بھی جو کچھ ان کے پاس تھا حوالے کر دیا۔ پچاس ہزار سرخ دینار (اشرفیوں) کی مالیت کا تجارتی سامان لے کر یہ کاروان لوٹ رہا تھا۔[2] اس کی فروخت سے جو کثیر منافع متوقع تھا سب جنگ کی تیاری کے لئے وقف کر دیا گیا تھا۔ بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ یہ وہی قافلہ تھا جس کی تلاش میں تین مہینے پہلے ذی عُشیرہ تک پیش قدمی کی گئی تھی۔[3]

پیش بندی

یہ اطلاعات مسلسل مدینہ پہنچ رہی تھیں۔ مناسب سمجھا گیا کہ وہ کاروان جس کے منافع سے مدینہ پر حملہ یقینی تھا اس کی مزاحمت کی جائے۔ اس طرح نہ صرف ان کے جارحانہ عزائم کو لگام دی جا سکے گی بلکہ قریش کی معیشت کو بھی مفلوج کیا جا سکے گا۔ اس چھاپے میں کوئی حرج بھی نہیں تھا کیونکہ یہ اس دشمن کا مال تھا جس نے مہاجرین کے گھروں اور جائیدادوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ انہیں بیت اللہ کی زیارت سے بھی روک دیا گیا تھا۔ ان کی مدینہ میں پناہ کو ناقابل معافی جرم قرار دے

کر اہل شہر کو تباہ کرنے کی دھمکی دے رہے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دو نہایت قابل اعتماد صحابیوں (جن کا شمار عشرۂ مُبشرہ میں ہوتا ہے) حضرت طلحہؓ ابن عبید اللہ اور حضرت سعیدؓ بن زید کو اس کارواں کے بارے میں تفصیلات فراہم کرنے کے لئے شام کی طرف روانہ فرمایا۔ یہ دونوں الحوراء کے علاقے میں التجبار پہنچے اور کشد الجہنی کے پاس ٹھہرے اس نے دونوں کی خوب مہمان داری کی لیکن قافلہ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔[۸] جب یہ لوگ ذوالمروہ پہنچے تو پتہ چلا کہ کاروان سمندر کے کنارے کنارے بدر کو بائیں بازو چھوڑ کر تیزی سے نکل رہا ہے۔ اس اطلاع کے ساتھ یہ لوگ مدینہ لوٹے تو مسلمان وہاں سے کوچ کر چکے تھے۔

حضرت طلحہؓ اور حضرت سعیدؓ کے لوٹنے میں دیر ہوئی لیکن دوسرے ذرائع سے پتہ چل گیا کہ کاروان سرزمین حجاز میں داخل ہو چکا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا[۵]

"دیکھو یہ قریش کا قافلہ مال سے لدا جارہا ہے۔ تم ادھر جاؤ شاید اللہ تمہیں یہ مال غنیمت دلوادے"

عجلت میں لوگ تیار ہوئے۔ معاملہ جبر اور سختی کا نہیں بلکہ رضا و رغبت کا تھا۔ کچھ لوگ پیچھے رہ گئے ان پر کوئی ملامت بھی نہیں کی گئی[۶]۔ ارادہ قتال کا ہوتا تو ظاہر ہے ہتھیار اٹھانے کی طاقت رکھنے والا کوئی شخص

پیچھے نہ رہتا۔ چنانچہ اسیدؓ بن حضیر جو نقیبانِ انصار میں سے ہیں ساتھ نہ چل سکے۔ معرکہ کے بعد جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فاتحانہ واپس ہونے لگے تو مقام روحاء پر استقبال کرتے ہوئے فتح کی مبارک باد دی اور عرض کیا " یا رسول اللہؐ ! خدا کی قسم اگر مجھے خیال ہوتا کہ آپؐ دشمن سے جنگ کریں گے تو میں شرکت سے پیچھے نہ رہتا میں تو سمجھا کہ وہ ایک قافلہ ہے۔ فرمایا۔ تم نے سچ کہا۔[۸]

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ابو سفیان کے قافلے کی خبر لانے کے لئے حضرت بسبیسہؓ کو بھی جاسوس بنا کر بھیجا گیا وہ جب معلومات کرکے آئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں تھے فوراً باہر تشریف لائے۔ حالات معلوم کرنے کے بعد آپؐ نے فرمایا ہمیں ایک چیز کی طلب ہے لہٰذا جس کے پاس سواری ہے وہ ہمارے ساتھ چلے۔ یہ سن کر کچھ لوگوں نے مدینہ کے بالائی حصہ سے اپنی سواریاں لانے کی اجازت طلب کی۔ فرمایا نہیں صرف وہ چلیں جن کی سواریاں یہاں موجود ہیں اور وہ جو عجلت سے نکل سکتے ہوں۔[۸]

تاجدار مدینہؐ نے حضرت عبداللہؓ بن اُمِ مکتوم کو مسجد نبوی میں امام مقرر فرمایا۔ حضرت کعبؓ بن مالک کی بخاری میں روایت[۹] ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے قافلے کے لئے نکلے وہاں بغیر لڑائی کے ارادے کے بحکم خدا مقابلہ ہو گیا۔

مُوشگافیاں

بعض سیرت نگاروں نے مُستشرقین کے ڈر سے کہ قافلہ کی لوٹ مار کا الزام لگتا ہے، طرح طرح کی تاویلیں کی ہیں۔ سیرت النبیؐ میں علامہ شبلی بھی یہی لکھتے ہیں کہ مدینہ ہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے حملے کی اطلاع مل گئی تھی اور آپؐ مدافعت کے قصد سے نکلے۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے لکھا ہے "علامہ شبلی کا یہ خیال تمام محدثین اور مفسرین کی تصریحات بلکہ تمام صحیح اور صریح روایات کے خلاف ہے" عہد حاضر کے ممتاز اسکالر محمد احمد باشمیل بھی مُستشرقین کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس نظریے کا منبع وہ سیاہ کینہ ہے جو حقائق سے اندھا کر دیتا ہے اور خواہشات کو من مانی کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جو شخص اعلان جنگ کرنے والے وجود کے خاتمے کا مصمم ارادہ کرنے والے اور تمام اموال و مملوکات پر قبضہ کرلینے والے کے مقابلے میں ہتھیار اٹھائے اس کی کاروائی کو لوٹ مار اور ڈکیتی کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔؟ یہ ان استعمار پسند لوگوں کی منطق ہے جو خود اقوام کی آزادیاں سلب کرلیتے ہیں۔ حالت جنگ میں دشمن کو نقصان پہنچانا آج کی نام نہاد مہذب دنیا میں بھی ممنوع نہیں۔ معذرت آمیز انداز کی کوئی ضرورت نہیں"۔

مدینہ سے روانگی

ابن سعد[12] کا بیان ہے کہ ہفتہ کا دن اور رمضان کی ۱۲ تاریخ تھی (۸ مارچ ۶۲۴ء) کہ اللہ والوں کا لشکر مدینہ سے نکلا۔ ابن ہشام[13] نے پیر کا دن اور رمضان کی ۸ تاریخ، مسعودی[14] نے ۳ رمضان اور قسطلانی[15] نے ۱۲ رمضان تاریخ روانگی لکھی ہے۔ ابن اسحاق نے تاریخ کا ذکر نہیں کیا۔ مدنی لشکر کے آگے آگے دو سیاہ پرچم تھے۔ مہاجروں کا جھنڈا حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا۔ جس کا نام عقاب تھا۔ انصار کا علم حضرت سعدؓ بن معاذ بلند کئے ہوئے تھے، سب سے بڑا جھنڈا (رایت) حضرت مصعبؓ بن عمیر اٹھائے ہوئے تھے۔ مسلمان روزے سے تھے۔ ایک دو روزے رکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے افطار فرمایا اور منادی کردی گئی کہ سفر میں روزہ نہ رکھا جائے۔[16]

مجاہدین کا معائنہ

تقریباً ایک میل چل کر بیر ابی عنبہ میں ساتھ چلنے والوں کا جائزہ لیا گیا۔ ان میں جو کم عمر تھے وہ لوٹا دیئے گئے۔ ان کم سنوں میں حضرت عمیرؓ ابن ابی وقاص، عبداللہؓ ابن عمرؓ، براءؓ بن عازب، رافعؓ بن خدیج، اسامہؓ بن زید، زیدؓ بن ارقم، زیدؓ بن ثابت اور جابر بن عبداللہ

کے نام ملتے ہیں۔ عمیرؓ ابن ابی وقاص واپسی کا سن کر رو پڑے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ساتھ چلنے کی اجازت دے دی۔ سواری کے لئے ستر اونٹ اور صرف دو گھوڑے تھے۔[۱۱] ایک گھوڑا حضرت زبیرؓ ابن عوام کے پاس تھا۔ دوسرا حضرت مقدادؓ ابن اسود کا گھوڑا سبحہ تھا۔ ہر تین آدمیوں میں ایک اونٹ تھا۔ اس طرح راستہ پیادے کی رفتار سے طے کیا گیا۔ نیز ہر مجاہد نے تین چوتھائی حصہ چل کر طے کیا۔

حضورؐ کے شریک مرکب حضرت علیؓ، ابو لبابہؓ اور حضرت زیدؓ بن حارثہ نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے پیدل چل لیں گے۔ آپؐ سوار رہیں۔ فرمایا۔

"نہ تم دونوں پیادہ روی میں مجھ سے زیادہ طاقت ور ہو اور نہ میں ثواب حاصل کرنے سے بے نیاز ہوں۔"

یہ مساوات اور دلبرانہ قیادت کا وہ اصول ہے جسے مسلمان سربراہ بھلا بیٹھے ہیں۔ مجاہدوں کی بے سرو سامانی کی یہ حالت دیکھ کر دعا فرمائی۔

"اے اللہ! یہ پیدل ہیں انہیں سوار کر، یہ بھوکے ہیں ان کا پیٹ بھر دے ان کے تن پر کپڑے نہیں ہیں۔ ان کو کپڑے دے، یہ غریب ہیں انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے"۔

حضورؐ کی یہ دعا قبول ہوئی اور معرکہ کے بعد ان میں کوئی ایسا نہ تھا جو اپنی سواری پر مدینہ نہ لوٹا ہو۔

پتھر کی لکیر

حضرت یمانؓ اصل میں یمن کے رہنے والے تھے۔ اپنی قوم کے ایک شخص کو قتل کر بیٹھے۔ انتقام کے ڈر سے اپنے بیٹے حذیفہ کو ساتھ لے کر وہاں سے بھاگ نکلے۔ یثرب میں آکر پناہ گزیں ہوئے۔ بنی عبداللشہل سے حلف کی دوستی کرلی۔

حضرت حذیفہ اور ان کے والد یمان (جن کا اصلی نام حسیل بن جابر تھا) مکہ میں زیارت کعبہ کے لئے اس وقت موجود تھے۔ جبکہ قریش کا قافلہ بدر کی جانب روانہ ہونے والا تھا۔ باپ بیٹے دھر لئے گئے کہ جاسوسی کے لئے آئے ہیں۔ بڑی مشکل سے اس عہد کے ساتھ جان چھوٹی کہ کل کے دن اگر مسلمانوں سے مقابلہ ہوا تو وہ لڑنے کے لئے نہیں آئیں گے۔ تلوار کی دھار پر وعدہ کر کے مدینہ واپس ہو رہے تھے کہ مسلمانوں کو ملے۔ سارا ماجرہ بیان کیا اور جہاد میں شرکت کی اجازت مانگی۔ ارشاد ہوا مسلمان کسی صورت میں وعدہ خلافی نہیں کر سکتا۔ مومن کا وعدہ تو پتھر کی لکیر ہے قرض کی طرح واجب الادا ہے۔ یہ ارشاد کن حالات میں ہو رہا ہے جبکہ آدمیوں کا توڑا ہے۔ نفری کی کمی ہے۔ تم اپنے گھر جاؤ اور عہد کی پابندی کر و رہی فتح تو وہ ہم اپنے رب سے مانگیں گے جو اس پر قادر ہے۔

مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے مابین راستے اور مقامات

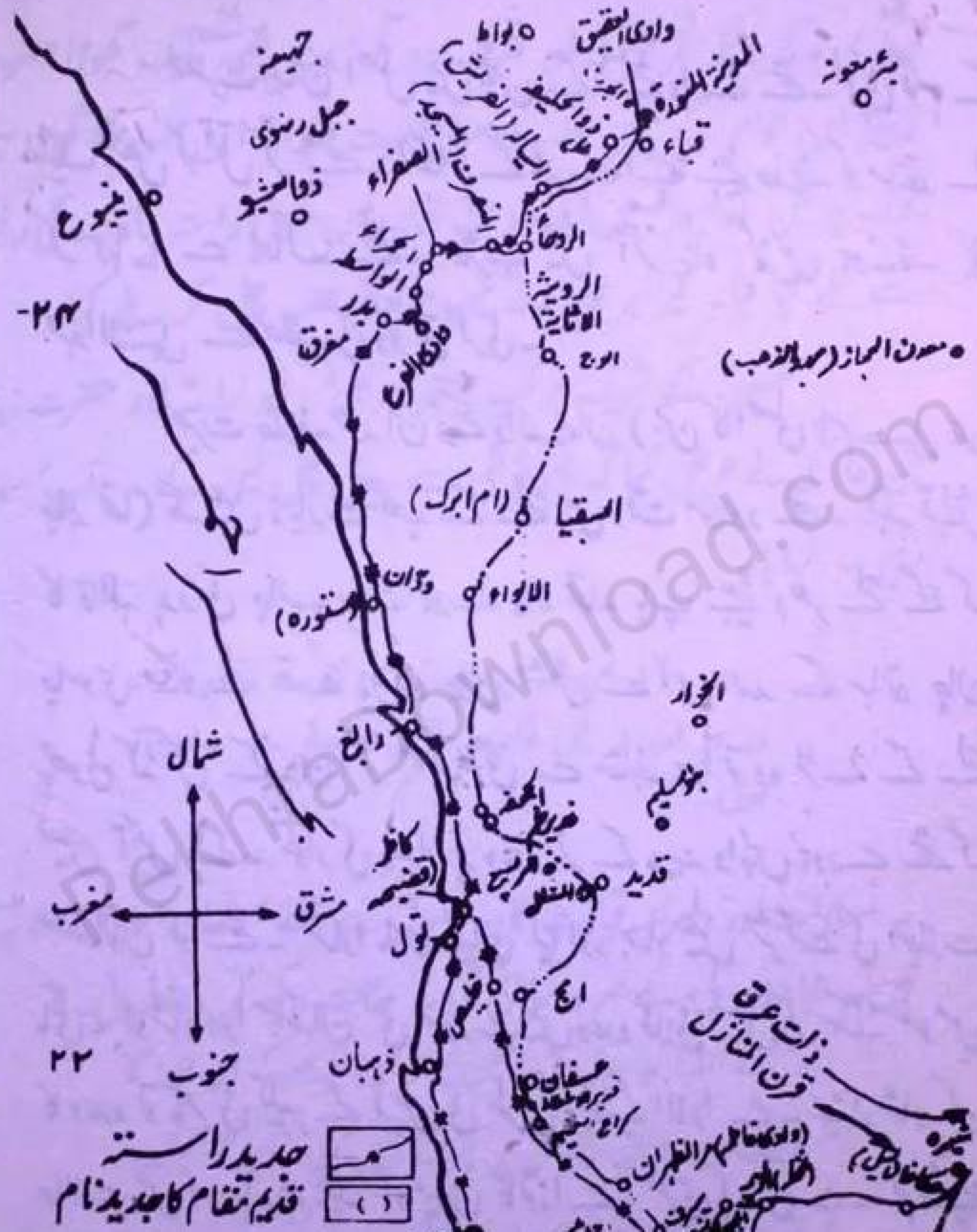

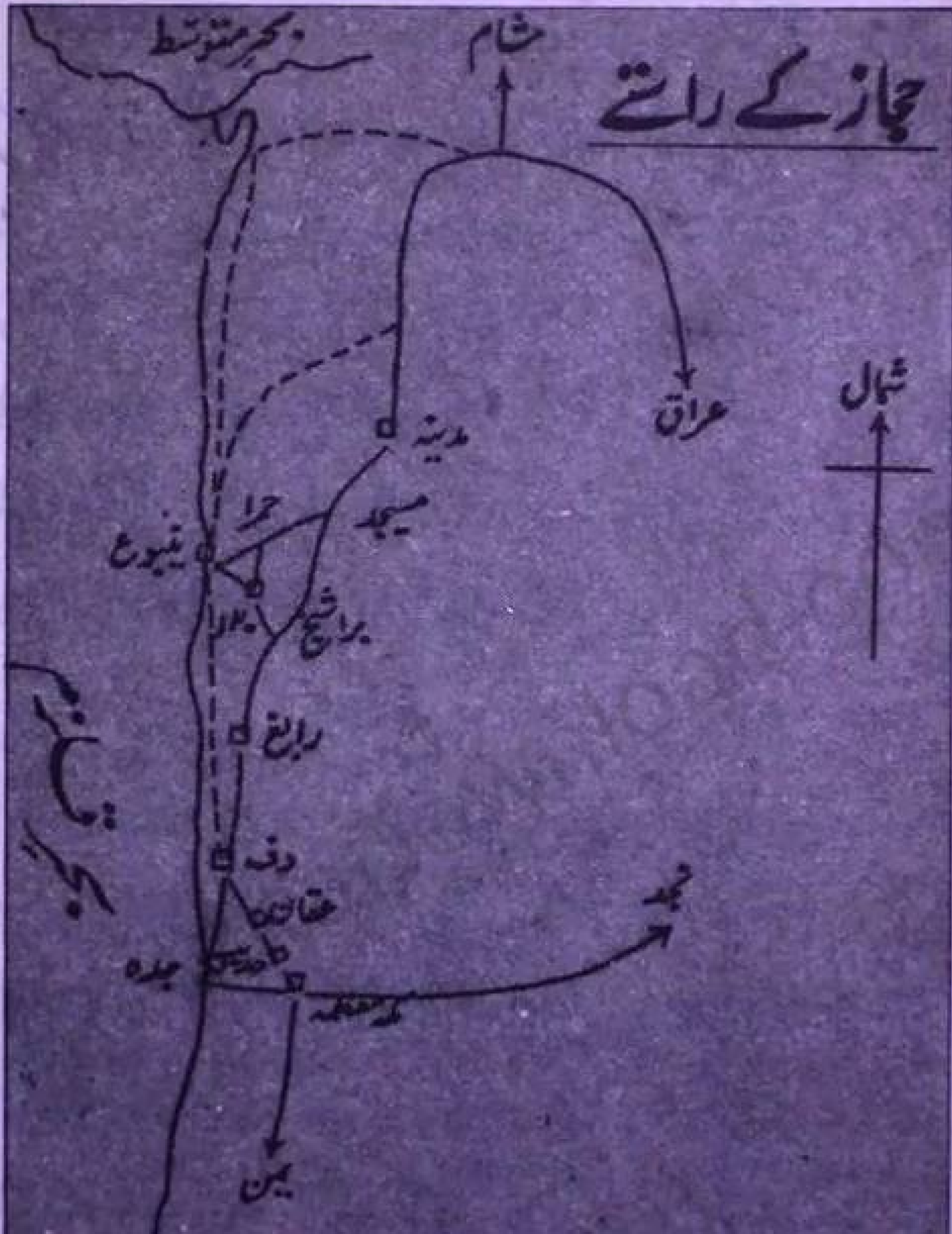

حجاز کے راستے
بحر متوسط
شام
عراق
شمال
مدینہ
ینبوع
بدر
رابغ
عسفان
جدہ
مکہ معظمہ
نجد
یمن
ساحل کے ساتھ کا راستہ
قافلوں کا عام راستہ
بحر عرب

کاروان کا پیچھا کیا گیا۔ اب اسے یقین تھا کہ اس ساز و سامان کے ساتھ واپسی پر کہیں نہ کہیں ضرور یلغار ہوگی۔ جب مسلمانوں کے مدینہ سے نکلنے کی اسے خبر ملی تو اس نے زرقہ (دمشق کے قریب ایک مقام) ہی سے ایک تیز رفتار سانڈنی سوار ضمضم بن عمرو غفاری کو بیس ۲۰ مثقال اجرت پر مکّہ روانہ کیا تاکہ کمک بروقت مل سکے۔ ضمضم کے مکّہ میں داخل ہونے سے تین دن پہلے عاتکہ بنت عبدالمطلب نے ایک وحشتناک خواب دیکھا۔ یہ کہ ایک شتر سوار آیا ہے اور مقام ابطح میں قریش کو پکار رہا ہے۔ پھر مسجد حرام کے قریب کوہ بُوقُبَیْس سے چلّایا اے بےوفاؤ! اپنے بچھڑنے والوں سے تین دن کے اندر جنگ کے لئے نکل جاؤ۔ مکّہ کے لوگ اس کے گرد جمع ہوگئے۔ کوہ بوقبیس سے اس نے ایک چٹان لڑھکا دی وہ پاش پاش ہوئی اور مکہ کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جہاں اس کا ٹکڑا گرنے سے تباہی و بربادی نہ ہوئی ہو۔ عاتکہ نے عباس بن عبدالمطّلِبؓ سے ذکر کیا۔ انہوں نے کہا اسے کسی سے بیان نہ کرو لیکن خود اپنے دوست ولید بن عُتبہ کو سنایا۔ اس نے اپنے باپ کو بتایا۔ عُتبہ نے ابو جہل سے ذکر کیا۔ صبح جب عباس حرم میں گئے تو انہیں دیکھتے ہی ابو جہل نے طعنہ دیا اب بنی ہاشم میں عورتیں بھی نبی ہونے لگیں۔ اگر تین دن میں خواب کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو ہم سب کو بتا دیں گے کہ تم حرم والوں میں سب سے جھوٹے خاندان کے ہو۔ نیز اس مضمون کی ایک تختی بھی خانۂ کعبہ میں لٹکا دی جائے گی۔[۱۹]

دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

عاتکہ کے خواب کے تیسرے دن ضمضم غفاری کی آواز مکہ میں گونج رہی تھی اس نے اپنے اونٹ کے کان کاٹ دیئے تھے۔ ناک چیر دی تھی۔ کجاوا الٹ دیا تھا کرتا پھاڑ لیا تھا اور چیخ چیخ کر شہر سر پر اٹھالیا۔ اے قبیلہ قریش اپنے قافلہ کی خبر لو۔ مسلمان تمہارے سامان والے اونٹوں کی گھات میں ہیں۔ اپنا مال و اسباب بچاؤ دوڑو فریاد ہے فریاد۔ اس خبر نے تمام مکہ والوں کے ہوش و حواس اڑا دیئے۔

مکہ میں قریش کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس کا سرمایہ اس تجارتی کاروان میں نہ لگا ہو۔ ابن حضرمی کے قتل سے مشتعل تھے ہی اب جذبات اور بھڑک اٹھے۔ ہر کوئی اپنا مال و اسباب بچانے پر آمادہ ہو گیا۔ سرداروں میں صرف ابو لہب بیماری کی وجہ سے رہ گیا۔ اس کا عاص بن ہشام بن مغیرہ پر چار ہزار درہم قرض تھا اور وہ اس وقت قلاش تھا۔ ابو لہب نے کہا اس رقم کے عوض میری طرف سے تم جنگ میں شرکت کرو۔ اُمیّہ ابن خلف بوڑھا تھا اور بھاری بھرکم ڈیل ڈول کے بہانے شرکت سے کترا رہا تھا۔ دراصل اس کے دل میں حضرت سعدؓ ابن معاذ کا جملہ کھٹک رہا تھا کہ مسلمان تجھے قتل کریں گے۔ جب وہ صحن حرم میں آکر بیٹھا تو عقبہ ابن مُعیط ایک انگیٹھی اور کچھ عود لے کر آیا اور کہنے لگا اے ابو علی! تو عورت ہے۔ خوشبو کی دھونی لے۔ ابو جہل سرمہ دانی لایا اور بولا عورتوں

کی طرح سنگھار کر۔ اُمیہ ان طعنوں سے زچ ہو کر جنگ میں شرکت کے لئے آمادہ ہوگیا۔ اس کے دونوں بیٹوں میں علی اس کے ساتھ گیا۔ البتہ صفوان مکّہ ہی میں رہ گیا۔ قریش کے تمام ممتاز سردار عُتبہ بن ربیعہ، شَیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، سُہیل بن عمرو، نوفل بن خویلد، عمرو بن عُبدوُدؔ، جُبیر بن مطعم، طُعیمہ بن عدی، حُکیمؔ بن حزام، زَمعہ ابن الاسود، عمرو بن وہب، حارث بن عامر، اُمیہ اور اس کا بیٹا علی اور عامر بن مُنبّہ سب ہی تیاری سے نکلے۔ ابوالبختری بن ہشام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی ناپسند کرتا تھا لیکن ساتھ دینے پر مجبور تھا۔ عباس ابن عبدالمطلب، عقیل ابن ابو طالب، طالب بن ابو طالب کا بھی یہی حال تھا۔ ابو جہل، عقبہ ابن ابی مُعیط اور نضر بن حارث زخمی سانپ کی طرح پُھنکاریں مار رہے تھے اور مسلمانوں کو کچا چبا جانے پر آمادہ کر رہے تھے۔ غرض دو تین دن میں ایک ہزار کا لشکر تیار ہوگیا۔ کہنے لگے کہ اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سمجھتے ہیں کہ وہ قافلہ کو اس آسانی سے لوٹ لیں گے جیسے نخلہ میں ابن حضرمی کی جماعت کو لوٹ لیا تھا۔ اس دفعہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔

اس کے بعد قریش نے فُرات بن الحیان العجلی کو ابو سفیان کو اطلاع دینے کے لئے تیز رفتار سانڈنی پر روانہ کیا وہ شام جانے والی شاہراہ پر سفر کرنے لگا۔ ادھر ابو سفیان بدر سے پہلے ہی کارواں کا راستہ بدل کر

سفر کی منزلیں

اس سفر میں جن مقامات سے گزر ہوا وہ عقیق، ذوالحلیفہ (موجودہ آبار علی) اولات الجیش، تربان، ملل (مدینہ سے ۲۰ میل پر ہے) عمیس، الحمام، صخیرات الیمامہ، سیالہ، فج الروحا، شنوکا، عرق الظبیہ، سجیح (مدینہ سے ۳۶ میل پر ہے یہیں بیر (کنواں) روحاء ہے) منصرف، الغازیہ، وادی رحقان پھر صفراء۔ یہاں سے مکہ جانے والا راستہ بائیں جانب چھوڑ کر آپؐ نے دائیں طرف کا راستہ اختیار فرمایا اور وادیٔ ذفران میں قیام فرمایا۔

مدینہ کا انتظام

روحاء سے آپؐ نے حضرت ابو لبابہؓ بن عبدالمنذر (جن کا اصلی نام بشیر یا رفاء تھا۔ قبیلۂ اوس سے تعلق تھا) کو اپنا نائب بنا کر مدینہ واپس فرما دیا۔ عالیہ (مدینہ کی بالائی آبادی) پر حضرت عاصمؓ بن عدیؓ کو عامل مقرر فرمایا چونکہ آپؐ کو یہود اور منافقین کی طرف سے اطمینان نہ تھا۔ پھر آپؐ نے حضرت عدیؓ بن ابی لزغبا اور بسبسؓ بن عمرو الجہنی کو ابو سفیان کی ٹوہ لینے کے لئے روانہ فرمایا۔

خوابِ پریشاں

ابو سفیان کاروان کا سالار تھا۔ جو بڑا جہاں دیدہ، زیرک اور دور اندیش تھا۔ اسے پہلے ہی اطلاع مل گئی تھی کہ مکہ سے نکلتے وقت اس

ساحل کے ساتھ ساتھ آرہا تھا۔ اس طرح ان دونوں کی ملاقات نہ ہو سکی۔ فُرات لوٹ کر آیا تو لشکر جُحفہ میں ملا ان کے ساتھ شامل ہو گیا لڑائی میں زخمی ہو کر بھاگا۔ کہتا جاتا تھا کہ میں نے آج سے زیادہ سخت دن نہیں دیکھا۔

قریش کا قافلہ جب مسلمانوں سے بچ نکلا تو ابو سفیان نے سرداران قریش کو پیام بھجوایا کہ لوٹ آؤ۔ ابو جہل اس کے لئے تیار نہ ہوا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ ابو سفیان کاروان تجارت کو بخیر و خوبی مکّہ پہنچا چکا تو خود بھی لشکر میں شریک ہونے کے لئے نکل پڑا۔ معرکۂ بدر میں زخمی ہوا وہ اکثر کہتا تھا کہ افسوس میری قوم پر کہ ابو جہل کی حماقت کا شکار ہوئی۔ اس کے سوا کسی اور روایت سے اس کی لڑائی میں شرکت کی تصدیق نہیں ہوتی۔

کون ہوتا ہے حریفِ مئے مرد افگنِ عشق

حویطب بن عبدالعزیٰ کا مال اس کارواں میں نہیں تھا اس لئے وہ بے پرواہ رہا لیکن پانچ سو دینار عطیہ دیا۔ بنی عدی (حضرت عمرؓ کا قبیلہ) کا کوئی شخص شریک نہیں ہوا۔ کفار کی تیاریاں تو مسلمانوں کے مدینہ پہنچنے کے ساتھ ہی شروع ہو گئی تھیں۔ صرف موقع کا انتظار تھا کہ ایسے میں ابو سفیان کے ایلچی نے بارود میں چنگاری ڈال دی چنانچہ ایک ہزار اور دوسری روایت کے بموجب تیرہ سو کا لشکر ترتیب دیا گیا۔

کیل کانٹوں اور ساز و یراق سے آراستہ کیا گیا۔ چھ سو زرہ پوش جنگ جو، سو شتر سوار اسلحہ بند، پانچ سو پورے ہتھیاروں سے لیس۔ تین سو کے پاس نامکمل ہتھیار[۳۱] گھڑ سوار دستے میں (۲۰۰) نبرد آزما۔ امرائے قریش سرخ اونٹوں پر سوار تھے۔ فوج متعدد سپہ سالاروں کی کمان میں تھی۔ عتبہ بن ربیعہ سپہ سالار مقرر کیا گیا تھا۔ باربرداری اور خوراک کے اونٹ بھی بڑی تعداد میں ساتھ تھے۔ دل بڑھانے اور داد عیش کے لئے گانے والی عورتیں بھی موجود تھیں۔ ناؤنوش اور محفل طرب کا بھی انتظام تھا۔

اب ایک ہی الجھن تھی کہ سرداران قریش کے غیاب میں پرانا دشمن بنی بکر مکہ پر حملہ آور نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ بنی کنانہ کے سردار سراقہ ابن جعشم مدلجی کی شکل میں ابلیس آیا اور ضمانت دی کہ ایسی کوئی حرکت نہیں ہوگی۔ ادھر سے اطمینان ہوا تو فوج نے بدر کا رخ کیا۔ راستے میں فوج کی خوراک اور اخراجات کا ذمہ نو سرداروں کے سپرد تھا۔[۳۲]

(۱) ابو جہل نے مکہ سے نکلتے ہوئے دس اونٹ ذبح کئے۔

(۲) امیہ ابن خلف نے عسفان میں نو اونٹ ذبح کئے۔

(۳) سہیل ابن عمرو نے قدید میں دس اونٹ ذبح کئے۔

(۴) شیبہ بن ربیعہ نے ساحل سمندر پر نو اونٹ ذبح کئے۔

(۵) عتبہ بن ربیعہ نے جحفہ میں دس اونٹ ذبح کئے۔

(۶) نبیہ اور منبہ نے ابواء میں دس اونٹ ذبح کئے

(۷) عباس نے بدر سے پہلے دس اونٹ ذبح کئے

(۸) ابوالبختری نے بدر میں دس اونٹ ذبح کئے

مکّہ سے دو سو میل کا سفر اس لشکر نے دس دن میں طے کیا۔ اس طرح ۶ رمضان کو وہ نکلے۔ ۱۶ رمضان کو بدر پہنچے۔ ان کا نقشہ سورہٗ انفال میں ان الفاظ میں آیا ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

"اور ان لوگوں کی طرح نہ بنو جو اپنے گھروں سے نکلے غرور کرتے ہوئے اور نمائش کرتے ہوئے اور جو اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں"۔

مدنی لشکر ابھی ذفران ہی میں تھا کہ اطلاع ملی قریش کا لشکر جرّار تجارتی کارواں کو بچانے کے لئے مکہ سے چل پڑا ہے۔ اتنے میں دونوں مسلم جاسوس بھی اس خبر کے ساتھ آئے کہ بدر کے کنویں پر جب وہ اونٹوں کو پانی پلا رہے تھے، دو مقامی لڑکیاں پانی بھرنے آئیں جو آپس میں قرض کے بارے میں جھگڑ رہی تھیں۔ قرض دار لڑکی نے کہا کہ کل پرسوں میں شام سے قافلہ آنے والا ہے ان کے پاس مزدوری کر کے تیرا قرض اتار دوں گی۔ اتنے میں علاقے کا سردار مجدی بن عمرو جہنی بھی پہنچ گیا اس نے قافلے کی تصدیق کی اور ان دونوں کا جھگڑا چکا دیا۔

لوگو! مجھے مشورہ دو

اب تک مسلمانوں کے پیش نظر تجارتی کاروان تھا لیکن اب صورت حال بدل گئی تھی۔ دو میں سے ایک کا انتخاب ضروری تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو جمع فرمایا۔ بعض مورخین، نے اس مقام کا نام صفراء لکھا ہے۔ ارشاد ہوا مجھے مشورہ دو کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ یہی اللہ کا حکم ہے وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (امت کی فلاح کے لئے) آپس میں مشورہ کرو۔ ایک ایک سے رائے پوچھی گئی۔

سورۂ انفال، آیت ۷ میں ارشاد ربانی ہے۔

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ
اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ
اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

"اور (اس وقت کو یاد کرو) جب اللہ تم سے وعدہ کرتا تھا کہ دو گروہوں میں سے ایک گروہ تمہارا ہو جائے گا اور تم چاہتے تھے کہ جو قافلہ بے شان و شوکت (یعنی بے ہتھیاروں ہے) وہ تمہارے ہاتھ آجائے اور خدا چاہتا تھا کہ اپنے فرمان سے حق کو قائم رکھے اور کافروں کی جڑ کاٹ (کر پھینک) دے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام رجحان جو قافلے کی طرف تھا کو سن کر سکوت اختیار فرمایا۔ اس موقع پر مزاج دان رسولؐ حضرت ابو بکرؓ اٹھ کھڑے ہوئے عرض کیا۔ یارسول اللہؐ! جسم و جاں کے ساتھ حاضر ہیں آپؐ جو مناسب خیال فرمائیں حکم دیں۔ بڑے تدبّر سے حضرت ابو بکرؓ نے اجتماع کے جذبات کا رخ موڑا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے تقریر کی اور کہا کہ اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت مقدادؓ بن اسود بولنے اٹھے اور بڑی ہی روح پرور اور ایمان آفریں باتیں کہیں ۔

> یارسول اللہؐ! اللہ نے آپؐ کو جس چیز کا حکم دیا ہے اس کو انجام دیجئے۔ ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ اے موسیٰؑ تم اور تمہارا رب جاکر لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ ہم آپؐ کے آگے اور پیچھے دائیں بائیں ہر طرف لڑیں گے ۔

اس تقریر کو سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک فرطِ مسرت سے کھل اٹھا۔ آپؐ نے مقرر کے لئے دعا فرمائی اور ایک بار پھر ارشاد فرمایا۔ لوگو! مجھے مشورہ دو۔ انصار بجھ گئے کہ اشارہ ان کی طرف ہے کیونکہ بیعتِ عقبہ میں انہوں نے مدینہ میں رہ کر لڑنے کا عہد کیا تھا اور اب معاملہ مدینہ سے باہر قتال کا تھا۔

حضرت سعدؓ بن مُعاذ انصار کی نمائندگی کے لئے کھڑے ہوئے عرض کیا[۲۳]

"یارسول اللہؐ! آپؐ کا اشارہ ہماری طرف ہے، تو سن لیجئے ہم آپؐ پر ایمان لائے۔ آپؐ کی تصدیق کی۔ آپؐ کے ذریعے ہم تک پہنچنے والے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تصدیق کی۔ اطاعت و جاں نثاری کا عہد کیا۔ واللہ آپؐ فرمائیں تو ہم برک الغماد تک پہنچ جائیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپؐ کو مبعوث فرمایا ہے اگر آپؐ حکم دیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں۔ دشمن سے لڑائی ہو تو ہم مقابلہ میں سچے اور صابر رہیں گے۔ اللہ ہم سے وہ چیز کر دکھائے جس سے آپؐ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اب اللہ کے نام پر ہم کو حکم دیجئے"۔

بشارت

انصار کی اس ترجمانی سے حضورؐ بے حد خوش ہوئے۔ فرمایا[۲۴]

"اللہ کا نام لے کر چل پڑو۔ تم کو بشارت ہو کہ اللہ نے مجھ سے عِیر (کارواں) یا نَفِیر (لشکر) میں سے کسی ایک گروہ پر فتح کا وعدہ فرمایا ہے۔ واللہ اس وقت میں بلاشبہ ان لوگوں کے پچھڑنے کے مقامات دیکھ رہا ہوں"

پھر کوچ کا حکم ہوا۔ اونٹوں کی گھنٹیاں اتار دی گئیں تاکہ نقل و حرکت پوشیدہ رہے۔ آپؐ ان پہاڑوں پر سے چلے جن کا نام الاصافر ہے۔ الدَبّہ نامی بستی میں کچھ دیر قیام فرمایا۔ پھر الحنان جو پہاڑ کی مانند ٹیلا ہے سیدھی جانب چھوڑتے ہوئے بدر کا راستہ اختیار فرمایا۔ یہاں پہنچ کر لشکر ذرا دور ٹھہر گیا یہ ماہ رمضان کا سولھواں دن تھا۔

پہلے ایمان

راستے میں حرۃ الوبرہ میں ایک جری شخص ملا اور عرض کیا کہ میں آپ کی طرف سے لڑنا چاہتا ہوں۔ جواب میں ارشاد ہوا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہو؟ کہا نہیں۔ فرمایا پھر تم واپس چلے جاؤ مجھے مشرکوں کی مدد درکار نہیں۔ وہ شخص مقام شَجَرہ پر پھر آیا یہی سوال و جواب ہوئے۔ تیسری بار بیداء کے مقام پر پھر ملا یہاں سے بھی لوٹا دیا گیا تو وہ ایمان لے آیا۔ تب اسے ساتھ چلنے کی اجازت ملی۔[۲۵]

رسول ملاحم (صلی اللہ علیہ وسلم)

منزل پر اترتے ہی ایک بیدار مغز سپہ سالار کی طرح آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ گرد و نواح کا جائزہ لیا۔ ایک جگہ ایک بوڑھے شیخ سفیان الضمری[۲۶] سے ملاقات ہوئی دریافت فرمایا کہ اسے مکی لشکر کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟ اس نے جواب دیا میں تمہیں اس وقت بتاؤں گا جب تم مجھے اپنے بارے میں کچھ بتاؤ گے۔ فرمایا۔ جب تم ہمیں قریش

کے بارے میں کچھ بتاؤ گے تو ہم بھی بتادیں گے۔ کہا میں نے سنا ہے کہ محمدؐ اور ان کے ساتھی مدینہ سے فلاں روز روانہ ہوئے ہیں۔ اگر یہ درست ہے تو انہیں آج یہاں اس مقام پر ہونا چاہیے۔ اس کا اندازہ صحیح تھا۔ مجھے یہ بھی خبر ملی ہے کہ مکی لشکر فلاں روز روانہ ہوا تھا۔ ان کی روانگی کے حساب سے انہیں اب اس مقام پر ہونا چاہئے۔ جہاں دیدہ شیخ کا یہ اندازہ بھی درست نکلا۔ پوچھا تم لوگ کون ہو؟ فرمایا۔ "نَحْنُ مِنْ مَاءٍ" (ہم پانی سے ہیں) وہ کہتا ہی رہ گیا کیا دوآبہ عراق سے۔ یا پھر کس پانی سے؟ یہ جنگی قانون ہے، جسے رسول ملاحمؐ نے بتایا کہ دشمن کے حالات ہر وسیلہ سے حاصل کرنا ضروری ہیں۔ ایک مبہم سی بات کہہ کر اسے اپنی شخصیت سے بے خبر رکھا تاکہ قریش اس سے مسلمانوں کے بارے میں کچھ پتہ نہ چلا سکیں۔

پھر آپؐ نے فوری طور پر حضرت زبیرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص کو دشمن کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔

مسلمان جاسوس حضرت بسبسؓ اور حضرت عدیؓ بیر بدر سے روانہ ہوئے ادھر کچھ دیر بعد ہی سالار قافلہ ابو سفیان خود ٹوہ لینے کے لئے کاروان کو الحنین[۲۷] کے موڑ پر چھوڑ کر بدر کے کنویں پر آیا۔ مجدی بن عمرو سے ملا اور پوچھا تم نے یہاں کسی اجنبی کو تو نہیں دیکھا؟ اس نے

کہا دو آدمی کنویں پر پانی بھرنے آئے تھے جن کے اونٹ اس ٹیلے پر بیٹھے تھے ان کے سوا تو اور کوئی نہیں آیا۔ ابو سفیان بڑا کائیاں تھا۔ اس مقام پر پہنچا۔ اونٹوں کی مینگنیاں توڑ کر دیکھیں ان میں کھجور کی گٹھلیاں تھیں۔ بولا یہ تو یثرب کا چارہ ہے ضرور وہ مسلمانوں کے جاسوس تھے اور قریب ہی میں کہیں ان کا لشکر چھپا ہو گا۔ تیزی سے اپنے کارواں میں لوٹا اور اس کا رخ بدر سے پھیر کر ساحل کے رستے پر ڈال دیا۔ جب خطرہ ٹل گیا تو ابو سفیان نے قیس بن امری نامی ایک شخص کو جو شروع ہی سے کارواں میں شامل تھا قاصد بنا کر قریش کے لشکر کی طرف دوڑایا اور پیام بھیجا کہ قافلہ محفوظ ہے واپس چلے آؤ یہ پیام اہل لشکر کو مقام جحفہ میں ملا۔[۲۸]

خواب ...... انتباہ یا شاخسانہ

یہاں بنو عبدالمطلب بن عبد مناف کے ایک شخص جُہیم بن الصلت بن مخرمہ نے خواب میں ایک عجیب واقعہ دیکھا۔ اس نے ایسے محسوس کیا کہ جیسے کسی گھڑ سوار نے اس کے سر پر کوڑا ڈال دیا ہو۔ پھر اس نے قریشی سرداروں کو قتل کر دیا۔ جب اس کا یہ بیان ابو جہل تک پہنچا تو اس نے کہا کہ بنو ہاشم کے بہت سے جھوٹ ہیں اس میں ایک اور سہی۔ جُہیم نے یہ بھی کہا کہ گھڑ سوار کے ساتھ ایک اونٹ بھی تھا۔ سرداروں کے قتل کے بعد اس نے اونٹ کو برچھا مار کر لشکر میں چھوڑ دیا۔ کوئی خیمہ ایسا نہ بچا جہاں اونٹ کے خون کے چھینٹے نہ پڑے ہوں۔

ابو جہل نے اس خواب کو سن کو پھر طعنہ دیا کہ بنی ہاشم میں ایک اور نبی پیدا ہو گیا ہے۔ لڑائی کے دن پتہ چل جائے گا کہ کون کس کو قتل کرے گا۔ [۱۹]

میدانِ بدر تک

روسائے قریش اس پیام پر غور کرنے بیٹھے۔ بنی زہرہ کے حلیف اخنس بن شریق نے جو اس لام بندی میں قبیلے کا سالار تھا کہا کہ ہم مال بچانے نکلے تھے وہ پورا ہو گیا اب واپس چلنا چاہیے۔ کچھ اور سرداروں نے بھی یہی رائے دی۔ ابو جہل نے واپسی کی تجویز رد کر دی۔ تکبر و نخوت سے کہا لات و ہبل کی قسم ہم بدر تک جائیں گے جہاں میلے میں لوگوں کا سالانہ اجتماع ہوتا ہے تین دن وہاں ٹھہریں گے، دعوتوں میں دادِ عیش دیں گے۔ مسلمان مقابلہ پر آئے تو پیس کر رکھ دیں گے۔ ہمارے اس کارنامے کی سارے عرب میں دھوم مچ جائے گی۔ مائیں اپنے بچوں کو ہماری شجاعت کی داستانیں سنائیں گی، یہی ہمارا فیصلہ ہے۔ یہ سن کر بنی زہرہ کے تین سو افراد جُحفہ ہی سے واپس ہو گئے۔ ابو سفیان نے انہیں دیکھ کر ایک جملہ کہا جو ضرب المثل بن گیا "اے بنی زہرہ نہ قافلے میں نہ جنگ میں" [۲۰] بقیہ فوج فخر و تکبر کے نغمے الاپتی ہوئی بدر کی جانب بڑھنے لگی۔ ابو سفیان کو اس فیصلے کا علم ہوا تو کہا کہ یہ بڑا ظلم ہے۔ ہماری قوم صرف قافلہ بچانے کے لئے نکلی تھی اور وہ بچ گیا۔

میدانِ بدر

بدر مدینہ سے تقریباً ۸۰ میل دور یمن اور شام کی تجارتی شاہراہ پر ایک بیضوی شکل کا میدان ہے۔ جو چاروں طرف سے ٹیلوں اور پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ یہ وادی یلیل میں واقع ہے۔

ساحل کی طرف پہاڑوں کی پشت پر تقریباً دس میل پر بحر احمر ہے۔ کہیں یہ فاصلہ کم ہے کہیں زیادہ ہے۔ اس ساحلی علاقہ سے قافلے گزرتے تھے۔ ارد گرد کے پہاڑوں کے نام الگ الگ ہیں۔ میدان بدر کے شمال و جنوب میں دو سفیدی مائل ٹیلے ہیں۔ دور سے ریت کے بلند تودے نظر آتے ہیں۔ شمالی ٹیلے کا نام "العدوۃ الدنیا" (قریب کا کنارا یا ناکا) یا عدوۃ شامیہ اور جنوبی ٹیلے کا نام "العدوۃ القصوٰی" (دور کا کنارا یا ناکا) یا عدوۃ یمانیہ ہے۔ عربی میں وادی کے دونوں طرف سے ہر سرے کو عدوۃ کہتے ہیں۔ مکہ سے آتے ہوئے وادی میں داخل ہونے سے پہلے جو اونچا ٹیلا ہے اسے عقنقل کہا جاتا ہے۔ ان دونوں کے درمیان ایک بلند پہاڑ ہے جو جبل اسفل کہلاتا ہے۔ جس پر سے سمندر (بحر احمر) صاف نظر آتا ہے۔

یہ میدان لمبائی میں ساڑھے پانچ میل اور چوڑائی میں بھی تقریبا اتنا ہی ہے۔ زیادہ حصہ ریتیلا ہے۔ کہیں کہیں ریت کی دلدلیں ہیں یا پھر ریتیلی پتھروں کی چٹانیں ہیں۔ کسی زمانے میں یہاں ایک بہت بڑا بت خانہ

تھا جسکی وجہ سے ہر سال یکم ذی قعدہ سے آٹھ دن تک میلا لگتا تھا۔ بدر سے کوئی میل بھر پہلے سڑک کے قریب ایک عجیب شکل کی چٹان ہے جو بالکل بیٹھے ہوئے اونٹ کی طرح ہے۔ یہاں عربوں کے اجتماع میں اس کی کشش بھی شامل تھی ۔ اس موقع پر سامان تجارت میں اونٹ، بکریوں کے علاوہ اونی عبائیں، کھالیں، گھی، روغن بلسان ہوتا تھا۔ کاروان آتے جاتے اس مقام پر ضرور قیام کرتے تھے۔ اس لئے بھی رونق ہوتی۔ یہاں بنو حمزہ آباد تھے۔ ان ہی کی ایک شاخ بنو غفار تھی۔ بدر کی نسبت بدر بن مخلد بن نضر بن کنانہ کی طرف بھی دی جاتی ہے جو یہاں قیام پذیر ہوا تھا اسی کے نام سے یہ قریہ مشہور ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے یہاں ایک کنواں کھدوایا تھا۔ جس کا پانی صاف اور عمدہ تھا۔ شفاف اتنا کہ چاند کا عکس اس میں دکھائی دیتا۔ کنواں گول شکل کا تھا اس لئے بھی بدر نام پڑ گیا۔ اس بڑے کنویں کے علاوہ بھی کچھ چشمے وادی یلیل میں تھے جن کے بہاؤ کا رخ مدینہ کی طرف تھا۔ یہ راستہ بڑا سرسبز ہے۔ میلوں لمبے نخلستان ہیں۔ بدر اور حمراء کے مابین گھنے جنگل بھی ہیں۔

یہاں پہنچنے کے بعد سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اہم ترین مسئلہ میدان میں موزوں ترین مقام کے انتخاب کا تھا۔ عقنقل کی پہاڑی کے پیچھے جہاں قریش کا لشکر خیمہ زن تھا وہ وادی یلیل کا حصہ تھا۔ وہاں کی زمین مٹی ملی ہوئی بھربھری اور نرم تھی یہ جگہ عدوۃ القصویٰ

بھی کہلاتی تھی۔ دوسرے کنارے پر زمین بلند مگر ریتیلی تھی۔ اسے عدوۃ الدنیا کہا جاتا تھا مسلمانوں کا پہلا پڑاؤ یہیں تھا۔

مسلمان اور قریش دونوں میٹھے پانی کے چشموں پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ رات کا وقت تھا کہ بارش ہو گئی جس سے ایک کے لئے آسانی اور دوسرے کے لئے مشکل پیدا ہو گئی۔ نرم زمین کیچڑ بن کر پھسلن پیدا کرنے لگی۔ ریتیلی زمین میں پانی جذب ہوا تو سخت ہو گئی۔

جنگی تدابیر

مسلمانوں نے پانی کے پہلے چشمے کے پاس پڑاؤ ڈالا۔ حضرت حباب رضی اللہ عنہ بن منذر بن جموح نے جو اس علاقے کے محل وقوع سے بخوبی واقف تھے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ مقام آپ ﷺ نے بربنائے وحی منتخب فرمایا ہے؟ اگر یہ بات ہے تو پھر چوں و چرا کی گنجائش کہاں۔ ارشاد ہوا نہیں بلکہ یہ ایک جنگی تدبیر ہے۔ عرض کیا اگر آپ ﷺ مناسب تصور فرمائیں تو ہم اس چشمے پر اتریں جو قریش کے خیموں سے قریب تر ہو۔ مجھے ان چشموں کے پانی کی گہرائی اور فراوانی کا پتہ ہے۔ میرے علم میں ایک ایسا کنواں بھی ہے جس میں پانی وافر اور شیریں ہے ہم وہاں حوض بنا کر پانی کا ذخیرہ کر لیں گے۔ اس کے پیچھے جتنے چشمے ہیں انہیں ناکارہ کر دیں گے تاکہ ہمیں پانی دستیاب رہے اور دشمن اس سے محروم ہو جائے۔ آپ ﷺ نے ان کی تجویز قبول کی اور پڑاؤ دشمن کے قریب چشمے پر منتقل فرمایا۔ اسی

میدانِ بدر

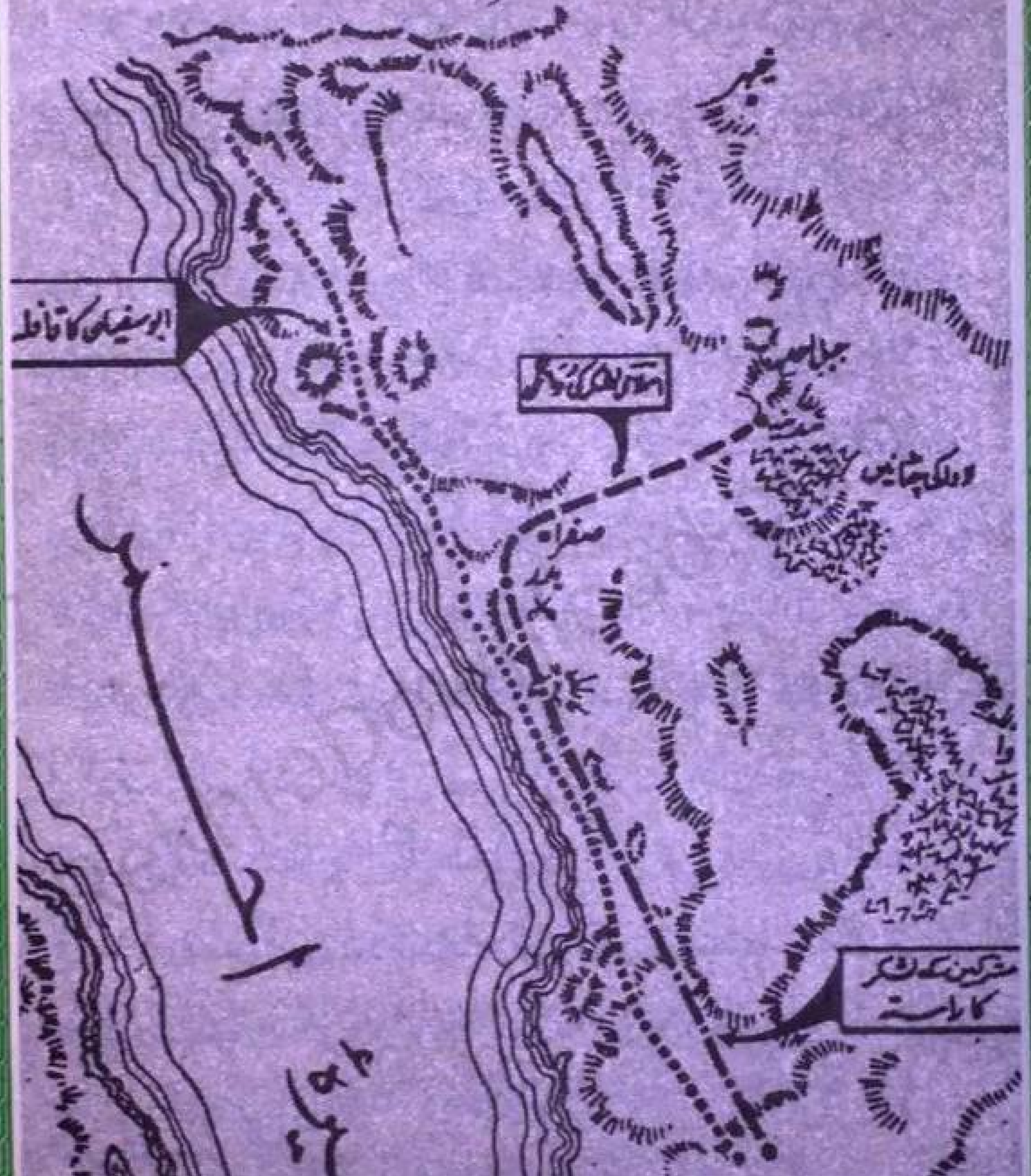
ابو سفیان کا قافلہ
اسلامی لشکر
صفراء
مشرکین مکہ کے لشکر
کا راستہ

۲ھ

دن حضرت حباب بن منذر "صاحب الرائے" کہلانے لگے۔ صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک کا یہی بیان ہے کہ مسلمان میدان بدر میں مشرکین سے پہلے پہنچ گئے حضرت عروہ ابن زبیر نے بھی یہی لکھا ہے

مسلمانوں کو قافلے کے بچ کر نکلنے کی اطلاع مل گئی تھی۔ اب معاملہ بالکل صاف تھا کہ اس مٹھی بھر بے سرو سامان فوج کو اپنے سے تگنی طاقت کے ساتھ نبرد آزما ہونا ہے۔ تین افراد پر مشتمل اینٹیلی جنس (سراغ رساں) دستہ واپس آیا تو اپنے ساتھ قریش کے پانی لانے والے دو اونٹ اور تین سقوں کو گرفتار کر لایا۔ ان میں سے ایک مُنَبِّہ بن حجاج کا غلام اسلم اور دوسرا عبید بن سعید کا غلام یسار اور تیسرا اُمیّہ بن خلف کا غلام ابو رافع تھا۔ دیگر سَقّے اپنے شتران آب کش کے ساتھ قافلہ قریش کی طرف بھاگ گئے۔ ان میں عجیر نامی سَقّہ نے سب سے پہلے قریش کو اطلاع دی کہ مسلمانوں کا لشکر آگیا ہے۔ اس خبر نے انہیں وحشت زدہ کر دیا ان کے لشکری ساری رات شب خون مارے جانے کے ڈر سے جاگتے رہے۔

قدرت کے کھیل

گرفتار شدگان جب خیمہ نبویؐ پر لائے گئے تو اس وقت رسول ملاحمؐ بارگاہ حق میں رکوع و سجود کر رہے تھے۔ صحابہؓ نے ان سے جرح کی تو انہوں نے بتایا کہ وہ قریشی فوج کو پانی پلانے پر مقرر ہیں۔ اسے جھوٹ

سمجھا گیا اور ان کو مارا کہ ابوسفیان کے قافلہ کی خبر دیں مار سے بچنے کے لئے انہوں نے جھوٹ کہدیا کہ وہ ابوسفیان کے آدمی ہیں۔ اتنے میں حضورؐ نماز سے فارغ ہوئے۔ فرمایا جب وہ سچ کہتے ہیں۔ تو تم زیادتی کرتے ہو اور جھوٹ بولتے ہیں تو چھوڑ دیتے ہو۔ اس سے مسلمانوں کی اس دلی خواہش اور بشری کمزوری کا پتہ چلتا ہے۔ جو یہ تھی کہ کاش قریش کا کارواں تجارت ہاتھ آجائے جس کی تعداد کم اور غنیمت زیادہ تھی۔ جب مسلمان اس قافلے کے تعاقب کے لئے نکلے تو اللہ نے اسے ان کی گرفت سے بچا کر نکال دیا اور مسلمانوں کو مسلح کافروں کے مقابل کر دیا غزوہ بدر قدرت کی ایک عظیم نشانی ہے جب ہی تو ارشاد خداوندی ہے۔

ترجمہ۔ اور البتہ تحقیق مدد کی تمہاری اللہ نے بدر میں جبکہ تم بے سرو سامان تھے۔

خالق سے زیادہ انسانی فطرت سے اور کون واقف ہو سکتا ہے؟ اگر مدینہ سے نکلتے وقت ہی یہ بات ظاہر فرما دیتا تو قریش کی بھاری اور مسلح فوج سے لڑنا ان پر سخت گراں گزرتا۔ مشیت ایزدی تو چیونٹی سے ہاتھی کو مروانا چاہتی تھی۔ قلت کو کثرت پر غالب کرنا تھا اور دنیا کو یہ بتانا تھا کہ حق نہتا بھی ہو تو باطل پر حاوی ہوتا ہے۔ طاقت اصل میں ایمان کی ہے نہ کہ افراد کی۔ قلیل تعداد کے ہاتھوں ایک پُر غرور باغی لشکر ذلت آمیز شکست کھا گیا۔ مدینہ سے ۸۰ میل دور بدر کے میدان میں دشمنوں کے مقابل،

کرنا بھی مصلحت ایزدی میں سے ہے۔ اگر یہ صورت مدینہ میں پیش آتی تو یہود اور منافقین کے فریب کا خدشہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے ان سقوں کو اپنے قریب بلایا اور پوچھا۔ اچھا اگر قریش کے ساتھ آئے ہو تو بتاؤ لشکر کہاں ٹھہرا ہے؟ انہوں نے کہا کہ عدوۃ قصوای میں عقنقل کے پیچھے مقیم ہے۔ دریافت فرمایا۔ قریش کے لشکر میں کتنے آدمی ہیں؟ کہا، بہت ہیں تعداد معلوم نہیں۔ ان کی فطری استعداد اور نفسیات کے پیش نظر اگلا سوال تھا۔ اچھا یہ بتاؤ کتنے اونٹ روزانہ ذبح کئے جاتے ہیں؟ کہا کسی دن دس اور کسی دن نو۔ ارشاد ہوا ان کی تعداد نو سو سے ہزار کے درمیان ہے۔[۳۴] حضرت عروہؓ کا بیان ہے کہ میدان بدر میں قریش کا لشکر ۹۵۰ لڑنے والوں پر مشتمل تھا۔ تیسرا سوال تھا کون کون سردار اس لشکر کے ساتھ آیا ہے۔ سقوں نے روسائے قریش کے نام بتائے فرمایا۔

"مکہ نے اپنے جگر پاروں کو تمہارے سامنے ڈال دیا ہے۔"

مکی لشکر کو لڑائی چھڑنے تک کنوؤں سے پانی پینے کی اجازت تھی۔ عجیب بات یہ ہوئی کہ جتنے کافروں نے پانی پیا وہ سب مقتول یا اسیر ہوئے سوائے حکیم بن حزام کے جو فتح مکہ کے موقع پر ایمان لے آئے۔

کنٹرول روم

حضرت سعدؓ ابن معاذ نے عرض کیا ہم آپؐ کے لئے ایک اونچے

مقام پر عریش (جھونپڑی) تیار کرتے ہیں تاکہ آپؐ وہاں سے میدان کارزار کو دیکھ سکیں۔ نیز تیروں سے محفوظ بھی رہیں (آج کی اصطلاح میں اسے کنٹرول روم یا فوج کا ہیڈ کوارٹر کہہ لیجئے) یہ چھپر میدان کے شمال مشرق میں بلندی پر تعمیر کیا گیا۔ چند سانڈنی سوار بھی مقرر کیے گئے۔ جن کا کام آپؐ کے احکام مجاہدوں تک پہنچانا تھا۔ حضرت سعدؓ نے یہ بھی عرض کیا کہ اگر خدانخواستہ جنگ کا پانسہ پلٹ جائے تو آپؐ ان پر مدینہ واپس جاسکیں گے۔ آپؐ کی سلامتی سب پر فوقیت رکھتی ہے۔ اگر مدینہ میں پیچھے رہ جانے والوں کو یہ خیال ہوتا کہ آپؐ لڑائی سے دو چار ہوں گے تو وہ کبھی وہاں نہ ٹھہرتے۔ وہ ہم سے زیادہ آپؐ کے وفادار ہیں۔ آپؐ نے ان کی اس بات پر خوشی کا اظہار فرمایا اور ان کے حق میں دعائے خیر کی۔ حضرت سعدؓ کی کمان میں چند انصاری جاں نثاروں کا باڈی گارڈ بھی بنا جو اس ہیڈ کوارٹر کے قریب پہرہ دیتا رہا۔

مجاہدین بدر کی تعداد

اسلامی لشکر میں مجاہدین کی تعداد میں اختلاف ہے اس پر سب متفق ہیں کہ تین سو سے زیادہ تھی۔ مشہور روایت ۳۱۳ کی ہے۔ واقدی اور قسطلانی کے بیان کے بموجب صف جنگاہ میں تیغ بکف آنے والوں کی تعداد ۳۰۵ تھی۔ زیادہ سے زیادہ تعداد ۳۶۳ ہے جو "عیون الاثر" میں حافظ ابن سیّد النّاس نے جمع کی ہے ان کا مقصد یہ نہیں کہ ۳۶۳ صحابہ

نے حصہ لیا بلکہ کوشش یہ تھی کہ کوئی نام جسے کسی سیرت نگار نے بھی بیان کیا ہو چھوٹنے نہ پائے۔ مدینہ سے روانگی کے بعد جب ایک مقام پر قافلہ ٹھہرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مردم شماری ہوئی تو ان کی تعداد ۳۱۴ تھی۔ جس میں حضور اکرمؐ بھی شامل تھے۔ اتنے میں اونٹ پر سوار ایک شخص آیا اسے ملا کر کل ۳۱۵ لوگ ہوئے۔ کچھ کم عمر بچے بھی شریک سفر تھے۔ ان کو ملا کر کل نفری صحیح مسلم میں حضرت عمرؓ کی روایت کے مطابق ۳۱۹ ہو گئی۔

عہد حاضر کے محقق محمد احمد باشمیل نے ۳۱۷ نفری لکھی ہے جن میں ۱۷۰ خزرجی، ۶۱ اوس کے اور ۸۶ مہاجر تھے۔ قاضی سلیمان منصور پوری نے اپنی تصنیف "اصحاب بدر" میں ۳۳۵ مجاہدین کی فہرست دی ہے۔ مہاجرین ۸۷ اور انصار ۲۴۸۔ مورخ طبری اور ابن اثیر نے "الکامل" میں مہاجرین کی تعداد ۷۷ لکھی ہے۔ غنیمت میں حصہ ۸۳ مہاجرین کو ملا۔

ابن اسحاق نے تعداد ۳۱۴ لکھی ہے جن میں مہاجرین ۸۳، بنی اوس کے ۶۱ اور بنی خزرج کے ۱۷۰ مجاہد تھے۔ صحیح بخاری کتاب المغازی[۲۵] باب عِدَّۃِ میں لکھا ہے کہ اصحاب بدر کے حوالے سے ان کی تعداد اصحاب طالوت کے برابر تھی۔

مہاجرین میں بنی ہاشم سے تین بنی مطلب سے چار، بنی عبد شمس

سے ایک، بنی عبدالعزیٰ سے ایک، بنی عبدالدار سے دو، بنی زہرہ سے تین، بنی تیم سے ایک، بنی مخزوم سے تین، بنی عدی سے چار، بنی جمح سے پانچ، بنی سہم سے ایک، بنی عامر سے پانچ اور بنی حارث سے چھ تھے۔ باقی (۴۵) افراد غلاموں اور حلیفوں میں سے تھے۔ غلام بارہ تھے۔ جن میں چار عربی اور ۸ عجمی تھے۔ غیر قریشی عرب حلیفوں کی تعداد ۳۳ تھی[۲۶]

غیاب بمنزلۂ حضوری

آٹھ حضرات جنہیں اصحاب بدر میں شمار کیا گیا ان میں تین مہاجر اور پانچ انصار ہیں۔ مہاجرین میں حضرت عثمانؓ ابن عفان جن کی بیوی حضرت رقیہؓ بنت رسول بستر مرگ پر تھیں۔ حضرت عثمانؓ نے لشکر کے ساتھ جانے کی اجازت چاہی۔ حضورؐ نے انہیں بیوی کی تیمار داری کا حکم دیا۔ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت سعیدؓ بن زید جاسوسی کی مہم پر ابوسفیان کے قافلے کا پتہ لگانے شام گئے ہوئے تھے (تینوں کا شمار عشرۂ مبشرہ میں ہوتا ہے۔)

انصار میں حضرت ابولبابہؓ جنہیں مقام روحاء سے اپنا نائب بنا کر مدینہ واپس بھیجا ان کے علاوہ حضرت عاصمؓ بن عدی کو عوالی (عوالی یا عالیہ یعنی مدینہ کے مضافاتی دیہات) پر اپنا نائب مقرر فرمایا۔ حضرت حارثؓ بن حاطب کو کسی خاص وجہ سے بنی عمرو میں واپس بھیج دیا گیا۔ حضرت حارثؓ بن صمہ زخمی ہو جانے سے لوٹا دیئے گئے۔ حضرت خوات

بن جبیر پنڈلی پر سخت چوٹ کے باعث سفر کے قابل نہیں تھے۔[۳۷]

مومن ہو تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

مجاہدین بدر میں صرف چھ زرہ پوش اور آٹھ شمشیرزن تھے۔ بقیہ اللہ کے سپاہی نیزوں اور تیر کمانوں سے آراستہ تھے۔ بے سرو سامانی کا یہ حال کہ کسی کے پاس زرہ ہے تو خود نہیں۔ ڈھال ہے تو تلوار نہیں۔ کل ۷۰ اونٹ اور دو یا تین گھوڑے تھے۔

حضرت زبیرؓ ابن عوّام کے گھوڑے کا نام "الیعسوب" حضرت مقدادؓ ابن عمرو کے گھوڑے کا نام "سبحہ یا بعزجہ" اور حضرت مرثدؓ ابن غنوی کے گھوڑے کا نام "السیل" تھا۔[۳۸]

۱۶ رمضان کی شام رسول ملاحم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکابر صحابہؓ کے ساتھ میدان جنگ کا جائزہ لیا۔ دوران معائنہ فرمایا کل یہاں عتبہ کا لاشہ پڑا ہوگا۔ یہاں ابو جہل مارا جائے گا۔ ادھر امیہ بن خلف خاک و خوں میں تڑپ رہا ہوگا۔ اسی طرح آپؐ نے بدر میں ہلاک ہونے والوں میں سے ایک ایک کا نام لے کر اس کے مقتل کی نشان دہی فرمائی۔ یہ بات جب عام مجاہدین تک پہنچی تو ان کا حوصلہ بڑھ گیا اور عزم مستحکم ہو گیا حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ بخدا دوسرے دن اسکے خلاف نہیں ہوا۔ آپؐ نے جس کا قتل جہاں بتایا تھا وہ وہیں پڑا ملا۔[۳۹]

انعاماتِ الٰہی

اس رات خوب مینہ برسا۔ وادی میں پانی بہنے لگا۔ مسلمانوں نے خوب ذخیرہ کر لیا۔ جی بھر کر نہائے دھوئے اور تازہ دم ہوگئے۔ میدان جنگ کا ریتلا حصہ جہاں مسلمان تھے۔ پانی کی وجہ سے جم کر سخت ہوگیا۔ دشمن جس حصہ میں تھا وہ نرم مٹی کا تھا۔ پانی کی وجہ سے کیچڑ اور دلدل بن گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس باران رحمت کو اپنے انعامات میں شمار فرمایا۔ سورۂ انفال میں ارشاد ہوا۔

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾

ترجمہ۔ "اور وہ وقت یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے غنودگی کے ذریعہ تم پر اطمینان اور بے خوفی کی کیفیت طاری کر رہا تھا اور آسمان سے تمہارے اوپر پانی برسایا تاکہ تم کو پاک کر دے اور تم سے شیطانی وسوسے کو رفع کر دے۔ اور تمہاری ہمت بندھائے۔ اس کے ذریعہ تمہارے قدم جما دیئے۔"

جہاں صبح معرکہ ہونے والا ہو اور وہ بھی ایسا سخت کہ ایک کے مقابلے میں تین مسلح سپاہی ہوں تو یہ احساس ہی نیند اڑا دینے کے لئے کافی تھا۔ مگر اللہ نے ان پر غنودگی طاری فرما کر ذہنی سکون اور جسمانی تر و تازگی بخشی۔ صرف ایک ذات اللہ کے رسولؐ کی تھی کہ تمام رات عریش

میں بارگاہ حق میں سجدہ ریز رہی۔ بار بار ہاتھ بلند ہوتے، الحاح و زاری کے ساتھ دعا مانگتے۔ اسی طرح ساری رات اضطرابی کیفیت میں بسر ہوئی۔

فجر کا وقت آیا تو موذن نے اہل ایمان کو بارگاہ رب العزت میں رکوع و سجود کی طرف بلایا۔ وضو کر کے لوگ آئے ایک درخت کی جڑ میں امام الانبیاء رسول ملاحمؐ کے پیچھے مجاہدوں نے عجز و نیاز سے نماز پڑھی۔ اس موقع پر رسول ملاحمؐ نے اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا:

"مسلمانو! بے شک میں تمہیں رغبت دلاتا ہوں اس چیز کی طرف جس کی رغبت اللہ بزرگ و برتر نے دلائی۔ سنو! سچائی اور صداقت کی منزلوں میں سے ایک منزل پر آج تم آگئے ہو یہاں جو کام تم صرف اللہ کی خوشنودی کی نیت سے کرو گے وہی قبول کیا جائے گا۔ پس لڑائی کے وقت تمہارا ارادہ صرف اعلائے کلمۃ الحق ہی کا ہو سختیوں اور مایوسیوں میں صبر و ثابت قدمی اختیار کرنے سے تمام رنج و غم دور ہو جائیں گے۔ مشکلیں آسان ہو جائیں گی اور آخرت میں نجات حاصل ہوگی۔

تم میں اللہ کا نبی موجود ہے جو تم کو (عذاب) سے ڈراتا ہے اور نیکی کا حکم کرتا ہے۔ (خبردار) آج کسی ایسی غلطی کے مرتکب نہ ہونا جس سے اللہ تعالیٰ تم سے ناراض ہو جائے۔ اب جہاد کا موقع ہے اس وقت اللہ تعالیٰ

سے ایسی پر خلوص دعائیں مانگو اور ایسے اچھے عمل کرو کہ اس نے جو تم سے وعدہ کیا ہے وہ پورا ہو جائے۔ اس کی رحمت اور بخشش تم کو اپنی آغوش میں لے لے۔ بے شک اللہ کے وعدے سچے ہیں اور اس کے عذاب بھی بڑے سخت ہیں۔

سنو! میں خود بھی اور تم سب بھی اس حیی القیوم کی ذات کی مدد سے یہاں بس سکتے ہیں۔ ہم سب اس کے طرف جھکتے ہیں اور اسی پاک ذات سے ہم مضبوطی پاتے ہیں۔ اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اسی کی طرف ہم سب کو لوٹنا ہے اللہ تعالیٰ! ہم کو اور سب مسلمانوں کو بخش دے۔"

لڑائی کی صبح

جمعہ ۱۷ رمضان کا سورج طلوع ہوا تھا کہ مجاہدوں کو میدان جنگ میں صف آرائی کا حکم ہوا۔ فوج کو قبائلی بنیاد پر دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ مہاجرین کا دستہ اور انصار کا دستہ۔ ہائی کمان خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھی۔ میمنہ کے سالار حضرت زبیرؓ ابن عوام اور میسرہ پر حضرت مقدادؓ ابن عمرو تھے۔ مدنی لشکر کے یہی دونوں شہ سوار تھے۔ ساقہ (پچھلے حصے) کی کمان حضرت قیسؓ بن صعصعہ کو دی گئی تھی۔ [۱۴۱]

اس بات کی خصوصی ہدایت ہوئی کہ سورج کو اپنی پشت پر رکھا جائے تاکہ آنکھیں خیرہ نہ ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک تیر تھا۔ اس سے صفیں سیدھی فرما رہے تھے۔ صف آرائی اہل عرب کے لئے نیا تجربہ تھا۔ وہ صف باندھ کر لڑنے کے طریقے سے نا آشنا تھے۔ مسلمانوں کی یہ عسکری تربیت نماز ہی سے شروع ہو چکی تھی۔ صفیں ذیلی کمانڈروں کے تحت کی گئیں۔ سختی سے ہدایت دی گئی کہ ہر حال میں صف کو برقرار رکھیں چونکہ بہتر صف بندی کے بغیر عام حالتوں میں مقابلہ زیادہ دیر تک جاری نہیں رہ سکتا۔ امام ترمذی کی روایت[۱۴] تو یہ ہے کہ اسلامی فوج کی تربیت اور تقسیم لڑائی سے پہلے ہی کی رات کو عمل میں آ چکی تھی۔ جنگ کی منصوبہ بندی کی ذمہ داری سپہ سالار اعظم پر ہوتی ہے۔ اس منصوبہ پر بہتر عمل آوری فوج کو فتح سے ہمکنار کرتی ہے۔ واقدی نے "المغازی" میں لکھا ہے کہ میمنہ پر حضرت ابو بکر صدیقؓ تھے۔ ساقہ (عقب) میں شروع ہی سے حضرت قیسؓ بن ابی صعصعہ (جو بنی مازن بن نجّار سے تھے) مامور رہے۔

دوسرے مورخوں نے دونوں شہسواروں حضرت زبیرؓ کو میمنہ اور حضرت مقدادؓ کو میسرہ کا سالار لکھا ہے۔ دوسری روایت[۴۲] یہ ہے کہ ایک گھوڑے پر حضرت مصعبؓ بن عمیر اور دوسرے پر حضرت سعدؓ بن خیثمہ سوار تھے۔ کبھی کبھی ان پر حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ بھی

سواری کرتے تھے۔ مدنی فوج تین جماعتوں پر مشتمل تھی۔ مہاجر، اوس اور خزرج۔ ہر ایک کا علمبردار جدا جدا تھا۔[۴۴] سب سے بڑا لوائے نبوی (فوج کا نشان) حضرت مصعبؓ بن عمیر اٹھائے ہوئے تھے۔ قبیلہ خزرج کا جھنڈا حضرت حبابؓ بن منذر اور قبیلہ اوس کا پرچم حضرت سعدؓ بن معاذ ہاتھوں میں لئے ہوئے تھے "کتاب المعارف" میں ابن قتیبہ[۴۵] نے لکھا ہے کہ مہاجرین کا پھریرا جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی سیاہ چادر سے بنایا گیا تھا اسے حضرت علیؓ اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ بھی طریقۂ جنگ میں ایک بہت بڑی تبدیلی تھی ورنہ ہر قبیلہ اپنی اپنی جھنڈی لے کر نکلتا تھا۔ مشرکین اسی طرح جھنڈیاں لے کر آئے تھے۔

امتیازی نشان اور حرفِ شناخت

مسلمانوں کے پاس کوئی امتیازی لباس نہیں تھا۔ فرشتوں کے نزول کی بشارت کے وقت ارشاد ہوا کہ نشانیاں لگالو کیونکہ ملائکہ نے بھی نشانیاں لگالی ہیں۔ طبری نے اس حکم نبویؐ کو نقل کیا ہے۔ اس ہدایت پر صحابہؓ نے مغفر اور کلاہ پر پشمینہ کلغی کی طرح باندھ لیا۔ مجاہدوں میں چار افراد نمایاں نشانیوں کے حامل تھے۔[۴۶] حضرت امیر حمزہؓ اپنی خود پر شتر مرغ کے پر لگائے ہوئے تھے۔ حضرت علیؓ کے سر پر سفید پشمینہ بندھا تھا۔ حضرت زبیرؓ کے عمامہ کا رنگ زرد تھا۔ حضرت ابو دجانہؓ سرخ سر بند باندھے ہوئے تھے اس کے علاوہ گھمسان کی دو بدو لڑائی کے موقع پر اپنوں

اور دشمنوں میں پہچان کے لئے حضور اکرمؐ نے حرفِ شناخت یا شعار CODE WORD بھی مقرر فرمایا۔ مہاجرین کا علامتی کلمہ "یا بنی عبدالرحمٰن" خزرج کا "یا بنی عبد اللہ" اور اوس کا "بنی عبید اللہ" تھا۔ تمام مسلمانوں کا یوم بدر میں حرف شناخت "یا منصور اَمِتْ" یعنی "فتح یاب، مارو" تھا۔[۴۶]

(ب) [۴۷]

دوسری روایات کے بموجب "احد" تھا۔ نعرہ "یاحی یاقیوم" مقرر ہوا۔ ارشاد ہوا

۱: لڑائی میرا حکم آنے پر شروع کی جائے۔

۲: اپنی جگہ قائم رہو۔

۳: دشمن حملہ کرے تو اسے آگے بڑھنے دو۔

۴: جب وہ تیروں کی زد میں آئے تو تیر برساؤ ورنہ تیر بیکار جائیں گے۔[۴۸]

۵: نیزوں کی حد میں آئیں تو ان کا استعمال کرو۔

۶: قریب آجائے تو پتھر پھینکو۔

۷: تلوار کا استعمال سب سے آخر میں ہو۔[۴۹]

اور ہاں اگر لڑائی میں تمہارے مقابل ابوالبختری، عباس ابن عبدالمطلب آئیں تو انہیں قتل نہ کرنا۔ وہ آئے نہیں لائے گئے ہیں۔

حضرت ابو حذیفہؓ بن عُتبہ نے یہ سن کر کہا کہ یہ کیا تفریق ہے؟ ہم تو اپنے باپ، بیٹے، بھائی اور خاندان والوں کو قتل کریں اور عباس کو چھوڑ دیں۔ خدا کی قسم اگر انہیں پالوں تو تلوار کا نوالہ بنالوں۔ ان کی یہ بات رسول اللہؐ تک پہنچی تو حضرت عمرؓ سے فرمایا۔ اے ابو حفص تم نے ابو حذیفہ کی بات سنی وہ رسول اللہؐ کے چچا کے قتل کے درپے ہے۔ حضرت عمرؓ جنہیں پہلی بار اس کنیت سے مخاطب کیا گیا تھا۔ اجازت مانگی کہ ابو حذیفہ کا سر قلم کر دوں۔ فرمایا۔ نہیں حضرت ابو حذیفہؓ کو بعد میں اپنی گستاخی کا احساس ہوا۔ اس پر وہ عمر بھر پشیماں رہے۔ اس کا کفارہ صرف شہادت کو سمجھتے تھے تا آں کہ جنگ یمامہ میں جام شہادت نوش کیا۔

سخن تو عرضِ تمنّا کا اک بہانہ تھا

ایک بار پھر مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدوں کی صفوں کا معائنہ فرمایا۔ دیکھا ایک مجاہد صف سے نکل آیا ہے۔ فرمایا اپنی صف میں رہو۔ کچھ دیر بعد نظر پڑی تو انہیں پھر صف کے باہر پایا۔ متنبہ فرمایا کہ صف میں شامل ہو جاؤ۔ کچھ دیر بعد وہاں سے گزر ہوا تو پھر انہیں بے ترتیب پایا۔ ہاتھ میں جو تیر تھا اس سے ہلکا سا کچو کا دیا اور فرمایا سواد ابن غزیہؓ یہ تم بار بار اپنی صف کو کیوں توڑ دیتے ہو۔؟ یہ موقع تھا کہ مجاہد چیخ اٹھا یا رسول اللہؐ! آپؐ نے مجھے ایذا پہنچائی۔ اللہ نے آپؐ کو حق اور عدل

RekhtaDownload.com

کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ مجھے بدلہ دیجئے۔ یہ منظر چشمِ فلک نے حیرت سے دیکھا۔ ان کے الفاظ اہل سماعت نے مضطرب ہو کر سنے۔

ارشاد ہوا کیا تم بدلہ لینا چاہتے ہو؟ عرض کیا ہاں۔ فرمایا اس تیر سے اپنا انتقام لو۔ عرض کیا میرے جسم پر بجز تہمد کوئی کپڑا نہیں ہے آپؐ کے بدن اطہر پر پیرہن ہے بدلہ کس طرح لوں؟ دنیا میں عدل و انصاف کے قیام کے لئے تشریف لانے والے نے اپنے پیرہن کو اٹھا دیا۔ سب دم بخود یہ نظارہ دیکھ رہے تھے۔ سواد ابن غَزِیَّہ بڑھے اور تیر ایک طرف پھینک دیا۔ بے اختیار جسم اطہر کو جگہ جگہ سے بوسہ دینے لگے۔ عرض کیا یارسول اللہ! کہاں کا بدلہ کدھر کا انتقام۔ مصافِ جنگ میں کھڑا ہوں۔ جانے کدھر سے کوئی تیر آئے اور تیرِ قضا بن جائے۔ شہادت کی تمنا میں آیا ہوں۔ آپؐ سے پھر ملاقات ہو یا نہ ہو۔ دل نے چاہا کہ شہادت سے پہلے اپنے ہونٹوں کو جسم مبارک سے مس کر لوں تاکہ اس کی برکت سے نار جہنم سے محفوظ ہو جاؤں۔ اس لئے صف سے بار بار باہر ہو رہا تھا۔ ورنہ مجال کہاں کہ آپؐ کے حکم سے سرتابی کروں؟ اپنے پروانے کا یہ بیان سنا تو اللہ کے رسولؐ نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ معائنہ مکمل ہو گیا تو حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ عریش میں تشریف لے گئے۔

باطل زرہ میں ڈوب گیا دوش تا کمر

صبح روشنی پھیلتے ہی مشرکوں کے لشکر میں ہل چل مچی "اُعْلُ

ھُبَل " اور لات و منات کے جے کارے سنائی دینے لگے۔ لشکر میں ۹۵۰ جنگ جو اور پچاس خدمت گار تھے۔ اُمرائے قریش سرخ اونٹوں پر سوار تھے۔ سو سو اسلحہ بند سواروں کی چھ ٹکڑیاں تھیں۔[۵۱] اس طرح چھ سو زرہ پوش سپاہی تھے۔ پانچ سو کے پاس پورے ہتھیار تھے اور تین سو سپاہی نامکمل اسلحہ رکھتے تھے۔ اونٹوں کی تعداد سات سو تھی جس میں بار برادری اور خوراک کے اونٹ بھی شامل تھے۔ کسی دن دس اور کسی دن نو اونٹ ذبح ہوتے تھے۔ گھوڑوں کی تعداد ایک سو تھی۔[۵۲] قریشی فوج کئی سپہ سالاروں کے ماتحت تھی۔ عُتبہ بن ربیعہ سپہ سالار اعظم تھا لیکن با اثر ابو جہل تھا۔ واقدی[۵۳] کے بیان کے مطابق سواروں کا سالار زمعہ بن اسود اور دوسری روایت کے بموجب حارث بن ہشام تھا۔ لشکر کے میمنہ پر ہبیرہ بن وہب اور میسرہ پر زمعہ بن اسود سالار تھا۔ دوسری روایتوں کے مطابق میمنہ پر حارث بن عامر اور میسرہ پر عمرو بن عَبدِوُدّ تھا۔

علم برادروں کی تعداد تین تھی جو قبیلہ عبدالدار کے افرادِ تھے۔ ان کے نام ابو عزیز بن عمیر، نضر بن حارث اور طلحہ بن ابی طلحہ تھے۔ پیدل زرہ پوشوں کا علمبردار سائب بن یزید تھا۔[۵۴]

قریش قافلہ بچانے کے لئے عجلت میں نکلے تھے۔ اس لئے حلیف قبائل "احابیش" کو مدد کے لئے ساتھ نہ لا سکے۔ شکست کھائی تو ان کے نہ لانے پر بہت افسوس کیا۔ جبل حبشی مکہ سے دس میل پر الرمضہ

کی سمت میں ہے۔ یہ قبائل وہاں آباد تھے۔ احابیش میں بنو حارث بنو مُصطلق بنو الھون (الدیش) بنو عَضَل اور خزاعہ کے بنو الحیا شامل تھے۔[55] بعض نے بنو نضیر بنو مالک اور مطیبین کو بھی احابیش قرار دیا ہے۔[56]

تاریخ طبری[57] میں ہے کہ جب قریش کا لشکر بنی غفار کے علاقے سے گزرا تو اس کے سردار خفاف بن ایماء نے خوراک کے لئے کچھ اونٹ بھیجے اور اسلحہ و سپاہ سے مدد کی بھی پیشکش کی۔ قریش نے شکریہ کے ساتھ کہلوایا کہ ہمارا مقابلہ انسانوں سے ہے اور ہم ان کے مقابلہ میں کمزور نہیں ہیں۔ ہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ ہے کہ اللہ ان کے ساتھ ہے۔ اگر ہم خدا سے لڑنے جا رہے ہیں تو اس کے مقابلہ میں کسی کی مدد بھی کار آمد نہیں اور نہ کسی میں اللہ سے لڑنے کی سکت ہے۔

واقدی[58] نے لکھا ہے کہ اس موقع پر ایماء بن رخصہ نے سپہ سالار قریش عتبہ بن ربیعہ کو سمجھایا کہ اپنے لوگوں کو پھیر لو۔ نخلہ کے مقتول کا خون بہا ادا کرو جو تمہاری قوم کا مطالبہ ہے۔ یاد رکھو یہ لڑائی تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے احباب سے نہیں لڑ رہے ہو بلکہ اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈال رہے ہو۔

کبر و نخوت کے پُتلے

سپاہیوں کا دل بڑھانے کے لئے گانے والیاں ساتھ تھیں۔ جو

دف بجا بجا کر مسلمانوں کی ہجو کر رہی تھیں اور مشرکین کو لڑائی پر ابھار رہی تھیں۔ حضور اکرمﷺ نے جب عریش سے گروہ قریش کی جانب نظر فرمائی تو سب سے پہلے زمعہ بن اسود اپنے گھوڑے پر سوار نظر آیا۔ اس کے پیچھے اس کا بیٹا اپنا گھوڑا بڑھا رہا تھا۔ عقنقل کی بلندی سے انہیں میدان جنگ میں اترتے دیکھا تو بے اختیار اپنے رب کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اے احکم الحاکمین! یہ گروہ قریش ہے جو غرور و تکبر کے ساتھ تجھے اور تیرے رسول کو جھٹلانے کے لئے مقابلہ پر آیا ہے۔ اے اللہ انہیں ہلاک کر دے۔ اے مالک اپنی نصرت نازل فرما۔

دعوتِ اجل

عُتبہ نے صف آرائی سے پہلے اپنے جاسوس عُمیر ابن وہب کو مدنی لشکر کا اندازہ لگانے کے لئے روانہ کیا۔ گھوڑے پر بیٹھ کر اس نے مسلمانوں کی فرود گاہوں کے اطراف ایک چکر لگایا۔ واپس آکر اطلاع دی کہ ان کی تعداد تین سو سے زیادہ نہیں۔ کہا ذرا ٹھیرو یہ بھی دیکھ لوں کہ کمیں گاہوں میں چھپے ہوئے تو نہیں۔ دور دور تک دوسرا چکر لگا کر لوٹا اور رپورٹ دی کہ ساری فوج میدان میں کھڑی ہے۔ کمک یا گھات میں کوئی نہیں۔ اے گروہ قریش! ایک بات میں نے دیکھی ہے کہ یہ اونٹ نہیں پیامِ اجل ان پر سوار ہے۔ ان کی پناہ تلوار کی صورت میں ان کے ہاتھوں میں ہے۔ ان میں سے ہر ایک جب تک اپنے مقابل کو قتل نہیں کرے گا

راہ سے ہٹے گا نہیں۔ پس ہمارے آدمی بھی انہیں کے برابر مارے گئے تو پھر زندگی میں کیا لطف باقی رہیگا۔ بہتر ہے اچھی طرح سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو۔ میں نے جو دیکھا سچ سچ بیان کر دیا۔[۶۰]

واقدی نے لکھا ہے کہ اس کے بعد ابو اسامہ الجیشمی کو مزید تحقیق کے لئے روانہ کیا۔ اس نے بھی دو چکر لگائے۔ واپس آکر کہا کہ یہ قوم اگرچہ بے سروسامان ہے لیکن اپنے بال بچوں کی طرف لوٹ کر جانے کا ارادہ نہیں رکھتی۔ سب کے سب موت کے طالب ہیں۔

ایک کوشش

حکیم ابن حزام[۶۱] نے یہ بات سنی تو اپنے گھوڑے "وجیہ" پر سوار ہو کر سپہ سالار اعظم عتبہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہا اے ابو الولید! آپ قریش کے سب سے بڑے سردار اور صاحب عقل و فہم ہیں۔ کیا آپ یہ نہیں چاہتے کہ آپ کا ذکر ہمیشہ کے لئے نیک نامی سے ہوتا رہے؟ پوچھا وہ کیسے! حکیم نے کہا کہ لشکر قریش کو لے کر واپس ہو جاؤ۔ اپنے حلیف عمرو بن حضرمی کا خون بہا اپنے ذمہ لے لو۔ عتبہ نے کہا مجھے منظور ہے لیکن تم ابن حنظلہ یعنی ابو جہل کو سمجھاؤ۔ عتبہ کی فوری آمادگی اس کی ذہنی کیفیت کی غماز تھی۔ جب وہ مکہ سے چلا تھا تو اس کے غلام عداس نے دونوں پیر پکڑ لئے تھے اور کہا تھا کہ تم اپنے مقتل کی طرف ہانکے جا رہے ہو۔ اللہ کے رسول سے لڑائی میں بچ کر نہ آسکو گے۔ روتے ہوئے اپنے آقا سے

کہا کہ جانے سے رک جاؤ۔ عاتکہ اور جہیم کے خواب نے بھی وحشت سی پیدا کر دی تھی۔ عتبہ دل سے چاہتا تھا کہ جنگ ٹل جائے۔ پھر لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔

"اے گروہ قریش! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب سے لڑائی کا کوئی فائدہ نہیں۔ تم اپنے عزیزوں کے خون سے ہاتھ دھوؤ گے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اہل عرب کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ دوسروں نے انہیں ختم کر دیا تو تم مراد کو پہنچ گئے وہ غالب آ گئے تو قریش کو شرف نصیب ہوگا۔ میری بات کو رد کر کے مجھے سفیہ اور نادان نہ بناؤ۔"

حکیم ابن حزام یہ سن کر ابو جہل کے پاس گئے وہ خرجی سے اپنی زرہ نکال کر جسم پر سجا رہا تھا۔ کہا اے ابو الحکم! عتبہ نے مجھے پیغام دے کر بھیجا ہے۔ طنزیہ کہا۔ کیا پیام رسانی کے لئے اسے تمہارے سوا کوئی اور قاصد نہ مل سکا؟ حکیم نے جواب دیا ہاں میں بھی اس کے سوا کسی کا پیامبر نہ بن سکتا تھا۔ کہا محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کو دیکھتے ہی اس کی ہوا نکل گئی۔ لڑائی سے اس لئے جی چراتا ہے کہ اس کے مسلمان بیٹے ابو حذیفہ پر آنچ نہ آئے۔ لات و ہُبل کی قسم ہم اس وقت تک واپس نہ جائیں گے۔ جب تک ہمارے اور محمدؐ کے درمیان فیصلہ نہ ہو جائے۔ حکیم یہ جواب سن کر عتبہ کے پاس لوٹے تو دیکھا وہ خفاف ابن ایماء

غفاری کے ہدیہ میں بھیجے ہوئے دس اونٹوں کے درمیان کھڑا ہے۔ اتنے میں غصے میں بھرا ہوا ابو جہل پہنچا اور کہا خوف سے تیرے پھیپھڑے پھول گئے ہیں۔ عتبہ نے ترکی بہ ترکی جواب دیا او جنگ میں پشت دکھانے والے! تجھے بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ ہوا کس کی نکلی ہے۔ یہ سن کر ابو جہل نے عتبہ کے گھوڑے کی کمر پر ضرب لگائی اور وہاں سے چل دیا۔ عمرو بن حضرمی کے بھائی عامر بن حضرمی کو طلب کیا اور کہا تیرا حلیف عتبہ جنگ سے جی چرا رہا ہے۔ حالانکہ تیرے بھائی کا خون آنکھوں کے سامنے ہے۔ اٹھ اور قریش سے ایفائے عہد کا مطالبہ کر۔ یہ سن کر عامر نے "واعمراہ، واعمرہ" ہائے عمرو ہائے عمرو کی دہائی دینی شروع کر دی۔ اس نعرہ سے قریش میں جوش اور جذبہ بیدار ہو گیا۔

ابو جہل نے جب اس طرح اپنی قوم کو خوب بھڑکا لیا تو ساتھ آئی ہوئی عورتوں کو اشارہ کیا۔ انہوں نے طنزیہ انداز میں قریش کو عمر کی درازی کی دعا دی۔ یہ سن کر سپاہی ایک دوسرے کو عار دلانے لگے اور جوش انتقام کی فضا پیدا ہو گئی۔[۶۲]

عُتبہ بھی آمادۂ پیکار ہوا۔ خوُد طلب کی۔ اس کا سر اسقدر بڑا تھا کہ کوئی خُود برابر نہ ہوا۔ آخر سر کو چادر سے لپیٹ لیا گھوڑے پر سوار ہو کر گھوم پھر کر لشکر کو دیکھا۔ تیر انداز، نیزہ بردار، شمشیرزن، شہسوار سب ہی تیار تھے۔ ایک سے ایک بڑا بہادر، ایک سے ایک بڑا سورما سب ہی

جوش انتقام میں افعی کی طرح بل کھا رہے تھے۔

اب عُتبہ نے عمیؒر بن وہب سے کہا کہ تم ذرا مسلمانوں کو خوف زدہ کردو۔ وہ ایک سو گھڑ سواروں کے رسالے کے ساتھ مسلمانوں کے لشکر کے اطراف چکر لگاتا رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ میری اجازت کے بغیر لڑائی نہ چھیڑی جائے۔ اس وقت آپؐ عریش میں تھے۔ ذرا آنکھ جھپکی تو خواب میں دیکھا کہ دشمن کی تعداد کم ہے۔ ادھر کفار کا رسالہ بڑھا تو مجاہد ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کہ کیا کریں۔ حضرت ابو بکرؓ نے عریش سے یہ کیفیت دیکھی تو حضورؐ کو جگا کر عرض کیا کہ دشمن پیش قدمی کر رہا ہے۔

حق و باطل کے امتیاز کا دن

(جمعہ ۱۷ رمضان ۲ھ مطابق ۱۳ مارچ ۶۲۴ء)

قرآن نے آج کے دن کو "یَومُ الفُرقان" (حق و باطِل میں فرق کا دن) اور "یوم التقی الجمعان" (وہ دن جب مسلمان اور کافر ایک جگہ جمع ہوئے) کہا ہے۔ تاریخ میں غزوۂ بدر، بدرِ کبریٰ، بدرِ قتال، بدرِ ثانیہ اور بدرُ البطشۃ کے نام سے مشہور ہے۔ اس غزوہ کا شرف تمام غزوات سے بڑھ کر ہے۔ جنگاہ بدر حق و صداقت پر جان دینے کی پہلی کسوٹی ہے۔ شرف کے لحاظ سے دوسرے مقام پر صلح حدیبیہ ہے۔

RekhtaDownload.com

قرآن مجید میں کئی مقامات پر بدر کا ذکر آیا ہے۔ سورۃ آل عمران آیت ۱۲۳ میں فرمایا گیا۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

"اور اللہ نے جنگ بدر میں بھی تمہاری مدد کی تھی اور اس وقت بھی تم بے سروسامان تھے۔"

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝

"جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول کرلی۔ اور (فرمایا کہ تسلی رکھو) ہم ہزار فرشتوں سے جو ایک دوسرے کے پیچھے آتے جائیں گے تمہاری مدد کریں گے۔"

وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

"اور اس وقت جب تم ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو کافروں کو تمہاری نظر میں تھوڑا کر کے دکھاتا تھا اور تم کو ان کی نگاہوں میں تھوڑا کر کے دکھاتا تھا تاکہ خدا کو جو کام کرنا منظور تھا کر ڈالے۔"

یہی وہ دن تھا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پندرہ سالہ جدوجہد کا کُل سرمایہ میدانِ عمل میں جھونک کر الحاح وزاری اور رقت واثر کے ساتھ شکست و فتح کے عطا کرنے والے کی بارگاہ میں عرض کیا

"اے بارالٰہ! اگر یہ مٹھی بھر مسلمان آج ہلاک ہوگئے تو روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ اے اللہ! تو نے جو مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ آج پورا کر۔"

حضورؐ اس دعا کے بعد عریش سے باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ کفّار کا لشکر جمع ہو رہا ہے۔ ایک شتر سوار ان کی ترتیب میں مصروف ہے۔ ارشاد ہوا کہ سرخ اونٹ کے اس سوار سے خیر کی توقع کی جاسکتی ہے۔ اگر مشرکین اس کی بات مان لیں تو راہ راست پر رہیں گے۔ حضرت حمزہؓ نے بتایا کہ یہ عُتبہ بن ربیعہ ہے۔[۶۲]

قطرۂ خونِ جگر سے کی تواضع عشق کی

تاریخ حرب میں چشم فلک نے ایسے مدِ مقابل کبھی نہ دیکھے ہوں گے۔ خون کے رشتے میں ایک دوسرے سے پُروئے ہوئے۔ نسب ایک، وطن ایک، زبان ایک لیکن عقیدہ کے اختلاف نے تمام رشتے منقطع کر دیئے۔ نسب ختم ہوگیا۔ صرف نسبت لگی رہی۔ وطن چھوٹ گیا یاد باقی رہ گئی۔ زبان وہی لیکن کلمہ بدل گیا۔ خون کے رشتے سے بڑی گرہ اللہ

کے نام کی تھی۔ جب ہی تو باپ کے مقابل بیٹا، پسر کے سامنے پدر تھا۔ بھائی کی نظروں کا ہدف بھائی تھا۔ امتیاز خیر و شر نے خون کو خون سے جدا کر دیا تھا۔ نہ رشتے کی کوئی وقعت نہ خون کی کوئی اہمیت۔ اللہ کی محبت اور رسولؐ سے نسبت تمام محبتوں اور نسبتوں پر حاوی۔ جب ہی تو چشمِ فلک نے مطلعِ ایمان پر عجب حیران کُن منظر دیکھا۔ مقاصد نے ان میں اختلاف پیدا کیا۔ تلوار نے فیصلہ کر دیا۔

کفّار کے لشکر میں		مجاہدوں کے جھرمٹ میں
باپ ۔ عتبہ بن ربیعہ	بیٹا ۔	ابو حذیفہؓ بن عتبہ
بیٹا ۔ عبدالرحمٰن بن ابو بکر	باپ ۔	ابو بکرؓ بن قحافہؓ
باپ ۔ عبد اللہ ابن جرّاح	بیٹا ۔	ابو عبیدہؓ ابن الجرّاح
چچا ۔ عُمیر بن عثمان	بھتیجا ۔	طلحہؓ بن عُبیدہ اللہ
بھائی ۔ عبّاس بن عبدالمطلب	بھائی ۔	حمزہؓ بن عبدالمطلب
بھائی ۔ عقیل ابن ابی طالب	بھائی ۔	علیؓ ابن ابو طالب
بھائی ۔ ولید بن عتبہ	بھائی ۔	ابو حذیفہؓ بن عتبہ
بھائی ۔ ابو عزیز بن عُمیر	بھائی ۔	مصعبؓ بن عُمیر
بھائی ۔ ابو جہل ابن ہشام	بھائی ۔	عیاشؓ بن ابی ربیعہ
ماموں ۔ عاصی بن ہاشم بن مغیرہ	بھانجا ۔	عمرؓ ابن خطاب
داماد ۔ ابو العاص بن ربیع	خُسر ۔	محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

رفتار اور سمت میں بادِ صبا کی ہے۔

کُفّار اور مسلمانوں کے لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے۔

"اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تمہاری نظروں میں
کم کرکے دکھلایا اور ان کی نظروں میں تمہیں کم کرکے تاکہ اللہ
اس امر کو پورا کردے جو ہو کر رہنا تھا"

اس طرح ہر فریق دوسرے سے متعلق ایک عجیب طرح کی غلط فہمی میں مبتلا رہا۔ وہ یہ کہ اندازہ اصل تعداد سے کم ہی کرتا رہا۔ تاکہ فریقین ایک دوسرے سے اچھی طرح نبردِ آزما ہوں۔ اگر معاملہ اس کے برعکس ہوتا تو پھر ممکن تھا کہ جنگ ہی نہ ہوتی اور کفر کا زور توڑ کر اسلام کا غلبہ مشکل ہوجاتا۔ کُفّار مسلمانوں کو لقمۂ تر سمجھ کر غرور اور گھمنڈ کے ساتھ میدان میں آئے۔ زور کی ٹکر لی اور سخت صدمہ سے دوچار ہوئے یہی مقصودِ حق تھا۔

کفّار میں شامل جُبیر بن مطعم کا بیان ہے کہ فوجیں جب ایک دوسرے کے مقابل آگئیں تو اتمام حجت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عدی کے موروثی سفیر حضرت عمرؓ بن خطاب کو قریش کے پاس بھیجا۔ انھوں نے کہا کہ تم لوگ اپنے وطن لوٹ جاؤ۔ اس لئے کہ غیروں کا ہم سے جنگ کرنا کہیں بہتر ہے کہ تم ہم سے لڑو۔ ہمارا غیروں سے جنگ کرنا کہیں خوشتر ہے کہ ہم تم سے لڑیں۔ یہ سن کر حُکیمؑ ابن

جزام نے سردارانِ قریش سے کہا کہ یہ انصاف کی بات ہے۔ بہتر ہے اسے قبول کر لو۔ واللہ اس منصفانہ پیش کش کے بعد پھر تم نصرت اور فتح نہ پاؤ گے۔ ابوجہل بول اٹھا نہیں۔ ہمیں منظور نہیں۔ ہمیں تم پر قابو دیا گیا ہے۔ تم ہماری دسترس میں ہو۔ ہم بدلہ لئے بغیر پھرنے والے نہیں ہیں۔

سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے حوض پر حفاظتی صفیں بنانے کا حکم دیا۔ رات ہی کو مجاہدوں کی تقسیم عمل میں آچکی تھی مہاجر، اوس اور خزرج اپنے اپنے علمبرداروں کے ساتھ صف آرا ہو گئے۔ پچھلے پندرہ برسوں سے اہل ایمان کو اطاعتِ امیر اور صف بندی کی تربیت اسلام کے اہم ترین رکن نماز کے ذریعہ دی جاتی رہی تھی۔ نماز کی صفیں ٹیڑھی نہیں ہو سکتیں تو جہاد کی صفیں کس طرح ٹوٹ سکتیں ہیں؟

آج اس صف بستہ فوج کو اپنی جگہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار بننے کا حکم تھا۔ شوقِ شہادت سے ہر مجاہد سرشار تھا۔ فخرِ سپاہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجاہدوں کا معائنہ فرمایا تو ہاتھ میں تیر لے کر صفوں کو سیدھا فرمایا۔ حکم دیا کہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا خیال کسی کے دل میں پیدا نہ ہو۔ جوشِ شہادت غیر ارادی طور پر صفوں کے ٹوٹنے کا باعث نہ بن جائے۔ صف آرائی اور صف بند لڑائی عربوں کے لئے پہلا تجربہ تھا۔ وہ عام طور پر چھاپہ مارنے یا شب خون ڈالنے کے عادی تھے۔ اس طریقہ میں اپنے ہدف کو گھیر لیا جاتا تھا۔

جنگِ بدر

لشکریانِ صف بہ صف

مسلمانوں کے لئے لڑائی دفاعی نوعیت کی تھی۔ دشمن چونکہ تین گنا زیادہ تھا۔ اس لئے حملہ آور ہونے کے اصول جنگ کو ترجیح دے سکتا تھا۔ مسلمانوں کی کم افرادی قوت کو زیادہ سے زیادہ سود مند بنانے کے لئے صرف دفاعی تدبیر ہی بہتر ثابت ہو سکتی تھی۔ صف آرائی اور پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر ڈٹے رہنے کی تاکید ہی وقت کی بہترین مصلحت تھی۔ دورانِ جنگ کوئی مجاہد صف سے آگے نہ بڑھے۔ پے بہ پے حملہ آور دشمن سے پوری صف یکساں مقابلہ کرے۔ مکی لشکر کو صف چیرنے اور گھیراؤ ڈالنے کا کوئی موقع نہ دیا جائے۔ میمنہ میسرہ دونوں بازوؤں پر تیر انداز مقرر تھے۔ انہیں حکم تھا کہ اگر دشمن گھیرا ڈالنے کی غرض سے حرکت کرے تو تیروں کی بوچھاڑ سے اس کی پیش قدمی روک دیں مزید تیر انداز لشکر کے عقبی حصے میں متعین کئے گئے تھے۔ حکم تھا کہ تیر اسی وقت چلائیں جب دشمن زد پر آئے۔ ہر مسلم سپاہی نے اپنے قریب پتھروں کا ڈھیر جمع کر رکھا تھا تاکہ دشمن پتھر کی زد میں آئے تو سنگ باری کرے۔ جہاں اسلحہ کی کمی ہو وہاں پتھر کار آمد ہتھیار تھا۔ اس سے بھی دشمن قریب آئے تو نیزوں سے روکنے کا حکم تھا۔ آخر میں شمشیرزنی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اس طرح اسلامی فوج بچے تلے انداز میں ہتھیاروں کا استعمال کر رہی تھی۔ ایک دستہ لشکر کے عقب میں جانے والے راستہ کی حفاظت

پر مامور تھا یہ گویا محفوظ دستہ تھا۔ اونچے مقام پر عریش مرکز قیادت تھا۔ ہر مجاہد کا دل بڑھانے کے لئے یہی خیال کیا کم تھا کہ مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی کارکردگی ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ میدان جنگ کی صورت حال کے مطابق اس مرکز قیادت سے تازہ احکامات صادر ہو رہے تھے۔[۶۵]

فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝۱۲

کا حکم آیا۔ تو ارشاد ہوا جب تم اپنے دشمن کو قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو۔ قرآن حکم کے بموجب کافروں کی گردنوں پر اور جوڑوں پر مارو ۔ تاکہ وہ لڑنے کے قابل نہ رہیں۔ یہ غیر ضروری خونریزی سے اجتناب کا طریقہ تھا۔ ضعیفوں، زخمیوں، عورتوں اور بچوں پر ہتھیار چلانے سے منع کیا گیا۔ لاشوں کا مُثلہ نہ کرنے کی تاکید فرمائی۔ لڑائی میں شور و غل سے بھی منع فرمایا۔ حکم تھا کہ کسی کے منہ سے آواز تک نکلنے نہ پائے

حضرت عبادہؓ ابن صامت کا بیان ہے کہ لشکر اسلام تین قسم کے مجاہدوں پر مشتمل تھا۔ جن کے پاس کسی طرح کا اسلحہ تھا وہ لڑنے والوں میں شامل تھے۔ کچھ مجاہد حضور اکرمؐ کے گرد پہرہ دے رہے تھے۔ ان کے سرگروہ حضرت سعدؓ بن معاذ تھے۔ کچھ لوگ جن میں خواتین اور بچے شامل تھے تیر اور نیزے چننے، پتھر جمع کرنے، مجاہدوں کو پانی پلانے کی خدمت انجام دے رہے تھے۔[۶۶]

میدان جنگ پر نظر رکھنے والے ایک ماہر سپہ سالار کی طرح فوج کی صف بندی اس طرح کی گئی کہ حملے کے وقت دشمن اپنی ساری فوج کام میں نہ لا سکے۔ سورج اور ہوا کے رخ کا بطور خاص خیال رکھا گیا۔ سورج پشت یا پہلو پر ہو تا کہ لڑتے ہوئے آنکھیں چندھیا نہ جائیں۔ ہوا مخالف سمت سے نہ آئے تاکہ ریت اڑے تو آنکھوں میں نہ پڑے۔

چراغ بن کے مقابل میں آندھیوں کے ہیں

قرطبی کی روایت ہے کہ مشرکین کا لشکر جب مکہ سے روانہ ہوا تو ابو جہل نے غلاف کعبہ پکڑ کر دعا کی "رب کعبہ! کامیابی اس لشکر کو عطا کر جو حق پر ہو۔" اس دعا سے پتہ چلتا ہے کہ ابو جہل کو اپنے موقف کے بر حق ہونے کا حد درجہ یقین تھا۔[۱]

سورج کی روشنی پھیلنے کے ساتھ ہی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل ہوگئیں۔ مسلمان ساکت و صامت پہاڑ کی طرح اپنی جگہ کھڑے تھے۔ سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ لڑائی میں پہل نہ کی جائے۔ دشمن کو ابتدا کرنے کا اختیار ہے۔ ایسے میں عرب کے انتقام بڑھانے کے روایتی طریقہ پر عمل کرتے ہوئے عامر بن حضرمی نے اپنی پشت پر خاک ڈالی اور "واعمراہ" کا نعرہ لگایا۔ ادھر ابو جہل کے اشارے پر عورتوں نے دہائی دی۔ ان حرکات نے فوج کا خون کھولا دیا۔

ہنگامۂ کارزار

ابوجہل کے قبیلہ بنو مخزوم کا اسود بن عبدالاسد بے خود و بے قابو ہو کر چیخا، میں عہد کرتا ہوں اس حوض سے پانی پی کر رہوں گا۔ جسے مسلمانوں نے تیار کیا ہے یا پھر اسے ڈھا کر مر جاؤں گا۔ یہ کہتا ہوا حوض کی طرف دوڑا، چیختا چنگھاڑتا بڑھا مسلمانوں کی صف سے حضرت امیر حمزہؓ نے بڑھ کر تلوار کا ایک بھرپور وار کیا۔ اسود کا پاؤں نصف پنڈلی سے کٹ کر گر گیا۔ وہ پیٹھ کے بل گھسٹتا ہوا اپنی قسم پوری کرنے حوض کی جانب بڑھا۔ حضرت امیر حمزہؓ نے دوسرا وار کر کے اسے وہیں ڈھیر کر دیا۔[۶۹]

لشکر میں تلاطم برپا ہے سردار کے مارے جانے سے

اسود کے قتل نے مشرکین کے بارود خانہ غیظ و غضب میں چنگاری کا کام کیا۔ جنگ کی آگ بھڑک اٹھی۔ کفار کی پہلی صف میں حرکت ہوئی۔ مشرکوں کا سپہ سالار عتبہ تلوار تولتا ہوا آگے بڑھا۔ اس کے پیچھے اس کا بھائی شیبہ اور بیٹا ولید تھا۔ تینوں زرہ پوش جوش انتقام میں اکڑ اکڑ کر مسلمانوں کی جانب قدم بڑھا رہے تھے لشکروں کے درمیان پہنچے تو رک گئے۔ دعوتِ مبارزت دی "ہے کوئی ہمت والا جو ہم سے لڑے۔ جسے موت کی آرزو ہو مقابلے میں آئے۔" اس للکار کو سن کر حضرت ابو حذیفہؓ (عُتبہ کے بیٹے) نے پیش قدمی کی لیکن حضورؐ نے انہیں اجازت

نہیں دی۔ تب انصار کی صفوں میں ہلچل ہوئی۔ قبیلہ خزرج سے تین جوان فضاؤں میں شمشیر لہراتے چیتے کی تیزی سے ان کے مد مقابل ہوئے۔ ان میں عفراءؓ کے دو بیٹے عوفؓ اور معاذؓ اور دربار نبویؐ کے شاعر عبداللہؓ ابن رواحہ تھے۔ ابن ہشام نے معاذ کی بجائے مُعَوِّذ کا نام لکھا ہے۔ واقدی نے عوَف، معَاذ اور مُعَوِّذ تینوں بھائیوں کے نام دیئے ہیں۔ ان کے چار اور بھائی بھی میدان بدر میں حاضر تھے۔ ان کے باپ کا نام باکر بن یالیل تھا۔ جو حضرت عفراءؓ کے دوسرے شوہر تھے۔ پہلے شوہر کا نام حارث تھا۔ حضرت عفراء کا یہ اعزاز منفرد ہے۔

غرض جب یہ مجاہد مقابل آئے تو عتبہ نے پوچھا تم کون ہو؟ جواب دیا ہم رسول اللہؐ کے انصار ہیں۔ کہا ہماری تم سے کوئی دشمنی نہیں۔ ہم تم سے لڑنا نہیں چاہتے۔ محمد سے کہو کہ اپنے گھرانے کے لوگ بھیجیں۔ یہ مہاجرین سے انصار کو توڑنے کی ایک کوشش تھی۔ حضورؐ نے انصار کے لئے دعائے خیر فرمائی خود آپؐ بھی یہ نہیں چاہتے تھے کہ مشرکین سے پہلا قتال انصار کے ہاتھوں سے شروع ہو۔

امیر حمزہؓ بن عبدالمطلب، عُبیدہؓ بن حارث بن مُطَّلِب اور علیؓ بن ابی طالب سے ارشاد ہوا کہ مقابلہ کے لئے نکلو۔ یہ مجاہد بڑھے تو لشکر اسلام سے یاحی یاقیوم کے نعرے بلند ہوئے۔ چہرے پر خُود تھی پہچاننا مشکل تھا۔ عُتبہ نے پوچھا لڑنے سے پہلے اپنا نام و نسب تو بتاؤ؟ کہا میں!

اسد اللہ اور اسد الرسول حمزہ بن عبدالمطّلب ہوں اور یہ میرے عزیز ہیں۔ جواب ملا برابر کی چوٹ ہے۔ میں حلیفوں کا شیر ہوں۔ ساتھ ہی تلوار سونت لی۔ حق اور باطل ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے۔ تلوار پر تلوار پڑی۔ لڑائی کیا تھی گویا بجلی کے کوندے لپک رہے تھے۔ دونوں جانب کے لشکر دم سادھے یہ نظارہ دیکھ رہے تھے۔ دلاور سے دلاور، پہاڑ سے پہاڑ ٹکرا رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے حضرت حمزہؓ کی تلوار نے عتبہ جیسے سورما کو زمین بوس کر دیا۔ حضرت علیؓ نے ولید جیسے بہادر کو خاک کو سونپ دیا۔ یہ دیکھ کر غصہ سے بپھرا ہوا طعیمہ بن عدی بن نوفل تلوار لہراتا ہوا آیا حضرت حمزہؓ نے حملہ آور کو ایک ہی وار میں ڈھیر کر دیا۔ شیبہ (عتبہ سے تین سال بڑا تھا) اور حضرت عبیدہؓ ابن حارث (صحابہ میں سب سے مُعمّر تھے) ایک دوسرے سے مصروف پیکار اور زخموں سے چور تھے۔ شَیبہ نے وار کیا تو پاؤں کٹ گیا اور پنڈلی کی ہڈی کا گودا نکل آیا۔ یہ دیکھ کر دونوں ساتھی شَیبہ پر پل پڑے اور اسے جہنم رسید کیا۔ اپنے سرداروں کو اپنے سامنے خاک وخون میں تڑپتا دیکھ کر مشرکوں پر سکتہ سا طاری ہو گیا۔

جان اپنی نثار کرتے ہیں

دونوں ساتھی حضرت عبیدہؓ کو زخمی حالت میں اٹھا کر لائے۔ اپنے رخساروں کو قدم مبارک پر رکھ کر پوچھا۔ اے اللہ کے رسولؐ! کیا میں شہادت سے محروم رہا! فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ تم شہید ہو اور نیکو

کاروں کے پیشوا ہو۔ فرطِ مسرت سے کہہ اٹھے یا رسول اللہؐ! آج اگر ابو طالب زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ میں ان کے شعر کا مصداق ہوں۔ پھر شعر پڑھا۔ مطلب تھا۔ "اے جان کے دشمنو! تم جھوٹے ہو۔ بیت اللہ کی قسم ہم محمدؐ کو نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ ان کے گرد ہم مارے جاویں گے۔ ان کی حفاظت میں ہم قتل کرتے ہیں یہاں تک کہ اپنے بیوی بچوں کو بھی بھول جاتے ہیں۔"

حضرت عبیدہؓ کا انتقال بدر سے واپسی میں وادی صُفراء یا رُوحاء میں ہوا اور وہیں سپردِ خاک ہوئے۔ میدان جہاد میں اللہ کی خاطر مشرکوں پر تلوار اٹھانے والے ان مجاہدوں کے بارے میں سورہ حج کی آیت ۱۹ نازل ہوئی۔

هٰذٰنِ
خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ
لَهُمْ ثِیَابٌ مِّنْ نَّارٍ یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ ﴿۱۹﴾

"یہ دو فریق جو ایک دوسرے کے دشمن تھے اپنے رب کے بارے میں لڑے۔ ایک رب کا منکر اور دوسرا ایمان والا تھا"۔

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عبیدہؓ کا مقابلہ عتبہ سے اور حضرت حمزہؓ کا شیبہ سے لکھا ہے۔

قریش کے سرداروں کے قتل نے مشرکین کو خوف زدہ کر دیا۔

ایسے میں ابو جہل نمودار ہوا اس نے لوگوں کی ہمت بڑھائی۔ کہا گھبراؤ نہیں عتبہ نے جلد بازی سے کام لیا۔ لات و عُزّیٰ کی قسم ہم اس وقت تک میدان جنگ سے منہ نہ پھریں گے جب تک دشمنوں کو رسیوں سے نہ باندھ لیں گے۔ پھر دعا مانگی رب کعبہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہماری قرابتوں کو توڑ دیا ہے خاندانوں میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ ہمارے روبرو اس دین کو لایا ہے جس سے سب ہی ناواقف ہیں۔ سچائی ہمارے ساتھ ہے۔ ایسے لوگوں پر ہم ہی غالب آئیں گے اس نے یہ بھی کہا کہ اے اللہ ہم میں جو تیرے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہے آج اس کو فتح و نصرت دے۔ ابو جہل کی اس دعا نے مشرکوں کا حوصلہ بڑھا دیا۔ وہ جوش انتقام میں دیوانے ہوگئے۔

اتنے میں جوش غضب سے بھرا ہوا مست ہاتھی کی طرح عبیدہ ابن سعید بن عاص صف اعداء سے نکلا۔ وہ سرتاپا لوہے میں غرق تھا۔ کوئی جگہ آہن پوشی سے خالی نہ تھی۔ آدمی نہیں فولادی پیکر بنا ہوا تھا۔ صرف خود سے دو آنکھیں افعی کی طرح میدان جنگ کا جائزہ لے رہی تھیں۔ غصہ میں منہ سے کف نکل رہا تھا۔ مسلمانوں کو دیکھ دیکھ کر للکار رہا تھا۔ میں ابو کرش ہوں۔ ابو کرش۔ اس کی ہیت نے ایک ہیبت کی فضا طاری کر دی تھی۔ زرہ پوشی پہ نازاں مست ہاتھی کو قابو کرنے حضرت زبیرؓ نکلے۔ ہاتھ میں نیزہ تھا فاصلہ سے دشمن کا جائزہ لیا۔ آنکھوں کے سوا کوئی مقام برہنہ

نہ تھا۔ دور ہی سے آنکھ کا نشانہ لیا اور بڑی چابکدستی سے نیزہ پھینکا۔ اس غضب کا نشانہ اور اس زور کا وار تھا کہ نیزہ آنکھ کی راہ مغز چاٹتا گدی میں پیوست ہوگیا۔ عبیدہ چکرا کر گرا اور زمین پر تڑپنے لگا۔ حضرت زبیرؓ نے بڑھ کر اس پر پیر رکھا اور پوری قوت سے نیزہ کھینچا۔ بڑی مشکل سے نیزہ نکلا مگر اس حال میں کہ پھل مڑ گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی نخوت و غرور کا پتلا زمین پر ٹھنڈا ہوگیا۔ اللہ اکبر۔ یاحی یاقیوم کے فلک شگاف نعروں نے آسمان سر پر اٹھالیا۔ اللہ کے نبیؐ نے حضرت زبیرؓ سے یہ نیزہ بطور یادگار لے لیا۔ حضرت زبیرؓ نے ہجرت حبشہ کے قیام میں نیزہ بازی میں مہارت پیدا کرلی تھی۔ اس زمانے میں حبشی سانگ (چھوٹا نیزہ) پھینکنے میں بڑے طاق ہوتے تھے۔

گمانوں کے لشکر یقیں کا ثبات

پے در پے اپنے سرداروں کو گرتا دیکھ کر مشرکین بے قابو ہوگئے۔ ایک ساتھ مل کر ہلہ بول دیا یہ اقدام و پسپائی عرب کا قدیم طریقہ جنگ ہے۔ اس میں جنگ آزما پوری قوت سے دشمن پر حملہ کرتا ہے۔ حملہ آوروں کو آگے بڑھنے کا موقع دیا گیا۔ صف بستہ مجاہد سیسہ پلائی دیوار کی طرح ہر حملہ حسب موقع تیر اندازی، سنگ باری اور نیزہ افگنی سے پسپا کرتے رہے۔

رسول ملاحم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی میدان جنگ پر نظر ڈالتے کبھی

آسمان کی طرف نگاہ کرتے۔ زبان پر دعا تھی۔

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ نَسْتَغِیْثُ

"اے زندہ و قائم رہنے والے! اپنی رحمت سے مدد فرما۔ اے اللہ! تونے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا فرما۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیرے وعدے اور عہد کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر کبھی زمین پر تیری پرستش نہ ہوگی۔"

حالت تَضَرُّع میں کندھوں سے چادر ڈھلک جاتی۔ حضرت ابو بکرؓ چادر درست کرتے اور عرض پرداز ہوتے اے اللہ کے رسولؐ! بس کیجئے بے شک آپؐ نے اللہ کے حضور بہت الحاح و زاری کی۔ علماء نے لکھا کہ آنحضرتؐ مقام خوف میں تھے۔ یعنی آپؐ کو یہ خوف ہوا تھا کہ اس کے بعد اللہ کی عبادت روئے زمین پر نہ کی جائے گی۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ مقام رجا میں تھے۔ یعنی اللہ نے اپنے نبی سے جو وعدہ کیا تھا اس پر ان کو بھروسہ تھا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا۔ بس اللہ سے آپؐ کا سوال کافی ہے بے شک وہ اپنے وعدہ کو پورا فرمائے گا۔

بشارت اور نُصرت

عجز و نیاز سے دعا ورد زبان تھی کہ آپؐ پر ایک اونگھ سی طاری ہوئی۔ لڑائی کے میدان میں اہل ایمان کو بھی غنودگی سی آگئی۔ بیدار ہوئے تو چہرہ اقدس پر تبسم تھا۔ فرمایا ابوبکرؓ! تم کو بشارت ہو۔ اللہ کی نصرت آگئی۔ یہ جبرئیلؑ گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہیں۔ ان کے دانتوں پر غبار ہے (حضرت جبرئیلؑ کے گھوڑے کا نام حیزوم تھا) اس خوشخبری کے بعد مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم عریش سے باہر تشریف لائے لسان وحی ترجمان پر سورۂ قمر کی ۴۵ ویں آیت تھی۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾

"عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر پھیر کر بھاگ جائیں گے"

قریش بڑھ بڑھ کر پے در پے حملہ کر رہے تھے۔ مسلمان اپنی صفوں میں ثابت قدم رہ کر انہیں نقصان پہنچا رہے تھے۔ دشمن کی کوشش تھی کہ ان کی صفوں میں ابتری اور شگاف ڈال دے۔ لیکن ہر حملہ ناکام ہو جاتا جب حضورؐ عریش سے برآمد ہوئے تو مشرکوں کے حملوں کی تیزی میں کمی آرہی تھی۔ اب آپؐ نے مسلمانوں کو جوابی حملہ پر ابھارا۔ جنگ کی

ترغیب دیتے ہوئے فرمایا "شُدُّوْ" چڑھ دوڑو۔ فرمایا جو کوئی جس کافر کو قتل کرے گا۔ اس کے اسلحہ اور سازو سامان کا وہی حقدار ہو گا۔ ارشاد ہوا "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے جو شخص آج دشمنوں سے قتال کرے گا۔ ثواب سمجھ کر صبر سے قتل ہو جائے گا۔ آگے بڑھتا ہو گا۔ پیٹھ پھیرنے والا نہ ہو گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

عشق کی ایک جست

قتال پر مجاہدوں کو ابھارتے ہوئے ارشاد ہوا۔ "اس جنت کی طرف پیش قدمی کرو جسکی پہنائیاں آسمانوں اور زمین کے برابر ہیں۔" یہ سن کر حضرت عمیرؓ بن حمام (جو کھجوریں کھا رہے تھے۔) کہنے لگے میرے اور جنت کے درمیان فاصلہ صرف شہادت کا ہے۔ کھجوریں پھینک دیں اور تلوار سونت کر دشمنوں کے نرغہ میں پہنچ گئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔[۲۲۷]

حضرت عوفؓ بن حارث نے (جو حضرت عفراء کے بدر میں حاضر سات بیٹوں میں سے ایک تھے) پوچھا یا رسول اللہ! خالق اپنے بندے کی کس بات پر خوش ہوتا ہے؟ فرمایا۔ جب کوئی بغیر زرہ کے اپنے ہاتھ دشمن کے لہو میں ڈبو دے۔ یہ سن کر حضرت عوفؓ نے زرہ کو بدن سے اتارا اور صف اعداء پر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ تاج شہادت پہن لیا۔

جوابی حملہ کا حکم ایسے موقع پر دیا گیا جبکہ دشمن تھک چکا تھا ان کے حملے کی شدت کمزور پڑ چکی تھی۔ دفاعی جنگ اور یہ جنگی حکمت عملی رسول ملاحم صلی اللہ علیہ وسلم کے حربی تدبر اور منصوبہ بندی کا شہکار ہے۔ اس موقع پر انہیں غنیمت اور جنت کی بشارت، ان کے جذبہ جہاد کو تیغ بے اماں بنا گئی۔ بالآخر یہ حملہ جنگ مغلوبہ کی صورت اختیار کر گیا۔ کافر اور مجاہد ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہوگئے۔ انفرادی مقابلے تلواروں اور نیزوں سے ہونے لگے۔ پیادے سواروں سے نبرد آزما ہونے لگے۔ گھمسان کا رن پڑا ہوا تھا کہ اللہ کے رسولؐ نے جبرئیل امینؑ کے اشارے پر مٹھی بھر ریت زمین سے اٹھائی اس پر کچھ پڑھ کر پھونکا اور پھر اسے مشرکین کی جانب پھینکتے ہوئے۔ فرمایا۔

شَاهَتِ الْوُجُوْهُ۔ اَللّٰهُمَّ اَرْعِبْ قُلُوْبَهُمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ

"ان کے چہرے رسوا اور ذلیل ہوئے ان کے دلوں پر خوف خدا طاری ہوا اور قدم اکھڑ گئے"

کارکنان قضاء و قدر نے (جو فرشتوں کی صورت میں موجود تھے) اس خاک کو ہر مشرک کی آنکھ، ناک اور منہ میں پہنچا دیا۔ اس مشت خاک کی تاثیر پر قرآن گواہ ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى

ترجمہ "اور نہیں پھینکی وہ مُشت خاک آپ نے جس
وقت کہ آپ نے پھینکی لیکن اللہ نے پھینکی۔"

میدان بدر میں فرشتوں کا نزول اور مسلمانوں کے ساتھ قتال میں شامل ہونا قرآن اور احادیث سے ثابت ہے۔ انسانوں کے لئے فرشتوں کی حقیقت کا سمجھنا بہت مشکل ہے۔ غیبی تائید کی توجیہہ مادی نقطہ نظر سے بعید از فہم ہے۔ مقاصد انسانی کو کامیابی یا ناکامی سے دو چار کرنے کے لئے بہت سی غیر مرئی قوتیں کام کرتی ہیں۔ استقلال، عزم جرات، بہادری اور جان پر کھیل جانے کا جذبہ یہ سب غیر مرئی طاقتوں کے کرشمے ہیں۔ سورۂ انفال کی آیات ۹ اور ۱۰ میں یہی بات کہی گئی ہے

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ
رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ
مُرْدِفِينَ ﴿٩﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ
بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿١٠﴾

ترجمہ "یاد کرو اس وقت کو جب تم اللہ سے فریاد کر رہے تھے۔
پس اللہ نے تمہاری دعا قبول کی کہ میں تمہاری ایک ہزار فرشتوں سے مدد کروں گا جو یکے بعد دیگرے آنے والے ہوں گے اور نہیں بنایا اللہ نے اس امداد کو مگر محض تمہاری بشارت اور خوشخبری کے لئے اور اس لئے کہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور

حقیقت میں مدد نہیں مگر اللہ کی جانب سے۔ بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے"۔

رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

عام جنگ شروع ہوئی۔ صحابہ اور کفار دو بدو لڑنے لگے۔ کچھار سے نکلے ہوئے شیروں کی طرح دلاورانِ اسلام حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعدؓ ابی وقاص، حضرت عبدالرحمٰنؓ ابن عوف، حضرت مقدادؓ ابن عمرو، حضرت ابو دجانہؓ، حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ وغیرہ دشمنوں پر پل پڑے۔ ان کی تلواریں برق بے اماں بن کر کافروں کے سروں پر پڑ رہی تھیں۔ جذبۂ ایمانی بجلی کا کوندا بن کر ہر طرف لہرا رہا تھا۔

مسلمانوں میں سب سے پہلے جان و تن کا نذرانہ پیش کرنے والے حضرت مہجعؓ ہیں جو حضرت عمرؓ کے غلام تھے۔ واقدیؒ کا بیان ہے کہ عامر ابن حضرمی نے جب مسلمانوں کو للکارا تو حضرت مہجع مقابلہ کے لئے بڑھے۔ ابن حضرمی نے انہیں شہید کر دیا۔ غزوۂ بدر کے سید الشہداء اور مہاجروں کے پہلے شہید ہیںؓ۔ انصار میں اوّل شہید حضرت حارثہؓ بن سراقہ ہیں۔ بعض نے حضرت عمیرؓ بن حمّام کا نام لکھا ہے۔

بدر کے میدان میں آکر وہ روح کائنات

ہم مسلمانوں کو رازِ زندگی سمجھا گیا

عام جنگ کے شعلے جب بھڑک اٹھے تو مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس معرکہ میں شامل ہوئے۔ آپ کو مصروف جنگ دیکھ کر صحابہؓ کے حوصلے اور بلند ہو گئے حضرت علیؓ فرماتے ہیں[۵] گھمسان کا رن پڑا تو اکثر شجاع اور دلیر، جن میں میں بھی شامل تھا مدافعانہ لڑائی لڑ رہے تھے۔ حضورؐ سب سے زیادہ قوت سے مشرکوں کو پیچھے دھکیلتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ جب ہمیں خطرات گھیر لیتے تو ہم آپؐ کی پناہ میں آجاتے۔ آپؐ ہم میں سے سب سے زیادہ دشمن سے قریب ہوتے۔

شاہین کی نظر

ابوجہل میدان جنگ میں آیا تو رجز کے یہ بول زبان پر تھے۔

"جس مصافِ جنگ میں پے در پے رن پڑتے ہیں وہاں بھی کوئی مجھ سے الجھنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ میں اونٹ کا دو سالہ پٹھا اور نوکیلے دانتوں والا ہوں میری ماں نے مجھے حرب و ضرب کے لئے جنا ہے۔"

لڑائی کے دن اس کے قبیلے والے اس کے چاروں طرف گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔[۶]

حضرت عبدالرحمٰنؓ ابن عوف کا بیان ہے کہ جنگ کی بھٹی تیزی سے سلگی ہوئی تھی میں صف میں کھڑا تھا۔ اچانک نظر پڑی تو دیکھا دو

انصاری نوجوان دائیں بائیں کھڑے ہیں۔ انہوں نے اپنے آپ کو غیر محفوظ خیال کیا دل میں سوچا کاش ان کی بجائے دو مرد میرے ساتھ ہوتے۔ اتنے میں ایک نوجوان نے دوسرے سے چھپتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔ کیا آپ ابو جہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے ہاں کہہ کر جواب دیا۔ کہا ذرا مجھے بتا دیجئے۔ پوچھا تم اس کا کیا کرو گے؟ کہنے لگا میں نے سنا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا بھلا کہتا ہے میں نے اللہ تعالی سے عہد کیا ہے کہ اسے جہاں پاؤں گا قتل کروں گا یا پھر اس کوشش میں اپنی جان دیدوں گا۔ مجھے اس کی بات پر تعجب ہوا کچھ دیر بعد دوسرے نوجوان نے بھی اسی طرح کی سرگوشی کی۔ ان کی باتیں سن کر مجھے اپنی آرزو پر شرمندگی سی ہوئی۔ کچھ دیر ہی گزری تھی کہ مجھے گھوڑے پر سوار ابو جہل نظر آیا۔ میں نے ان نوجوانوں کو بتایا تو وہ شکرے اور باز کی طرح تیزی سے اپنے شکار پر جھپٹے۔ موقع پا کر معاذؓ بن عمرو بن جموح نے ابو جہل پر ایسا وار کیا کہ اس کی ٹانگ کٹ گئی وہ بری طرح زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا اور زمین پر ایڑیاں رگڑنے لگا اس کے بیٹے عکرمہ نے دیکھا تو تیزی سے مدد کو آیا۔ پیچھے سے حضرت معاذؓ کے تلوار ماری۔ ہاتھ شانہ سے کٹ گیا صرف تسمہ لگا رہا۔ اسے لڑائی میں سد راہ پایا تو پیر تلے داب کر علیحدہ کر دیا۔

وہ حضرت عثمانؓ کے زمانے تک زندہ رہے۔ دوسرے نوجوان

معوذؓ بن عفراء کا گزر ہوا تو دیکھا کہ ابو جہل پیر کٹا زمین پر پڑا ہے۔ انہوں نے تلوار کا کاری وار کیا

ابو جہل کے قتل کے بعد یہ دونوں رسول اللہؐ کے پاس آئے اور خوشخبری سنائی۔ حضورؐ نے پوچھا تم میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے؟ ہر ایک نے کہا "میں نے" حضورؐ نے پوچھا کیا تم نے اپنی تلواریں خون سے پونچھ لیں ہیں؟ جواب دیا "نہیں" آپؐ نے دونوں کی تلواریں دیکھیں پھر فرمایا "تم دونوں نے اسے قتل کیا ہے" مال غنیمت کی تقسیم کے موقع پر آپؐ نے ابو جہل کا سازو سامان معاذؓ بن عمرو کو دیا۔ دوسرا نوجوان جام شہادت نوش کر چکا تھا۔ ابو جہل کی تلوار اس کا سر تن سے جدا کرنیوالے عبداللہؓ ابن مسعود کو عطا فرمائی۔

اُمّت کا فرعون

اختتام جنگ پر جب آپؐ مقتولوں کی طرف متوجہ ہوئے تو پوچھا "ابو جہل کی لاش نظر نہیں آئی" ...... کون ہے جو ابو جہل کی خبر لائے؟ حضرت عبداللہؓ ابن مسعود نے حامی بھری۔ اس جگہ گئے جہاں حضورؐ نے نشان دہی فرمائی تھی۔ دیکھا بے پیروں سے کٹا ہوا پڑا ہے۔

ابھی جان باقی تھی۔ داڑھی پکڑ کر پوچھا کیا تو ابو جہل ہے؟ کہا ہاں۔ ابن مسعود بولے۔ اے اللہ کے دشمن اللہ نے تجھے ذلیل و رسوا کیا۔ جواب دیا وہ مجھے کیوں رسوا کرے گا۔ تو نے مجھ سے بھی بڑا کوئی

آدمی قتل کیا ہے؟ کیا ہوا اگر قوم نے اپنے ایک آدمی کو قتل کیا۔ کہا تجھے انصاریوں نے اس انجام کو پہنچایا ہے۔ جواب دیا کاش میں کاشتکاروں کے ہاتھوں قتل نہ ہوتا۔ یہ زراعت پیشہ اہل مدینہ پر چوٹ تھی۔ پوچھا لڑائی کا انجام کیا ہوا؟ کس کی فتح ہوئی۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی۔ اللہ نے تجھے ذلیل کیا حضرت عبد اللہؓ ابن مسعود نے فرمایا اے دشمن خدا! جب فرعون غرق ہوا تھا اس نے اللہ کا اقرار کیا تھا۔ تو اتنا گمراہ ہے کہ اس وقت بھی کبر میں مبتلا ہے۔ سر کاٹنے کے لئے سینے پر سوار ہوئے تو بولا اے چرواہے! تو نے ایک مشکل چڑھائی چڑھی ہے اب کیا چاہتا ہے؟ فرمایا تیرا سر۔ کہا میری تلوار لے جو بہت تیز ہے اور سن سرشانوں کے قریب سے قلم کرنا تاکہ دیکھنے والوں کو ہیبت ناک نظر آئے۔ رسی جل گئی تھی پر بل نہ گیا تھا۔ فوراً تلوار سے اس کا سر تن سے جدا کیا اور خدمت اقدس ﷺ میں لا کر ڈال دیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ تعریف اللہ تعالیٰ کی جس نے اس دشمن خدا کو ذلیل کیا۔ تعریف اللہ تعالیٰ کی جس نے اپنے بندے کی مدد کی اور اپنے دین کو قوت دی پھر سجدہ شکر بجا لائے ارشاد فرمایا۔

"یہ اس اُمت کا فرعون تھا۔"

ابو جہل کے قتل کے بعد مشرکین حوصلہ ہار بیٹھے۔ ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ جدھر سینگ سمائے بھاگنے لگے۔ فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہوا کہ بھگوڑوں کا تعاقب کیا جائے اور انہیں قیدی بنالیا جائے۔ ہر مجاہد اپنے مقتول کا اسلحہ اتار لے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ ابن عوف زرہیں جمع کر رہے تھے کہ کسی نے آواز دی یا عبد عمرو جواب نہ پا کر کہا یا عبد لاالہ ! تمہیں کچھ میرا بھی خیال ہے ان زرہوں سے بہتر ہوں۔ کیا تمہیں دودھ کی ضرورت نہیں۔ یہ ان کا پرانا دوست اُمیّہ ابن خلف تھا۔ یہ سردار قریش بجائے خود دودھ دیتی گائے سے کم نہ تھا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے بڑھ کر اس کا اور اس کے بیٹے علی کا ہاتھ پکڑلیا تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ دونوں ان کے اسیر ہیں۔ اُمیّہ نے پوچھا وہ شخص جو شتر مرغ کے پر لگائے کشتوں کے پشتے لگا رہا ہے کون ہے؟

حضرت عبدالرحمٰنؓ نے فرمایا یہ ابو عمّارہ امیر حمزہؓ ہیں۔ کہا یہی تو وہ شخص ہے جس نے ہمیں سب سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ اتنے میں حضرت بلالؓ کی نظر اس پر پڑی اُمیّہ کم بخت وہی تھا جو مکہ میں انہیں گرم گرم ریت پر لٹا کر چھاتی پر پتھر کی سل رکھ دیا کرتا تھا۔ چیخ اٹھے اے لوگو! یہ راس الکفر ہے۔ اگر آج اسے زندہ چھوڑ دیا گیا تو کل پھر مجھے مصیبت میں ڈال دے گا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا بلال یہ میرے قیدی ہیں۔ جواب دیا یہ بچا تو میں نہ بچ سکوں گا۔ انصار مدد کے لئے ہر

طرف سے دوڑ پڑے۔ حضرت عبد الرحمٰنؓ نے علی ابن اُمیّہ کو چھوڑ دیا کہ وہ خود اپنا دفاع کرے۔ انصار نے اسے تہ تیغ کر دیا۔ اُمیّہ سے کہا اب تجھے بچانا بڑا مشکل ہے۔ تو زمین پر لیٹ جا۔ خود اس کے اوپر پڑ گئے تاکہ اسے بچا سکیں۔ انصار نے ان کے نیچے سے تلواریں گھونپیں اور اس کا کام تمام کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت عبد الرحمٰنؓ کہا کرتے اللہ بلال کا بھلا کرے ان کی وجہ سے میری زرہیں بھی گئیں اور قیدی بھی۔

رِدائے اماں

جنگ چھڑنے سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند نام لے کر بطور خاص ارشاد فرمایا تھا کہ اگر مسلمانوں کی زد میں ابوالبختری اور عباس ابن عبدالمطلب آئیں تو انہیں قتل نہ کیا جائے حضور اکرمؐ کی مکی زندگی میں ان دونوں نے موافقانہ رویّہ رکھا تھا۔ ابوالبختری جس کا پورا نام العاص بن ہشام بن حارث بن اسد تھا۔ شعب بنی ابی طالب میں محصوری کے زمانے میں ہمدردی کرتا تھا۔ کعبہ میں لٹکے ہوئے ظالمانہ معاہدہ کو منسوخ کروانے میں اہم حصہ لیا تھا۔ معرکہ کارزار جب گرم تھا تو وہ حضرت مُجذّرؓ بن زیاد انصاری کی زد میں آیا۔ انہوں نے اپنی تلوار روک لی اور کہا کہ ہمیں تجھے قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ اس کا رفیق سفر جُنادہ بن مُلیحہ بھی تھا۔ پوچھا اس کو

بھی امان ہے حضرت مجذرؓ نے انکار کیا۔ ابوالبختری بولا کہ مکہ کی عورتیں مجھے طعنہ دیں گی اپنی جان بچانے کے لئے اپنے ہمسفر کا ساتھ چھوڑ دیا۔ حملہ کیا اور مارا گیا۔ حضرت مُجذَّرؓ نے فتح کے بعد حضورؐ سے عرض کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نازل کیا ہے۔ میں نے پوری کوشش کی کہ وہ گرفتار ہو جائے مگر ناکام رہا۔

ٹوٹا جس کا مقدر ہو یہ وہ گوہر نہیں

لڑائی کے دوران ایک شخص جو مشرکوں کے ساتھ مکّہ سے آیا تھا ان سے ٹوٹ کر مسلمانوں کے لشکر میں آملا۔ یہ حالات سے مجبور تھا اور ہجرت نہ کر سکا تھا۔ ان کا نام حضرت عبداللہؓ بن سہیل بن عمرو تھا۔[۸۱] جو بنو عامر لوی کا فرد تھا۔ اس کے کافر باپ کا شمار مدبّروں میں ہوتا تھا۔

ہجرت کا حکم آنے کے باوجود چند مسلمان ابھی تک مکہ میں مقیم تھے۔ ان ہی میں علی بن اُمیہ ابن خلف، عاص بن مُنبّہ، حارث بن زمعہ بن اسود، ابوقیس بن الفاکہ بن مغیرہ اور ابوقیس بن ولید بن مغیرہ شامل تھے۔ خاندانی مجبوریوں کے باعث مکہ ہی میں رہے۔ بدر میں کفار کے ساتھ آئے تاکہ ان کی تعداد میں اضافہ ہو۔ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا

> "میں مسلمان ہو کر کافروں کے درمیان رہنے والوں سے بری ہوں۔ یہ ان ہی کے مثل ہیں۔ ہجرت توبہ کے آخری وقت تک منقطع نہ ہوگی"[۸۲]

ایسے ہی کافروں کے لشکر کے مسلمان مقتولوں کے بارے میں سورۂ نساء میں فرمایا گیا ہے

"ان لوگوں نے کہا کہ ہم مجبور اور لاچار تھے۔ زمین کشادہ نہ تھی کہ قوم اور وطن کو چھوڑ کر وہاں ہجرت کر جاتے پس ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت برا ٹھکانہ ہے۔ مگر جو مرد اور عورتیں اور لڑکے درحقیقت مجبور اور بے بس ہیں اور ہجرت کے لئے کوئی چارہ نہیں پاتے پس ایسے لوگوں کے متعلق امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے قصور کو معاف کر دے اور اللہ بڑا معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے"۔

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن

شہدائے بدر کی تعداد (۱۴) ہے۔ جن میں سے چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے۔ مہاجرین میں:۔

۱۔ حضرت مہجعؓ بن صالح اس غزوہ کے پہلے شہید ہیں عامر ابن حضرمی کے ہاتھوں شہید ہوئے حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ قتال کے وقت زبان پر تھا (میں مہجع ہوں اور اپنے رب کی

طرف لوٹنے والا ہوں)

۲۔ حضرت عبیدہؓ بن حارث بن مطلب۔ حضور اکرمؐ کے چچا زاد بھائی تھے۔ مبارزت میں شیبہ کے ہاتھوں زخمی ہوئے۔ بدر سے لوٹتے ہوئے مقام صفراء میں انتقال فرمایا۔ عمر ۶۳ سال تھی حضورؐ نے پہلے سریہ کا امیر بنا کر پرچم عطا کیا تھا۔

۳۔ حضرت عمیرؓ ابن ابی وقاص (مالک) بن ھیبب۔ حضورؐ کی والدہ کے قبیلہ بنی زہرہ کے چشم و چراغ تھے۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے چھوٹے بھائی تھے۔ ذوقِ شہادت کا یہ عالم کہ ضد کر کے غزوہ میں شرکت کی۔ بہادری سے لڑے۔ بوقت شہادت عمر صرف ۱۶ سال تھی۔

۴۔ حضرت عمیرؓ بن عبد عمیر بن نضلہ خزاعی۔ بنی زہرہ کے حلیف اور بنو سلیم کے فرد تھے کنیت ابو محمد تھی۔ ان کا لقب ذوالشمالین تھا۔ اس لئے کہ وہ ہر کام بائیں ہاتھ سے کرتے تھے۔ دونوں ہاتھ لمبے تھے۔ اس لئے ذوالیدین بھی کہلاتے تھے۔

۵۔ حضرت عاقلؓ بن بُکیر بن عبدیالیل۔ تعلق بنولیث کے قبیلہ سے تھا۔ ان کے بھائی حضرت خالدؓ بن بکیر کو غزوۂ رجیع میں شہادت نصیب ہوئی۔ دارالارقم میں ایمان لائے۔ نام غافل تھا۔ حضورؐ نے بدل کر عاقل رکھا۔ بوقت شہادت عمر ۳۴ سال تھی۔

۶۔ حضرت صفوانؓ بن بیضا۔ ان کا بدری ہونا ثابت ہے مگر شہادت میں اختلاف ہے۔ ابن اسحٰق اور ابن سعد کے بموجب، غزوۂ بدر میں طُعیمہ بن عدی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

آٹھ شہدائے انصار میں سے قبیلہ اوس کے (۲) اور (۶) بنی خزرج کے افراد تھے۔

۱۔ حضرت سعدؓ بن خَیثَمہ۔ دوسری بیعت عقبہ میں ایمان لائے۔ بنی عمرو بن عوف کا نقیب چنا گیا۔ قُباء میں ان کی "منزل العزاب" (کنواروں کا گھر) حضورؐ کی عام ملاقات کے لئے وقف تھا۔ صحابی ابن صحابی اور شہید ابن شہید ہیں۔ ان کے والد غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔ بدر میں شرکت کے لئے باپ بیٹے میں قرعہ اندازی ہوئی شہادت اور جنت میں پہل بیٹے کے مقدر میں لکھی تھی۔ عمرو بن عبدوَدّ یا طعیمہ بن عدی کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا۔

۲۔ حضرت مبشرؓ بن عبدالمنذر بن زبیر بن زید۔ قبیلہ اوس کے انصار مدینہ میں سے تھے۔

۳۔ حضرت یزیدؓ بن حارث (یا حرث) بن قیس بن مالک۔ آپ کا تعلق بنی نجّار سے تھا جو قبیلہ خزرج کی شاخ تھی۔ مواخات میں حضرت عمیرؓ بن عبد عمیر کے بھائی بنائے گئے۔ دونوں نے معرکۂ بدر میں تاج شہادت پہنا۔

۴۔ حضرت عمیرؓ بن حمام بن جموح بن زید حرام۔ خزرج کی شاخ بنو سلمہ کے چشم و چراغ تھے۔

۵۔ حضرت رافعؓ بن مُعَلّٰی بن لوذان۔ انصار کے قبیلہ بنو حبیب بن عبد حارثہ کے جوان صالح تھے یہ بھی ابن صحابی، شہید ابن شہید ہیں۔ باپ غزوۂ حنین میں شہید ہوئے ان کی والدہ شہادت کے بعد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ عرض کیا حارثہ میرا لخت جگر اور دلارا تھا اگر وہ جنت میں ہے تو اللہ سے ثواب کی امید میں صبر سے کام لوں ورنہ آہ وزاری سے زندگی حرام کرلوں گی۔ ارشاد ہوا دیوانی کیوں ہوتی ہے؟ ایک جنت نہیں کئی جنتیں ہیں وہ تو جنت الفردوس میں مقیم ہے جو سب سے اعلیٰ ہے۔

۶۔ حضرت حارثہؓ بن سُراقہ بن حارث۔ تعلق بنی نجار سے تھا تیر لگنے سے شہادت واقع ہوئی۔ ان کی والدہ مشہور محدث اور خادم رسول حضرت انسؓ بن مالک کی پھوپھی تھیں۔

۷۔ حضرت عوفؓ بن حارث بن سواد۔

۸۔ حضرت مُعَوِّذؓ بن حارث بن سواد۔

بنی غنم بن مالک بن نجار سے تعلق تھا جو بنی خزرج کی شاخ تھی۔ ان دونوں کی والدہ محترمہ حضرت عفراء بنت عبید انصاری وہ خوش قسمت صحابیہؓ ہیں جن کے سات صاحب زادے میدان بدر میں موجود

تھے۔ یہ بہت بڑی فضیلت ہے۔ حارث پہلے شوہر کا نام تھا۔ جن سے تیسرا لڑکا معاذ تھا۔ بکیر بن عبدیالیل دوسرے شوہر تھے جن سے ایاسؓ، عاقلؓ، خالدؓ اور عامرؓ ہوئے۔ سب کے سب بدر میں حاضر تھے۔

باطل سرنگوں ہوا

ارشاد نبوی کے مطابق مکہ نے اپنے جگر پاروں کو میدانِ فرقان میں اگل دیا تھا یہ چودہ سردار وہ تھے جو دارالندوہ میں شمع ہدایت کے گُل کر دینے پر متفق ہوگئے تھے۔ ان میں سے گیارہ صنادید قریش میدانِ بدر میں تہ تیغ ہوئے۔ تین وہ خوش نصیب ہیں جنہیں متاع ایمان ملی۔ ان میں حضرت حکیمؓ بن حزام، حضرت سُہیلؓ بن عمرو شامل ہیں۔ تیسرے کا نام معلوم نہیں ہوا۔

خوگرِ کبر...... سب اسیر ہوئے

بدر میں گرفتار ہونے والوں کی تعداد ۷۰ تھی ان میں پہلا قیدی نضر بن حارث ہے جسے حضرت مقدادؓ نے اسیر کیا۔ جس وقت مسلمانوں نے گرفتاریاں شروع کیں حضرت سعدؓ بن معاذ عریش پر ننگی تلوار لئے پہرہ دے رہے تھے۔ ان کے چہرے پر ناگواری کے آثار دیکھ کر حضورؐ نے پوچھا سعد کیا تمہیں یہ کام اچھا نہیں لگ رہا ہے؟ کہا ہاں یا رسول اللہؐ۔ انہیں پکڑنے کی بجائے خوب قتل کرنا چاہئے۔ مالک بن عبداللہ بن

عثمان (طلحہ بن عبد اللہ کے بھائی) کی موت حالت اسیری میں ہوئی۔ خالد بن الاعلم خزاعی شاعر تھا۔ بدر میں جوش دلانے کیلئے شعر کہا

"ہم وہ نہیں جس کے زخموں سے خون پشت پر بہے۔
ہم وہ ہیں جس کا خون زخموں سے قدموں پر گرتا ہے۔"

یہ کہنے والا بدر سے بھاگنے والوں کے آگے آگے تھا۔ تعاقب میں گرفتار ہوا بندی میں پکڑے جانے والوں میں چند مشہور لوگ یہ ہیں۔ بنی ہاشم سے عباس بن عبدالمطلب جنہیں ابوالیسر کعب بن عمرو نے گرفتار کیا۔ عقیل بن ابی طالب، نوفل بن حارث بن عبدالمطلب اور بنو مطلب سے سائب بن عبید، بنو عبدالشمس (بنی اُمیّہ) سے ابو سفیان کا بیٹا عمرو اسیر ہوا۔ دوسرا لڑکا خنظلہ قتل ہوا۔ ابوالعاص بن ربیع (حضور کے بڑے داماد) بھی گرفتار ہوئے۔ بنو عبدالدار سے ابو عزیز بن عمیر (حضرت مصعبؓ بن عمیر علمبردار اسلام کے بھائی) پکڑا گیا۔ بنو مخزوم سے ولید بن ولید (حضرت خالدؓ بن ولید کے بھائی) بنو عامر سے سہیل بن عمرو (صلح حدیبیہ کا کاتب) اسیر ہوئے ان ہی کے بیٹے عبد اللہ عین جنگ کے دوران مسلمانوں سے آملے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط اموی اور نضر بن حارث اسیروں میں شامل تھے مقام عفراء میں ان دونوں (دشمنانِ خدا و رسولؐ) کی گردن مار دی گئی یہ کام حضرت علیؓ نے انجام دیا۔

نالہ و فریاد

نضر بن حارث کی بیٹی قتیلہ نے اپنے باپ کا دلدوز مرثیہ لکھا۔ دل کے جذبات کی ترجمانی کچھ یوں کی۔

☆ اس میت کو میرا سلام جس کی شرافت و نجابت کے پھریرے ہمیشہ لہراتے رہیں گے۔

☆ میری طرف سے مسلسل خون کے آنسو بہانے والی آنکھوں اور روتے روتے رندھ جانے والی حلق کا ہدیہ پیش ہے۔

☆ حسرت اس بات کی ہے کہ اس کے فرزندوں کی تلواروں ہی نے اللہ کے نام پر اس میدان (بدر) میں قرابت کے رشتے کاٹ کر رکھ دیئے۔

☆ غیظ و غضب کی شدت نے اسے مجبور و بے بس کر دیا۔ پاؤں کو رسیوں سے جکڑ کر قیدی بنایا گیا اور اس طرح اسے ذلیل و خوار کیا گیا۔

☆ اے محمدؐ۔ کیا آپ محمد (قابل تعریف شخصیت) نہیں؟ کیا آپ شاعرہ ہی کی قوم کی انتہائی معزز اور شریف ترین ہستی نہیں؟ کیا آپ شجیع، اوالعزم اور موروثی شریف نہیں؟

☆ نضر بن حارث پر آپ احسان فرماتے تو آپ کا کیا بگڑتا؟ باحوصلہ جوانمرد شدت غیظ و غضب کی حالت میں بھی دوسروں پر

احسان کرتا ہے۔

☆ قیدی بنائے جانے والوں میں نضر آپ کا قریبی رشتہ دار تھا۔ آپ نے دوسروں کو آزاد کیا تو وہ ان سب سے زیادہ آزادی کا مستحق تھا۔ ۸۳

بیٹی کا یہ دلدوز نوحہ جب مدینہ پہنچا تو اسے سن کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم آب دیدہ ہوگئے۔ فرمایا اگر قتل سے پہلے یہ نالہ و فریاد مجھ تک پہنچ جاتے تو میں ضرور نضر بن حارث پر احسان کرتا۔ اس کی اطلاع قتیلہ کو ہوئی تو وہ ایمان لے آئی

خوش قسمت اسیر

اسیروں میں جو لوگ بعد میں ایمان لائے ان میں حضرت عباسؓ (جنہوں نے فتح مکہ سے ایک دن پہلے ہجرت کی اور آخر المہاجرین کا لقب پایا) حضرت عقیلؓ بن ابی طالب صلح حدیبیہ کے زمانے میں مسلمان ہوئے۔ حضرت نوفلؓ بن حارث بن عبدالمطلب ۵ھ غزوۂ خندق کے سال مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت ابوالعاصؓ بن ربیع حضرت زینبؓ کے شوہر ۶ھ میں دولت ایمان سے سرفراز ہوئے۔ حضرت ابو عزیز بن عمیر عبدریؓ بھی ایمان لائے۔ حضرت سائبؓ بن ابی حبیش، حضرت ابو وداعہ سہمی، حضرت عبداللہؓ بن ابی بن خلف اور حضرت سہیلؓ بن عمرو فتح

مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے، حضرت وہبؓ بن عمیر جنگ بدر کے بعد، حضرت قسطاس مولیٰ اُمیّہ ابن خلف غزوۂ اُحد کے بعد ایمان لائے۔ دوسرے اسیروں میں بعد میں مسلمان ہونے والوں میں حضرت قیسؓ بن قیسؓ بن سائب مخزومی، حضرت عبدؓ بن زمعہ (حضرت سودہؓ کے بھائی) حضرت ابو عطاءؓ، عبد اللہؓ بن ابی السائب، حضرت خالدؓ بن ہشام وغیرہ ہیں۔

نویدِ فتح

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غزوہ بدر میں فتح عطا فرمائی۔ یہ خوشخبری اہل مدینہ کو پہچانے کے لئے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو سافلہ (یعنی مدینہ کا نشیبی حصہ) اور حضرت عبد اللہؓ ابن رواحہ کو عالیہ (یعنی قباء، خطمہ، وائل واقف، بنو اُمیّہ بن زید اور بنی قریظہ، بنی نضیر کے محلوں میں) روانہ کیا گیا ہے۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ جو حضورؐ کی اونٹنی قصویٰ پر سوار تھے جب یہ خوشخبری سنانے لگے تو منافقوں اور یہودیوں کو یقین نہیں آرہا تھا۔ ایک منافق نے تو نائب مدینہ حضرت ابولبابہ انصاریؓ کی موجودگی میں کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل ہو گئے ہیں۔ جب ہی تو زید ان کی اونٹنی پر آیا ہے وحشت میں جانے کیا کہہ رہا ہے۔ یہ واقعہ ہی ایسا تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر ابابیلوں سے ہاتھیوں کو تس نہس کروا دیا تھا۔ حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ میں نے تنہائی میں اپنے باپ سے پوچھا۔ کیا

آپ جو بیان کر رہے ہیں سچ ہے؟ انہوں نے اللہ کی قسم کھا کر یقین دلایا۔ میں نے اس منافق کو پکڑا اور کہا تو جھوٹی بات پھیلا رہا ہے۔ حضورؐ کے لوٹنے کے بعد تجھے پیش کیا جائے گا وہ اپنے بیان سے مکر گیا اور کہنے لگا میں نے دوسروں سے سنا ہے۔

آج کیا سانحہ گزرا ہے خبر تو لاؤ

شکست خوردہ قریشیوں میں سب سے پہلے مکہ پہنچنے والا شخص الحیسمان بن حابس خزاعی تھا۔ لوگ صحنِ کعبہ میں جمع تھے وہ تفصیل سنا رہا تھا۔ صفوان ابن اُمیہ نے اس کی باتیں سن کر کہا کہ اس شخص کا دماغ ماؤف ہو گیا ہے۔ جانے کیا بک رہا ہے۔ اسے آزمانے کے لئے صفوان نے لوگوں سے کہا کہ اس سے میرے بارے میں پوچھو۔ لوگوں نے پوچھا کیا صفوان بھی مارا گیا؟ الحیسمان نے کہا وہ گیا کب تھا۔ سامنے حجر میں بیٹھا ہے۔ ہاں اس کا باپ اور بھائی قتل ہو گئے۔ اتنے میں ابوسفیان بن حارث (حضور کا چچا زاد) مکّہ میں داخل ہوا۔ ابولہب نے پوچھا کیا خبر لائے ہو؟ کہا جب ہم اصحاب محمدؐ پر حملہ آور ہوئے تو کسی نے ہمارے ہتھیار چھین لئے۔ ہماری مُشکیں کس دیں۔ وہ سفید لباس پہنے ابلق گھوڑوں پر سوار تھے۔ حضرت عباسؓ کے غلام ابو رافع نے یہ گفتگو سنی تو فوراً کہا کہ اللہ کی قسم وہ ملائکہ تھے۔ ابولہب نے غصہ سے اس کے مُکّا رسید کیا اور سینہ پر چڑھ کر خوب مارا۔ اس واقعہ کے بعد ابولہب چیچک کی

بیماری میں مبتلا ہوگیا۔ بیماری کے خوف سے بیوی بچے تک قریب نہیں جاتے تھے۔ تین دن بعد عبرتناک حالت میں مرگیا۔ حبشیوں نے نعش رسیوں سے کھینچ کر ایک گڑھے میں ڈال دی اور دور سے اس پر پتھر برسائے تاکہ جسم ڈھک جائے۔

ایک مہینے تک مکّہ میں گھر گھر ماتم کیا جاتا رہا۔ عورتوں نے سر میں تیل ڈالنا اور بناؤ سنگار چھوڑ دیا۔ ابوسفیان نے قسم کھائی کہ جب تک اس شکست کا بدلہ نہ لے لوں، زندگی کا ہر عیش و آرام اپنے اوپر حرام سمجھوں گا۔ اس کی بیوی ہندہ نے بھی یہی سوگند کھائی۔ اس کا باپ عتبہ اور بھائی شَیبہ اور بیٹا حنظلہ قتل ہوئے تھے۔ دوسرا بیٹا گرفتار ہوگیا تھا۔ ابوسفیان نے مکّہ والوں کو تاکید کی کہ اپنے مقتولوں پر روئیں نہیں ورنہ مسلمان خوش ہوں گے۔

مقتولوں کا حشر

مشرکین اپنے سرداروں اور ساتھیوں کے لاشے بے گور و کفن چھوڑ کر بھاگے جب جنگ کا ہمہمہ ختم ہوا تو سرور سپہ سالاراں صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ شہداء کے لاشے اکٹھے کیے جائیں۔ پھر آپؐ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

قریش کے ۲۴ سرداروں کو ایک قلیب (اندھے کنویں) میں ڈالنے کا حکم ہوا۔ جس وقت عتبہ بن ربیعہ کی لاش گھسیٹ کر ڈالی جارہی

تھی حضورؐ نے ان کے بیٹے ابو حذیفہؓ کے چہرے کا رنگ بدلا دیکھا۔ فرمایا۔ کیا اپنے باپ کی حالت دیکھ کر تمہارے دل میں کوئی بات پیدا ہو گئی ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہؐ! میرا باپ بڑا عقل مند، حلیم اور اچھے اوصاف والا تھا۔ مجھے امید تھی کہ ان صفات کی بنا پر وہ اسلام کی طرف مائل ہو گا لیکن وہ کفر کی حالت میں مرا۔ میری امید پوری نہ ہونے پر رنجیدہ ہوں۔ حضورؐ نے ابو حذیفہؓ کی تعریف کی اور ان کے لئے دعا خیر فرمائی۔

اُمیہ ابن خلف کا جُثّہ زرہ میں پھول گیا تھا۔ جب گھسیٹا گیا تو اعضاء الگ الگ ہو گئے اسے وہیں ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا۔ بقیہ مشرکین کو دوسرے قلیب میں پھینک دیا گیا۔

فتح کے بعد تین دن تک بدر میں قیام فرمایا تاکہ مال غنیمت اکٹھا ہو جائے مجاہد اور سواریاں آرام کرلیں۔ حضرت عبد اللہؓ بن کعب کو غنیمت جمع کرنے والوں کا نگراں بنایا گیا۔[٨٦] دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت خبابؓ ابن ارت کو یہ خدمت سونپی گئی۔[٨٧]

مُردہ نہیں یہ شہر مگر تم صدا تو دو

تیسرے دن سواری کے تیار کرنے کا حکم ہوا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کے ساتھ اس قلیب پر تشریف لائے جہاں سرداران قریش کی لاشوں کو ڈالا گیا تھا۔ ایک ایک سردار کا نام لے آواز دی[٨٨] اے عتبہ، اے ابو جہل، اے شیبہ تم لوگ اپنے نبی کے کیسے بُرے

رشتہ دار تھے۔ تم نے جھٹلایا اور دوسروں نے تصدیق کی۔ تم نے مجھے نکالا اوروں نے ٹھکانہ دیا۔ تم نے قتال کیا دوسروں نے مدد کی۔ تم اگر اپنے رسول کی فرمانبرداری کرتے تو اللہ تمہیں شاد کرتا۔ اب جبکہ تم نے اللہ کا عذاب دیکھا مسلمان ہونے کی آرزو کرنے لگے۔ ہم نے تو اپنے پرور دگار کے وعدے کو حق پایا، کیا تم سے بھی اللہ نے عذاب کا وعدہ پورا فرمایا؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپؐ بے جان لوگوں سے خطاب فرما رہے ہیں؟ ارشاد ہوا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میرے کلام کو وہ تم سے زیادہ سن رہے ہیں مگر جواب نہیں دے سکتے۔

اسیروں پر حضورؐ نے اپنے غلام شقران کو مہتمم مقرر فرمایا۔ بدر سے روانہ ہو کر اثیل نامی مقام پر تمام قیدی خدمت اقدس میں پیش کیے گئے۔[۹۹] دشمن اسلام نضر بن حارث بن کلاہ کی گردن مارنے کا حکم ہوا۔ جس کی تعمیل کی گئی۔ یہاں سے کوچ کر کے النازیہ کے درمیان سیر نامی ٹیلہ کے ایک درخت کے پاس اترے۔

غنیمت کا مسئلہ

اس مقام پر غنیمت کی تقسیم کا حکم ہوا۔ بعض مورخوں نے صفراء ہی میں غنائم کی تقسیم عمل میں آنا لکھا ہے۔ ابھی تقسیم شروع نہیں ہوئی تھی کہ صحابہؓ میں اختلاف رائے ہوا۔ ایک رائے تھی کہ جس کے ہاتھ جو

آئے وہ اس کا ہے۔ دوسرا خیال سب میں برابر تقسیم کا تھا کیونکہ سب کی کوشش کا نتیجہ فتح تھی۔ مجاہدوں میں تین طرح کی جماعتیں تھیں۔ ایک قتال کرنے والے، دوسرے حضورؐ کی حفاظت کرنے والے اور تیسری جماعت مال غنیمت جمع کرنے والی۔ یہ جماعت مال غنیمت پر ٹوٹ پڑی، اسے سمیٹنے اور بٹورنے لگی۔ ہر کوئی اپنا زیادہ حق جتاتا تھا۔ اس موقع پر سورۂ انفال کی پہلی آیت نازل ہوئی۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

"آپ سے مال غنیمت کا حکم پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ مال غنیمت اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا ہے"۔

اس حکم کے بموجب حسب مرضی تقسیم کا اختیار اللہ کے نائب رسولؐ کو حاصل ہوا۔ لوٹے ہوئے مال کو غنیمت میں جمع کرنے کا حکم ہوا۔ حضرت ابو سید ساعدی مالکؓ بن ربیعہ کا بیان ہے کہ میں نے بھی لوٹی ہوئی تلوار "مرزبان" کو جمع کروایا بعد میں اسے حضرت ارقمؓ ابن ارقم نے مانگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عطا فرمادی۔ آپؐ کی عادت تھی کہ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے تھے۔ ایک قیمتی سرخ چادر بھی لوٹ میں کسی کو ملی تھی وہ غنیمت میں جمع نہیں کرائی گئی۔ مخبر نے بتایا کہ کسی نے فلاں مقام پر چھپادی ہے وہ چادر وہاں سے برآمد کی گئی اور عرض کیا گیا کہ چھپانے والے کے حق میں استغفار فرمائیے۔ ارشاد ہوا مجھے اس

سے معاف رکھو آپؐ نے بیت المال کے لئے خمس نکال کر باقی حصہ سب میں برابر تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ لوٹ اور غنیمت کا لالچ عربوں کی فطرت تھی۔ اسلام نے اس میں تبدیلی کی۔

مالِ غنیمت کی تقسیم

مال غنیمت میں ہر طرح کی چیز تھی۔[۹] اونٹ، گھوڑے، لباس، کپڑا اور اجناس وغیرہ۔ ۱۵۰ اونٹ غنیمت میں ایسے تھے جن پر غلہ لدا تھا۔ زمعہ بن اسود کا گھوڑا حضرت ابو بردہؓ بن نیار کے ہاتھ لگا۔ اس کے علاوہ دس گھوڑیاں دوسرے مجاہدوں نے قبضہ میں کیں۔ شکست خوردہ بھگوڑوں کا تعاقب کیا گیا تو وہ پیچھا چھڑانے کی خاطر اپنی زرہیں پھینکنے لگے جسے مسلمانوں نے اٹھالیا۔ قریش نے کچھ مال تجارت کی غرض سے بھی رکھا تھا جس میں چمڑے کے بستر، دباغت شدہ کھالیں، کپڑے اور ہتھیار بھی تھے۔ یہ سب چیزیں مسلمانوں کے ہاتھ لگیں۔ غنیمت کو ۳۱۷ حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ دو گھڑ سواروں کے چار یعنی دہرے حصے لگے، ۳۱۳ پیدل یعنی ایک حصہ والے۔ آٹھ غیر حاضر افراد کا بھی حصہ لگایا گیا۔ حضرت سعدؓ بن عبادہ کا حصہ بھی لگایا گیا وہ عین وقت پر سانپ کے کاٹنے سے سفر نہ کر سکے تھے۔ حضرت سعدؓ بن مالک ساعدی کا بھی حصہ لگایا گیا وہ نکلتے وقت بیمار ہوئے پھر انتقال کر گئے۔ معرکہ میں شہید ہونے والے چودہ صحابہؓ کا بھی حصہ نکالا گیا اور ان کے ورثاء کو حصہ پہنچایا گیا۔

مجاہدوں کے اسباب کی نگرانی کا کام حضرت خُبیبؓ [91] ابن عدی کے ذمہ تھا۔

تقسیم میں کسی کے حصہ میں ایک اور کسی کو دو اونٹ ملے۔ تین غلام بدر میں تھے جن کو غنیمت کا کوئی حصہ نہیں دیا گیا یہ غلام حضرت حاطبؓ ابن بَلْتَعِہ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور حضرت سعدؓ بن مُعاذ کے مملوک تھے۔ انہیں اسیروں کی خدمت پر مامور کیا گیا۔ انہیں بخشش میں اس قدر مال دیا کہ اگر آزاد ہوتے تو بھی اتنا حصہ نہ پاتے۔

غنیمت میں سے حضورؐ نے اپنے لئے دو چیزیں پسند فرمائیں۔ ایک ابو جہل کا ناقہ [92]۔ اکثر جہادوں میں حضورؐ اس پر ہی سوار ہوئے۔ حدیبیہ کے موقع پر اسے ہدی کے طور پر قربان کر دیا۔ یہ ناقہ بہت اعلیٰ نسل کا تھا۔ ابو جہل اس سے نسل کشی کا کام لیتا تھا۔ مشرکوں نے سو اونٹوں کے بدلے اسے واپس لینا چاہا۔ آپؐ نے چونکہ کعبہ میں اس کی قربانی کا ارادہ فرمالیا تھا اس لئے ان کی پیش کش منظور نہیں فرمائی۔

بدر کے دن حضورؐ کے ہاتھ میں جو تلوار تھی اس کا نام عضب تھا۔

جو زرہ زیب تن تھی اس کا نام "ذاتِ الفضول" تھا یہی زرہ وقت رحلت ایک یہودی کے پاس چند صاع جَو کے عوض رہن رکھی گئی تھی۔ یہ دونوں چیزیں حضرت سعدؓ بن عبادہ نے نذر کی تھیں۔ غنیمت میں سے آپؐ نے مُنَبِّہ بن حجّاج کی تلوار "ذُوالفقار" پسند فرمائی اس تلوار کی پشت

پر ریڑھ کی ہڈی کی طرح نشانات تھے۔ غزوہ خندق کے موقع پر اسے حضرت علیؓ کو عطا فرمایا جس سے انہوں نے عمرو بن عَبۡدُوَدّ کو قتل کیا تھا۔

مقام سیر میں مال غنیمت کا خمس (پانچواں حصہ) نکال کر مساوی تقسیم کے بعد عرق الظبیہ میں قیام فرمایا۔ یہاں مشہور دشمن دین عقبہ بن ابی معیط کو سزائے موت سنائی گئی۔ کہنے لگا میرے بچوں کے لئے کون ہو گا۔ فرمایا۔ آگ۔ حضرت عاصم بن ثابت انصاریؓ نے اس کی گردن اڑا دی۔

استقبال

اسی مقام پر حضرت ابو ہند انصاریؓ مدینہ سے آتے ہوئے ملے۔ انہوں نے ایک چھوٹی سی مشک جس میں حیس (پنیر، کھجور اور گھی سے بنا ہوا کھانا) بھرا ہوا تھا آپؐ کی خدمت میں پیش کی۔ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ یہ آپ کے حجام تھے۔ ان سے خوش ہو کر فرمایا کہ یہ انصار میں سے ہیں ان کے ساتھ شادی بیاہ کا رشتہ قائم کرو صحابہؓ نے اس پر عمل کیا۔[۹۳]

مدینہ کی جانب سفر شروع ہوا۔ مقام رَوحَاء پر مدینہ میں پیچھے رہ جانے والے مسلمان استقبال کے لئے حاضر ہوئے۔ فتح کی مبارک باد پیش کی۔ حضرت سلمہؓ بن سلامہ نے کہا آپ لوگ کس کی مبارک باد دے رہے ہیں؟ ہمارا مقابلہ تو گنجے سر کے بوڑھوں سے ہوا جو دیکھنے میں اونٹ

جیسے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا یہی تو قریش کے سربر آوردہ لوگ تھے۔ حضرت اسیدؓ بن حضیر نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپؐ کی آنکھوں کو اللہ ہمیشہ ٹھنڈا رکھے میں تو سمجھا تھا کہ یہ بس قافلہ کا معاملہ ہے جنگ کا پتہ ہوتا تو کبھی پیچھے نہ رہتا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ تم سچ کہتے ہو۔

روحاء سے چل کر "ثنیتہ الوداع" سے فاتحین بدر مدینہ میں داخل ہوئے بعض مورخین کا خیال ہے کہ "طلع البدر علینا" والا نغمہ اسی موقع پر استقبال کے وقت پڑھا گیا۔ جس کے بول ہیں "آج ہم پر وداع کی گھاٹیوں سے چاند طلوع ہوا ہے" آپؐ کے ورود کے ایک دن بعد حضرت شقرانؓ اسیروں کے ساتھ آئے۔ ان کے بارے میں فیصلہ تک انہیں صحابہؓ میں تقسیم فرمایا۔ ساتھ رکھنے اور حسن سلوک کرنے کی تاکید فرمائی۔ صحابہؓ کرام نے اس حکم کا اس درجہ پاس کیا کہ انہیں روٹی کھلاتے اور خود کھجوروں پر بسر کرتے۔

بدر کے قیدی

اُمّ المومنین حضرت سودہؓ کا بیان ہے کہ میں حضرت عفراءؓ کے گھرانے کے شہید بچوں کی تعزیت کے لئے گئی تھی کہ معلوم ہوا قیدی آگئے ہیں۔ انہیں دیکھنے کے لئے لوگ گھروں سے نکل پڑے۔ میں نے دیکھا کہ حجرے کے ایک کونے میں ابویزید سہیل بن عمرو (کاتب صلح حدیبیہ) دونوں ہاتھ رسی سے گردن میں بندھے کھڑا ہے میں نے ان کی یہ حالت

دیکھی تو بے اختیار کہا (پردہ کے حکم سے پہلے کا واقعہ ہے) اے ابویزید قیدی بننے کی ذلّت پر عزّت کی موت کیوں نہ مر گئے؟ اتنے میں حضورؐ کی آواز نے مجھے چونکا دیا جو فرما رہے تھے اے سودہ! کیا عزو جلال والے اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت پر ابھار رہی ہو؟ میں نے معذرتاً کہا کہ اس سردار کو دیکھ کر بے اختیار یہ الفاظ نکل گئے۔ یہ بڑے شعلہ بیان خطیب تھے جو دشمن کو مسلمانوں کے خلاف ابھارتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کے آگے کے دانت نکلوا دیجئے تاکہ خطبہ نہ دے سکے۔ فرمایا نہیں اگر میں اس کے اعضاء بگاڑوں گا تو اللہ میرے ساتھ بھی یہی سلوک فرمائے گا اگرچہ کہ میں اس کا رسول ہوں۔ کیا عجب ہے کہ کل یہ اس مقام پر کھڑا ہو جو تم کو ناگوار نہ ہو۔ بصیرت نبوی ان کا مستقبل دیکھ رہی تھی۔ فتح مکہؓ کے موقع پر ایمان لائے اور بڑے ثابت قدم رہے۔ حضورؐ کی رحلت کے بعد فتنہ ارتداد رونما ہوا تو اہل مکہ سے خطاب کرتے ہوئے حضرت سہیلؓ نے کہا اے اہل مکہ تم نے ایمان لانے میں دیر کی کہیں اس سے پھر جانے میں پہل نہ کرنا۔ انہیں برابر متنبہ کرتے رہے۔

قیدیوں میں حضرت عباسؓ بن عبد المطلب بھی تھے۔ ان کے جسم پر لباس نہ تھا ان کے لئے قمیص تلاش کی گئی۔ وہ چونکہ قد آور تھے۔ اس لئے بڑی مشکل ہوئی آخر عبد اللہ ابن اُبَیّ نے اپنی قمیص بھیجی جو انہیں

ٹھیک آئی۔ حضور اکرمؐ نے راس المنافقین کے اس احسان کو یاد رکھا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو اس کے مومن بیٹے (جن کا نام بھی عبداللہؓ تھا) کی درخواست پر کفن کے لئے اپنا کرتا عطا فرمایا۔ اسیروں کی تقسیم سے پہلے رات آئی تو مُشکیں کس کر قیدیوں کو مسجد نبوی میں باندھ دیا گیا۔ حضرت عباسؓ کی مُشکیں کچھ زیادہ ہی کسی گئی تھیں جس کی وجہ سے وہ کراہ رہے تھے ان کی دردناک آواز جب حضورؐ تک پہنچی تو آپ آرام نہ فرما سکے۔ آپ کی بے چینی دیکھ کر ان کی بندش ڈھیلی کر دی گئی۔ آپؐ نے پوچھا عباسؓ کے کراہنے کی آواز نہیں آرہی ہے؟ حقیقت معلوم ہوئی تو فرمایا تمام قیدیوں کی بھی مُشکیں اسی طرح ڈھیلی کر دی جائیں۔

مُشکیں کسے ہوئے اسیروں کی جانب حضرت مصعبؓ بن عمیر کا گزر ہوا۔ دیکھا کہ ان کے بھائی ابو عزیز بھی بندھے ہوئے ہیں جو نضر بن حارث کے بعد میدان میں مشرکوں کا علم اٹھائے ہوئے تھے۔ حضرت مصعبؓ نے گرفتار کرنے والے انصاری سے کہا اس قیدی کو اچھی طرح گرفت میں رکھنا اس کی ماں دولت مند ہے فدیہ دے کر چھڑا لے گی۔ ابو عزیز نے کہا آپ میرے بھائی ہیں اور ایسا کہتے ہیں فرمایا تو میرا بھائی نہیں میرا بھائی تو وہ انصاری ہے۔ جب فدیہ لینا طے ہو گیا تو ان کی والدہ نے زیادہ سے زیادہ رقم ان کے فدیہ میں ادا کی۔

آج کی مہذب دنیا بھی اسیران جنگ سے بدترین اور وحشیانہ

سلوک روا رکھتی ہے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نیا مرتبہ عطا فرمایا۔ ان سے حسن سلوک کی اعلیٰ مثالیں صحابہ کرامؓ نے قائم کیں۔

ورودِ مدینہ کے پندرہ دن بعد آپؐ نے اسیروں کے بارے میں صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ ابتدا میں ارشاد ہوا کہ اللہ نے تمہیں ان پر قدرت دی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے رائے دی کہ یہ ہمارے رشتہ دار ہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے عجب نہیں کہ اللہ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔ حضرت عمرؓ نے قتل کرنے کا مشورہ دیا بلکہ یہ بھی کہا جو جس کا عزیز ہے وہ اس کی گردن مارے۔ حضرت سعدؓ بن معاذ بھی اسی خیال کے تھے۔ حضرت عبداللہؓ ابن روحہ نے انہیں زندہ جلانے کا مشورہ دیا۔[94] ان آراء کو سن کر ارشاد ہوا کہ عمرؓ کی مثال نوحؑ اور موسیٰؑ جیسی ہے جنہوں نے اپنی قوم پر اللہ سے عذاب کی دعا کی اور اے ابو بکرؓ تمہاری مثال ابراہیمؑ اور عیسیٰؑ جیسی ہے جنہوں نے اللہ سے اپنی قوم کی معافی اور مغفرت کی درخواست کی۔[95] رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کی رائے سے اتفاق فرمایا۔ اس موقع پر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر آج مطعم بن عدی زندہ ہوتا۔ اور مجرموں کی سفارش کرتا تو میں اس کی خاطر ان سب کو چھوڑ دیتا۔[96] مطعم نے سفر طائف کے بعد حضورؐ کو پناہ دی تھی جبکہ دوسروں نے انکار کیا تھا۔ آپ کو اس کا احسان اتارنے کا موقع نہ ملا

تھا۔ وحی آئی کہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے اسیروں کے بارے میں مسلمانوں کو اختیار دیا ہے۔ چاہے قتل کریں چاہے فدیہ لے کر رہا کر دیں۔ سر بہا لینے کی صورت میں سال آئندہ اتنی ہی تعداد شہید ہوگی۔ مشورہ میں صحابہؓ نے عرض کیا کہ فدیہ لیا جائے تو ہمیں کچھ مادی قوت حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم میں سے جسے چاہے سال آئندہ شہادت سے سرفراز فرمائے۔

زرِ فدیہ

مشورہ سے طے ہوا کہ فدیہ کے بعد انہیں آزادی عطا کی جائے۔ فدیہ کی رقم حیثیت کے موافق مقرر ہوئی۔ زیادہ سے زیادہ رقم کی مقدار چالیس اوقیہ مقرر کی گئی۔ اُوقیہ ۴۰ درہم کے برابر ہوتا تھا۔ پہلا قیدی جس نے فدیہ ادا کیا وہ ابو وداعہؓ حارث تھا۔ جو لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے لیکن زر فدیہ ادا کرنے سے قاصر تھے ان کی آزادی کی شرط معلم کتاب و حکمت نے تعلیم دینا قرار دی۔ مدینہ کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو انہیں رہا کر دیا جائے گا چنانچہ حضرت زیدؓ ابن ثابت ان بچوں میں سے ایک تھے جنھوں نے قیدیوں سے نوشت و خواند سیکھا۔ ان میں دو مطلب بن منطب اور صیفی ابن ابی رفاعہ نادار تھے۔ ان کا سر بہا معاف کر دیا گیا۔ اسیروں میں ایک شاعر ابو عزہ بن عبد اللہ بن عثمان بھی تھا۔ اس نے عرض کیا میری پانچ لڑکیاں ہیں جن کا کوئی کفیل نہیں۔

مجھ پر احسان فرمایئے۔ حضورؐ نے اسے رہا کر دیا مگر اس وعدے کے ساتھ کہ آئندہ نہ مسلمانوں کے خلاف کسی کو ابھارے گا اور نہ ہی جنگ میں شرکت کرے گا۔ لیکن وہ اپنے وعدے پر قائم نہ رہ سکا۔ احد میں مقابلہ پر آیا۔

حضرت عباسؓ نے کہا کہ میں تہی دست ہوں فدیہ کہاں سے ادا کروں حضورؐ نے فرمایا۔ وہ مال کہاں ہے جو آپ اور اُمّ فضل (بیوی) نے مل کر دفن کیا ہے یہ سن کر حضرت عباس حیران ہوگئے اور شہادت دی کہ آپ بے شک اللہ کے رسولؐ ہیں۔ ان کا سر بہا سو ۱۰۰ اوقیہ، عقیل بن ابی طالب کا ۸۰ اوقیہ مقرر کیا گیا۔ عرض کیا وہ (۳۰) اوقیہ سونا جو بوقت گرفتاری لیا گیا اسے اس میں محسوب کر لیا جائے۔ ارشاد ہوا یہ تو آپ نے کافروں کے لشکر کے لئے رکھا تھا یہ غنیمت کا مال ہے۔

اسی طرح نوفل بن حارث سے سر بہا طلب کیا گیا تو اس نے بھی ناداری کا عذر پیش کیا۔ فرمایا وہ نیزے جو جدہ میں رکھ آئے ہو ان میں سے دو۔ غیب کی یہ بات سن کر اس نے بھی اللہ کے رسولؐ ہونے کی گواہی دی۔ نوفل نے ایک ہزار نیزے فدیہ میں دیئے جن سے جنگ احد میں کام لیا گیا۔ آپؐ نے شوال کے بقیہ دن مدینہ ہی میں قیام فرمایا۔ قریش کے لوگ مکہ سے فدیہ کی رقم لے کر مدینہ آتے اور اپنے اپنے قیدی چھڑا لے جاتے۔ اسطرح مسلمانوں کو زرفدیہ میں تقریباً ڈھائی لاکھ درہم ملے۔

حضورؐ کے داماد ابوالعاص کے فدیہ میں آپ کی صاحب زادی حضرت زینبؓ نے مکہ سے ماں کا شادی میں دیا ہوا ہار بھجوایا۔ جب یہ پیش ہوا تو حضورؐ کو ایک دم حضرت خدیجہؓ یاد آگئیں اور آپؐ آبدیدہ ہوگئے۔ صحابہؓ سے فرمایا کہ یہ ایک ماں کی نشانی ہے۔ اس ہار کو بھی واپس کر دو اور زینبؓ کے قیدی کو بھی چھوڑ دو۔ البتہ ابوالعاص سے وعدہ لیا گیا کہ جاتے ہی زینبؓ کو مدینہ بھیج دیں گے۔ جس کو انہوں نے پورا کیا۔

قیدیوں میں ابوسفیان کا بیٹا عمرو بھی تھا۔ ابوسفیان نے اس کا سر بہا دینے سے انکار کر دیا۔ ایک انصاری سعدؓ بن نعمان عمرے پر مکہ گئے تو انہیں قید کر لیا گیا۔ انصار کی درخواست پر ان سے عمرو کا تبادلہ کیا گیا۔ یہ قیدیوں کا پہلا تبادلہ تھا۔

فدیہ لینے کے فیصلہ پر سورۂ انفال کی ۶۷، ۶۸ ویں آیت نازل ہوئیں۔ جن میں فرمایا گیا۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٧﴾ لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٦٨﴾

"کسی نبی کے لئے درست نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں یہاں تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خونریزی نہ کرلے۔ تم

لوگ دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے اور اللہ غالب و حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے نوشتہ سبقت نہ کر چکا ہوتا تو تم لوگوں نے جو کچھ لیا ہے اس پر تم کو سخت عذاب پکڑ لیتا۔"

تفسیر ماجدی میں مولانا عبد الماجد دریا بادی نے لکھا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پیغمبر کو قتل و قتال اس وقت تک جاری رکھنا چاہئے جب تک کہ فساد کی بیخ کنی نہ ہو جائے۔ دشمن اور شہر پر قبضہ کی صورت میں تورات کا قانون تھا۔

"جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضے میں کر دیوے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار کی دھار سے قتل کرو مگر عورتوں، لڑکوں اور مویشیوں کو اور جو کچھ اس شہر میں ہو اس کا سارا لوٹ اپنے لئے لے۔" (استثناء ۲۰، ۱۳، ۱۴)

فضیلتِ بدر

صحیح بخاری میں حضرت رفاعہؓ بن رافع الزرقی کی روایت ہے کہ جبرئیلؑ امین خدمت اقدسؐ میں آئے اور پوچھا آپؐ اہل بدر کو مسلمانوں میں کیسا سمجھتے ہیں۔ فرمایا سب سے افضل۔ جبرئیلؑ نے بتایا کہ بدر میں حاضر ہونے والے فرشتوں کا ملائکہ میں وہی درجہ ہے۔[۹۹]

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کو دیکھا اور فرمایا۔ "اب تم جو چاہو کرو

میں تم کو بخش چکا ہوں۔" ایک اور مقام پر فرمایا۔ " تمہارے لئے جنت واجب ہو گئی" ؎۱۱۱

دنیا میں بھی میزان قیامت میں بھی میزان

میدانِ بدر میں فتح کے اثرات دور رس ثابت ہوئے۔ حق و باطل کا یہ معرکہ قیامت تک کے لئے میزان ہے۔ اہلِ ایمان کے لئے حوصلہ کا روشن مینار ہے۔ کثرت پر قلت کا غلبہ، ساز و یراق پر بے سرو سامانی کی برتری، کفر پر ایمان کی کامیابی۔ یہ چند عنوان ہی ہماری ملی تاریخ کے درخشاں باب ہیں۔ جن کی سرخی بدر کے مجاہدوں نے اپنی خون کی دھار سے لکھی۔ حق کی خاطر خاک و خون میں غلطاں ہونے کی روایت ڈالی۔

غزوۂ بدر کی کامیابی کا سب سے بڑا اثر یہ ہوا کہ مسلمانوں کو پورے عرب میں استقرار نصیب ہوا۔ تمام طاقتیں ان کا لوہا ماننے پر مجبور ہوئیں۔ قریش کے مقابلے میں مساوی فریق کی حیثیت حاصل ہوئی۔ انہیں مسلمانوں کی قوت کا احساس ہوا۔ قریش کی سیاسی شہرت سیاسی حیثیت بُری طرح مجروح ہوئی۔ ان کی شام کی تجارتی شاہراہ غیر محفوظ ہو گئی۔ اسلام کی مرکزیت اور مدینہ کی مملکت مستحکم ہو گئی۔ عرب قبائل کوئی قدم اٹھانے سے پہلے سوچنے پر مجبور ہو گئے۔ مدینہ کے یہود معیشت، عسکری اور مادی وسائل کی بنا پر اپنے آپ کو برتر تصور کرتے تھے۔ اس فتح نے انہیں

مرعوب کردیا۔ وہ مسلمانوں کو اپنے لئے زبردست خطرہ محسوس کرنے لگے۔ ڈاکٹر حمیداللہ کا خیال ہے کہ اس فتح کے بعد ہی یہودی میثاقِ مدینہ کو قبول کرنے پر مجبور ہوئے۔ اب یہود یقین کے ساتھ یہ بھی کہنے لگے کہ یہ شخص اللہ کا نبیؐ ہے اور وہی ہے جس کی تورات میں تعریف آئی ہے۔ آج کے بعد ان کی ہر رائے ہم پر غالب آکر رہے گی۔

ہر غم اس راہ کا گوارا تھا

عبداللہ ابن ابی سلول آپؐ کی مدینہ تشریف آوری سے پہلے یہاں کا ذی اثر سردار تھا۔ اوس و خزرج نے خانہ جنگی سے تنگ آکر اسے اپنا بادشاہ بنانا منظور کر لیا چنانچہ اس کے لئے تاج شاہی تیار ہو رہا تھا ایسے میں حضورؐ مدینہ آئے اور اس کے سارے خواب ادھورے رہ گئے۔ چنانچہ بدر کی لڑائی سے کچھ پہلے کا واقعہ ہے کہ حضرت سعدؓ بن عبادہ بیمار ہوگئے۔ حضورؐ ان کی عیادت کے لئے گدھے پر سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ راستے میں ایک مجلس پر آپؐ کا گزر ہوا۔ جس میں بُت پرست، مسلمان اور یہودی سب ہی جمع تھے۔ آپؐ ان کے قریب پہنچے تو گدھے کے پیروں سے اڑ کر خاک نے مجلس کو ڈھانک لیا۔ ان میں عبداللہ بن ابی سلول بھی تھا اس نے سخت لہجہ میں کہا ہم پر خاک نہ اڑاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتر کر ان لوگوں کو سلام کیا انہیں اسلام کی دعوت دی۔ یہ سن کر اس کا رویّہ اور سخت ہوگیا اور کہا "اے شخص! تم جو کہتے ہو

یہ اچھی چیز نہیں ہماری مجلس میں آکر ہمیں تکلیف نہ دو۔ تمہارے پاس جو آئے اسے نصیحت کرو۔" ان میں حضرت عبداللہؓ ابن رواحہ بھی تھے۔ وہ برداشت نہ کر سکے اور کہا۔ "یا رسول اللہؐ! آپؐ ہماری مجلسوں میں آکر ہمیں غبار آلود کیجئے۔ ہم اس کو دل و جان سے پسند کرتے ہیں" قریب تھا کہ ان میں جھڑپ ہو جاتی حضورؐ نے انہیں خاموش کرا دیا پھر آپؐ حضرت سعدؓ بن عبادہ کے گھر گئے اور ان سے اس واقعہ کا تذکرہ کیا انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! وہ حسد کی آگ میں جل رہا ہے۔

ایسا حاسد بھی بدر کی فتح کے بعد اپنے گروہ کے ساتھ بظاہر مسلمان ہو گیا۔ اسی میں اس نے اپنی عافیت سمجھی۔ ابن کثیر نے محمد بن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ عبداللہ ابن ابی سلول اپنی قوم کا بڑا اور ذی اثر شخص تھا۔ اس کے بعد جب حضورؐ جمعہ کے دن خطبہ کے لئے ممبر پر بیٹھتے تو یہ کھڑا ہو جاتا اور کہتا "لوگو یہ اللہ کے رسولؐ تم میں موجود ہیں۔ ان کی وجہ سے اللہ نے تمہارا اکرام کیا۔ عزت دی۔ پس تم ان کی عزت و تکریم کرو، اور ان کی مدد کرو۔ آپؐ جو فرمائیں وہ سنو اور آپؐ کی اطاعت کرو۔" اس کے بعد بیٹھ کر خود بھی خطبہ سنتا۔ جنگِ اُحد میں دغا کے بعد اسے ایسا کرنے سے روک دیا گیا۔

گھٹ کے مرجاؤں یہ مرضی مرے صیّاد کی ہے

بدر کی ہزیمت نے اہل مکہ کی زندگی سے مزہ چھین لیا تھا قریش نے "نقصان مایہ اور شماتت ہمسایہ" کے تلخ گھونٹ پی لیے۔ اپنے مردوں اور عورتوں پر پابندی لگادی کہ کوئی بین اور نوحہ نہ کرے ورنہ یہ بات مسلمانوں کے کانوں تک پہنچے گی تو وہ خوش ہوں گے۔ ان ہی دنوں یہ دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ اسود بن عبدالمُطّلِبؓ کے تین بیٹے لڑائی میں مارے گئے تھے۔ اس کا دل اندر سے خون ہوگیا تھا اور وہ دل کھول کر ان پر رونا چاہتا تھا۔ رونے پر پابندی سے مجبور تھا ایک رات اس نے کسی کے نوحہ کی آواز سنی تو اپنے غلام کو بھیجا کہ معلوم کرے کہ کیا رونے پر سے پابندی اٹھ گئی ہے؟ اس نے لوٹ کر اطلاع دی کہ ایک عورت کا اونٹ گم ہوگیا ہے اسی کے لئے وہ بین کر رہی ہے یہ سن کر اس نے برجستہ اشعار میں اظہار غم کیا۔

"اونٹ کے غائب ہونے سے تیری نیند اڑ گئی تو اونٹ پر نہ رو بلکہ واقعۂ بدر پر آنسو بہا جہاں قسمتیں پھوٹ گئیں۔ رونا ہے تو بدر پر رو جہاں بنی مخزوم بنی ھصیص اور ابو ولید (عتبہ) بچھڑ گئے۔ رونا ہے تو عقیل پر رو جو شیروں کا شیر تھا۔ ابو الحکم "ابو جہل" کا ہمسر کوئی نہیں۔ اس کے بعد ایسے لوگ قوم کے سردار ہوگئے۔ کہ اگر بدر کا دن نہ ہوتا تو یہ وقت ان کی قسمت میں کبھی نہ آتا۔" [102]

اور خوں ٹپک پڑا نگہہِ انتظار سے

اداسی اور ناامیدی کے یہی روز و شب تھے کہ مقام حجر (حطیم کے اندر کا حصہ) میں بیٹھے دو دوست اپنے سرداروں کے قلیب "اندھا کنواں" میں پڑے ہونے پر گفتگو کر رہے تھے۔ اُمیّہ کے بیٹے صفوان نے کہا یہ کیسی ذِلّت سے ہم دو چار ہوئے۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کے بعد زندگی بے مزہ ہو گئی۔ عمیر بن وہب نے جواب دیا میرا تو ایک بیٹا بھی مسلمانوں کی قید میں ہے۔ اگر بال بچوں کی ذمہ داریاں اور قرض کا بوجھ نہ ہوتا تو مدینہ جاتا اور اس شخص کا نقشِ وجود صفحۂ ہستی سے مٹا دیتا جس نے یہ دن دکھایا ہے۔ صفوان نے کہا میں تمہاری اولاد کا کفیل ہوتا ہوں قرضہ بھی اتار دوں گا تم یہ کام کر گزرو۔ اس سے قریش کا کلیجہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ دونوں میں رازداری کا عہد ہوا۔ صفوان نے ایک زہر میں بجھی ہوئی تلوار فراہم کی اور عمیر مدینہ روانہ ہو گیا۔

جب اس نے اپنی سواری مسجد نبوی پر ٹھہرائی تو اتفاقاً حضرت عمرؓ کی نظر اس پر پڑی۔ یہی تو وہ ظالم تھا جس نے جنگ سے پہلے مسلمانوں کی تعداد کے بارے میں تخمینہ لگایا تھا۔ اس کو جا دبوچا اور ٹینٹوا دبا کر خدمت اقدس میں لے گئے۔ ارشاد ہوا اس کا گلا چھوڑ دو۔ قریب آیا تو عہد جاہلیت کے انداز سے سلام کیا۔ "اَنعِمُوا صَبَاحًا" (تم نعمتوں میں صبح کرو) فرمایا۔ اے عمیر! اللہ نے ہمیں وہ سلام عطا فرمایا ہے جو تمہاری

دعا سے بہتر ہے یعنی السلام علیکم اور یہی اہل جنّت کی دعا ہے پوچھا۔ تمہیں کیا چیز یہاں لائی ہے؟ عرض کیا، میرا قیدی آپ کے پاس ہے۔ اپنے بیٹے کی خبر لینے آیا ہوں۔ ارشاد ہوا پھر تلوار کیوں گلے میں پڑی ہے؟ جواب۔ دیا نکالنا بھول گیا اور پھر ان تلواروں نے میدان بدر میں آپ کا کیا بگاڑا؟ ہمارے تو کچھ کام نہ آئیں۔ مسکرا کر فرمایا۔ اچھا یہ بتاؤ تم نے صفوان سے حجر میں بیٹھ کر کیا طے کیا تھا؟ رازِ سربستہ کو زبان مبارک سے سن کر تصویرِ حیرت بن گیا۔ بے اختیار کہہ اٹھا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ بے شک اللہ وحی کے ذریعہ آپ کو خبر دیتا ہے۔ پس تعریف ہے اس اللہ کی جس نے مجھ پر اسلام کی راہ کھول دی۔ کلمۂ شہادت پڑھ کر ایمان لایا۔ وہ جو شکار حق کے لئے نکلا تھا خود حق کا شکار ہو گیا۔ صحابہؓ سے ارشاد ہوا اپنے بھائی کو آرام سے رکھو۔ اسے قرآن پڑھاؤ اور اس کے قیدی کو بلا معاوضہ رہا کر دو۔[۲۰۳]

دل جنسِ فروشندۂ بازارِ ہُنر ہے

تعلیم پا چکنے کے بعد عرض کیا اب تک میں اللہ کا نور بجھانے میں لگا تھا اب اجازت دیجئے کہ مکّہ جاؤں اور اسلام کا نور پھیلاؤں۔ اجازت مل گئی ادھر اس کا دوست صفوان چند دن تو راز کو دل میں دبائے رہا۔ پھر اہل مکّہ سے کہنے لگا کچھ دن اور انتظار کرو۔ ایسی خوشخبری سناؤں گا کہ بدر

کا غم بھول جاؤ گے۔ ہر مدینہ سے آنے والے مسافر سے پوچھتا کوئی نیا واقعہ ظہور پذیر تو نہیں ہوا؟ نفی میں جواب پا کر مایوس ہوتا۔ ایک سوار آیا تو وہ عمیر کے ایمان لانے کی خبر لایا اب تو نگہِ انتظار نے خون ٹپکانا شروع کیا۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ عہد کیا کہ اب زندگی بھر اس سے نہ بولوں گا نہ ہی اس کی مدد کروں گا۔ عُمیر ایک اچھے مسلمان کی طرح تبلیغ کے کام میں مصروف ہو گئے۔ انہوں نے صفوان کو بھی دعوت اسلام دی لیکن اس نے ہمیشہ منہ پھیر لیا۔ اب وہ بندوں کی بجائے بندوں کے رب پر بھروسہ کرنے لگے تھے۔ مُسَبِّبُ الاسباب نے ایسی سبیل پیدا کر دی جو وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔ ان کے باپ نے ایک خزانہ کہیں دفن کر دیا تھا پھر وہ مر گیا۔ جس کے بارے میں اسے وصیت کا موقع نہ ملا تھا۔ متاع ایمان لے کر مکہ لوٹا تو ایک دن خواب میں کسی نے بتایا کہ فلاں جگہ دفینہ ہے کھود کر نکال لو۔ کھودا تو خزانہ بر آمد ہوا اللہ نے انہیں بار قرض سے سبکدوش کر دیا۔ معصوم بیٹی نے باپ سے کہا یہ رب تو ہُبل اور عُزّیٰ سے بہتر ہے۔ ہم نے چند دن ہی اس کی عبادت کی تھی کہ اس نے ہمیں مالا مال کر دیا۔ ان بتوں نے تو ساری عمر میں کچھ نہ دیا۔

مکّہ فتح ہوا تو حضرت عمیرؓ بھی آنحضورؐ کے ہم رکاب تھے۔ ایک دن عفو عام کے بعد خدمت اقدسؐ میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا آپ جانتے ہیں صفوان میرا دوست ہے مکّہ کے معزز لوگوں میں سے ہے۔

مارے ڈر کے جدہ فرار ہوگیا ہے۔ ارشاد ہوا میں نے اسے امان دی۔ عرض کیا اے رحمت عالم! کوئی نشانی عطا ہو کہ اس آنکھوں کے اندھے کو جان بخشی کا یقین آئے۔ کندھوں سے ردائے مبارک اتاری اور فرمایا صفوان کو دیدو عمیر سیدھے جدہ پہنچے اور اسے حضورؐ کی نوید سنائی اپنے کالے کرتوت سوچ کر یقین نہیں آتا تھا۔ چادر مبارک دیکھی تو آنکھوں کے ساتھ دل بھی روشن ہوگیا۔ یقین نہیں آتا تھا۔ ایسا عفو در گزر سوائے اللہ کے رسولؐ کے کسی اور کے بس کا نہیں۔ خدمت نبویؐ میں حاضر ہوا اور غور کرنے کے لئے دو ماہ کی مہلت مانگی ارشاد ہوا دو نہیں چار مہینے تک غور کرو۔

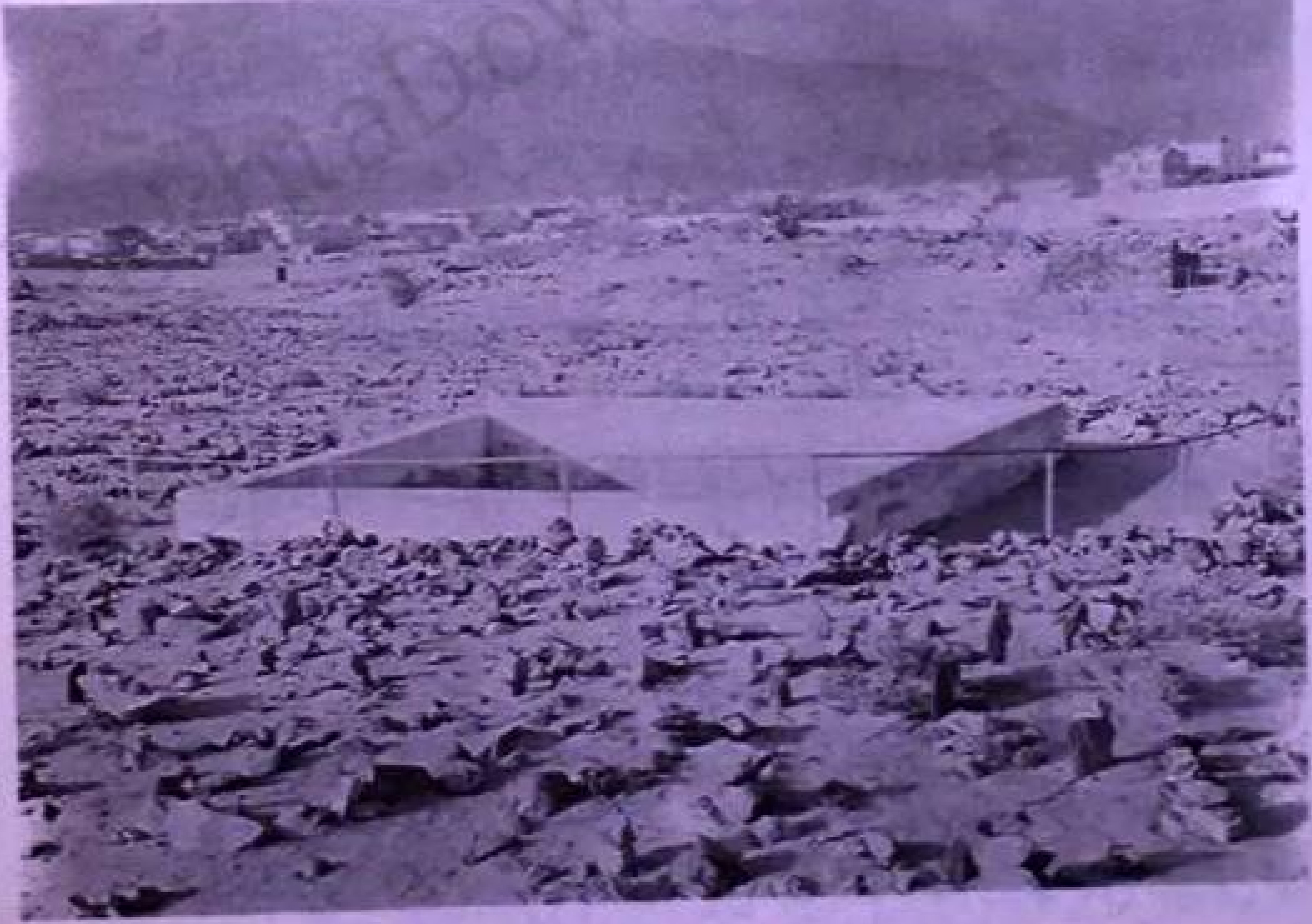

نقشہ شہدائے بدر کے دفن کی جگہ

حواشی و تشریحات

غزوہ بدر

۱ شبلی نعمانی : سیرۃ النبیؐ جلد اوّل ص ۳۲۱
۲ نصیر احمد ناصر : پیغمبر اعظم و آخر ص ۴۶۱
۳ ابن سعد : طبقات حصہ اوّل ص ۳۱۱
۴ ایضاً ص ۳۱۱
۵ شاہ محمد جعفر پھلواری : پیغمبر انسانیتؐ ص ۳۲۷
بحوالہ ابن اسحٰق بروایت حضرت عبداللہ ابن عباسؓ
۶ ابن سعد : طبقات حصہ اوّل ص ۳۱۲
۷ محمد احمد باشمیل : غزوہ بدر ص ۱۳۶
۸ مسعود احمد : تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۲۰۰
بحوالہ صحیح مسلم کتاب الامارۃ
۹ صحیح بخاری جلد دوم ص ۴۹۹ حدیث نمبر 1129 باب ۴۷۰
۱۰ محمد ادریس کاندھلوی : سیرت المصطفیٰؐ حصہ دوم ص ۵۱۲
قریش کے قافلے کے ارادے سے نکلنے کے سلسلے میں چند ابتدائی شہادتیں درج ذیل ہیں۔

صحیح بخاری۔ جلد دوم صفحہ ۴۹۹ حدیث نمبر 1129 باب ۴۷۰ حضرت کعبؓ بن مالک کی روایت ہے "میں ہر اس جنگ میں جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہوئے علاوہ غزوہ تبوک کے پیچھے نہیں رہا رہ گئی جنگ بدر تو وہ اتفاقیہ طور پر واقع ہوگئی تھی۔ لڑائی کرنے کی نیت نہیں تھی چنانچہ جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے ان پر اللہ تعالیٰ نے عتاب نہیں فرمایا۔ اس وقت تو رسول اکرمؐ صرف قریش کے قافلہ کے خیال سے نکلے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت مسلمانوں کی ان کے دشمنوں سے مڈبھیڑ کردی۔"

حضرت عروہ بن زبیرؓ: مغازی رسول اللہؐ ص ۱۳۴ "آپ نے مسلمانوں کو اس قافلے کے سلسلے میں کوچ کرنے کا ارشاد فرمایا یہ رمضان کی بات ہے۔"

واقدی: مغازی الرسولؐ صفحہ ۹ پر لکھا ہے

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ قافلہ قریش کا شام سے پھرا ہے تو حضرت علیہ السلام نے بقصد اس قافلے کے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور دس روز پیشتر اپنے خروج کے مدینہ سے ایسا کیا کہ طلحہؓ بن عبداللہ اور سعیدؓ بن زید کو واسطے تجسس و تفحص حال قافلہ کے روانہ کیا۔

ابن سعد: طبقات حصہ اول ص ۳۱۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خفیہ طور پر اس قافلہ کی واپسی کے منتظر تھے جو ملک شام گیا تھا۔ پہلے بھی آپؐ نے اس کا ارادہ فرمایا تھا یہاں تک کے ذی عشیرہ پہنچے تھے۔

آپؐ نے مسلمانوں کو اپنے ہمراہ روانہ ہونے کی دعوت دی اور فرمایا یہ قریش کا وہ قافلہ ہے جس میں ان کا مال و اسباب ہے شاید اللہ تعالیٰ اسے تم کو غنیمت میں دیدے۔

جو لوگ پیچھے رہ گئے انہیں بھی ملامت نہیں کی گئی کیونکہ وہ قتال کے لئے روانہ نہیں ہوئے تھے بلکہ قافلہ کے لئے روانہ ہوئے تھے۔

ابن ہشام: سیرت النبیؐ کامل جلد اول صفحہ ۲۰۰

ابن اسحٰق نے کہا: اس کے بعد رسول اللہؐ نے سنا کہ ابوسفیان ابن حرب قریش کے ایک قافلے کے ساتھ شام سے چلا آرہا ہے۔ اس میں قریش کے اونٹ اور ان کا تجارتی سامان ہے۔

.... مسلمانوں کو ان کی طرف جانے کی ترغیب دلائی ....

بعض تو فوراً کھڑے ہوئے البتہ بعض نے سستی کی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے خیال کیا رسول اللہؐ نے یہ نہیں فرمایا کے جنگ درپیش ہے۔

ابن سعد: طبقات حصہ اول (اخبار النبیؐ) صفحہ ۳۱۲

١١ محمد احمد باشمیل : غزوہ بدر صفحہ ١٣٥
١٢ طبقات حصہ اوّل صفحہ ٣١٣
١٣ سیرت النبیؐ کامل حصہ جلد اوّل صفحہ ٧٠٦
١٤ تنبیہ والاشراف صفحہ ٥٠
١٥ مواہب لدنیہ صفحہ ٢٣٠
١٦ واقدی : مغازی الرسول صفحہ ٣٣
١٧ کامل ابن اثیر : سیرت رسول کریمؐ صفحہ 187
١٨ شبلی : سیرت النبی جلد اوّل صفحہ ٣٢٣
١٩ عروہ ابن زبیرؓ : مغازی رسول اللہؐ صفحہ ١٢٦
٢٠ مسعودی : تنبیہ والاشراف صفحہ ٥٠
٢١ محمد احمد باشمیل : غزوۂ بدر صفحہ ١٤٣
٢٢ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ٥٠٠ حدیث ١١٣٠ باب ٤٧١
٢٣ صحیح مسلم (مع شرح نووی) جلد ٥ صفحہ ٥٥ پر
سعد بنؓ عبادہ کے نام سے یہ تقریر منسوب ہے یہ کاتب کا سہو ہے کیونکہ وہ سانپ کے کاٹنے سے مدینہ میں رہ گئے تھے۔ سب نے سعدؓ بن معاذ کا نام لکھا ہے۔

٢٤ شیخ عبد الحق دہلوی : مدارج النبوت صفحہ ١٢٤
٢٥ مسعو احمد : تاریخ الاسلام والمسلمین صفحہ ٢٠٠ بحوالہ صحیح مسلم
٢٦ ابن ہشام ۔ سیرت النبیؐ کامل جلد اوّل صفحہ ٧٠٩
٢٧ سید واجد رضوی : رسول اللہؐ میدان جنگ میں صفحہ ١١٤
٢٨ واقدی : مغازی الرسول صفحہ ٢٩
٢٩ عروہ ابن زبیرؓ : مغازی رسول اللہؐ صفحہ ١٣٨

Rekhta Download.com

٣٠ محمد احمد باشمیل : غزوۂ بدر صفحہ ۱۶۱
٣١ (الف) تاریخ طبری حصہ اوّل صفحہ ۱۷۵
(ب) اسدالغابہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۲
٣٢ (الف) صحیح مسلم : (مع شرح نووی) جلد ۵ صفحہ ۵۵
(ب) عروہ ابن زبیرؓ : مغازی رسول اللہؐ صفحہ ۲۴۵
٣٣ صحیح مسلم جلد ۵ صفحہ ۵۵
٣۴ عروہ ابن زبیر : مغازی رسول اللہؐ صفحہ ۱۴۲ نیز ۲۴۵
٣۵ صحیح بخاری صفحہ ۵۰۱ حدیث ۱۱۳۳ باب ۴۷۳
٣۶ ابن حزم : جوامع السیرہ صفحہ ۱۴۴
٣۷ محمد ادریس کاندھلوی : سیرت المصطفےٰؐ حصہ دوم صفحہ ۴۹۰
٣٨ ابن ہشام : سیرت النبیؐ کامل صفحہ ۷۶۷
٣٩ (الف) صحیح مسلم (شرح نووی) جلد ۵ صفحہ ۵۶
(ب) واقدی : مغازی الرسول صفحہ ۳۵
۴۰ محمد صادق سیالکوٹی : سیدالکونین صفحہ ۲۶۰ بحوالہ سیرۃ الحلبیہ
۴۱ محمد احمد باشمیل : غزوہ بدر صفحہ ۱۳۸
۴۲ جامع ترمذی حصہ اوّل صفحہ ۶۲۱ باب صف بندی
۴۳ عروہ ابن زبیرؓ : مغازی رسول اللہؐ صفحہ ۱۴۳
۴۴ ابن سعد : طبقات حصہ اوّل صفحہ ۳۱۴
۴۵ ابن قتیبہ : کتاب المعارف صفحہ ۱۴۱
۴۶ واقدی : مغازی الرسول صفحہ ۵۶
۴۷ (الف) ابن سعد : طبقات حصہ اوّل صفحہ ۳۱۵
(ب) ابن ہشام سیرت النبیؐ کامل جلد اوّل صفحہ ۷۲۹
۴۸ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۵۰۸ حدیث نمبر ۱۱۶۱ باب ۴۷۷
۴۹ محمد حمید اللہ : عہد نبویؐ کے میدان جنگ صفحہ ۳۹
۵۰ واقدی : مغازی الرسولؐ صفحہ ۴۰ بحوالہ عروہ بن زبیرؓ

۵۱ مسعودی: تنبیہ والاشراف صفحہ ۵۱

۵۲ ابن ہشام: سیرت النبیؐ کامل جلد اول صفحہ ۶۷۷

۵۳ واقدی: مغازی الرسولؐ صفحہ ۴۱

۵۴ شیخ محمد رضا: محمد رسول اللہؐ صفحہ ۳۲۷

۵۵ اردو دائرہ المعارف جلد ۲ صفحہ ۲۸

۵۶ نعیم صدیقی: محسن انسانیتؐ صفحہ ۳۸۳

۵۷ طبری: سیرت النبیؐ حصہ اول صفحہ ۱۷۶

۵۸ واقدی: مغازی الرسولؐ صفحہ ۴۳

۵۹ شیخ محمد رضا: محمد رسول اللہؐ صفحہ ۳۱۵

۶۰ عروہ ابن زبیر: مغازی رسول اللہؐ صفحہ ۱۴۶

۶۱ طبری: سیرت النبیؐ حصہ اول صفحہ ۱۷۷

۶۲ عروہ ابن زبیر: مغازی رسول اللہؐ صفحہ ۱۴۶

۶۳ سیوطی: خصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۳۷۹

۶۴ واقدی: مغازی رسول اللہؐ صفحہ ۴۴

۶۵ بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۴۹۹ حدیث ۱۱۲۹ باب ۴۷۱

۶۶ سید جمال حسینی: روضتہ الاحباب صفحہ ۱۵۷

۶۷ عبد الماجد دریا بادی: تفسیر ماجدی صفحہ ۳۷۷

۶۸ محمد حسین ہیکل: حیات محمدؐ صفحہ ۳۱۹

۶۹ خصائص الکبریٰ حصہ اول صفحہ ۳۸۳

۷۰ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۵۱۴ حدیث نمبر ۱۱۷۵ باب ۴۷۹

۷۱ حافظ ابن قیم: زاد المعاد حصہ دوم صفحہ ۱۸۰

۷۲ مشکوۃ شریف صفحہ ۷۰۳ حدیث ۳۶۱۹ بحوالہ صحیح مسلم

۷۳ واقدی: مغازی الرسولؐ صفحہ ۴۷

۷۴ ابن حزم: جوامع السیرہ صفحہ ۱۳۹

۷۵ سیوطی خصائص الکبریٰ حصہ اول صفحہ ۳۸۲

RekhtaDownload.com

۷۶ ابن ہشام : سیرت النبیؐ کامل صفحہ ۳۹۷

۷۷ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۵۰۹ حدیث ۱۱۶۵ باب ۴۷۷

۷۸ مسعود احمد : تاریخ الاسلام و المسلمین صفحہ ۲۰۵ بحوالہ صحیح مسلم

۷۹ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۵۰۲ حدیث ۱۱۳۹، ۱۱۴۰

۸۰ (الف) عروہ ابن زبیر : مغازی رسول اللہؐ صفحہ ۱۵۰

(ب) ابن قیم : زاد المعاد حصہ دوم صفحہ ۱۸۰، ۱۸۲

(ج) محمد ادریس کاندھلوی : سیرت المصطفٰےؐ صفحہ ۴۵۶

۸۱ جوامع السیرہ صفحہ ۱۴۵ میں ہے کہ کفار سے ٹوٹ کر مسلمانوں میں شامل ہونے والوں میں ابو برہؓ بن ابی رہم اور عبد اللہؓ بن مخرمہ بھی ہیں۔

۸۲ عبد الرؤف دریاپوری : اصح السیر صفحہ ۱۴۱

۸۳ شیخ محمد رضا : محمد رسول اللہؐ صفحہ ۳۳۵

۸۴ ابن سعد : طبقات جلد اوّل صفحہ ۳۲۱

۸۵ عروہ ابن زبیرؓ : مغازی رسول اللہؐ صفحہ ۱۵۱

۸۶ ابن حزم : جوامع السیرہ صفحہ ۱۴۰

۸۷ واقدی : مغازی ارسولؐ صفحہ ۷۵

۸۸ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۵۰۲ حدیث ۱۱۵۵ باب ۴۷۵

۸۹ واقدی : مغازی الرسولؐ صفحہ ۷۸ اور ۸۹

۹۰ ایضاً ۷۵ تا ۷۷

۹۱ سیر انصار حصہ اوّل صفحہ ۳۵۰ بحوالہ بخاری شریف

۹۲ خیال ہے کہ یہ اونٹ جنوبی عرب کے مقام مہرہ کا تھا یہاں کے اونٹ عمدہ نسل اور اعلیٰ قیمت کے ہوتے تھے تاریخ طبری صفحہ ۲۰۵

نوٹ :...... اموال غنیمت کی تقسیم سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسندیدہ چیز لینے کا حق تھا جسے صفی کہا جاتا ہے۔ بطور صفی حاصل شدہ چیز اکثر آپ کسی صحابی کو بخش دیتے۔ ذوالفقار تلوار اور ابو جہل کا اونٹ بطور صفی چن لیا تھا۔

۹۳ تاریخ طبری حصہ اوّل صفحہ ۱۹۱
۹۴ شیخ محمد رضا: محمد رسول اللہؐ صفحہ ۳۳۶
۹۵ ابن قیمؒ: زادالمعاد حصہ دوم صفحہ ۱۴۷
۹۶ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۵۲۲ حدیث نمبر ۱۱۹۷ باب ۴۷۹
۹۷ شیخ محمد رضا محمد رسول اللہؐ صفحہ ۳۳۸
۹۸ شیخ عبد الحق دہلوی: مدارج النبوتؐ صفحہ ۱۴۱
۹۹ صحیح بخاری جلد دوم ۵۱۲ صفحہ حدیث نمبر ۱۱۶۹ باب ۴۷۸
۱۰۰ شیخ محمد رضا: محمد رسول اللہؐ صفحہ ۳۴۷
۱۰۱ تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۳۶۹
۱۰۲ الرحیق المختوم صفحہ ۳۵۶
۱۰۳ ابن ہشام سیرت النبیؐ کامل جلد اوّل صفحہ ۷۶۲

شہدائے احد کے مزارات

دَریدہ دہن شاعرہ کا انجام

بنی خطمہ میں ایک یہودیہ عَصْماء نامی شاعرہ تھی۔ وہ مردان بن زید کی بیٹی تھی۔ اپنی شاعری کا رخ مسلمانوں کی ہجو کی طرف موڑ دیا تھا خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بڑے گستاخانہ اشعار کہتی۔ لوگوں کو مسلمانوں کے قتل و غارت پر ابھارتی۔ اپنے ایام ماہواری کے گندے کپڑے مسجد میں ڈالا کرتی۔ حضورؐ ابھی بدر سے واپس نہ ہوئے تھے کہ اس نے پھر ہجو لکھی۔ ایک نابینا صحابی حضرت عُمیرؓ بن عدی نے اسے سنا تو دل میں عہد کیا کہ اگر حضورؐ بدر سے سلامت واپس تشریف لائے تو اس شاعرہ کی زبان بند کروں گا۔ حضور فاتحانہ آئے تو حضرت عمیرؓ اپنی منت پوری کرنے تلوار لے کر نکلے۔ رات کے وقت اس کے گھر میں داخل ہوئے۔ راستہ ٹٹولتے ٹٹولتے اس کے قریب پہنچے۔ بچہ اس کی چھاتی سے لگا ہوا تھا۔ اسے ایک طرف کیا اور تلوار دل میں چبھو دی۔ وہ آواز تک نہ نکال سکی اور مر گئی۔ صبح نماز مسجد نبوی میں ادا کی اور حضورؐ کو اس کی اطلاع دیتے ہوئے دریافت کیا۔ کیا مجھ سے کوئی مواخذہ تو نہیں ہوگا؟ فرمایا۔ "دو بھیڑیں بھی آپس میں سر نہ ٹکرائیں گی۔" حضورؐ کے پاس سے عمیرؓ لوٹ رہے تھے تو عَصْماء کے لڑکے نے کہا یہ ہماری ماں کا قاتل ہے۔ جواب میں کہا بے شک میں نے ہی اسے قتل کیا ہے اور اگر کسی نے ایسی جرات پھر کی تو اسے بھی موت کا مزہ چکھاؤں گا۔ کہتے

ہیں اس قبیلے کے چند لوگ ڈر کر اپنا اسلام ظاہر نہیں کر رہے تھے۔ اب ان میں جرات پیدا ہوگئی۔ حضورؐ نے لوگوں سے فرمایا[1]

"اگر کوئی ایسے شخص کو دیکھنا چاہتا ہو جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی غائبانہ مدد کی ہو تو وہ عمیر بن عدی کو دیکھے"

یہ بھی ارشاد ہوا کہ ان کو نابینا نہ کہو یہ بینا اور بصیر ہیں۔ وہ بیمار ہوئے تو عیادت کے لئے جاتے ہوئے فرمایا کہ مجھے بنی واقف کے بینا کی عیادت کے لئے لے چلو۔ یہودیہ شاعرہ عصماء کا قتل رمضان کی ۲۶ تاریخ کو ہوا۔

یہودی شاعر کا قتل

قبیلہ بنی عمرو عوف میں ابو عفک ایک شاعر تھا اس کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔ ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی ہجو کرتا۔ اپنی قوم کے جذبات کو مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کرتا۔ بدر کی فتح سے بھی کوئی سبق نہ لیا بلکہ دریدہ دہنی کچھ اور ہی بڑھ گئی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کون ہے جو میری عزت و حرمت کے لئے اس کی زبان بند کردے؟ حضرت سالمؓ بن عمیر جو بیعت عقبہ کے شریک انصاری اور بدری صحابی تھے تلوار لے کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ رات آئی تو اپنے کام پر روانہ ہوئے ابو عفک اپنے گھر کے صحن میں غفلت کی نیند سو رہا تھا۔ تلوار اس کے سینے کے پار کردی۔

غزوۂ بنی سُلَیم یا غزوۂ قَرقَرۃ الکُدر

بدر سے فاتحانہ لوٹے مشکل سے چھ سات دن گزرے تھے کہ اطلاع ملی کہ بنی سُلَیم اور بنی غَطفَان کے لوگ مقابلہ کے لئے جمع ہو رہے ہیں۔ آپؐ نے حضرت ابن اُمِّ مکتوم کو اپنا مدینہ میں نائب[2] مقرر فرمایا بعض نے حضرت سباعؓ بن عرفطہ غفاری[3] کا نام بھی لکھا ہے اور خود ۲۰۰ مجاہدوں کے ساتھ ان کے مقابلہ کے لئے ۱۴ محرم ۳ ھ کو "الکُدر" تک گئے۔ حضرت علیؓ علم نبویؐ اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ اس قبیلے کے چشموں میں سے ایک کا نام ہے۔ یہ مقام مکّہ اور مدینہ کے درمیان بیر معونہ کے قریب ہے۔ مدینہ سے کوئی ۹۲ میل پر واقع ہے۔ لیکن بنی سُلیم کے لوگ کہیں نہ ملے تین دن کے قیام کے بعد مدینہ واپس ہوئے۔ غنیمت میں پانچ سو اونٹ ملے[4] ارشاد ہوا یہی اونٹ مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لئے ان کی سواریاں ہیں لہٰذا انہیں لے چلو۔ ایک غلام یسار پکڑا گیا جسے حضورؐ نے آزاد فرمادیا۔ خُمس نکال کر ہر ایک کو دو اونٹ ملے۔

حصارِ بنی قینقاع

بنی قینقاع، بنی قریظہ اور بنی نضیر یہودیوں کے تین قبیلے تھے۔ ان میں بنی قینقاع سب سے زیادہ دلیر، بہادر اور دولت مند تھے۔ ساتھ ہی شریر اور فتنہ انگیز بھی تھے۔ مدینہ کے اندر ہی گڑھیاں بنا کر رہتے تھے۔ قین کے معنی ہیں لوہار۔ قاع قابل کاشت زمین کو کہتے ہیں۔ یہ لوگ دستکار اور اہل حرفت تھے۔ ان کی زمینیں نہیں تھیں بلکہ یہ پیشہ کے اعتبار سے سنار لوہار اور برتن ساز تھے۔ بنی قینقاع کا بازار سونے اور چاندی کی تجارت کے لئے بہت مشہور تھا۔ حضرت عبد اللہؓ بن سلام ان ہی کے قبیلہ کے علماء میں سے تھے جو حضورؐ کی ہجرت کے ابتدائی دنوں میں ایمان لائے۔

حضورؐ ابھی بدر ہی میں تھے کہ بازار قینقاع میں ایک حادثہ ہوگیا۔ ایک مسلمان خاتون دودھ بیچنے کے لئے یہودیوں کے محلہ میں گئیں۔ لوٹتے ہوئے ایک یہودی زرگر کے پاس کوئی چیز خریدنے لگیں۔ وہاں پر جمع یہودیوں نے ان کے چہرے سے نقاب اٹھانا چاہا انہوں نے انکار کیا۔ وہ زیور دیکھنے میں محو تھیں کہ سنار نے بے خبری میں ان کے کپڑے کا کنارہ پشت سے باندھ دیا۔ جب وہ اٹھیں تو پیچھے سے برہنہ ہوگئیں اس پر وہاں موجود یہودیوں نے قہقہہ لگایا۔ خاتون نے چیخ پکار کی تو قریب سے گزرتا ہوا ایک مسلمان مدد کو پہنچا اور کیفیت دیکھی تو مشتعل

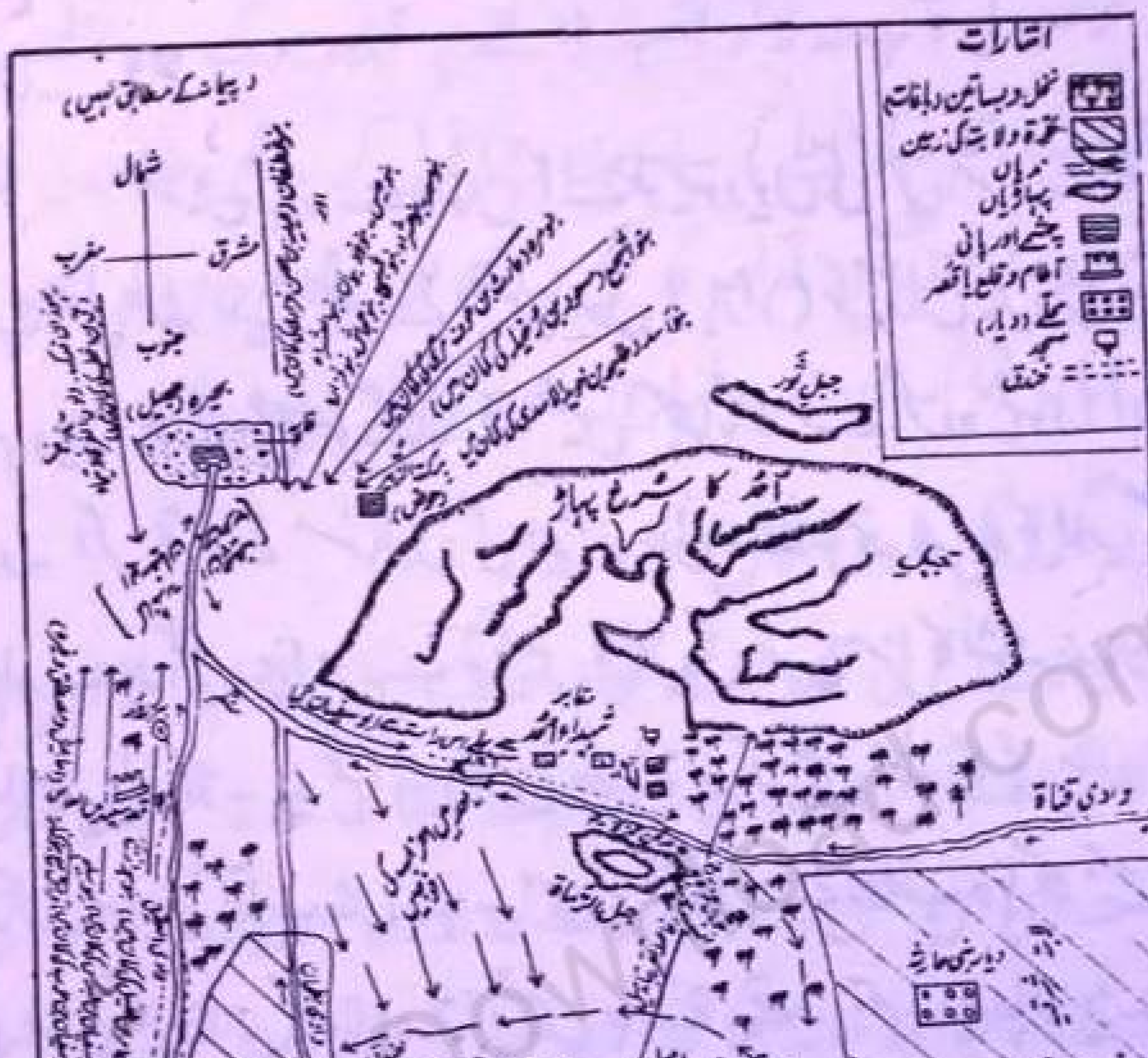
اشارات
شمال
جنوب
مشرق
مغرب
وادی قناة
وادی بطحان
مسجد نبوی

ہو کر سنار کو مار ڈالا یہودیوں نے انہیں شہید کر دیا۔ نتیجہ میں فساد اور بلوہ ہو گیا۔

مسلمان بدر سے واپس آئے تو یہودیوں کی اس شرارت کا علم ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سوق (بازار) قَینُقَاع میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب جمع ہو گئے۔ تو انہیں سمجھایا۔ اے گروہ یہود! اللہ سے ڈرو۔ اگر تم نے مسلمانوں کی ایذا رسانی سے ہاتھ نہ روکا اور صلح کے معاہدے پر عمل پیرا نہ رہے تو کہیں قریش کی طرح سزا کا نشانہ نہ بن جاؤ۔ اسلام لے آؤ۔ یہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں اللہ کا نبی ہوں جس کا تذکرہ تمہاری کتاب میں ہے۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں قریش کی طرح کمزور نہ سمجھنا وہ لڑنا نہیں جانتے تھے۔ ہم سے پالا پڑے تو پتہ چل جائے گا کہ لڑائی کسے کہتے ہیں۔[۵] اس دھمکی کے بعد سوائے جنگ کے کوئی چارہ نہ رہا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ معاہدہ کا کاغذ واپس کر دیا۔ یہ لوگ مسلمانوں کی ہر بات کی اطلاع قریش کو دیا کرتے تھے اور اب کھل کر عہد شکنی پر اتر آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابولبابہؓ بن منذر اور بقول ابن ہشام حضرت بشیرؓ بن عبدالمنذر کو اپنا مدینہ میں نائب[۶] مقرر فرمایا اور شوال ۲ھ کی پندرھویں تاریخ تھی کہ ان کی سرکوبی کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ حضرت حمزہؓ جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے مسلمانوں کو دیکھ کر وہ لوگ اپنی گڑھیوں میں قلعہ بند ہو گئے۔ مسلمان محاصرہ کئے

رہے تا آنکہ ناکہ بندی میں ۱۵ دن گزر گئے۔ بالآخر ان پر رعب طاری ہوگیا۔ محاصرہ کی تاب نہ لاکر ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہوگئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو بے چون وچرا قبول کرنے پر رضامندی ظاہر کی۔ حضورؐ نے منذرؓ بن قدامہ کو حکم دیا کہ ان کے مردوں کو باندھ لیا جائے۔ ارادہ تھا کہ ان سب فسادیوں کو تہ تیغ کر دیا جائے۔

عفو و درگزر کی نادر مثال

بنی قینقاع بنی خزرج کے حلیف تھے۔ اس لئے عبداللہ ابن ابی سلول (رَاسُ المنافقین) سے ان کے گہرے تعلقات تھے۔ حضرت عبادہؓ ابن صامت بھی اسی تعلق سے حلیف تھے وہ دونوں یہودیوں کے سفارشی بن کر آئے۔ عبداللہ جانتا تھا کہ ایسے فسادیوں اور عہد شکنوں کی سزا سوائے قتل اور کچھ نہیں۔ اسے بظاہر مسلمان ہوئے مشکل سے ایک مہینہ گزرا تھا۔ وہ حاضر خدمتؐ ہوا اور اپنے دوستوں پر احسان کی درخواست کی۔ حضورؐ نے سکوت اختیار فرمایا۔ اس نے پھر زور دیا۔ آپؐ نے اپنا روئے مبارک پھیر لیا۔ اب اس نے زرہ کا گریبان پکڑ لیا۔ حضورؐ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا۔ فرمایا گریبان چھوڑ دو اور سامنے سے ہٹ جاؤ۔ اس نے کہا۔ واللہ! میں اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک آپؐ پروانۂ عفو عطا نہ فرمائیں۔ یہ لوگ ہر اچھے اور برے وقت میں میری مدد کرتے رہے ہیں۔ کیا آپؐ ایک ہی دن میں ان کو کاٹ کر رکھ دیں

گے؟ ان میں چار سو حاسر (بے زرہ سپاہی) اور تین سو دراع (زرہ والے) سپاہی ہیں بخدا میں سخت ہراساں اور خوف زدہ ہوں۔ حضورؐ نے حضرت عبادہؓ ابن صامت کو ان کے حق میں فیصلہ کا اختیار دیا۔ انہوں نے فیصلہ دیا کہ تین دن میں مدینہ چھوڑ کر نکل جائیں۔ گھریلو اشیاء میں جس قدر لے جاسکتے ہیں ساتھ رکھ لیں البتہ جنگی سامان ساتھ نہیں لے جاسکتے۔ چنانچہ انہوں نے اونٹوں پر گھر کے دروازے تک اکھاڑ کر رکھ لئے۔ حضرت عبادہؓ بن صامت نے انہیں مدینہ سے باہر ذباب نامی پہاڑ تک خود پہنچایا وہاں سے وہ شام کی طرف اذرعات کے علاقے میں چلے گئے زیادہ دن نہیں گزرے کہ سب ہلاک ہوگئے۔

مال غنیمت میں بہت سا اسلحہ اور سامان ملا۔ جس میں سے ایک خمس نکال کر بقیہ چار حصے مجاہدین میں تقسیم کئے گئے۔ یہ معرکہ بدر کے بعد حاصل ہونے والا پہلا خمس تھا۔ مال غنیمت سے حضورؐ نے اپنے لئے تین کمانیں جن کے نام کتوم، روحہ اور بیضاء تھے (ان میں کتوم غزوہ احد میں ٹوٹ گئی۔) دو زرہیں جن کے نام صُغدِیہ، فِضَّہ تین تلواریں جن کے نام قلعی، بَتّار، حتف اور تین نیزے پسند فرمائے۔ حضرت محمدؓ بن مسلمہ اور حضرت سعدؓ بن معاذ کو بھی ایک ایک زرہ عطا فرمائی۔

البیضاء۔ کمان صنوبر کی لکڑی سے بنائی گئی تھی۔ کتوم یا بقول طبری صفراء یہ کمان بانس کی بنی ہوئی تھی۔ احد کے موقع پر حضورؐ نے فِضّہ

زرہ اور خیبر کے معرکے میں صغدیہ زرہ زیب تن فرمائی تھیں۔

خمس سب سے پہلے حضرت عبداللہؓ ابن جحش نے نکالا تھا۔ بدر کی غنیمت میں بھی خمس نکالا گیا لیکن یہ پہلا موقع تھا کہ حضورؐ نے غنیمت میں سے اپنا حصہ لیا۔ زمین مسلمانوں میں بانٹ دی یہ زمین کا پہلا خطہ تھا جو مسلمانوں نے فتح کیا تھا اور معاہدہ کرنے والے یہودیوں کا پہلا غدر۔

اس موقع پر سورہ مائدہ کی آیت نازل ہوئی

"اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ ان میں بعض، بعض کے دوست ہیں اور تم میں سے جو شخص ان سے دوستی رکھے گا وہ انہیں میں شمار ہوگا"

یہ سن کر حضرت عبادہؓ بن صامت حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! میں آپؐ کے دشمنوں سے بری اور بیزار ہو کر اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف آتا ہوں۔ اللہ اور اس کے رسولؐ اور اہل ایمان کو اپنا دوست اور حلیف بناتا ہوں۔ کافروں کی دوستی اور عہد سے بالکلیہ بری اور علیحدہ ہوتا ہوں۔

غزوۂ سَوِیق

بدر کے شکست خوردہ جب مکہ پہنچے تو اہل مکہ کی تسکین کی خاطر ابوسفیان ابن حرب نے قسم کھائی کہ جب تک مدینہ پر حملہ نہ کر لوں گا غسل جنابت نہ کروں گا۔ اس منت کے دو ماہ بعد ذی الحجہ میں ۴۰ بہ روایت دیگر ۲۰۰ سواروں کے دستے کے ساتھ نجد والی راہ اختیار کی[۱۱] حتیٰ کہ وادی قناۃ کے سرے پر واقع ثیب نامی پہاڑ کے دامن میں خیمہ زن ہوا۔ اس مقام سے مدینہ صرف ۱۲ میل دور تھا۔ اتنی ہمت نہ تھی کہ مدینہ پر حملہ کرتا ساتھیوں کو وہیں ٹھہرایا اور خود یہودیوں سے ساز باز کے لئے تنہا روانہ ہوا۔ سب سے پہلے حُیَیّ[۱۲] بن اَخطب کے گھر پہنچا لیکن اس نے انجام سے ڈر کر دروازہ تک نہ کھولا اب وہ بنی نضیر کے سردار سلام بن مُشکم کے پاس گیا۔ اس نے اس کی پذیرائی کی اور شراب و کباب سے آؤ بھگت کی۔ نیز مدینہ کے درونِ خانہ رازوں سے بھی واقف کیا۔

رات کے پچھلے پہر اپنے ساتھیوں میں واپس ہوا۔ اپنی نذر پوری کرنے مدینہ سے تین میل پر ایک وادی عُریض (جہاں مسلم آبادی تھی) کے کھیتوں میں کام کرنے والے ایک انصاری حضرت معبدؓ بن عمرو اور ان کے اجیر کو شہید کیا۔ دو گھر جلا ڈالے، کچھ کھیت تباہ کئے چند کھجور کے

درخت کاٹے نخلستان میں آگ لگائی اور مکہ لوٹنے لگا۔ اس واردات کی اطلاع مدینہ میں ہوئی تو حضورؐ نے حضرت بشیرؓ بن عبدالمنذر (جن کی کنیت ابن ہشام نے ابو لبابہ لکھی ہے) کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور ۲۰۰ صحابہ کے ساتھ تیزی سے ان کا تعاقب کیا۔ ۳ھ

"مغازی رسول اللہ" میں حضرت عروہؓ نے لکھا ہے کہ ابو سفیان جب "العریض" کے قریب پہنچا تو مسلمان اس پر حملہ آور ہوئے اور اس درجہ عاجز کر دیا کہ وہ زاد راہ (ستو) چھوڑ کر بھاگ گئے۔

لوگوں کو پیچھا کرتے دیکھ کر قریش نے اپنی سواریوں کو تیز دوڑایا۔ بوجھ ہلکا کرنے کی خاطر سویق (ستو) کے تھیلے راستہ بھر پھینکتے چلے۔ ستو عام عربوں کے سفر کا توشہ ہوتا تھا۔ مسلمانوں نے قرقرۃ الکدر تک ان کا تعاقب کیا لیکن وہ بچ نکلے۔

بیر رومہ

پہلی عید الاضحیٰ

ذی الحجہ کی ۹ تاریخ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ سویق سے مدینہ لوٹے دوسرے دن مسلمانوں کو عید کی دو رکعت نماز پڑھائی۔ یہ مسلمانوں کی پہلی عید تھی جو آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو پڑھائی پھر عید گاہ ہی میں اپنے ہاتھ سے ایک بروایت دیگر دو مینڈھے ذبح فرمائے۔ مسلمانوں کو بھی قربانی کا حکم دیا چنانچہ صحابہ میں جو مالدار تھے انہوں نے بھی قربانیاں کیں۔

معدنِ رحمتِ خدا ہے دُرود

حضرت ابو ذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم بھی ۲ ہجری میں نازل ہوا۔ یہ دراصل ایک اعلیٰ درجہ کی بارگاہ حق میں دعا ہے اور داعیٔ حقؐ کی ذات پاک سے اپنی ایمانی وابستگی کا والہانہ اظہار ہے۔ اس کا حکم بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ہے۔ سورۂ احزاب آیت ۵۶ میں ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

"اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ مومنو تم بھی پیغمبر پر درود اور سلام بھیجا کرو۔"

یہ واحد عمل ہے جس میں انسان فرشتوں اور اپنے خالق کا ہم

زبان ہو جاتا ہے۔ صلواۃ کے معنی میں بڑی وسعت ہے۔ جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگی تو مطلب ہوگا کہ وہ رحمت نازل فرماتا ہے۔ جب ملائکہ اور مومنین کی طرف ہو تو اللہ سے رحمت کی دعا ہے۔ اس حکم کی تعمیل میں ہر نماز کے قعدہ اخیر میں درود شریف پڑھنا واجبات، نماز میں سے ہے۔

دُرود دراصل ذات اقدسؐ سے ہدایت پانے پر ممنونیت، نیاز مندی، وفاداری اور سپاس گزاری کا نذرانہ ہے لیکن اس میں بھی سراسر فائدہ ہمارا ہے ارشاد نبویؐ ہے "جو بندہ مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اس پر دس بار صلواۃ (رحمت) بھیجتا ہے دس خطائیں معاف فرماتا ہے اور دس درجے بلند فرماتا ہے"۔ دعا اس وقت تک آسمان و زمین کے درمیان معلق رہتی ہے جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجا جائے۔ فرمایا۔ اللہ کے کچھ فرشتے جو دنیا میں چکر لگاتے رہتے ہیں ان کا کام یہی ہے کہ وہ میرے امتیوں کا سلام و صلواۃ مجھ تک پہنچاتے رہتے ہیں۔

"خموش بیٹھے ہو کیا مومنو درود پڑھو"

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّۃٍ مِّائَۃَ اَلْفِ اَلْفِ مَرَّۃٍ

۲ھ کے دیگر اہم واقعات

۱۔ سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہرہؓ کا نکاح غزوہ بدر سے لوٹنے کے بعد بہ اختلاف ماہ ذی الحجہ، محرم یا صفر میں ہوا تفصیل "صاحب خلق کی ازدواجی زندگی" میں بیان ہو چکی ہے۔

۲۔ غزوہ بدر کے بعد حضرت ابوالدرداءؓ ایمان لائے

۳۔ حضرت خالدؓ بن ولید کے بھائی ولید بن مغیرہ مخزومی اسیران جنگ میں سے تھے فدیہ کی ادائیگی کے بعد آزاد ہوئے تو ایمان لے آئے حضرت خالدؓ صلح حدیبیہ کے بعد دولت ایمان سے سرفراز ہوئے۔

۴۔ حضرت خُنَیسؓ بن حذافہ سہمی جنگ بدر میں زخمی ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد مدینہ میں انتقال ہوا۔ حضرت حفصہ بنت عمرؓ ان کے عقد نکاح میں تھیں۔

۵۔ حضرت عثمانؓ بن مظعون کا انتقال ہوا جو جنت البقیع میں دفن ہونے والے پہلے مسلمان ہیں۔

۶۔ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ حضرت اسماءؓ کے بطن سے اسی سال تولد ہوئے۔

حواشی و تشریحات

یہودی شاعرہ

(۱) محمد ادریس کاندھلوی : سیرت المصطفےؐ ص ۱۸ غزوۂ بنی سُلیم

(۲) ابن سعد : طبقات حصہ اوّل ص ۳۳۱

(۳) ابن ہشام۔ سیرت النبیؐ کامل جلد دوم ص ۲۱

۴۔ واقدی : مغازی الرسولؐ ص ۱۳۱

حصار قینقاع

۵۔ (الف) ابن ہشام : سیرت النبیؐ کامل ص ۲۴

(ب) تاریخ طبری ص ۲۱۶

۶۔ تاریخ ابن خلدون جلد اوّل ص ۹۵

۷۔ سید جمال حسینی : روضتہ الاحباب ص ۱۶۴

۸۔ ابن اثیر : سیرت رسول کریمؐ جلد اوّل ص ۲۲۰

۹۔ عبدالرؤف داناپوری : اصح السیر ص ۱۱۶

۱۰۔ تاریخ طبری : جلد اوّل ص ۲۰۸

غزوۂ سویق

۱۱۔ ابن سعد : طبقات جلد اوّل ص ۳۳۰

۱۲۔ ابن اثیر : سیرت رسول کریمؐ ۲۲۳

۱۳۔ عروہ ابن زبیرؓ مغازی رسول اللہؐ ص ۱۷۰

۱۴۔ تاریخ طبری : سیرت النبیؐ اوّل ص ۲۰۹

۱۵۔ محمد ادریس کاندھلوی : سیرت المصطفےؐ ص ۳۶۶ بحوالہ فتح الباری۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ حکم شب معراج میں دیا گیا۔

ہجرت کا تیسرا سال

غزوۂ غطفان

اسی غزوہ کو ذِی امر[1] اور انمار کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ بنو غطفان علاقہ نجد کا بہت بڑا جنگ جو قبیلہ تھا۔ ان کے قریب ہی بنو سلیم بھی بستے تھے۔ یہ بھی لڑاکو اور تعداد میں زیادہ تھے۔ مکّہ والوں سے ان کے تعلقات بہت قدیم اور حلیفانہ تھے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مکّہ سے عراق عرب جانے والا تجارتی راستہ ان کے علاقوں سے گزرتا تھا۔ ساتھ ہی مسلمانوں کی اُبھرتی طاقت سے خائف بھی تھے اس لئے کھل کر میدان میں آنے سے گریز کرتے تھے۔

غزوۂ سویق سے واپسی کے بعد محرم ۳ھ میں یہ غزوہ پیش آیا۔ ابن سعد[2] نے ربیع الاوّل کا مہینہ لکھا ہے۔ ذِی امر ایک موضع کا نام ہے جو

نجد میں واقع ہے۔ مدینہ میں اطلاعیں موصول ہوئیں کہ قبیلہ غُطفان کے خاندان بنی ثعلبہ بن ذُبیان اور بنی محارب بن حفص کے لوگ مدینہ پر حملے کی خاطر جمع ہو رہے ہیں۔ بنی محارب کے سردار دعثور بن عمر حارث نے مدینہ کے محاصرہ کا منصوبہ بنایا ہے۔ اس اطلاع کے ساتھ ہی مدینہ کے بیدار مغز تاجدارؐ نے حضرت عثمانؓ بن عفّان کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور ۴۵۰ سواروں کے ساتھ ذی امر کا رخ کیا۔ مقام ذِی القصّہ میں ایک شخص جبار نامی پکڑا گیا۔ اس نے بتایا کہ مسلمانوں کی آمد کی اطلاع پا کر وہ لوگ پہاڑوں میں روپوش ہو گئے ہیں۔ اس شخص نے اسلام کی دعوت قبول کر لی۔ انہیں حضرت بلالؓ کے سپرد کیا گیا۔ راستوں کی تلاش میں ان سے بڑی مدد ملی۔

اس غزوہ کا ایک اہم واقعہ قابل ذکر ہے۔ بارش کی وجہ سے کپڑے بھیگ گئے تھے۔ حضورؐ نے بھی اپنے کپڑے سکھانے کے لئے ایک درخت سے لٹکا دیئے اور اس کے سایہ میں آرام فرمانے لگے۔ پہاڑ پر سے دعثور یہ دیکھ رہا تھا کہ آپؐ تنہا ہیں فوراً تلوار لے کر سرہانے آموجود ہوا اور کہنے لگا اب آپؐ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ فرمایا اللہ۔ اس پُراعتماد جواب سے وہ تھرا اٹھا اور اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی۔ حضورؐ نے اسے اٹھا لیا اور اس سے وہی سوال فرمایا۔ جواب دیا کوئی نہیں۔ اس نے کلمۂ شہادت پڑھا اور اپنی قوم میں تبلیغ کا فرض سنبھالا۔ اسی کے بارے

میں آیت نازل ہوئی

"ترجمہ اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کے انعام کو یاد کرو جبکہ ایک قوم نے تم پر دست درازی کا ارادہ کیا تو اللہ نے ان کا ہاتھ روک دیا۔"

اسی طرح کا ایک واقعہ غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر بھی پیش آیا چونکہ یہ جنگ جو قبائل تھے اس لئے آپؐ پورا صفر کا مہینہ وہاں مقیم رہے تاکہ انہیں مسلمانوں کی طاقت اور مستقل مزاجی کا اندازہ ہو جائے۔

غزوہ بحران

اس کو غزوہ بنی سُلَیم بھی کہا جاتا ہے بنو غطفان نجد میں اور ان سے لگے ہوئے حجاز کے علاقے میں بنو سُلیم کا جنگ جو قبیلہ آباد تھا۔ یہ بھی اپنی کثرت اور جنگ جوئی پر نازاں تھے۔ بدر میں قریش کے ساتھ پسپا ہونے پر تلملا رہے تھے۔ مسلمانوں کو اطلاع ملی کہ ان کے عزائم بھی غطفان جیسے ہیں وہ بحران میں جمع ہو رہے ہیں۔ حضور اکرمؐ نے مدینہ میں حضرت ابن اُمّ مکتومؓ کو اپنا نائب بنایا اور ۳۰۰ صحابہؓ کے ساتھ ماہ ربیع الاوّل میں حجاز کا رخ فرمایا۔ بحران حجاز کا ایک معدن ہے جو فرعہ کے قرب میں واقع ہے۔ مدینہ سے اس کا فاصلہ ۹۶ میل ہے۔ مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر وہ منتشر ہو گئے دس دن قیام کے بعد مسلمان بھی مدینے لوٹ آئے

کعب بن اشرف یہودی کا قتل

قبیلہ طے کی شاخ نبہان سے یہودی کعب بن اشرف کا تعلق تھا۔ اس کی ماں قبیلہ بنی نضیر سے تھی۔ شاعر ہونے کے علاوہ بڑا مال دار یہودی تھا۔ میثاق مدینہ کے وقت جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمتر سمجھے جانے والے بنی قریظہ کو بنی نضیر اور بنی قَینُقَاع کے یہودیوں کے برابر درجہ عطا فرمایا تو کعب بن اشرف کو بہت برا لگا۔ اس لئے اسے مسلمانوں سے سخت عداوت تھی۔ بدر میں قریش کی شکست کا یقین ہی نہ آتا تھا جب حقیقت معلوم ہوئی تو کہا سادات قریش جو حرم کے نگہبان اور عرب کے بادشاہ ہیں۔ ان کی موت کے بعد ہم جیسوں کا زمین پر چلنے پھرنے سے مرجانا بہتر ہے۔ بندی میں گرفتار قریش کے سرداروں کو دیکھا تو اپنی قوم والوں سے کہا کہ آج کے دن تمہارے لئے پُشتِ زمین سے زیادہ بہتر شکمِ زمین ہے۔ مکہ میں عبدالمطلب بن ابی دواعہ سہمی کے گھر مہمان ہوا۔ اس کی بیوی عاتکہ بنت ابی العیس نے میزبانی کی۔ مکہ میں اس نے مقتولین بدر کے شاندار مرثیے لکھے۔ مثلاً "بدر کی چکی (لڑائی) اپنے

ہی لوگوں کو برباد کرنے کے لئے چلی۔ بدر کے واقعات پر آنکھیں آنسو بہاتی اور بہتی رہتی ہیں مجھے خبر ملی ہے کہ حارث بن ہشام لوگوں کو جمع کرنے کا نیک کام کر رہا ہے تاکہ جتھے لے کر یثرب سے مقابلہ کرے اور سچ تو یہ ہے کہ آبائی شرافت کی حفاظت شان و شوکت والا ہی کیا کرتا ہے۔"[۵۹]

قریش کے بدر میں قتل ہونے والوں کے ماتم میں ان کے ساتھ شریک رہا اور انہیں مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتا رہا اور مشرکوں کو جنگ و قتل پر اکساتا رہا۔ واپس آیا تو نئے جوش اور جذبے کے ساتھ رسول اللہؐ کی توہین میں منہمک ہو گیا۔ مسلمانوں کی دل آزاری کی خاطر ان کی بیبیوں کا نام لے کر عاشقانہ اشعار کہنے لگا۔ اس کی یاوہ گوئی اور ہرزہ سرائی نے تکلیف دہ صورت حال پیدا کر دی۔ حضورؐ جب غزوہ بحران سے لوٹے تو ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو مجھے اس کے شر سے نجات دلوائے؟ بنی عبدالاشہل کے حضرت محمدؓ بن مَسْلَمہ[۶۰] نے حامی بھری تو سوچ میں پڑ گئے۔ کھانا پینا چھوٹ گیا حضورؐ کو خبر ہوئی تو بلوایا۔ عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپؐ سے وعدہ تو کر لیا لیکن خبر نہیں پورا بھی کر سکوں گا یا نہیں۔ فرمایا تمہارے ذمہ صرف کوشش ہے۔ عرض کیا اس کوشش میں کوئی بات بے ادبی اور ایمان کے خلاف ہو تو جائز ہو گی؟ فرمایا تمہیں اجازت ہے البتہ اس کام میں سعد بن عبادہؓ سے مشورہ کر لو۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

منصوبہ بنایا گیا۔ بنی عبدالاشہل کے حضرت سلکانؓ بن سلامہ، عبادؓ بن بشر بن اوس اور بنی حارثہ کے حضرت ابو عبسؓ بن جبیر کو شریک کیا گیا۔ ان میں حضرت سلکانؓ جن کی کینیت ابونائلہ تھی۔ کعب بن اشرف یہودی کے دودھ شریک بھائی تھے۔ چنانچہ منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے وہ کعب کے پاس گئے۔ ادھر ادھر کی باتیں ہوئیں۔ ایک دوسرے کو اپنے اپنے اشعار سناتے رہے۔ جب اعتماد کی فضاء بن گئی تو کہا میں ایک ضرورت سے آیا ہوں اگر رازداری کا عہد کرو تو بیان کروں۔ اس نے جواب دیا کیا تم اپنے رضاعی بھائی پر بھی اعتماد نہ کرو گے؟ فرمایا۔ اس شخص "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کا آنا ہمارے لئے مصیبت بن گیا ہے۔ اب ہر کمان کے تیر کا رخ ہماری جانب ہے۔ ہمارے بال بچوں کی جانوں پر بن آئی ہے۔ جواب دیا۔ ابونائلہ میں تو سب کو یہ بات جتاتا رہتا ہوں لیکن سنتا کون ہے؟ کہا اب سنیں گے۔ ہم پر احسان کرو کچھ غلہ، کھانے پینے کی چیزیں ہمیں دو ہم اس کے بدلے کچھ نہ کچھ رہن رکھیں گے۔ پوچھا۔ کیا اپنی بیویوں کو گروی رکھو گے؟ نہیں اس میں تو بڑی رسوائی ہوگی۔ چلو بچوں کو رہن رکھ دو۔ یہ بات بھی جگ ہنسائی کی ہوگی۔ میرے خیال کے حامی چند اور لوگ بھی ہیں۔ میں ان کو تمہارے پاس لاتا ہوں تم ہمیں رسوا نہ کرو۔ احسان سے کام لو اگر رہن

ہی رکھنا ہے تو ہمارے ہتھیار رکھ لو اس سے غلہ کی قیمت بھی ادا ہو جائے گی۔ کعب نے رضامندی ظاہر کی۔

باندھ کر رختِ سفر جاتے ہیں لوگ

حضرت سلکانؓ اپنے ساتھیوں کے پاس آئے اور کہا ہتھیار سجالو۔ پھر سب مل کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے انہیں بقیع الغرقد تک چھوڑ دیا اور فرمایا۔ اللہ کے نام پر اس کی مدد کے بھروسے چلے جاؤ۔ وہ سب کعب کی گڑھی پر پہنچے اور ابونائلہ نے آواز دی۔ ہر چند اس کی نئی دلہن روکتی رہی لیکن وہ تو دشمنیٔ رسولؐ میں اندھا ہوا جارہا تھا۔ کہا جواں مرد تو وہ ہے جو نیزہ بازی کے لئے بلایا جائے تو دیر نہ کرے۔ دونوں کچھ دیر آپس میں باتیں کرتے رہے۔ ابونائلہ نے کہا دیکھو کتنی اچھی چاندنی ہے چلو شب العجور (آبادی سے باہر ایک جگہ) تک چلیں۔ باتیں بھی ہوں گی مسائل بھی طے کرلیں گے ٹہلتے ٹہلتے آبادی سے باہر نکلے تو ابونائلہ نے کہا ہواؤں میں کس قدر خوشبو کی مہک ہے۔ اے ابن اشرف یہ اس تیل کی مہک ہے جو تم نے سر میں لگایا ہے۔ سر پکڑ کر خوشبو سونگھنے لگے۔ وہ بڑا خوش ہوا یہ دیکھ کر اس کے بال مضبوطی سے جکڑ لئے اور آواز دی اس دشمن خدا دشمن رسولؐ کا کام تمام کر دو۔ ہر طرف سے تلواریں پڑنے لگیں۔ مگر اس کوشش میں اپنے ایک ساتھی حارث بن اوس کو زخمی کر دیا۔ حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے اپنا چھوٹا خنجر

اس کی ناف میں گھونپ دیا اور اس نے زور کی چیخ ماری کہ اطراف کی گڑھیوں میں آگ روشن ہونے لگی۔ جلدی سے اس کا سر کاٹا اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بقیع غرقد کے قریب پہنچے تو اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ آواز حضورؐ تک پہنچی تو سمجھ گئے کہ کام تمام ہو گیا۔ آپؐ نے اللہ کی حمد و ثنا فرمائی۔ اس دریدہ دہن کے قتل نے یہودیوں کو لرزہ براندام کر دیا۔ انہیں احساس ہو گیا کہ کسی دشمن رسولؐ کا انجام بخیر نہیں۔ ایک رعب سا ان پر طاری ہو گیا۔ صبح یہود آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس قتل پر اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ ارشاد ہوا تم کعب کے اشعار، طرز عمل اور ریشہ دوانی سے خوب واقف ہو۔ اگر تم معاہدے پر قائم رہو تو پھر کسی سے کوئی عداوت نہیں۔ یہ قتل ۱۴ ربیع الاوّل ۳ھ کا واقعہ ہے۔

حکم آپؐ کا ہے واجبُ التّعمیل

اس کے بعد آپؐ نے حکم دیا ایسے بد زبان اور فتنہ انگیز یہودیوں کو جہاں پاؤ موت کے گھاٹ اتار دو۔

حضرت محیصیتہؓ بن مسعود نے ایسے ہی ایک یہودی ابن سنینہ کو قتل کر دیا۔ ان کے کافر بھائی حویصتہ جو اس یہودی کے شریک کاروبار تھے۔ سخت ناراض ہوئے۔ کہا اس کے مال سے تیرے جسم کی کتنی چربی بنی ہے اس کا تجھے پتہ نہیں۔ یہ کہہ کر اپنے بھائی کو زد و کوب کیا۔ جواب دیا مجھے اس ذات نے یہ حکم دیا ہے جس کا ہر فرمان واجب

التعظیم ہی نہیں بلکہ واجب التعمیل بھی ہے۔ اللہ کی قسم اگر وہ حکم دیں تو میں تمہیں بھی قتل کرنے میں دریغ نہ کروں گا پوچھا کیا واقعی تم ایسا کرو گے؟ کہا۔ اس ذات کی قسم جس پر میرا ایمان ہے وہ حکم دیں تو تمہاری گردن بھی ماردوں گا۔

اس جواب نے کافر بھائی کی آنکھیں کھول دیں۔ دل نے گواہی دی کہ سچا دین یہی ہے جس کی دلوں پر حکمرانی، خونی رشتوں تک کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔ حضرت حویصتہؓ کی کایا پلٹ گئی اور خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ ۱۱؎

ابو رافع گستاخِ رسولؐ کا انجام

اسلام دشمنی میں کعب بن اشرف کا معین و مددگار ابورافع تھا۔ اس کا نام عبداللہ یا سلام بن ابی الحقیق تھا۔ جو اُمّ المومنین حضرت صفیہؓ کے پہلے شوہر کا بھائی تھا۔ بہت مالدار تاجر تھا اور خیبر میں اپنی گڑھی میں رہتا تھا۔ ابورافع اس کی کنیت تھی۔ رسول خداؐ اور مسلمانوں کی دشمنی میں پیش پیش تھا۔

کعب بن اشرف، کو جہنم رسید کرنے کا شرف قبیلہ اوس کے حصہ میں آیا تھا۔ ایسا ہی اعزاز قبیلہ بنی خزرج کے لوگ بھی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ آخر ابورافع پر نظر ٹھہری۔ ۱۲؎ حضورؐ سے اجازت لے کر حضرت

عبداللہؓ بن عتیک، مسعودؓ بن سنان، عبداللہؓ بن انیس، ابو قتادہ حارثؓ بن ربعی اور خزاعیؓ بن اسود نے اس کام کو انجام دینے کا بیڑہ اٹھایا۔ اس جماعت کا امیر حضرت عبداللہؓ ابن عتیک کو بنایا گیا۔ خیبر میں اس کی گڑھی کے قریب شام کے وقت پہنچے۔ حضرت عبداللہؓ ابن عتیک نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں کسی نہ کسی ترکیب سے گڑھی کا دروازہ کھول دوں گا۔ اندھیرا پھیلنے لگا تو حضرت عبداللہؓ ابن عتیک گڑھی کی فصیل کے قریب ایسے بیٹھ گئے جیسے قضائے حاجت کے لئے بیٹھے ہوں۔ دربان نے سمجھا اپنا ہی آدمی ہے۔ دروازہ بند کرنے کا وقت آیا تو آواز دی اندر آجاؤ۔ یہ سنتے ہی وہ گڑھی میں داخل ہو کر لوگوں میں شامل ہوگئے۔

ابورافع بالاخانے پر رہتا تھا۔ رات گئے تک قصہ خواں اس کے پاس جمع رہتے تھے۔ جب یہ محفل برخواست ہوگئی تو دربان نے تمام دروازے بند کئے اور چابیوں کو ایک طاق میں رکھ کر خود بھی سوگیا۔

حضرت عبداللہؓ ابن عتیک نے دربان کو غافل پایا تو کنجیاں اٹھالیں۔ گڑھی کے ہر کمرے کا اندرونی قفل کھولتے اور اسے اپنے پیچھے بند کرلیتے تاکہ اگر کوئی اندر داخل ہونا چاہے تو راستہ نہ پاسکے۔ آخر وہ اس مقام پر پہنچ گئے جہاں ابورافع محو خواب تھا۔ اندھیرے کی وجہ سے وہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ انہوں نے آواز دی ابورافع۔ جواب ملا کون

ہے؟ حضرت عبداللہؓ نے آواز کے رخ پر تلوار سے وار کیا بدحواسی میں وار اوچھا پڑا ابورافع نے شور مچایا۔ کچھ وقت گزرا تو آواز بدل کر پوچھا یہ شور کیسا ہے؟ ابورافع نے جواب دیا کوئی میرے کمرے میں گھس آیا ہے اور مجھ پر وار کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہؓ قریب پہنچے اور تلوار اس کے پیٹ میں گھونپ دی جو آر پار ہو گئی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں دروازہ کھولتا ہوا آخری زینے تک پہنچا سمجھا کہ زمین آ گئی ہے۔ بڑھا تو بلندی سے نیچے گر پڑا اور پاؤں پنڈلی سے ٹوٹ گیا۔ عمامہ نکال کر اسے باندھ لیا اور ساتھیوں کے پاس فصیل کے باہر پہنچ گیا۔ ان سے کہا تم جاؤ اور رسول اللہؐ کو یہ خوشخبری سناؤ۔ میں صبح اس کی موت کی تصدیق کے بعد آؤں گا۔

مرغ سحر نے بانگ دی تو منادی نے گڑھی سے اعلان کیا کہ کسی نے ابورافع تاجر حجاز کو قتل کر دیا ہے۔ یہ سن کر میں خوش خوش مدینہ آیا حضورؐ نے اپنے دست مبارک سے پنڈلی کی ٹوٹی ہڈی پر لعاب دہن لگایا جو اچھی ہو گئی۔

ابورافع گستاخ رسولؐ ہی نہیں تھا بلکہ قریش کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارا کرتا تھا۔ ان کی ہر طرح مدد کرتا تھا۔ مسلمانوں کی سلامتی اور مملکت مدینہ کی بقا کے لئے ایسے سیاسی مجرم کا خاتمہ بہت ضروری تھا۔ یہ قتل جمادی الثانی ۳ھ میں ہوا۔

سَرِیَّہ زیدؓ ابن حارثہ یا سَرِیَّہ قردہ

بدر کے بعد مشرکین مکّہ کو یہ احساس شدید ہوگیا کہ بدر سے ہو کر گزرنے والی تجارتی شاہراہ کسی طرح بھی محفوظ نہیں۔ فتح کے بعد اس پر مسلمانوں کا مکمل کنٹرول ہے۔ سوال یہ تھا کہ اگر قریش تجارت نہ کریں تو کھائیں کیا؟ یہی تو ان کی خوشحالی کا واحد سہارا اور ان کی سیادت کا ذریعہ تھا۔ دارالندوہ میں تمام سردار غور و فکر کے لئے جمع ہوئے۔ زیر بحث مسئلہ تھا کہ ساحلی شام کی شاہراہ مخدوش ہوگئی ہے۔ ابوسفیان کے ساتھ آیا ہوا سامان تجارت اور منافع محفوظ ہے اگر مسلمانوں کے خوف سے یوں ہی گھر بیٹھے رہے تو منافع ہی نہیں اصل سرمایہ بھی کھا بیٹھیں گے۔ اس کے بعد سوائے معاشی بد حالی اور افلاس کے کوئی راہ نہیں۔ اسود بن مطلب[۱۲] نے مشورہ دیا کہ ان حالات میں اس راستے سے کاروانِ تجارت لے جانے کا خیال ہی چھوڑ دو۔ نجد کے راستے عراق کی طرف سے جاؤ کہ یہ راہ دراز ضرور ہے لیکن محفوظ ہے۔ سردی کا موسم ہونے کی وجہ سے اس دشوار گزار اور طویل راستے میں پانی کی قلت کے باوجود سفر کرسکتے ہیں۔ صفوان ابن اُمیّہ نے کہا کہ ہم تو اس راستے سے واقف نہیں

ابن ابی ربیعہ نے کہا کہ میں بنو بکر بن دائل کے ایک ایسے راہ داں اور رہبر سے واقف ہوں جو اس راستے سے سفر کرتا ہے اور بڑا تجربہ کار شخص ہے۔ یہ فرات بن حیّان العجل ہے[۱۳] اس تجویز سے سب خوش ہوئے۔ طے ہوا کہ کارواں کی تیاری کی جائے مگر سفر کے راستے کو ظاہر نہ کیا جائے۔

مکّہ کے ہر باشندے نے اپنا سرمایہ یکجا کیا[۱۴] اس میں کثیر مقدار چاندی کی تھی ابوزمعہ نے تین سو مثقال سونا اور چاندی صفوان بن اُمیّہ کے سپرد کی تاکہ شام سے مال تجارت خرید لائے۔ ایک لاکھ درہم کی مالیت کا یہ کارواں صفوان ابن اُمیّہ کی نگرانی میں روانہ ہوا جس کے ساتھ کئی سردار بھی تھے۔ ابن اسحق اور طبری نے لکھا ہے کہ میر کارواں اس دفعہ بھی ابوسفیان ابن حرب تھا۔

اتفاق سے ایک مکّی شخص نعیم بن مسعود الاشجعی کسی کام سے مدینہ آیا اور بنی نضیر کے اپنے یہودی دوست کنانہ بن ابی حقیق کا مہمان ہوا محفل ناؤ نوش گرم تھی۔ کنانہ کے ایک مسلمان دوست حضرت سلیطؓ بن نعمان بھی اس محفل میں شریک تھے۔ (ابھی شراب حرام نہیں ہوئی تھی) بدمستی کے عالم میں نعیم نے کہا ہماری تجارت کا ساحلی راستہ بند ہو گیا تو کیا ہوا ہم نے پہلے ہی کی طرح بہت بڑا کاروان نجد کے راستے شام بھیج دیا ہے۔ حضرت سلیطؓ اس محفل سے اٹھے تو یہ خبر حضورؐ تک

جزیرۃ العرب — تجارتی راستے اور سامانِ تجارت

پہنچائی۔ آپؐ نے فوراً حضرت زیدؓ ابن حارثہ کی سرکردگی میں سو سواروں کا ایک گشتی دستہ اس کاروان سے تعرض کے لئے روانہ فرمایا اور حکم دیاکر قافلہ بچ کر نکلنے نہ پائے۔

حضرت زیدؓ ابن حارثہ پہلی بار سرگروہ اور امیر بنا کر روانہ کیے گئے تھے وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ تیزی سے نجد سے عراق والے راستے پر روانہ ہوئے اور نجد کے ایک پانی کے چشمے قردہ پر انہیں جا پکڑا۔ اس غیر متوقع حملہ سے وہ ایسے بد حواس ہوئے کہ جدھر سینگ سمائے بھاگ نکلے۔ حضرت زیدؓ نے ایک لاکھ درہم کی چاندی کا مال اپنے قبضہ میں کیا اور فرات بن حیان کو پکڑ کر مدینہ لے آئے۔ وہ ایمان لے آیا تو جان بخشی کی گئی۔ خمس کا حصہ ۲۰ ہزار درہم نکال کر بقیہ مجاہدوں کو تقسیم کر دیا گیا یہ سَرِیَّہ جمادی الاخر ۳ھ مطابق ۴ نومبر ۶۲۵ء کا ہے زیدؓ ابن حارثہ اور ان کے سَرِیَّہ کے بارے میں ارشاد ہوا وُہ امرائے سیرایا میں سب سے بہتر ہے[۱۵] اس کے بعد قریش کے تجارتی کاروانوں کی ناکہ بندی مکمل طور پر مسلمانوں کے اختیار میں آگئی۔ اہل مکّہ کی حالت قابل رحم ہو گئی اب ان کے سامنے دو ہی راستے تھے۔ یا تو مسلمانوں کی برتری تسلیم کر کے صلح کی راہ پر چلیں یا پھر سر دھڑ کی بازی لگا کر بھرپور جنگ کریں۔ قریش نے بدقسمتی سے دوسرا راستہ اختیار کیا۔

حواشی و تشریحات

غزوۂ غطفان

۱۔ ابن ہشام: سیرت النبیؐ کامل جلد دوم ص ۲۳
۲۔ ابن سعد: طبقات حصہ اوّل ۳۳۴
۲۔ ابن اثیر: سیرت رسول کریمؐ ص ۲۲۶

غزوہ بحران

۴۔ عبدالرؤف داناپوری: اصح السیر ص ۱۴۲
۵۔ تاریخ طبری: حصہ اوّل ص ۲۱۲

کعب بن اشرف

۶۔ ابن اثیر: سیرت رسول کریمؐ ص ۲۲۷
۷۔ واقدی: مغازی الرسولؐ ص ۱۳۲
۸۔ ابن ہشام: سیرت النبیؐ کامل جلد دوم ص ۲۹
۹۔ صحیح بخاری جلد دوم ص ۵۲۸ حدیث ۱۲۰۸ باب ۴۸۲
۱۰۔ محمد ادریس کاندھلوی: سیرت المصطفےؐ حصہ دوم ۵۳۳

ابو رافع گستاخ

۱۱۔ ابن اثیر: سیرت رسول کریمؐ ص ۲۳۲

سَرِیَہ زیدؓ ابن حارثہ

۱۲۔ واقدی: مغازی الرسولؐ ص ۱۴۳
۱۳۔ محمود خطاب شیت: آنحضرتؐ بحیثیت سپہ سالار ص ۱۷۸
۱۴۔ (ا) ابن اسحٰق: نقوش رسولؐ نمبر (یازدہم) ص ۳۳۴
(ب) تاریخ طبری ص ۲۱۷
۱۵۔ سید جمال حسینی: روضۃ الاحباب ص ۱۷۰

غزوۂ اُحُد

وجوہات

بدر کی شکست نے اہل مکہ کو آتش زیرِ پا کر دیا تھا۔ کوئی گھر ایسا نہ تھا جہاں ماتم بپا نہو۔ کسی کا باپ، کسی کا بیٹا، کسی کا بھائی یا کوئی نہ کوئی عزیز بدر کی بھینٹ چڑھ چکا تھا جو سردار گرفتار ہوئے ذلت سے دو چار تھے۔ ان کا سر بہا ڈھائی لاکھ درہم دینا پڑا۔ تازہ واقعہ کہ نجد اور عراق کے راستے تجارت بحال کرنا چاہی تو وہاں بھی مسلمانوں نے چھاپہ مارا۔ ایک لاکھ درہم کی چاندی ہاتھ سے جاتی رہی۔ نہ یہ راستہ محفوظ نہ وہ راستہ۔ لے دے کر اب تجارت حبشہ اور یمن کے راستے باقی رہ گئی تھی۔ حبشہ سے تجارت میں شام کے مقابلے میں بہت کم منافع تھا۔ ہندوستان اور یورپی ممالک سے تجارت یمن و مکہ کے راستے ہوتی تھی۔ قریش اپنے قبائلی معاہدوں اور متولی کعبہ کی حیثیت میں اس سے بے حد فائدہ اٹھاتے تھے۔ اب کارواں شام بھیجنا مشکل ہوگیا۔ کریں تو کیا کریں۔

قریش کی قیادت ہر حیثیت سے متاثر ہورہی تھی۔ دینی اعتبار سے یوں کہ عرب کی ایک بہت بڑی تعداد بُت پرستی سے بَرگشتہ ہونے لگی۔ یہ کعبہ کے متولیوں کی دینی برتری پر ایک کاری ضرب تھی۔ معاشی تباہی کا تذکرہ ہوچکا ہے۔ معاشرتی نقطۂ نظر سے اسلام نے غلام کو مساوی درجہ دیکر اخوت کی لڑی میں پِرو دیا، خونی رشتے کاٹ کر دینی رشتہ مستحکم کردیا۔ عسکری برتری اور افرادی قوت کا بھرم میدانِ بدر میں کھل چکا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کیسے کیسے سورما اور دلاور مور و ملخ کی طرح مارے گئے۔ نہ اسلحہ کی برتری کام آئی اور نہ تعداد کی کثرت۔ یہ سب عناصر مل کر قریش کے سیاسی اثر و رسوخ کو ٹھیس پہنچارہے تھے۔ حبشہ کے نجاشی نے ان کی بات نہ سنی اور مسلمانوں کو پناہ دی۔ مدینہ کے اوس و خزرج نے مستقل پناہ گاہ فراہم کردی جہاں یہ پھل پھول رہے ہیں۔ انہیں شہر بدر کرنے کا کہا تو کان پر جوں تک نہ رینگی۔ کاروانِ تجارت کے راستے میں بسنے والے قبائل اب ان سے دوستی کا دم بھرنے لگے ہیں۔ اہل مکّہ اور سردارانِ قریش کے لئے یہ صورت حال بے حد پریشان کُن اور راتوں کی نیند اڑانے والی تھی۔ سینے پر سانپ لوٹ رہا تھا۔ آہوں میں نفرت کا کالا دھواں اور انتقام کی آگ روشن تھی۔ مکّہ کا ہر فرد محسوس کررہا تھا کہ اگر جلد از جلد مسلمانوں کو نیچا نہ دکھایا گیا تو پھر قریش کی رہی سہی عزت اور وقار بھی خاک میں مل جائیں گے۔

پس چہ باید کرد؟

قریش کے سردار دار الندوہ میں سر جوڑ کر بیٹھے۔ ان میں اسود بن مطلب بن اسد، جُبیر بن مطعم، صَفوان بن اُمیّہ، عِکرمہ بن ابو جہل، حارث بن ہشام، عبداللہ بن ابی ربیعہ، حویطب بن عبدالعزیٰ، اور حجر بن ابی اہاب شامل تھے۔ سب ایک بات پر متفق ہوئے اور ابو سفیان ابن حرب کے پاس پہنچے۔ کہا وہ کارواں جس کا مالِ تجارت اور منافع تم نے روکے رکھا ہے اہل مکہ اور بدر میں مارے جانے والے سرداروں کا حصہ ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس کے منافع سے ایک لشکر بدر کے مقتولوں کے انتقام کے لئے تیار کیا جائے۔[۱] ابو سفیان نے کہا کہ اگر سب کی مرضی یہی ہے تو میں اس کا ماننے والا پہلا شخص ہوں۔ بنی عبد مناف بھی میرے ساتھ ہوں گے۔ بات طے ہوگئی اور جنگ کا اسباب تیار ہونے لگا۔ قافلہ کے ہزار اونٹ تھے۔ انہیں فروخت کیا گیا تو پچاس ہزار دینار ملے۔ اسی قدر رقم مال تجارت کی فروخت سے حاصل ہوئی۔ اس فروخت میں ان کی شرح منافع ایک دینار کے مال پر ایک دینار ہوتی تھی۔ اسی طرح اصل تو مالکوں کو دے دیا گیا۔ اور منافع جنگ کی تیاری کے لئے روک لیا گیا۔[۲]

اطراف و جوانب کے قبائل سے امداد اور نفری جمع کرنے کے لئے با اثر لوگوں پر مشتمل وفد بنایا گیا[۳] جس میں عمرو بن العاص، مسافع بن عبد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرہ طیبہ والدۂ مطہرہ کی طرف سے

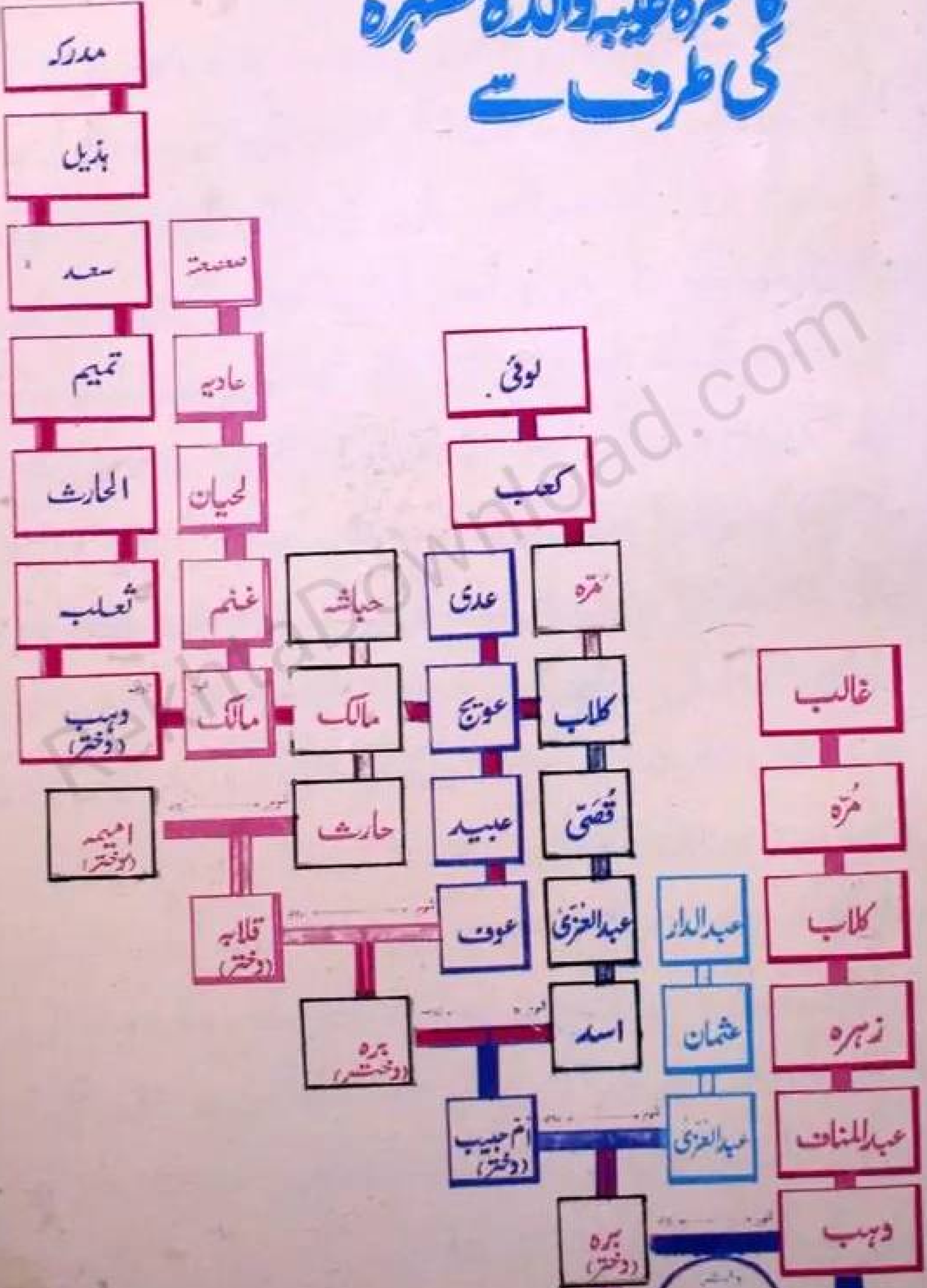

مناف، ہبیرہ بن وہب، عبداللہ ابن الزبعری اور آتش بیان شاعر ابو العزہ الجمحی شامل تھے۔ ابو العزہؓ نے لاکھ انکار کیا کہ مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس وعدہ پر بلا فدیہ احسان کے ساتھ چھوڑ دیا تھا کہ آئندہ کسی جنگ میں حصہ نہ لوں گا مگر صفوان ابن اُمیہ نے مان کر نہ دیا۔ اس کو سبز باغ دکھائے۔ انہوں نے بنی ثقیف، اہل تہامہ اور بنو کنانہ کو ہر طرح کی مدد کے لئے آمادہ کیا جنگ جُو قبائل "احابیش" جن کو بدر میں نہیں لے جاسکے تھے بطور خاص انہیں ساتھ لیا۔ جُبیر بن مطعم نے اپنے حبشی غلام وحشیؓ (جو سانگ (چھوٹا نیزہ) پھینکنے میں بے حد مہارت رکھتا تھا) کو اپنے چچا طعمہ بن عدی کے انتقام کے عوض آزادی کا مژدہ سنایا۔ حضرت حمزہؓ نے بدر میں اسے قتل کیا تھا۔ ابو سفیان کی بیوی ہندہ نے بھی وحشی کو مال و دولت دینے کا وعدہ کیا بشرطیکہ وہ اس کے باپ اور چچا کے قاتل حضرت حمزہؓ کو موت کے گھاٹ اتار دے۔ خفیہ ریشہ دوانیوں سے یہودیوں اور منافقوں سے مدینہ میں رابطہ پیدا کیا۔ غرض ایک سال کی تگ و دو، دوڑ دھوپ کے بعد تین ہزار کا لشکر تیار کرلیا۔ ان میں بنی ثقیف کے سو آدمی ساز و سامان سے آراستہ شامل تھے۔ جنگ جُو احابیش کی بہت بڑی تعداد تھی بلکہ انہیں پر تکیہ تھا۔ دو سو گھوڑے کوتل تھے۔ تین ہزار اونٹ لڑائی اور بار برداری کے لئے تھے۔ سات سو زرہ پوش سپاہی تھے۔ ابو سفیان کو سپہ سالار بنایا گیا۔

عورت کا دوسرا روپ

حمیت اور جوش کو بڑھانے کے لئے قریش کی (۱۵) معزز عورتیں بھی ساتھ چلنے پر آمادہ ہوئیں ان میں قابلِ ذکر یہ ہیں۔

۱۔ ہندہ بنت عتبہ۔ ابو سفیان کی بیوی۔ اپنے باپ اور چچا کا بدلہ لینے کے لئے بے قرار تھی۔

۲۔ فاطمہ بنت ولید۔ حضرت خالدؓ بن ولید کی بہن جو ابو جہل کے بھائی حارث بن ہشام کی بیوی تھی۔ اسے اپنے باپ ولید کے انتقام نے چلنے پر مجبور کیا۔

۳۔ اُمّ حکیم بنت حارث۔ یہ عکرمہ کی بیوی، ابو جہل کی بہو اور بھتیجی تھی۔ اپنے خسر کے جوش انتقام سے لبریز تھی۔

۴۔ ریطہ بنت مُنَبِّہ بن حجّاج۔ اپنے باپ کے بدلے کے لئے آمادہ ہوئی یہ عمرو بن العاص کی بیوی تھی۔

۵۔ خناس بنت مالک ۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر کی مشرکہ ماں تھی اپنے بیٹے ابو عزیز بن عمیر کے ساتھ آئی۔

۶۔ برزہ بنت مسعود ثقفی۔ اپنے خسر اُمیّہ بن خلف کے بدلہ کے لئے آئی تھی۔ صفوان ابن اُمیّہ کی زوجہ تھی۔

۷۔ سلافہ بنت سعد۔ یہ طلحہ بن ابی طلحہ علمبردار کی بیوی تھی۔ اس کے چار بیٹے مارے گئے تھے۔

خفیہ پیام

حضرت عباسؓ نے (جو در پردہ مسلمان ہو گئے تھے) ان تیاریوں کی اطلاع بنی غفار کے ایک تیز رفتار قاصد کے ذریعہ خفیہ طور پر حضورؐ کے پاس روانہ کی۔ اسے تاکید کی کہ بہر طور تین دن کے اندر اندر یہ خط پہنچا دے۔ جب یہ غفاری نامہ بر مدینہ پہنچا تو حضورؐ مسجد قباء تشریف لے گئے تھے۔ یہ بھی وہیں خط کے ساتھ پہنچا۔ اس وقت حضرت ابیؓ بن کعب ساتھ تھے۔ انہیں خط پڑھ کر سنانے کہا گیا۔ سن کر فرمایا کہ اسے کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ پھر آپؐ نے حضرت سعدؓ بن ربیع (نقیب بنو حارثہ شاخ خزرج) کو اس خط کے مضمون سے آگاہ فرمایا۔ انہیں بھی راز رکھنے کی تاکید فرمائی۔ قریش کا خفیہ نامہ و پیام یہودیوں اور منافقین سے تھا۔ انہوں نے در پردہ ہر طرح کی مدد کا یقین دلایا تھا۔ یہودیوں نے رسد کی فراہمی کا وعدہ کیا تھا۔ ان کے ذریعہ حملہ کی خبر مدینہ میں عام ہو گئی۔ مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو خوف زدہ کر کے ان کا حوصلہ گرایا جائے۔

سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

مشرکوں کا لشکر تزک و احتشام اور پوری تیاری کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ مقام ابواء میں قیام کیا تو کسی نے کہا کہ حضرت آمنہ رضؓ کی قبر کھود کر ان کی ہڈیاں نکال لی جائیں۔ اس سے بڑا فائدہ ہوگا۔ اگر

ہماری عورتیں ان کے ہاتھ آگئیں توان کے عوض ان کا احترام ہو گا۔ ابو سفیان نے مشورہ کیا۔ اور طے ہوا کہ اگر ہم نے ایسا کیا تو پھر بنو بکر اور بنو خزاعہ ہمارے مردوں کی ہڈیاں کھود ڈالیں گے۔ اس ڈر سے ایک مذموم حرکت سے بچ گئے۔ رمضان المبارک کے آخری دنوں میں مکّہ سے روانہ ہوئے تھے ذوالحلیفہ میں داخل ہوئے تو قبیلہ فرسان نے ان کو اتارا۔

حضرت عباسؓ کا خط پاکر آپؐ نے جاسوسی کے لئے فضالہ کے بیٹوں انسؓ اور مونسؓ کو روانہ فرمایا۔ دونوں بھائی مقام عقیق میں قریش کے لشکر میں شامل ہوگئے ان کے ساتھ سفر کرتے ہوئے بالوط کے مقام پر جدا ہوئے اور مدینہ میں حاضر ہوکر لشکر کی تفصیلات بیان کیں۔ بنو خزاعہ کے عمرو بن سالم نے بھی مکّہ سے چار دن کی مسافت پر ذِی طویٰ کے مقام پر قریش کا پڑاؤ دیکھا تو آکر حضورؐ کو اطلاع دی۔ اس بات کا پتہ ابو سفیان کو چل گیا۔ مزید تحقیق کے لئے حضرت حبابؓ بن منذر کو روانہ کیا گیا جنہوں نے لشکر کفّار کی کیفیت اور تعداد وہی بتائی جو حضرت عبّاسؓ نے لکھ کر بھیجی تھی۔ انصار میں حضرت سعدؓ بن معاذ، حضرت سعدؓ بن عبادہ اور اُسیدؓ بن حضیر رات بھر کاشانۂ رسولؐ اور مسجد پر پہرہ دیتے رہے۔

خواب اور مشورت

رات حضورؐ نے ایک خوابؐ دیکھا کہ ایک محفوظ زرہ میں ہوں تلوار ذوالفقار میں دندانے پڑ گئے ہیں۔ ایک گائے ذبح کی جارہی ہے پھر

ایک دنبہ ذبح کیا گیا۔ صبح کو یہ خواب آپؐ نے صحابہؓ سے بیان فرمایا اور اس کی تعبیریوں دی۔

محفوظ زرہ سے مراد شہر مدینہ ہے۔ ذوالفقار کے دندانے ناگہانی مصیبت کو ظاہر کرتے ہیں۔ گائے کا قتل میرے اصحابؓ کی شہادت ہے۔ دنبہ سے مراد قریش کا قتل ہے۔ آپؐ کی رائے مدینہ میں رہ کر مقابلہ کرنے کی تھی۔ اس کے بعد آپؐ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ نوجوان جنہیں بدر میں اپنے جوہر دکھانے کا موقع نہیں ملا تھا۔ باہر نکل کر لڑنے کے حق میں تھے۔ حضرت امیر حمزہؓ کی رائے تھی کہ مدینہ میں رہ کر مدافعت کو دشمن بزدلی خیال کرے گا۔ حضرت نعمانؓ بن مالک انصاری نے کہا کہ ہمیں جنت سے محروم نہ کیجئے۔ سعد بن عبادہؓ جنہیں بدر میں شرکت کا موقع نہیں ملا تھا شوق شہادت سے بے تاب تھے وہ حضرت امیر حمزہؓ کے ہم خیال تھے۔ راس المنافقین عبداللہ بن اُبَیّ سلول جو شریک محفل تھا اس سے بھی رائے طلب کی گئی۔ اس نے کہا کہ جب بھی اہلِ مدینہ نے محصور رہ کر مقابلہ کیا کامیاب رہے۔ دشمن اندر آئے گا تو مرد تلواروں سے، عورتیں اور بچے چھتوں پر سے سنگ باری کر کے گلیوں میں مقابلہ کریں گے۔ حضورؐ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ جمعہ کی نماز کے بعد جہاد اور قتال کی ترغیب دی پھر تیاری کا حکم ہوا۔

جنگی حکمتِ عملی

کسی کو کچھ معلوم نہ تھا کہ مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کیا قدم اٹھائیں گے۔ ابن ہشام کا خیال ہے کہ آنحضرتؐ بزرگ صحابہؓ کے خیال سے متفق تھے لیکن پُرجوش اور شہادت پسند صحابہؓ کے اصرار پر مدینہ سے باہر نکلنے پر مائل ہوئے۔ نماز عصر کے بعد آپؐ حجرہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی ساتھ تھے جنہوں نے اسلحہ پہننے میں آپؐ کی مدد فرمائی۔ اس دوران میں حضرت سعدؓ بن مُعاذ اور حضرت اُسیدؓ بن حضیر نے لوگوں سے کہا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ سے باہر نکلنے پر مجبور کیا۔ آپؐ کوئی کام وحی الٰہی کے بغیر نہیں فرماتے بہتر ہوتا کہ اسے منشائے نبویؐ پر چھوڑ دیا جاتا۔ اب مجاہدوں نے اپنی غلطی محسوس کی۔ حضورؐ جب بر آمد ہوئے تو عرض کیا۔ کہ ہم نے مرضی مبارک کے خلاف اصرار کیا۔ ہم سے غلطی ہوئی۔ آپؐ جو مناسب چاہیں قدم اٹھائیں۔ فرمایا

"کسی نبی کے لئے جائز نہیں کہ ہتھیار سجا کر اتار دے جب تک اللہ اس کے اور دشمنوں کے درمیان فیصلہ نہ کردے۔ اب اللہ کا نام لے کر چل پڑو۔ جو میں کہوں اس پر عمل کرو۔ صابر اور ثابت قدم رہو گے تو اللہ کی نصرت اور فتح تمہارے ساتھ ہوگی"

جنگِ اُحد
(فوجوں کے راستے)

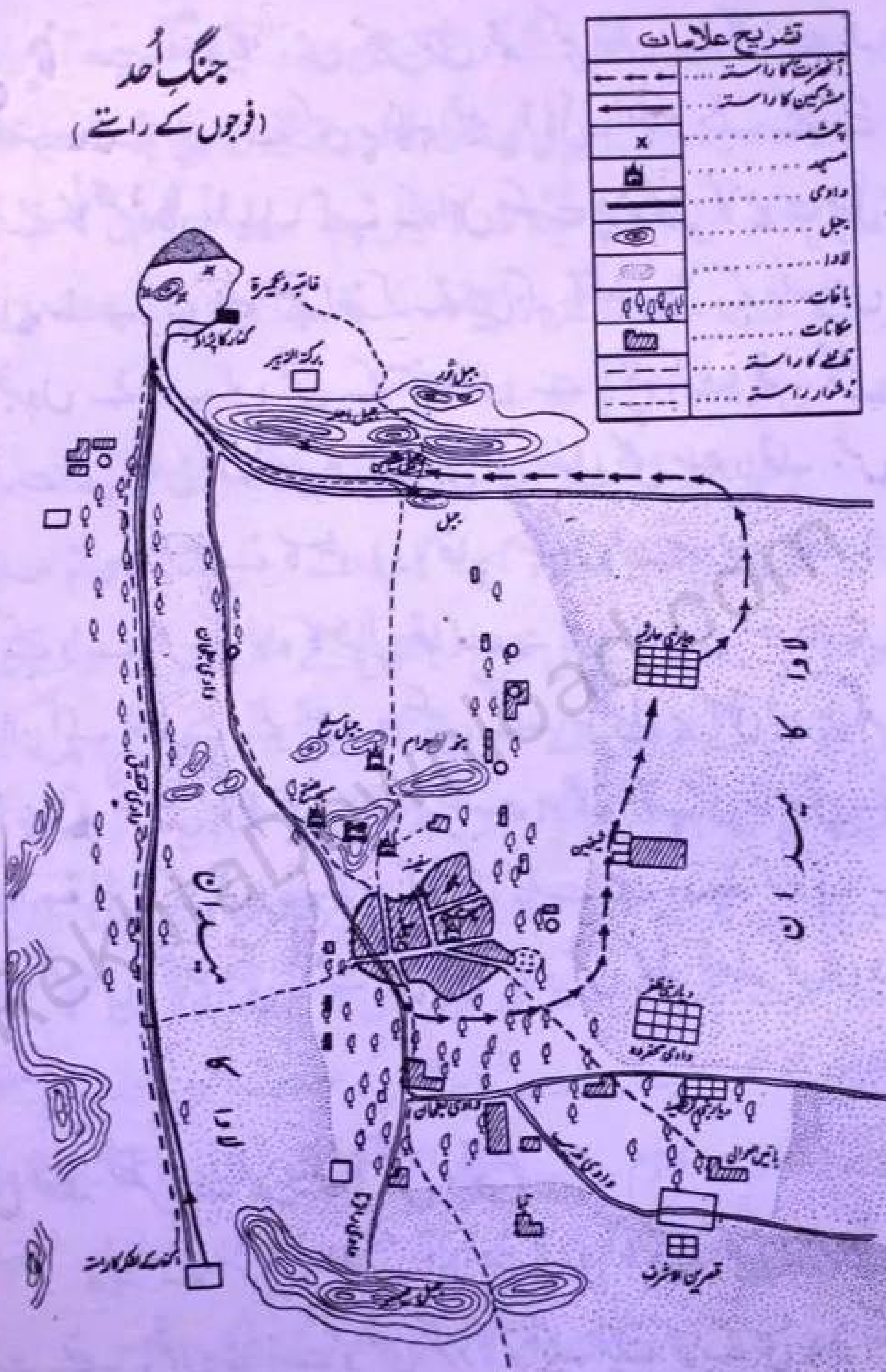

"حدیث دفاع"[9] میں میجر جنرل محمد اکبر خان نے لکھا ہے کہ "آنحضرتؐ نے اپنی رائے کسی پر ظاہر نہیں فرمائی۔ البتہ جنگ کے لئے تیار رہنے کا حکم صادر فرمایا۔ آپؐ کے اس سکوت پر لوگوں کو حیرت ہوئی۔"

جنرل صاحب اس سے نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے جاسوسوں اور مخبروں نے آپ کو دشمن کے منصوبوں سے آگاہ کر دیا تھا۔ مجلس مشاورت میں رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی سلول بھی موجود تھا۔ جس نے مدینہ میں رہ کر لڑنے کا مشورہ دیا تھا۔ مشرکوں اور یہودیوں سے ساز باز رکھنے والے اس بد خواہ کا خیال تھا کہ مدینہ میں محاصرہ کی صورت میں مسلمان ایک جھنڈے تلے جمع نہ ہو سکیں گے۔ ہر قبیلہ ہر بستی اور ہر گھر اپنے بچاؤ کی فکر میں ہو گا جس کا انجام شکست ہو گا۔ آپؐ کی خاموشی نے اسے اور قریش کے مخبروں کو گومگوں کی کیفیت سے دو چار کر دیا۔ یہ مجاہد اعظمؐ کی عظیم جنگی حکمت عملی تھی کہ دشمن کوئی فیصلہ کر ہی نہ پائے۔

فوجی نقطہ نظر سے مدینہ کا محل وقوع

مدینہ کے مشرق، مغرب اور جنوب کی طرف کھجور کے گھنے باغات تھے۔ باغوں میں سے دشمن گزرتا تو ایک ایک کر کے ہی بڑھ سکتا تھا۔ اس طرح حملہ آور کے مارے جانے کا امکان تھا۔ صرف شمالی جانب سے حملہ ہو سکتا تھا چنانچہ قریش کے لشکر نے مکہ سے اپنی قربت اور

دیگر سہولتوں کا خدشہ مول لے کر شمال میں بیر رومہ اور غابہ کے درمیان پڑاؤ ڈالا تھا۔ یہاں انہیں پانی کی سہولت اور مویشیوں کے چرنے کے لئے غابہ کی چراگاہ تھی۔ ڈاکٹر حمید اللہ کا خیال ہے کہ وہ محلہ جہاں حضورؐ فرو کش تھے۔ مدینہ کے وسط میں واقع تھا۔ مکہ والے اسی کو نشانہ بنائے ہوئے تھے۔ اس پر حملہ اسی جانب سے ممکن تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہتھیار سجا کر باہر نکلے تو ایک انصاری حضرت مالکؓ بن عمرو کا جنازہ آیا۔ آپؐ نے ان کی نماز پڑھائی اور پھر ایک اعلیٰ پائے کے جرنیل کی طرح منافقوں کے مشورے کے خلاف قدم اٹھایا اور ان کے حریفوں کے منصوبے خاک میں ملا کر رکھ دیئے مدینہ میں حضرت عبداللہ ابن اُمّ مکتومؓ کو نائب مقرر فرمایا۔ مجاہدوں کو کوچ کے حکم سے پہلے تین نیزے طلب فرمائے۔ ان پر کپڑا باندھا گیا۔ قبیلۂ خزرج کا جھنڈا حضرت حبابؓ بن منذر کو، قبیلہ اوس کا حضرت اسیدؓ بن حضیر کو اور مہاجرین کا علم حضرت مصعبؓ بن عمیر کو عطا ہوا۔ خود گھوڑے پر سوار ہوئے (گھوڑے کا نام سکب تھا) کمان کندھے پر ڈالی، ہاتھ میں نیزہ لیا اور ایک ہزار مجاہدوں کو کوچ کا حکم ہوا۔ حضرت سعدؓ بن معاذ اور حضرت سعدؓ بن عبادہ زرہ پہنے ہوئے گھوڑے کے دائیں بائیں تھے۔

نواحی علاقے "شیخین" میں پڑاؤ ڈالا گیا۔ یہ جگہ مدینہ اور احد کے درمیان واقع ہے یہاں آپؐ نے لشکر کا معائنہ فرمایا۔ کچھ ایسے لوگ

دکھائی دیئے جن سے آپؐ واقف نہ تھے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ عبداللہ بن ابی کے حلیف یہودی ہیں۔ فرمایا تمہاری مدد اسی صورت میں قبول ہے کہ اسلام لاؤ۔ ورنہ اپنے گھروں کا راستہ لو۔ یہ سن کر وہ چلے گئے یہ دشمن کے جاسوس بھی ثابت ہو سکتے تھے۔

تشنۂ مضراب ہے ساز

لشکر کے معائنہ کے دوران نو عمر کمسن صحابہ کو واپس فرمادیا۔ امام شافعیؒ نے ان کی تعداد (۱۷) بتلائی ہے جن کی عمر ۱۴ سال سے کم تھی۔ جن میں قابل ذکر یہ ہیں۔

۱۔ حضرت اُسامہؓ بن زیدؓ
۲۔ حضرت ابو سعید خُدریؓ
۳۔ حضرت بَراءؓ بن عازب
۴۔ حضرت عرابہؓ بن اوس
۵۔ حضرت عمرو بن حزمؓ
۶۔ حضرت زیدؓ بن ثابت
۷۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ
۸۔ حضرت زید بن ارقمؓ
۹۔ حضرت سعدؓ بن حَبَّہ
۱۰۔ حضرت اسیدؓ بن ظہیر

ان میں ایک کم سن رافع بن خَدِیجؓ بھی تھے۔ معائنہ کے وقت پنجوں کے بل کھڑے ہو گئے۔ چونکہ اچھے تیر انداز تھے۔ جہاد میں شریک ہونے کی اجازت مل گئی۔ اس پر سَمُرَہ بن جُندُبؓ جو ان کے ہم سن تھے کہنے لگے کہ میں ان سے زیادہ طاقتور ہوں اور کشتی میں انہیں پچھاڑ سکتا ہوں۔ حضورؐ کے سامنے دونوں کی کشتی ہوئی سمرہ کامیاب ہوئے تو انہیں

بھی اجازت مل گئی۔

تاروں کے سائبان تلے جاگتے رہو۔

اسی مقام پر رات گزاری گئی۔ پچاس منتخب مجاہدوں نے پہرہ دیا۔ حضرت ذکوانؓ بن عبداللہ خیمہ نبویؐ پر متعین تھے۔ حضرت محمد بن مَسلَمہ انصاریؓ پہرہ داروں کے نگراں تھے۔ رات کا ابھی پچھلا پہر تھا کہ کوچ کا حکم ہوا۔ ارشاد ہوا کہ قریب تر راستہ سے دشمن تک پہنچنے میں کوئی رہبری کرے۔ حضرت ابو حثمہ الحارثی نے یہ کام سنبھالا۔ راستہ میں ابو بردہؓ بن نیارؓ کی شمشیر اسلامی لشکر کے دوسرے سوار کے گھوڑے کی دم کی ضرب سے میان سے باہر ہو کر گر پڑی۔ حضورؐ نے فرمایا میں سمجھتا ہوں بہت جلد تلواریں نیام سے باہر ہو جائیں گی۔ مقام قنطرہ پر حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم ہوا۔ اصحاب نے صفیں سیدھی کیں اور نماز ادا کی۔ دور سے مشرکین یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

تن اُجلا من کالا بگلا جیسا بھیس

واقدی اور ابن سعد کا بیان ہے کہ اسی مقام پر رأس المُنافقین اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ اسلامی لشکر سے علیحدہ ہوا۔ مسعودیؓ کے الفاظ میں اس نے کہا " آنحضرتؐ نے نافرمانی کی اور میری رائے قبول نہ فرمائی "۔ (نعوذ باللہ) ہم بے وجہ اپنی جانوں کو کیوں ہلاکت میں

ڈالیں۔ یہ جنگ نہیں ہے اگر ہم اسے جنگ سمجھتے تو تمہارا ساتھ دیتے۔ بنو سلمہ اور بنو حارثہ کے کچھ لوگ اس کی باتوں میں آکر پست ہمت ہو گئے لیکن میدان چھوڑنے کی ذِلت سے بچ گئے۔ بعض نے اس مقام کا نام شوط لکھا ہے۔ غرض صبح کی روشنی میں مشرک یہ منظر اچھی طرح دیکھ رہے تھے۔ ان کی نظروں کے سامنے آکر عبداللہ ابن ابی کا ٹوٹنا مشرکین۔۔ اس کے خفیہ وعدوں کی تصدیق تھی۔ نیز عین میدانِ جنگ میں مجاہدوں کے حوصلے پست کرنے کی مذموم نفسیاتی چال بھی تھی۔ ایسے نازک موقع پر یہ کارروائی دشمن کے حوصلے بلند کرنے کے لئے تھی۔ لیکن اس کے اس شر سے خیر کا یہ پہلو نکلا کہ آستیں میں رینگنے والے سانپوں (منافق) سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نجات دی۔ اب لشکر میں کوئی دشمن کا ہمدرد یا جاسوس نہ تھا۔

پہلا مورچہ

لشکر اسلام دشوار گزار پتھریلی زمین کو طے کرتا ہوا ایک باغ میں پہنچا جو ایک منافق اندھے یہودی ربعی بن قیبظی کا تھا۔ اس نے مزاحمت کی۔ مشرکین کا یہی خیال تھا کہ اسلامی لشکر یہ راستہ اختیار نہیں کریگا۔ ارشاد ہوا اس کو اسکے حال پر چھوڑ دو۔ یہ آنکھ اور دل دونوں کا اندھا ہے۔ مجاہدین تیزی سے حرکت کرتے ہوئے جبل عینین (دو چشموں والا پہاڑ) پر قابض ہو گئے۔ یہ مقام وادی سے پہاڑ کی جانب اونچائی پر واقع

تھا۔ میدان جنگ میں اس کا جغرافیائی مقام اہم اور کلیدی تھا آپؐ کی بر وقت نقل و حرکت نے دشمن کو اہم جگہ سے محروم کر دیا۔ اس راہ سے اچانک حملہ کا خطرہ تھا۔ اس اہم مورچہ پر مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عمرو بن عوف کے حضرت عبداللہؓ بن جبیر بن نعمان انصاری کی قیادت میں پچاس تیر اندازوں کو مقرر فرمایا۔ حضرت عبداللہؓ سفید لباس پہنے ہوئے تھے اور سب میں نمایاں تھے۔[15] انہیں تاکید فرمائی

"چاہے ہم غالب ہوں یا مغلوب تم اس مقام سے نہیں ہٹو گے۔ اگر تم دیکھو کہ پرندے ہماری بوٹیاں نوچ رہے ہیں اور ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔ تب بھی تم اس جگہ سے نہ ٹلنا۔ اپنی تیر اندازی سے دشمن کے سواروں کو ہم سے دور رکھنا۔ تمہاری طرف سے حملہ نہ ہونے پائے۔ ہماری پشت کی حفاظت کرنا۔"

تیزی سے نقل و حرکت سے دشمن کو حیران کر دینا۔ جدید حربی (وار) ٹیکنالوجی کو مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی دین ہے۔ اس موقع پر ابھی مکی لشکر تیاری میں مصروف تھا اور آپؐ مجاہدوں کے ساتھ اہم مورچوں پر قابض ہو گئے۔ تیر انداز آج کے دَور کے دُور مار ہتھیار والے تھے۔ بعض ماہرین[16] فنِ حرب نے لکھا ہے کہ تیر اندازوں کو ۶۰ درجہ کے زاویے پر تیر چلانے کا حکم دیا گیا جب تیر ہدف پر جا گرے تو ٹیلوں کی

اوٹ میں پناہ لینے والا دشمن بھی نشانہ بن سکے۔ اسی اصول پر جدید دور کی خندقوں میں گولہ برسانے والی توپ "ٹرنچ مارٹر" بنائی گئی ہے۔ بقیہ مجاہدوں کے ساتھ احد پہاڑ کے نصف دائرے والے خلا میں پڑاؤ ڈالا گیا۔

جَبلِ اُحُد

اُحد پہاڑ مسجد نبوی سے کوئی ساڑھے تین میل پر واقع ہے۔ مدینہ کے شمالی مضافات میں چار یا پانچ میل کے رقبہ میں بخط مستقیم مشرق سے مغرب کی طرف پھیلا ہوا ہے۔ اس کے اطراف چکر لگایا جائے تو پوری مسافت پانچ میل کی بنتی ہے مدینہ سے دیکھو تو سرخ رنگ کا نظر آتا ہے جس پر کوئی سرسبزی نہیں۔ قرب وجوار کے پہاڑی سلسلوں میں یہ الگ تھلگ پہاڑ ہے۔ اس کا اس سلسلہ ہائے کوہ میں منفرد ہونا اس کے نام کی وجہ تسمیہ ہے۔ پہاڑ پر کئی مقامات ایسے ہیں جہاں بارش کا پانی قدرتی طور پر حوض کی طرح جمع ہو جاتا ہے۔ اُحد کے جنوبی سمت میں بیچ میں ایک نعل نما حصہ ہے۔ اس کی زمین اونچی ہے۔ دامن جبل کے میدان کے بعد وادیٔ قناۃ ہے۔ وادیٔ قناۃ میں بہنے والا دریا عاقول کی قدرتی جھیل کو لبریز کرتا ہوا ینبوع کے قریب بحر احمر میں جا گرتا ہے۔ بارش میں اس دریا کا بہاؤ مشرق سے مغرب کی سمت ہوتا ہے۔ وادی قناۃ کے اس طرف ایک چھوٹی سی پہاڑی جبل العینین (دو چشموں کی پہاڑی) واقع ہے۔ چونکہ

اس کے شمال میں دو چشمے تھے اس لئے یہ نام پڑ گیا۔ اسی مقام پر لڑائی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۵۰ تیر انداز کو متعین فرمایا تھا۔ جب سے اس کا نام "جبل الرّماۃ" یعنی تیر اندازوں کی پہاڑی پڑ گیا۔

اُحد کے بارے میں ارشاد نبویؐ ہے

یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم کو دوست رکھتا ہے اور ہم بھی اس کو دوست رکھتے ہیں[۱۷]

یہ بھی فرمایا کہ اس میں ایک دروازہ ہے جو جنت کا دروازہ ہے۔ مدینہ کے جنوب مغربی سمت کے پہاڑ عیر کے بارے میں فرمایا کہ یہ پہاڑ ہم سے بُغض رکھتا ہے اس میں ایک دروازہ ہے جو جہنم کا دروازہ ہے۔

جغرافیائی حکمتِ عملی

میدانِ جنگ کا بہتر استعمال، لڑائی کے لئے اپنی پسند کی جگہ کا انتخاب، دشمن کے مقابلے میں کم نفری سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا اور حریف کی زیادہ فوج کو بیکار اور تماشائی بنا دینا معرکۂ اُحد کے اہم خدو خال ہیں۔ اس کی بہترین تشریح ایک ماہر حربیات بریگیڈیئر گلزار احمد کے الفاظ میں بیان کی جاتی ہے۔[۱۸]

"سات سو مجاہدوں پر مشتمل لشکر کے لئے اس سے بہتر دفاعی پوزیشن کہیں نہیں مل سکتی تھی۔ جبل احد داہنی طرف تھا۔ بائیں طرف

وادی قناۃ کا عمودی کنارہ تھا جو جبل عینین پہنچنے سے قبل پوری رکاوٹ کا کام دے رہا تھا۔ اس جانب سے بھی نہ تو سوارہ اور نہ ہی پیادہ پہلوی حملہ کرسکتے تھے۔ جبل عینین پر متعین تیر انداز عقب کی جانب سے پورا تحفظ مہیا کر رہے تھے۔ جبل احد کے اس کونے اور وادی قناۃ کے درمیان تقریباً چار سو گز کا فاصلہ ہے۔ اسے پُر کرنے کے لئے ۶۵۰ مجاہد رہ گئے تھے۔ ۱۴ مجاہد حضورؐ کی حفاظت پر مامور تھے۔ چار سو گز پُر کرنے کے لئے فی صف ۲۱۸ مجاہد رہ جاتے ہیں۔ تلوار چلانے، نیزہ پھینکنے، ڈھال پر وار روکنے کے لئے فی کس ایک گز فاصلے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح ساری جگہ مدنی فوج نے پُر کرلی۔ اب مکی فوج کا کماندار اپنے رسالہ کو مدنی لشکر کا پہلو اُلٹنے ROLL UP THE FLANK کے لئے استعمال کرسکتا تھا۔ اس پوزیشن میں رسالہ کا استعمال ناممکن بنا دیا گیا۔ مکّی رسالہ کا دوسرا استعمال عقبی راستہ تھا جہاں تیر انداز تھے۔ جہاں تک دشمن کی اعدادی برتری کا سوال ہے وہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ جبلِ اُحد اور وادی قنات کے کنارے محاذ کو اس قدر محدود کر دیا گیا تھا کہ مدنی فوج تو محاذ مکمل طور پر سنبھال سکتی تھی مگر مکّی لشکر کے زائد افراد کو پہلی صف کے پیچھے کھڑا رہنے پر مجبور کر دیا گیا تھا یعنی ۲۱۸ سے زیادہ تعداد اگلی صف میں کھڑا نہ کرسکتی تھی۔ غرض کہ جغرافیہ کو تدبیرات کے مطابق استعمال کرنے سے دشمن کی اعدادی برتری مکمل طور پر ناکارہ بنا دی گئی۔ اس طرح محاذ کو اس حد تک

غـزوۂ اُحـد

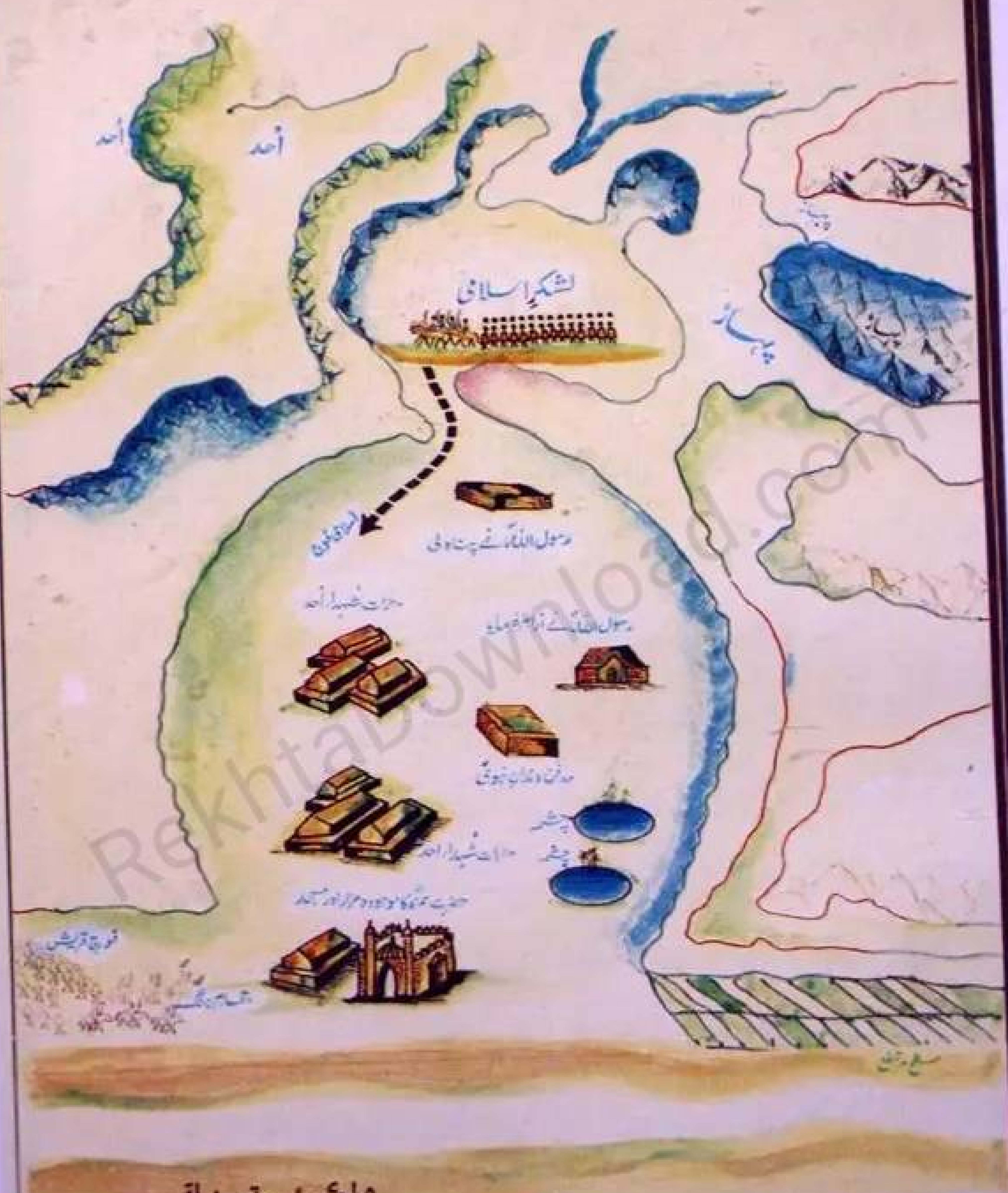

محدود کر دیا گیا تھا کہ مسلمانوں کا لشکر تو پوری طرح استعمال ہو سکتا تھا مگر دشمن کی فوج استعمال نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ وہ اصول جنگ تھا کہ ''ایسی جگہ دشمن کو لڑنے پر مجبور کیا جائے جو ہمارے لئے مفید ہو''۔

اسلامی فوج کی ترتیب

مقدمہ الجیش پر حضرت سعدؓ ابن وقاص اور حضرت ابو عبیدہؓ ابن جرّاح کو رکھا گیا۔

میمنہ پر حضرت عکاشہؓ بن محصن اسدی کو مقرر کیا گیا۔

میسرہ پر حضرت ابو سلمہؓ بن عبدالاسد تھے[19]

قلب فوج میں ایک طرف حضرت علیؓ اور دوسری جانب حضرت زبیرؓ ابن عوّام تھے۔ وسط میں غیر زرہ پوش مجاہدوں کے سالار حضرت امیر حمزہؓ تھے۔ دو سو مجاہد ایسے تھے جن کے پاس زرہیں تھیں خود مجاہد اعظمؐ کے جسد اطہر پر دو زرہیں تھیں۔ سر پر مغفر تھا۔[20] حضرت محمدؓ بن مسلَمہ کے پچاس پہرہ داروں سے محفوظ دستہ کا کام لیا گیا۔

ساقہ پر حضرت مقدادؓ ابن عمرو تھے۔

علم حضرت مصعبؓ بن عمیر اٹھائے ہوئے تھے جو قریش کے علم برداروں کے خاندان بنی عبدالدار کے فرد تھے۔

صف بندی میں توانا اور طاقتور مجاہد آگے کی صف میں تھے تاکید فرمائی جب تک میری جانب سے حکم نہ ہو لڑائی شروع نہ کی جائے۔ سورج

اور ہوا کے رخ کا خیال رکھا گیا۔ صف بندی اور شِعار (حرفِ شناخت) تو جنگ بدر ہی سے مسلمانوں نے اپنا لئے تھے۔ اس موقع پر کوڈ ورڈ "امت امت" یعنی مارو مارو تھا۔ عورتوں کی کافی تعداد زخمیوں کی خدمت اور پانی پلانے کے لئے ساتھ تھی۔

جبلِ عینین پر پچاس تیر انداز بڑی اہم خدمت پر مامور تھے۔ ان کا کام مسلمانوں کے عقب کو ہر حملہ آور سے محفوظ رکھنا تھا اگر مکی لشکر کا دباؤ بڑھے اور وہ اپنی کثرت افواج کی وجہ سے مجاہدوں کو دھکیلتے ہوئے نیم دائرہ جھکاؤ کی طرف پسپا ہونے پر مجبور کر دیں تو تیر انداز اپنی قادر اندازی سے ان کے لشکر میں افراتفری مچا سکتے تھے۔

فوجِ کُفّار کی ترتیب

بارہ دن کا سفر کر کے ۳۰ ہزار کا قریشی لشکر مدینہ کے نواح میں پہنچا۔ یہ لوگ مدینہ کے جنوب میں ٹھہرنے کی بجائے شمال میں زغابہ میں خیمہ زن ہوئے مدینہ خصوصاً مسکن نبویؐ پر حملہ کے لئے یہی مناسب مقام تھا۔ وہ بدھ کے دن مدینہ پہنچے انہوں نے تین دن تک آرام کیا۔ اپنے اونٹ اور گھوڑے کھیتوں میں چرنے چھوڑ دیئے جنہوں نے فصلوں کا ناس کر ڈالا۔ قریش احد میں پہلے پہنچنے کے باوجود لڑائی کے لئے اچھے مقام کے انتخاب سے قاصر رہے۔ مسلمانوں کو ان کے آنے کی اطلاع اسی دن مل گئی اور حضرت حبابؓ بن منذر ان کی نفری اور طاقت کا اندازہ بھی لگا

آئے، پھر بھی تین دن تک مسلمانوں نے مدینہ ہی میں محصور رہنے کو ترجیح دی۔

قریش اپنی پچھلی ہزیمت سے سبق لے رہے تھے۔ انہوں نے اس دفعہ صف آرائی بھی کی اور حرفِ شناخت (شعار) بھی مقرر کرلیا جو "یا للعزّیٰ یا لِلھُبل" تھا۔[۵]

مَیمَنَہ پر خالد بن ولید کا رسالہ تھا جو سو مسلح سواروں پر مشتمل تھا۔ عمرو بن العاص کے پیچھے درہ کوہ کے مقابل تھے۔

قلب میں صفوان بن اُمیّہ سالار تھا۔

علمبردار بنو عبدالدار کا طلحہ بن طلحہ تھا۔ بڑے جھنڈے کے علاوہ احابیش بنو کنانہ اور بنو ثقیف کے پرچم جدا تھے۔

تیر اندازوں کے دستہ کی کمان عبداللہ ابن ربیعہ کر رہا تھا۔

ابو سفیان جو سپہ سالار تھا۔ ہر طرف دیکھ بھال کرتا پھر رہا تھا۔ اس کی اسکیم یہ تھی کہ مسلمانوں کو جُل دے کر عقب سے بھی حملہ کیا جائے اور تعداد کی کثرت سے انہیں گھیرے میں لے لیا جائے۔ پھر مدینہ کو تاخت و تاراج کر دیا جائے۔ متوقع صف بندی کے مقامات پر گڑھے کھدوا کر پتوں اور شاخوں سے ڈھانپ دیئے گئے ان گڑھوں میں اپنے سپاہی چھپا دیئے۔ روز جنگ قریشی فوج زغابہ کے پڑاؤ سے سیدھے احد کے جنوبی دامن میں صف آرا ہوئی جہاں قبور شہداء کے موجودہ احاطہ پر مسلمانوں

سے مقابلہ ہوا۔

تاریخ میں تاریخوں کا اختلاف

مغازی رسول اللہؐ صفحہ ۱۸۱ پر حضرت عروہ بن زبیرؓ نے غزوہ حمراء الاسد کے باب میں لکھا ہے کہ احد کے صرف ایک دن بعد ۱۸ شوال ۳ ھ کو پیش آیا۔ اس طرح ۱۴ شوال ۳ ھ غزوۂ اُحد کی تاریخ ہوئی۔

واقدی نے اپنی مغازی الرسولؐ میں صفحہ ۱۵۲ پر معرکہ کی تاریخ ۷ شوال اور روز شنبہ (ہفتہ) لکھا ہے۔

محمد ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ مقابلہ نصف شوال ۳ ھ بروز ہفتہ ہوا۔

محمد بن سعد نے طبقات کی جلد اوّل اخبار النبیؐ میں صفحہ ۳۳۶ پر ۷ شوال یوم ہفتہ لکھا ہے۔

قسطلانی نے مواہب لدنیہ صفحہ ۱۹۱ پر غزوۂ حمراء الاسد کے بارے میں لکھتے ہوئے کہا کہ یہ غزوہ یوم احد کی صبح کو شنبہ کے دن چھ راتیں یا آٹھ راتیں شوال کی گزری تھیں ہجرت کے ۲۲ ویں مہینے واقع ہوا۔ اس طرح ۷ یا ۹ شوال تاریخ ہوئی۔

عبدالرحمٰن ابن جوزی نے الوفا میں صفحہ ۱۹۷ پر صرف یہ لکھا ہے کہ یہ غزوہ ہجرت کے ۲۳ ویں مہینے میں ہوا۔

ابن ہشام کے مطابق صفحہ ۸۵ جلد دوم ۱۵ شوال ۳ ھ روز شنبہ

تاریخ ہے۔ ابن قیمؒ نے زاد المعاد جلد ۲ صفحہ ۱۹۹ پر ہفتہ ۷ شوال ۳ ھ تاریخ لکھی ہے۔ ابن حزم نے "جوامع السیرہ" میں صفحہ ۱۵۲ پر ۱۵ شوال بروز ہفتہ لکھا ہے۔ کتاب المعارف میں صفحہ ۱۴۰ پر ابن قُتیبہ نے ابن اسحاق کی تائید کی ہے۔ کامل ابن اثیر نے سیرت الرسولؐ (صفحہ ۲۳۷) پر ۷ شوال ۳ ھ کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ بعض کا قول وسط شوال کا ہے۔

تنبیہ والاشراف صفحہ ۲۱۱ پر مسعودی نے ہفتہ ۷ شوال ۳ ھ تاریخ لکھی ہے۔

ابن جریر طبری نے واقدی کی تائید میں تاریخ طبری حصہ اوّل صفحہ ۲۵۰ پر نصف شوال روز سنیچر لکھا ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ نے المقریزی کی "امتاع الاسماع" کے حوالے سے شنبہ ۱۵ شوال ۳ ھ کو یوم معرکہ لکھا ہے (صفحہ ۳۳ اردو دائرہ المعارف جلد ۲)

مولانا شبلی نعمانی نے سیرۃ النبیؐ جلد دوم میں تاریخ ۷ شوال ۳ ھ لکھی ہے۔ "رزم حق و باطل" میں صفحہ نمبر ۹۹ پر شاہ بلیغ الدین نے ۷ شوال ۳ ھ لکھی ہے۔

مورخوں اور سیرت نگاروں کے پاس تاریخ پر اختلاف اور یوم پر

حسنِ نظر کی آبرو

مانگیں ہماری مُشک بُو

رکھے جو بستر کی طلب

وہ جنگ کی سختی سہے

سینے پہ چڑ کے کھاؤ گے

ہم سے گلے مل جاؤ گے

گر بزدلی دکھلاؤ گے

آغوش بستر پاؤ گے

افلاک کی شہزادیاں[۲۵] ہم ہیں ستارہ زادیاں اجڑی ہوئی آبادیاں

مبارزت طلبی سے پہلے ابو سفیان نے انصار کے پاس پیغام بھیجا ہمیں تم سے کچھ نہیں لینا۔ تم ہمارے درمیان سے ہٹ جاؤ۔ ہمارا دعویٰ خون ہمارے چچا زاد پر ہے۔ عزم و ایمان کی چٹان اوس و خزرج کے جوانوں نے اس پیام کا ٹکا سا جواب دیا۔

یہ خیر خواہ ہمارے کدھر سے آنکلے؟

اتنے میں مشرکین کی صف سے ایک راہب، خضر صورت اور ابلیس سیرت نمودار ہوا۔ اس کے پیچھے اس کے پچاس چیلے تھے۔ آواز دی اے بنی اوس! مجھے جانتے ہو میں ہوں تمہارا سردار ابو عامر

اوسیوں نے جواب دیا جانتے ہیں اے فاسق و نابکار! تیری آرزو کبھی پوری نہ ہوگی نابنجار۔ ہاتھ ملتا ہوا کہنے لگا میری قوم میرے بعد شر سے ہوگئی دو چار۔ اس کا نام عبد عمرو بن صیفی تھا وہ عہد جاہلیت میں اوس کا سردار تھا۔ پارسائی اور زہد کی وجہ سے راہب مشہور ہو گیا۔ حضورؐ ہجرت کرکے آئے تو عداوت پر اتر آیا۔ آفتاب نبوت کے آگے اس شپرہ چشم کا چراغ ماند پڑگیا اور وہ مکہ میں قریش سے جاملا۔ انہیں بھڑکایا کہ مجھے تمہاری طرف دیکھ کر میری قوم لڑائی سے دستبردار ہو جائیگی۔ عین میدان جنگ میں مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ دے گی۔ حضورؐ ہی نے اس کو فاسق فرمایا تھا۔

میری دعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری

میدانِ اُحد میں ابھی صفیں آراستہ ہو رہی تھیں کہ دو دوست ایک طرف کو ہوئے۔ کہنے لگے ابھی کچھ دیر میں معرکہ شروع ہونے والا ہے آؤ بارگاہ حق میں دعا کریں کہ وہ ہماری دلی آرزو پوری کرے۔ پہلے مجاہد نے کہا کہ میں دعا مانگتا ہوں تم اس پر آمین کہنا۔ پھر تم دعا کرنا میں آمین کہتا جاؤں گا۔ پہلے مجاہد حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے ہاتھ بلند کیے اور خشوع و خضوع سے عرض کیا۔ اے بار الٰہ! ابھی جب میدان کار زار گرم ہو تو میری کسی ایسے کافر سے مڈ بھیڑ ہو جو نہایت دلیر، شجاع اور غضب ناک ہو۔ تیری راہ میں اس سے دیر تک لڑتا رہوں تا آنکہ میں

اس پر غالب آجاؤں اور اسے قتل کر دوں۔ اس دلی تمنا پر دوسرے مجاہد نے آمین (اے اللہ ایسا ہی ہو) کہا۔

اب دوسرے مجاہد حضرت عبداللہؓ ابن جحش[26] نے دست دعا دراز کیے اور خلوص دل سے کہا۔ اے زندگی اور موت کے عطا فرمانے والے! میرا بھی مقابلہ کسی پیل تن، زور آور اور غضب ناک مشرک سے ہو۔ بڑی دیر تک معرکہ آرائی ہوتی رہے اور آخر وہ مجھے تیری راہ میں شہید کر دے۔ اسی پر اکتفا نہ کرے بلکہ میری لاش کا مُثلہ کرے اپنا غصہ اتارے۔ اس حال میں جب میں تجھ سے ملوں اور تو پوچھے۔ اے عبداللہ تیرا یہ کیا حال ہے! تو عرض کروں جان تو تیری دی ہوئی تھی تو نے لے لی۔ ہاں یہ کٹی ہوئی ناک، پھٹے ہوئے ہونٹ، پھاڑے ہوئے کان، نکلی ہوئی آنکھیں، چاک شدہ پیٹ اللہ اور اس کے رسولؐ کی راہ میں عبداللہ کا نذرانۂ تن ہے۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ اور تو فرمائے اے میرے بندے تو نے سچ کہا۔ حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص کہتے ہیں میں نے آمین کہا۔ جنگ کا ہمہمہ ختم ہوا تو پتہ چلا کہ مجاہد کی دعا قبول ہو چکی تھی اس کا مثلہ شدہ لاشہ ہمارے سامنے تھا۔ اسی لئے وہ "مجدّع فی اللہ" (وہ شخص جس کے ناک اور کان اللہ کی راہ میں کاٹے گئے ہوں) مشہور ہوئے۔ اس غزوہ میں ایسی شدید لڑائی کی کہ تلوار ٹوٹ گئی۔ حضورؐ نے لڑنے کے لئے کھجور کی ایک شاخ عطا کی۔ دست مجاہد میں وہ شمشیر براں بن گئی۔ انہوں نے اس کا نام عرجون رکھا۔ عباسی خلیفہ معتصم باللہ کے

ایک امیر نے اس یادگار کو دو سو دینار میں خریدا تھا۔

بے تاب نہ ہو، معرکۂ بیم و رِجا دیکھ

ابو سفیان نے علمبردار قریش طلحہ ابن ابی طلحہ کو مخاطب کر کے کہا کہ بدر میں بھی ہمارا علم تمہارے پاس تھا۔ اطمینان دلاؤ کہ ہر حال میں اس جھنڈے کو بلند رکھو گے ورنہ اسے چھوڑ دو ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ عورتوں نے رجز پڑھا۔

دیکھو بنی عبدالدار۔ میری پشت کے پاسدار۔ خوب کرو تلوار کا وار

علمبردار جوش غضب سے بھر کر للکارا۔

اے مسلمانو! تمہارا عقیدہ ہے کہ تمہاری تلواریں ہمیں جہنم رسید کریں گی اور ہماری شمشیریں تمہیں باغ جنت میں پہنچا دیں گی جسے تمنائے بہشت ہو مقابلہ پر آئے۔ حضرت علیؓ تیغ آبدار تولتے بڑھے ایک ہی وار میں پیر کاٹ دیا۔ دوسری ضرب نے سر کے دو ٹکڑے کر دیئے مسرت سے اللہ کے رسول نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا مسلمانوں نے دہرایا۔

علم بڑھ کے اس کے بھائی عثمان بن ابی طلحہ نے سنبھالا۔ رجز پڑھتے ہوئے تلوار لہرائی۔ رجز تھا۔ ''علمبردار وہ ہے جس کا نیزہ دشمن کے خون سے رنگین ہو جائے یا پھر لڑتے لڑتے ٹوٹ جائے'' اسد الرسول حضرت امیر حمزہؓ نے پلک جھپکتے ایسی ضرب لگائی کہ دونوں ہاتھ شانے سے

کٹ گئے اور علم ہاتھوں سے چھوٹ گیا۔

دوڑ کے طلحہ کے دوسرے بیٹے ابو سعد نے پرچم اٹھالیا۔ اور فضا میں لہرانے لگا۔ حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص نے دور ہی سے نیزہ پھینکا جو حلق کو چھید کر نکل گیا۔ کتے کی طرح زبان نکالی اور زمین پر گر پڑا۔

بنی عبدالدار کے مسافع بن طلحہ بن ابی طلحہ نے علم سنبھال لیا۔ مبارزت خواہ ہوا تو حضرت عاصمؓ بن ثابت نے اسے جہنم کا راستہ دکھایا۔

پرچم کی آبرو رکھنے کلاب بن طلحہ بن ابی طلحہ بڑھا حضرت زبیرؓ ابن عوام نے اسے زمین بوس کیا۔

بنی عبدالدار پرچم قریش کی سربلندی کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ ابو سفیان نے ان کے جذبات کو بُری طرح بھڑکا دیا تھا اس لئے وہ ہر قیمت پر اسے بلند رکھنا چاہتے تھے۔ جُلاس بن طلحہ بن ابی طلحہ نے جھنڈا لیا تو حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ نے اسے جا گرایا۔ ارطاۃ بن شرجیل بڑھ کر مُبارزت خواہ ہوا تو حضرت علیؓ نے اسے زمین کو سونپ دیا۔ شریح بن قارط نے علم اٹھا کر اپنی موت کو دعوت دی۔ اس کے بعد اس کے غلام صواب نے علم لیا۔ وہ بھی تھوڑی دیر میں خون میں لت پت تھا۔ اس طرح خاندان بنی عبدالدار کے ۲۲ افراد نے یکے بعد دیگرے جھنڈے کی سربلندی پر اپنے آپ کو بھینٹ چڑھا دیا۔ مسلسل

علمبرداروں کے قتل اور بار بار جھنڈے کے گرنے سے فوج میں پست ہمتی کے آثار پیدا ہوئے۔ انہوں نے پسپائی اختیار کرنی شروع کی۔ ان کی عورتوں کی یہ حالت تھی کہ پنڈلیوں پر سے دامن اٹھائے پہاڑ کی طرف بھاگ رہی تھیں۔ آخر اس سرنگوں پرچم کو ایک عورت عمرہ بنت علقمہ حارثیہ نے سیدھا کیا۔[۲۷] یہ دیکھ کر مشرکین میں ایک نیا جوش اور جذبہ پیدا ہوا۔ سب اس کے گرد جمع ہوگئے۔ کفار کی جانب سے ایک اور للکار سنائی دی۔ یہ عبدالرحمٰن حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بیٹے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ خود تلوار سونت کر مقابلہ کے لئے نکلے۔ حضور اکرمؐ نے انہیں جانے سے روکا اور فرمایا "تم مجھ کو اپنی ذات سے متمتع ہونے دو۔" سورۂ مجادلہ کی آیت ۲۲ میں ارشاد ربانی ہے۔

یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ

"آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ ایسے لوگوں سے دوستی رکھتے ہیں
جو اللہ اور رسول کے برخلاف ہیں گو وہ ان کے باپ بیٹے بھائی
اور رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔"

عام جنگ کا آغاز ہوا۔ بنی ہوازن کے مشرک تیرانداز تیزی سے بڑھے تو مسلمان تیرافگنوں نے پیکانوں کی بوچھاڑ سے ان کا منہ پھیر دیا۔ اس پر گھڑ سوار اور پیدل دستوں نے عام دھاوا بول دیا۔ مسلمان تیر

اندازوں نے اپنا کمال دکھایا۔ تیروں کی بارش سے سوار لہرا کر گرتے اور گھوڑے رخ پھیر کر اپنے ہی پیدلوں کو کچلنے لگے۔

سپر اور تیغے کھڑکنے لگے — سواروں کے گھوڑے بھڑکنے لگے۔

یہ موقع تھا کہ دو بدو لڑائی شروع ہوئی۔ امیر حمزہ، علی، زبیر، ابو بکر، عمر، نضر بن انس، سعد بن ربیع، سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ، عبداللہ ابن جحش، معصب بن عمیر، طلحہ بن عبیداللہ، ابو دجانہ اور سعد ابن ابی وقاص (رضوان اللہ اجمعین) دشمنوں کی صفوں میں دراتے ہوئے گھس پڑے۔ جدھر جاتے صفوں کی صفیں الٹ دیتے۔

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کوئی ابو دجانہؓ کو دیکھتا تو موت کے منہ میں آنکھیں ڈال کر لڑنے کا مطلب سمجھتا۔ اس دلیری اور تیزی سے صف اعداء میں گھس رہے تھے کہ نرغہ تک کی پرواہ نہ تھی۔ ماتھے پر سرخ پٹی مشرکوں کے لئے موت کی پگڑی تھی جو دشمن سامنے آتا اس کی گردن اڑا دیتے۔ ان کی معرکہ آرائی نے کفّار میں ہلچل مچادی۔ شمشیر زنی اور تیغ افگنی آج ان پر ختم تھی۔ ان کی زبان پر رجز کے بول تھے

> "اس نخلستان کے دامن میں اپنے خلیلؐ سے میں نے عہد کیا ہے کہ کبھی صفوں کے پیچھے نہ رہوں گا۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی تلوار آگے بڑھ کے چلاؤں گا"۔

آخری صف تک پہنچ گئے تو دیکھا کہ کوئی کُفار کو قتال پر ابھار رہا ہے۔ تیزی سے اس کی طرف لپکے چمکتی تلوار لہرائی تو چیخ اٹھی میں عورت ہوں۔ یہ ہندہ ابو سفیان کی بیوی تھی۔ ابو دجانہ نے وار روک لیا۔ سیف رسولؐ کا احترام مانع تھا۔ رسول اللہؐ کی تلوار ایک عورت پر نہیں اٹھ سکتی

بیا جاناں تماشہ کُن کہ در انبوہِ جانبازاں

حضرت حمزہؓ دونوں ہاتھوں سے تلوار پھیرتے کبھی اس صف کو درہم برہم کرتے کبھی اس صف کو الٹ دیتے جو زد میں آتا پانی تک نہ مانگتا۔ ایک عالم ان کی شمشیر زنی پر حیران تھا۔ دور دور تک ان کی شجاعت کی کہانیاں مشہور تھیں۔ ایک وقت آیا کہ عرب کا نامی گرامی پہلوان سباع بن عبدالعزیٰ بن غُبشانی میدان میں پکارتا ہوا آیا۔ ہے کوئی میرا مقابل۔ حضرت حمزہؓ بڑھے اور کہا اے ابنِ اُمِّ انمار! تو اللہ اور اس کے رسولؐ سے مقابلہ کا خواہاں ہے لے میرا وار۔ تلوار کی ایک ہی ضرب نے اس کی زبان خاموش کر دی۔ پلٹ ہی رہے تھے کہ چٹان کی آڑ سے ایک سانگ (دستی نیزہ) کسی نے پھینکا جو ناف سے ہوتا ہوا جسم کو چھید گیا۔ بزدل حملہ آور چٹان کی اوٹ میں تھا۔ اس کی طرف بڑھے، وحشی جُبیر ابن مطعم کے حبشی غلام کو بھاگتا دیکھا۔ پیچھا کیا لیکن لڑکھڑا کر گر پڑے۔ زخم کاری تھا زمین پر گرے تو اٹھ نہ سکے۔ جب دم توڑ چکے

تو وحشی قریب پہنچا۔ اپنا دستی نیزہ اٹھایا۔ پیٹ کاٹ کر جگر نکالا اور ہندہ کو دیتے ہوئے کہا "لے تیرے باپ کے قاتل حمزہ کا جگر ہے۔" اس نے جگر لے کر چبا ڈالا۔ نگلنا چاہا تو نگل نہ سکی۔ زیور جو جسم پر تھے انعام میں دیئے۔ مکہ پہنچ کر دس ہزار درہم دینے کا وعدہ کیا۔ پوچھا لاش کدھر پڑی ہے؟ بتایا تو کان ہونٹ کاٹے، آنکھیں نکالیں، نعش کا مُثلہ کیا اور ان اعضاء کا ہار بنالیا۔ وحشی اب میدان جنگ سے منہ موڑ گیا۔ اس کا واحد مقصد حضرت امیر حمزہؓ کو شہید کرنا تھا کیونکہ ان کی شہادت اس کی آزادی کی قیمت ٹھہری تھی۔ مالک سے یہی وعدہ تھا۔[۲۸]

سمندِ ناز کو اک اور تازیانہ ہوا

حضرت عمروؓ بن جموح، بنی سلمہ کے سرداروں میں سے تھے۔ معمر ہونے کے علاوہ لنگڑے بھی تھے۔ ان کے چار بیٹے ہر معرکہ میں حضورؐ کے ہمرکاب رہے۔ اُحد کی لڑائی کے موقع پر وہ جہاد میں حصہ لینے کے لئے بے تاب تھے۔ بیوی نے کہا کہ تم میدان جنگ سے بھاگ آؤ گے۔ وہ اس تازیانہ کو برداشت نہ کر سکے۔ ہتھیار اٹھائے اور دعا مانگی۔ "الٰہی مجھے اپنے اہل و عیال میں نہ لوٹانا"۔ چل کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا۔ لنگ کی وجہ سے بچے مجھے شرکت جہاد سے روک رہے ہیں۔ دل شہادت سے معمور ہی نہیں بلکہ یہ بھی تمنا ہے کہ اسی لنگڑے پن سے جنت کی سرزمین روندتا پھروں۔ فرمایا معذوری کی وجہ

سے جہاد تم پر فرض نہیں۔ بیٹوں سے ارشاد ہوا انہیں منع نہ کرو۔ کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں شہادت سے سرفراز فرمائے۔ بڑے جوش و خروش سے لڑے اور بارگاہِ حق میں نذرانۂ جان و تن پیش کیا۔ لڑائی کے اختتام پر ان کی بیوی ہند اور بچوں نے لاش کو اونٹ پر لاد کر آبائی قبرستان لانا چاہا تو ہر بار اونٹ بھڑک جاتا۔ بڑی مشکل سے لاشہ بار کیا۔ مدینہ کی طرف لے چلے تو اونٹ پلٹ کر آگیا۔ دو چار بار ایسا ہی ہوا۔ بیوی نے بارگاہ اقدس ﷺ میں کیفیت عرض کی۔ پوچھا۔ عمرو نے تم سے کچھ کہا تھا۔ عرض کیا۔ ہتھیار لگا کر قبلہ رو ہو کر دعا مانگی تھی کہ اہل و عیال میں نہ لوٹانا۔ فرمایا پھر تو اللہ نے مجاہد کی دعا قبول فرمالی[۲۹]

الٰہی مجھے بھی شہادت نصیب

اوس کے ایک نقیب حضرت سعدؓ کے والد خیثمہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب بیان کیا۔ رات میں انہوں نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ جنت کے باغوں کی سیر کرتا پھر رہا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا۔ میرے پروردگار نے جو وعدہ کیا تھا وہ میں نے بالکل حق پایا۔ اے میرے باپ تم بھی یہاں آجاؤ۔ عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! بوڑھا ہو گیا ہوں۔ ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں۔ اب ایک ہی خواہش ہے کہ اپنے رب سے جاملوں۔ بدر میں قرعہ اندازی سے بیٹا باپ پر بازی لے گیا۔ دعا کیجئے کہ اب شہادت نصیب ہو اور جنت میں اپنے بیٹے کی رفاقت

بھی۔ ارشاد ہوا۔ مری دعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری ۔ معرکہ احد کے شہدا میں بوڑھے خیثمہؓ بھی تھے۔[۳۰]

رفعت تری وہ ہے کہ تصوّر مشکل

دشمنوں میں سے دو قادر انداز مسلمانوں کو بہت تنگ کر رہے تھے ان میں ایک حبان بن عرفہ اور دوسرا ابو اسامہ جشمی تھا۔ حبان بن عرفہ نے ایک تیر مارا تو زخمیوں کو پانی پلاتی حضرت اُمّ ایمنؓ کے لگا ان کا دامن پھٹا تو وہ برہنہ ہو گئیں۔ کافر نے قہقہہ لگایا۔ حضورؐ کو اس کی ہنسی بار خاطر ہوئی۔ مسلمانوں کے قادر انداز حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص کو طلب فرمایا جن کی چٹکی سے نکلا ہوا تیر بہت کم خطا کرتا تھا۔ ارشاد ہوا اس پر تیر برساؤ۔ اپنے ترکش سے تیر نکال کر انہیں عطا کرتے جاتے اور فرماتے۔

"اے سعد تم پر میرے ماں باپ قربان تیر پر تیر چلائے جا"۔[۳۱]

آخر میں ایک تیر بلا پیکان عطا فرمایا۔ سعدؓ نے کمان میں تیر جوڑا اور حبان بن عرفہ کو نشانہ بنایا۔ پیکان ہنسلی کے حلقہ پر جا لگا اور وہ پشت کے بل گرا تو اس کا ستر کھل گیا۔ حضرت سعدؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ کو ایسا ہنستا دیکھا کہ سامنے کے تمام دانت نظر آئے۔ فرمایا تم نے اُمّ ایمن کا بدلہ لے لیا۔ اتنے میں دیکھا کہ حبان بن عرفہ کے ساتھ مالک بن

زہیر بھی چٹان کی آڑ سے تیر برسا رہا ہے اس کا صرف سر نظر آ رہا تھا۔ حضرت سعدؓ نے دعا کی پھر چٹکی میں تیر لگایا اور سر کا نشانہ لیا۔ تیر آنکھ میں لگا اور گدی کو چھیدتا نکل گیا۔ وہ تڑپ کر اچھلا اور گر کر ایڑیاں رگڑنے لگا۔ حضورؐ نے خوش ہو کر فرمایا۔ "اے اللہ! سعدؓ کی دعا قبول فرما۔" اس دعا کی برکت سے وہ مستجاب الدعوات بن گئے۔ ان کی ہر دعا قبول ہو جاتی۔

اس وقت حضورؐ نے بھی اپنی کمان کتومؐ سے اتنے تیر برسائے کہ وہ ٹوٹ گئی۔ حضرت قتادہؓ بن نعمان نے اسے بطور یادگار اپنے پاس رکھ لیا۔

زمینِ چمن گُل کھلاتی ہے کیا کیا

مجاہدین کا دباؤ کُفّار پر بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ پسپائی پر مجبور تھے کہ ابو سفیان نے ایک چال چلی۔ ایسی چال جس نے گل کھلائے اور میدان جنگ کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ ابو سفیان نے اپنے سپاہیوں کو اس محاذ سے ہٹا لیا جدھر سامان رسد، اسلحہ اور مال کا ذخیرہ تھا۔

یوں محسوس ہوا کہ لڑائی ختم ہو گئی ہے اور دشمن میدان سے منہ پھیر گیا ہے۔ مجاہدین اس چال میں آ گئے اور مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے۔ غضب یہ ہوا کہ عینین کی پہاڑی کے تیر انداز بھی اپنے آپ کو نہ روک سکے۔ حضرت عبداللہؓ ابن جبیر کے لاکھ منع کرنے پر بھی غنیمت کے

لالچ میں آ گئے۔ حضرت عبداللہؓ اپنے گنے چنے دس ساتھیوں کے ساتھ رہ گئے۔ خالد بن ولید تو موقع کی تاک ہی میں تھے۔ اپنے گھڑ سوار دستہ کے ساتھ جبل احد کا چکر کاٹتے ہوئے عینین کی گزر گاہ پر پہنچے۔ عکرمہ بھی اپنے رسالہ کے ساتھ کمک کو آ گیا۔ زبردست لڑائی ہوئی۔ حضرت عبداللہؓ اور ان کے ساتھیوں نے ترکش کے تمام تیر خالی کر دیئے پھر نیزوں کو استعمال کیا۔ آخر میں تلواروں کو نکال لیا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ مشرکوں نے بڑھ کر غنیمت لوٹنے والوں پر عقب سے حملہ کر دیا اور بے دریغ تہ تیغ کرنے لگے۔ انہیں دیکھ کر پسپا ہوتے ہوئے مشرکین نے بھی یلغار کی اور ہر طرف سے مسلمانوں کو نرغہ میں لے لیا۔ مسلمانوں کا نظم و ضبط برقرار نہ رہ سکا۔ افراتفری کی کیفیت میں ایک دوسرے کو مارنے لگے۔ یہاں تک کہ شعار جنگی تک بھول گئے[۳۳]۔ حضرت حذیفہؓ کے والد حسیلؓ مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ اسیدؓ بن حضیر اور ابو بردہؓ بھی زخمی ہوئے۔ دشمنوں کا ہدف ذات اقدسؐ تھی۔

تم یہ نہ سمجھنا کہ قضا اُن کے لئے ہے

چار بد بخت مشرکوں نے عہد کیا کہ شمع نبوت کو گل کر کے ہی دم لیں گے۔ ان میں عبداللہ بن شہاب، عتبہ بن ابی وقاص، عبداللہ بن قُمیئہ اور اُبی بن خلف تھے[۳۴]۔ یہ لوگ حضورؐ کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ حضورؐ اپنی جگہ چٹان کی طرح جمے ہوئے تھے۔ شمع نبوت کے پروانے اپنی تیغ بے

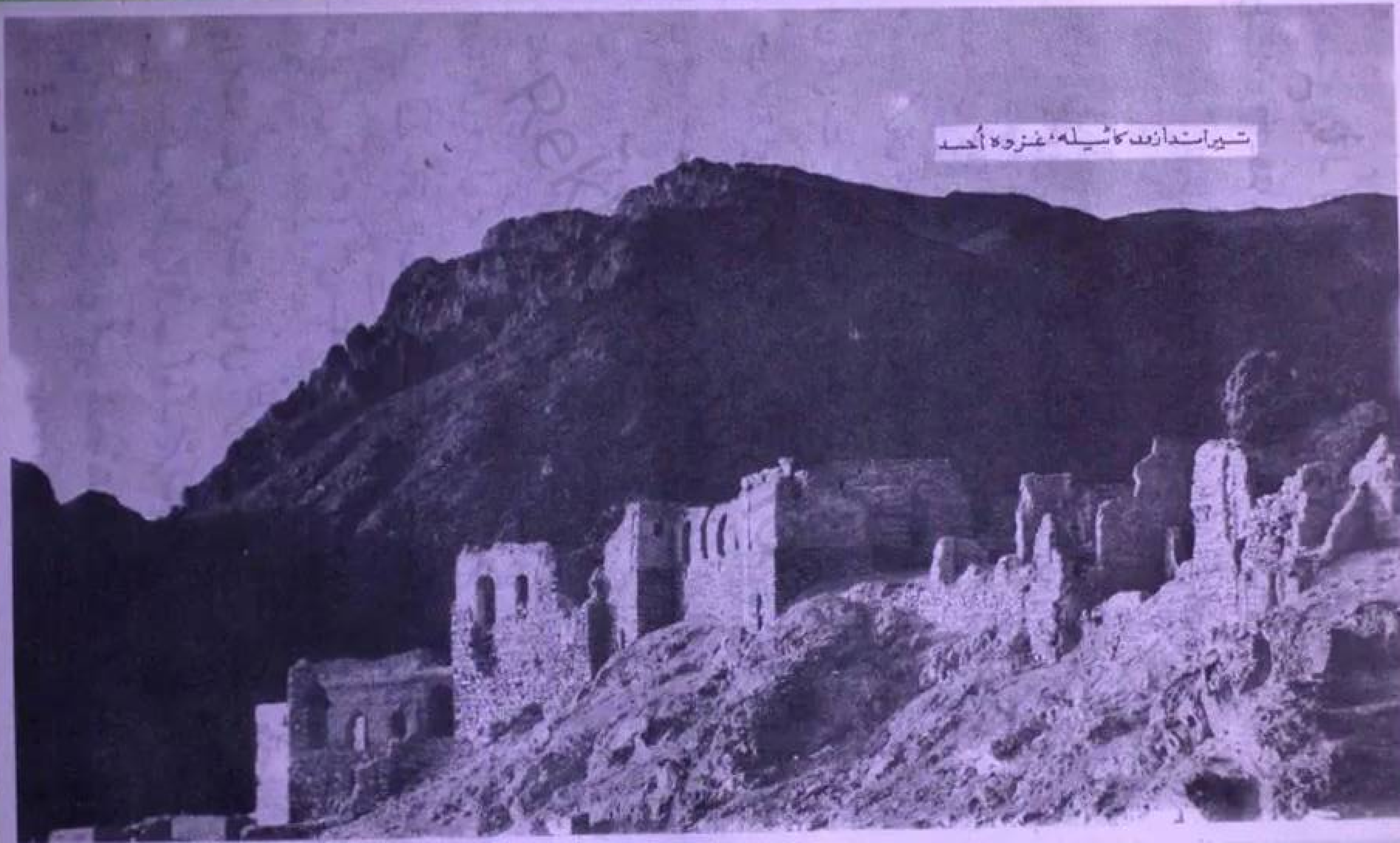

تیر اندازوں کا ٹیلہ، غزوہ اُحد

پناہ سے ہر حملہ کا مقابلہ کر رہے تھے۔ حضورؐ بھی مصروف قتال تھے۔ اتنے تیر چلائے کہ ترکش خالی ہو گیا۔ کمان ٹوٹ گئی۔

"ارشاد ہوا کون ہے جو آج مجھ سے موت کی بیعت کرتا ہے۔"

جنہوں نے آواز سنی، بیعت کی ان میں تین مہاجر، علی، زبیر اور طلحہ بن عُبید اللہ اور پانچ انصار ابو دُجانہ، حارث بن صمّہ، حباب بن منذر، عاصم بن ثابت اور سہیل بن حنیف رضوان اللہ اجمعین تھے۔ لیکن ان میں سے موت نے کسی کو گلے نہیں لگایا۔ ان کے علاوہ اس دن سات مہاجر ابو بکر، عبدالرحمٰن ابن عوف، علی، سعد ابن ابی وقاص، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر ابن عوام، ابو عبیدہ ابن جراح اور سات انصار حباب ابن منذر، ابو دجانہ، عاصم بن ثابت، حارث بن صمّہ، سہیل بن حنیف، اُسید بن خضیر اور سعد بن معاذ رضوان اللہ اجمعین (بعض نے بعد کے دو ناموں کو بدل کر سعد بن عُبادہ اور محمد بن مَسلمہ لکھا ہے) ایسے تھے جو حضورؐ کے ساتھ ثابت قدمی سے قتال کرتے رہے۔ بعض نے ان کی تعداد تیس (۳۰) لکھی ہے۔

ہلاکت نہیں موت اِن کی نظر میں

ایک مرحلہ اتنا نازک آیا کہ مشرک ہر طرف سے حملہ آور ہوئے اس موقع پر مُصعبؓ بن عُمیر، طلحہؓ بن عبید اللہ اور ابو دُجانہؓ سینہ سپر

ہو گئے۔ یہی موقع تھا کہ ارشاد ہوا۔[۳۵]

"کون ہے جو میرے لئے اپنی جان فروخت کرتا ہے۔"

پانچ انصاریوں نے بڑھ کر جواب دیا۔ ہم۔ پھر شمع نبوت کی حفاظت میں ایک ایک کر کے جان و تن کا نذرانہ پیش کیا۔ آخری پروانہ عمارہؓ بن زیاد سکن مصروف پیکار تھے اور زخم پر زخم کھائے جا رہے تھے۔ حضورؐ نے انہیں قریب بلایا زانوئے مبارک کا تکیہ بنا کر لٹا دیا۔ اسی حالت میں۔ ع

عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا۔

تیروں کی بارش ہونے لگی تو حضرت طلحہ پشت پر رو کنے لگے۔ ابو طلحہ انصاری اپنی ترکش لائے اور حضورؐ کے آگے تیروں کو پھیلا دیا۔ کل پچاس تیر تھے۔ ایک ایک تیر چلّے میں چڑھاتے اور یلغار کرتے، دشمن کی طرف پھینکتے۔ حضورؐ ابو طلحہ کی پشت پر سے سر اونچا کر کے ملاحظہ فرماتے کہ تیر کہاں جاتا ہے۔ جب تیر چک گئے تو عرض کیا اب مجھے خدا! آپؐ پر فدا کرے۔ حضورؐ نے انہیں لکڑی اٹھا کر دی۔ اسے کمان میں لگا کر اڑایا تو بہترین تیر ثابت ہوا۔ کوئی مسلمان ادھر سے گزرتا تو فرماتے۔ اپنے تیر ابو طلحہ کو دیدو۔ ارشاد ہوا۔

"ابو طلحہ لشکر میں چالیس جوانمردوں سے بہتر ہے۔"

شمع نبوت کے پروانے بے جگری سے لڑ رہے تھے۔ اتنے میں

عبداللہ بن حمید بن زہیر سرتاپا لوہے میں غرق یہ کہتا ہوا آیا کہ کوئی مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بتادے کہ میں انہیں قتل کروں۔ ابو دجانہ رضؓ نے سنا تو للکارا اے ابن زہیر۔ ! پہلے اس شخص سے نمٹ لے جو محمدؐ پر فدا ہونا چاہتا ہے۔ تلوار کا بھرپور وار کرتے ہوئے اس گھڑ سوار پر لپکے اور آواز دی میں ابن خرشہ ہوں۔ ضرب ایسی کاری لگائی کہ گھوڑے سے گر پڑا۔ حضورؐ نے دیکھا تو فرمایا۔

"بار الہٰ! تو بھی ابن خرشہ سے راضی ہو جا جیسے کہ میں ہوں"۔

یہ زورِ دست و ضربتِ کاری کا ہے مقام

جنگ کا پانسہ پلٹا تو عورتیں بھی جوش الفت میں شمع نبوت کی طرف بڑھیں۔ ان میں نسیبہ بنت کعب مازنیہ (کنیت اُمِّ عمارہؓ) قابل ذکر ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ اُحد کے دن میں صبح سویرے ہی گھر سے نکل پڑی۔ مشکیزہ سے مجاہدوں کو پانی پلاتی رہی۔ دوپہر کے بعد میدان جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ کفّار حضورؐ پر یلغار کرنے لگے تو مجھ سے برداشت نہ ہوسکا۔ پہلے تو کمان سے تیر چلاتی رہی پھر تلوار لے کر شمعِ نبوت کے گرد پروانہ وار چکر لگانے لگی۔ جو مشرک آتا اس پر وار کرتی۔ یہاں تک کہ جسم زخموں سے چھلنی ہوگیا۔ اتنے میں ابن قُمیئہ گھوڑے پر سوار چیختا آیا۔ مجھے بتاؤ محمدؐ کدھر ہیں؟ اگر وہ بچ گئے تو میں زندہ نہ رہوں گا۔ یہ سن کر

میں نے اس پر وار کیے۔ اس نے مجھ پر تلوار کی ضرب لگائی کندھے پر گہرا نشان اس کی یادگار ہے۔ وہ دہری زرہوں میں تھا۔ زخمی ہی نہ ہوتا تھا۔ یہ پہلی خاتون تھیں اور یہ پہلا غزوہ جس میں کسی عورت نے قتال میں حصہ لیا ہو۔ حضور ﷺ نے قدر افزائی کے طور پر فرمایا۔

"قیامت میں اُمِّ عمارہؓ اسی طرح میرے پاس رہیں گی جیسے میدانِ اُحد میں ہیں"۔

کیا خبر تھی ہمیں یہ زخم بھی کھانا ہوگا۔

عبداللہ ابن قمیئہ نے اس زور کا حملہ کیا کہ رخسار مبارک زخمی ہوگیا۔ خود کے دو حلقے اس میں دھنس گئے۔ عتبہ بن ابی وقاص نے پتھر پھینکا جس سے نیچے کا دندان مبارک شہید ہوا اور ہونٹ کٹ گیا۔ عبداللہ ابن شہاب زہری نے پتھر مار کر پیشانی لہولہان کردی۔ چہرۂ اقدس پر خون بہنے لگا۔ حضورؐ خون پونچھتے اور فرماتے جاتے۔

"وہ قوم کیوں کر فلاح پاسکتی ہے جو اپنے نبیؐ کے چہرے کو خون سے رنگین کردے حالانکہ وہ انھیں ان کے رب کی طرف بلا رہا ہے۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر میرے اس خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر گر جائیگا تو آسمان سے ایسا عذاب نازل ہوگا کہ تمام اہل زمین ہلاک ہوجائیں گے۔"

ایسے میں وحی آئی۔ سورہٴ آل عمران کی آیت نمبر ۱۲۸ نازل ہوئی۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ
شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ

"آپ کو کوئی اختیار نہیں اللہ چاہے تو انہیں توبہ کی توفیق دے اور چاہے تو عذاب دے کہ وہ ظالم ہیں"۔

اس پر دعا فرمائی۔ الٰہی میری قوم کو معاف فرمادے بیشک یہ مجھے جانتے نہیں۔

خون دیکھ کر حضرت ابو بکرؓ دوڑے ہوئے آئے دیگر لوگ بھی پہنچ گئے۔ ان ہی میں ابو عبیدہؓ ابن جرّاح بھی تھے۔ بے اختیار حلقہ مغفر کو دانت میں لے کر زور سے کھینچا۔ اس قدر طاقت لگائی کہ پیٹھ کے بل گرے۔ حلقہ کے ساتھ ان کا دانت بھی باہر آگیا۔ دوسری کڑی بھی اسی طرح نکالی کہ دوسرا دانت بھی گر گیا۔ اسی لئے انہیں "اہتم" کہا جاتا تھا۔ خون ابلنے لگا تو ابو سعید خدریؓ کے والد مالکؓ بن سنان چوسنے لگے زمین پر خون تھوکنے میں احترام رسولؐ مانع تھا اور یہ ڈر بھی کہ کہیں عذاب الٰہی اہل زمین پر نازل نہ ہوجائے خون چوستے اور نگلتے جاتے تھے۔ مخبر صادقؐ نے فرمایا کہ

"جس کو پسند ہو کہ وہ اس آدمی کو دیکھے کہ جس کا خون میرے

خون میں ملا ہو وہ مالک کو دیکھے اور جس نے میرا خون اپنے خون کے ساتھ ملالیا اس کو دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی"۔

خدا رحمت کُند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضورؐ زخمی حالت میں کسی محفوظ مقام پر منتقل ہونے کے لئے اٹھے۔ تھوڑی دور تشریف لے گئے تھے کہ ایک گڑھے میں گر گئے۔ جسے ابو عامر فاسق نے کھود کر پتوں سے ڈھک دیا تھا۔ حضرت علیؓ نے ہاتھ پکڑا اور حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے کمر تھام کے سہارا دیا تو آپؐ کھڑے ہوئے۔ یہاں سے پہاڑ کے اونچے مقام پر چڑھنے کا ارادہ فرمایا۔ نقاہت اور ضعف پھر دو زرہوں کا بوجھ مانع ہوا۔ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ جھک کر بیٹھ گئے۔ حامل نبوتؐ کے دونوں قدم ان کی پشت پر تھے۔ اس پر سے ہو کر آپؐ اونچائی پر اُحد کے مشرقی رخ ایک غار میں پہنچ گئے۔ حضرت زبیرؓ کہتے ہیں آپؐ نے ارشاد فرمایا[۲۸]

"طلحہ نے اپنے لئے جنت واجب کرلی۔"

تیروں کو روکنے میں حضرت طلحہؓ کی پیٹھ چھلنی ہو گئی تھی۔ شمع نبوت پر نثار ہونے کی خاطر ہاتھوں پر وار روکے تو ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں۔ زبان سے بے اختیار "حس" جیسی آواز نکلی۔ فرمایا اگر تمہاری زبان سے بسم اللہ نکلتا تو فرشتے تمہیں اٹھا لیتے اور لوگ دیکھتے۔ ارشاد ہوا۔

"جو شخص زمین پر چلتے پھرتے زندہ شہید کو دیکھنا چاہے وہ طلحہ کو دیکھ لے"۔[۲۸]

حضرت ابو بکرؓ جب بھی جنگ اُحد کا تذکرہ کرتے تو انہیں "صاحبِ اُحد" کہتے۔ فرماتے یہ جنگ کل کی کل طلحہ کے لئے تھی۔

چند صحابہؓ کے ساتھ زخمی حالت میں حضورؐ ایک گھاٹی میں اونچائی پر پہنچ گئے۔ کچھ دیر آرام فرمایا تھا کہ اُبَیّ بن خلف گھوڑے پر سوار ادھر آ نکلا۔ اس کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہے؟ یا تو میں رہوں گا یا پھر وہ۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ ہم یلغار کرتے ہیں۔ فرمایا۔ اسے آنے دو۔ قریب آیا تو حضورؐ نے حارث بنؓ صمّہ سے ایک چھوٹا نیزہ لیا اور بڑھ کر خود اور زرہ کے درمیان حلق پر کھلی جگہ کا نشانہ لیا۔ نیزہ لگا تو وہ گھوڑے سے الٹ کر گرا اور پلٹ کر بھاگا۔ مکہ لوٹتے ہوئے مقام "سرف" میں مر گیا۔[۲۹]

من آں بسمل کہ زیرِ خنجر خونخوار می رقصم

حضرت مصعبؓ بن عُمیر لوائے نبوی گرنے نہ دیتے۔ دشمن اس افراتفری میں بھی اسلامی علم کو لہراتا دیکھ کر سانپ کی طرح بل کھا رہا تھا۔ آخر عبداللہ ابن قمّیہ سے رہا نہ گیا۔ وہ پے در پے ان پر حملے کرنے لگا۔ کوئی ان کی پامردی اور جانبازی دیکھتا کہ اسلامی پھریرا کسی طور سرنگوں نہیں ہو رہا تھا۔ ابن قمّیہ گھوڑے پر سوار تھا اور پینترے بدل بدل کر

علمبردار پر حملے کر رہا تھا۔ اس موقع پر اس کی تلوار حضرت مصعبؓ کے سیدھے ہاتھ پر پڑی اور ہاتھ کہنی سے کٹ گیا۔ انہوں نے لوائے نبویؐ کو بائیں ہاتھ میں لے لیا ابن قُمیّہ چراغ پا ہو گیا۔ گھوڑا پھیر کر پھر تلوار ماری اب کے دوسرا ہاتھ بھی کہنی سے جدا ہو گیا۔ مجاہد نے دونوں کٹی ہوئی کہنیوں میں علم اسلامی کو تھام کر سینہ سے چمٹالیا۔ ابن قُمیّہ نے دیکھا کہ پھریرا اسی شان سے بلند ہے تو دور سے گھوڑا دوڑاتا آیا۔ زور سے نیزے کو ان کے سینہ میں اتار دیا۔ ان کے قدم لڑکھڑائے پرچم سرنگوں ہونے لگا تو بڑھ کر ان کے بھائی ابو الرومؓ نے علم تھام لیا۔ جنگ کے اختتام تک اس کی حفاظت کرتے رہے اور اسے شان سے لہراتے مدینہ لائے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت مصعبؓ کی شہادت کے بعد علم حضرت علیؓ کو عطا ہوا

خبر وحشت اثر

حضرت مُصعَبؓ شکل و صورت میں حضور اکرمؐ کے بہت مشابہ تھے۔ ابن قُمیّہ کا خیال تھا پرچم آپؐ ہی تھامے ہوئے ہیں اسی لئے مسلمان میدان نہیں چھوڑ رہے ہیں۔ حضرت مصعبؓ کی شہادت کے ساتھ ہی وہ چیختا چنگھاڑتا مشرکوں میں لوٹا اور کہنے لگا میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شہید کر دیا ہے۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ نہ پوچھئے مسلمانوں کے دل پر کیا گزری۔ جو جہاں تھا وہیں بیٹھ گیا۔ اس افواہ

نے مسلمانوں کو تین طرح کی جماعتوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک وہ تھے جن کا خیال تھا کہ اب لڑنے سے کیا حاصل، دوسرا گروہ اس خیال کا حامل تھا کہ رسول اللہ ؐ کے بعد جینے کا کیا مزہ لہذا مردانہ وار صف اعدا میں گھس گئے اور لڑتے لڑتے جام شہادت نوش کیا۔ تیسری جماعت وہ تھی جو رسول اللہ ؐ کو حصار بنا کر حفاظت کر رہی تھی۔ ان کی تعداد صرف چودہ تھی۔

بنا کردن چہ خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن

حضرت انس ؓ بن نضر کا گزر چند ایسے مجاہدوں پر ہوا جو تصویر غم بنے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے تھے۔ پوچھا کس انتظار میں ہو۔ کہا تمہیں نہیں معلوم رسول اللہ ؐ شہید کر دیے گئے۔ حضرت انس ؓ بول اٹھے پھر ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے؟ چلو رسول اللہ ؐ کی خدمت میں ہم بھی پہنچ جائیں۔ تلوار سونت کر بڑھے تھے کہ حضرت سعد ؓ بن معاذ سے مدبھیڑ ہوئی۔ پوچھا کدھر؟ کہا کہ مجھے احد کے سامنے سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔ لڑتے ہوئے تاجِ شہادت پہن لیا۔ شہدا کے لاشوں میں انہیں پہچاننا مشکل تھا۔ جسم پر تلوار اور نیزہ کے ۸۰ سے زیادہ زخم تھے۔ بہن نے انگلیوں کے پور دیکھ کر شناخت کیا۔

حضرت ثابت ؓ بن دحداح انصاری نے پکار کر کہا لوگو! اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شہید کر دیئے گئے۔ تو اللہ زندہ ہے۔ اس کی سربلندی اور دین کی خاطر لڑو۔ ایک گروہ انصار نے لبیکؔ کہا، ان کا مقابلہ

خالد بن ولید کے رسالے سے ہوا اور سب کے سب شہادت سے سرفراز ہوئے۔

عورتوں کی خدمات

چودہ مسلمان خواتین میدان جنگ میں موجود تھیں۔ یہ زخمیوں کو اٹھا کر ان کی مرہم پٹی کر رہی تھیں۔ پیاسوں کو مشکیزہ سے پانی پلا رہی تھیں۔ ان میں حضرت عائشہ صدیقہؓ، اُمّ سلمہؓ، اُمّ سلیطؓ، بی بی فاطمہؓ، ربیع بنت مسعودؓ، حُمنہؓ بنت جحش، اُمّ ایمنؓ وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں سے صرف اُمّ عمارہؓ نے قتال میں حصہ لیا۔[۷۸]

شہادت کی افواہ نے مشرکوں کے پُر جوش حملوں کو سرد کر دیا۔ ایک طرح سے لڑائی ختم گئی۔ حضور اکرمؐ جب پہاڑ کے اوپر محفوظ کھائی میں منتقل ہو گئے تو حضرت علیؓ احد کے ایک چشمہ "مہراس" سے اپنی ڈھال میں پانی لائے۔ حضورؐ نے پانی مانگا لیکن بو آئی تو نوش نہیں فرمایا البتہ اس سے زخم دھوئے گئے۔ خون بند نہ ہوا تو بی بی فاطمہؓ (جو وہاں پہنچ گئی تھیں) نے حصیر جلا کر اس کی راکھ سے زخموں کو بھرا۔ اس کی چپک سے خون بند ہو گیا۔ اتنے میں حضرت محمدؓ بن مَسلمہ صاف اور شیریں پانی لے آئے۔ حضورؐ نے نوش فرمایا اور انہیں دعائے خیر دی۔ زخموں کی وجہ سے آپ نے غار ہی میں بیٹھ کر نماز کی امامت فرمائی صحابہؓ نے بھی بیٹھ کر نماز کی صف بنائی۔

میں کیسے اعتبارِ انقلابِ آسماں کر لوں

حضورؐ کی شہادت کی خبر سے بجز چند جاں نثاروں کے جو ساتھ تھے سب ہی پر عالم مایوسی طاری تھا کہ حضرت کعبؓ بن مالک نے حضورؐ کو دیکھ کر نعرہ لگایا۔ مسلمانو! آقائے نامدارؐ زندہ و سلامت ہیں۔ یہ مژدہ سنتے ہی ہر طرف سے اہل ایمان ادھر آنے لگے۔ ہار جیت کے فیصلے کے بغیر لڑائی رکی ہوئی تھی البتہ ابو سفیان ابن قُمَیّہ کے دعوے کی تصدیق میں لاشوں کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔ آخر کو تھک ہار کر پہاڑ پر چڑھا اور جگہ جگہ آواز دینے لگا۔ کیا محمدؐ زندہ ہیں؟ پھر کہتا کیا ابو بکرؓ اور عمرؓ کہیں ہیں؟ غار میں آواز پہنچی تو ارشاد ہوا کوئی جواب نہ دے۔ پھر وہ خود ہی چیخا بے شک یہ سب مارے گئے ورنہ کہیں سے کوئی تو جواب دیتا۔ دیوانہ وار نعرہ لگایا۔ "اُعْلُ ھُبَلْ"۔ ہُبل سربلند ہے۔ ہُبل کی جے۔ حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہو سکا۔ ارشاد ہوا جواب دو۔ "اللہ اعلیٰ و اجل۔ بڑائی اللہ کے لئے ہے۔ ابو سفیان نے آواز پہچانی۔ کہا ہمارے پاس عُزّیٰ ہے تمہارے پاس کوئی عُزّیٰ نہیں۔ جواب دیا "اللہ ہمارا مالک و مولا ہے، تمہارا کوئی نہیں۔" آواز دی۔ اے ابنِ خطابؓ! ذرا یہ تو بتانا کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مارے گئے۔ ابن قمیہ یہی کہتا ہے۔ شاید ابو بکرؓ بھی کام آئے۔ جواب دیا اے دشمن خدا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ دونوں تیری باتیں سن رہے ہیں۔ کہا اے عمرؓ! تمہاری بات ابن قُمیّہ کے قول سے

زیادہ بچی ہے۔ جنگ تو ڈولوں کی طرح ہے۔ ایک ڈول بھرتا ہے، تو دوسرا خالی ہوتا ہے۔ دوسرا بھرتا ہے تو پہلا خالی۔ وہ دن تمہارا تھا یہ دن ہمارا ہے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا وہ دن ہو کہ یہ دن، ہمارے شہید تو جنت سدھارے تیرے مُردے کہاں گئے۔ ابو سفیان کیا جواب دیتا؟ کہا مسلمانو میں نے تمہاری لاشوں کو مُثلہ کرنے کا حکم دیا تھا اور نہ ہی اس سے روکا۔ اچھا اب ہماری ملاقات آئندہ سال بدر میں ہوگی۔ ع

ع پھر ملیں گے اے ہوائے شاخسار اگلے برس

پھر گئے نامراد منزل سے

ابو سفیان پہاڑ سے اتر کر اپنے کیمپ گیا۔ دیکھا مسلمان اکٹھے ہو رہے ہیں۔ عقل پر پردے پڑے تھے لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا۔ اپنی دانست میں وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ میں نے میدان مار لیا۔ حضرت علیؓ کو حکم ہوا ان کی نقل و حرکت پر نظر رکھو! اگر گھوڑوں سے اتر جائیں اور اونٹوں پر سوار ہو جائیں تو سمجھ لینا مکّہ جا رہے ہیں اور اگر گھوڑوں ہی پر سوار رہیں تو پھر ان کا قصد مدینہ کا ہوگا۔ اگر انہوں نے یہ ارادہ کیا تو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں ان کا مقابلہ کروں گا۔ حضرت علیؓ نے آکر بتایا کہ وہ اونٹوں پر سوار ہو کر مکّہ کی راہ پر چل پڑے ہیں۔

دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی

لڑائی کا ہمہمہ ختم ہوا اور قریش مکّہ جانے والی شاہراہ پر چل پڑے تو مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ شہدا کی لاشوں کو اکٹھا کیا جائے۔ ارشاد ہوا کہ کوئی ہے جو مجھے سعدؓ ابن ربیع کی خبر لائے۔ میں نے دیکھا تھا کہ وہ نیزہ برداروں کے درمیان گھِرا ہوا تھا۔ انہیں میرا اسلام کہنا اور پوچھنا کہ تم اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہو؟ حضرت زیدؓ ابن حارثہ بہ روایت دیگر حضرت ابیؓ بن کعب اٹھے اور شہیدوں کے لاشے ٹٹولنے لگے لیکن وہ کہیں نہ ملے۔ ایک جگہ جہاں کُشتوں کا ڈھیر تھا صدا دی "میں رسول اللہؐ کی طرف سے آیا ہوں اگر سعدؓ زندہ ہوں تو جواب دیں۔" ایک کمزور سی آواز سنائی دی کہ راہ وفا کے اس جاں نثار کے جسم پر نیزہ کے بارہ زخم ہیں۔ کہا میں نے بھی اپنے کسی حملہ آور کو بغیر زک دیئے نہیں چھوڑا اور ہاں میری طرف سے انصار بھائیوں کو یہ پیام دینا کہ اگر خدانخواستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج کے دن شہید کر دیئے گئے اور تم میں سے ایک بھی زندہ رہا تو تم اللہ کو منہ دکھا نہ سکو گے۔ ہم نے عقبہ کی رات جان نثار کرنے کا عہد کیا تھا۔ اس بیعت کا پاس رکھنا۔ قاصد رسولؐ نے پوچھا تم اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہو؟ فرمایا۔ مجھے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔ رسول اللہؐ کو میرا اسلام پہنچا دینا یہ کہتے کہتے دم توڑ دیا۔ قاصد نے ماجرا سنایا تو فرمایا۔

"اللہ سعد پر رحم فرمائے زندگی اور موت دونوں حالتوں میں اللہ اور اس کے رسول کا خیر خواہ تھا"۔

دیا تھا اس نے پہاڑوں کو رعشۂ سیماب

حضرت حمزہؓ کی تلاش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود نکلے۔ بطن وادی میں ان کا مُثلہ شدہ لاشہ پایا۔ اس دلخراش منظر کو دیکھ کر بے اختیار دل بھر آیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ یہاں تک کہ ہچکی بندھ گئی فرمایا مجھے معلوم ہے تم بڑے مخیّر اور صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ اگر تمہاری بہن صفیہؓ کے دکھ کا خیال نہ ہوتا تو میں تمہیں اسی حال میں چھوڑ دیتا کہ تمہارا جسد خاکی درندوں کے پیٹوں اور پرندوں کے پوٹوں میں پہنچ جائے۔ قیامت کے دن تم ان کے شکم سے اٹھتے۔ اس کے بعد نعش پر نظر ڈالی اور رِقّت و جلال کے عالم میں فرمایا۔

"کل کے دن جب اللہ مجھے غلبہ عطا فرمائے گا تو ان کے بدلے میں ۷۰ کافروں کا مُثلہ کروں گا۔"

آپؐ ابھی اس جگہ سے ہٹنے بھی نہیں پائے تھے کہ وحی کا نزول ہوا اور سورہ نحل کی آیات ۷۔۱۲۶ نازل ہوئیں۔

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ ۖ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ ﴿١٢٦﴾

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ﴿١٢٧﴾

ترجمہ:۔ "اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا کہ تم کو تکلیف

پہنچائی گئی تھی اور اگر صبر کرو تو البتہ وہ بہتر ہے صبر کرنے والوں
کے لئے اور صبر ہی کرو اور تمہارا صبر بھی اللہ ہی کی مدد سے ہے
اور ان کے بارے میں غم نہ کرو اور جو یہ بد اندیشی کرتے ہیں
اس سے تنگ دل نہ ہو۔"

آپ ؐ نے صبر کو اختیار فرمایا۔ ارشاد ہوا[۴۳] "قیامت کے دن حمزہؓ سیّد الشہدا (شہیدوں کے سردار) ہوں گے۔" فتح الباری میں حضرت علیؓ کی روایت ہے۔ "سیّد الشہدا حمزہؓ بن عبدالمطلب" جبرئیل علیہ السلام آئے اور بتایا کہ ساتوں آسمانوں پر لکھا گیا ہے "حمزہؓ ابن عبدالمطلب، اسد اللہ، اسد الرّسول (حمزہ ابن عبدالمطلب، اللہ کے شیر اور اس کے رسولؐ کے شیر ہیں)

حضرت حمزہؓ کی لاش کو ایک چادر میں لپیٹنے کا حکم ہوا۔ دیگر شہداء کی لاشیں اکٹھی ہو گئیں تو سب سے پہلے سات تکبیروں سے حضرت حمزہؓ کی نماز جنازہ پڑھی۔ ان کا جنازہ وہیں رہا اور ایک ایک شہید ان کے بازو میں رکھا گیا۔ اس طرح سیّد الشہدا پر ۷۲ بار نماز جنازہ پڑھی گئی۔[۴۴]

حضرت زبیرؓ ابن عوام سے فرمایا کہ اپنی ماں کو بھائی کی لاش دیکھنے نہ دو۔ حضرت صفیہؓ آئیں اور کہا "مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ میرے بھائی کا مُثلہ کیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ کی راہ میں ہوا ہے۔ میں اس پر صبر کروں گی"۔

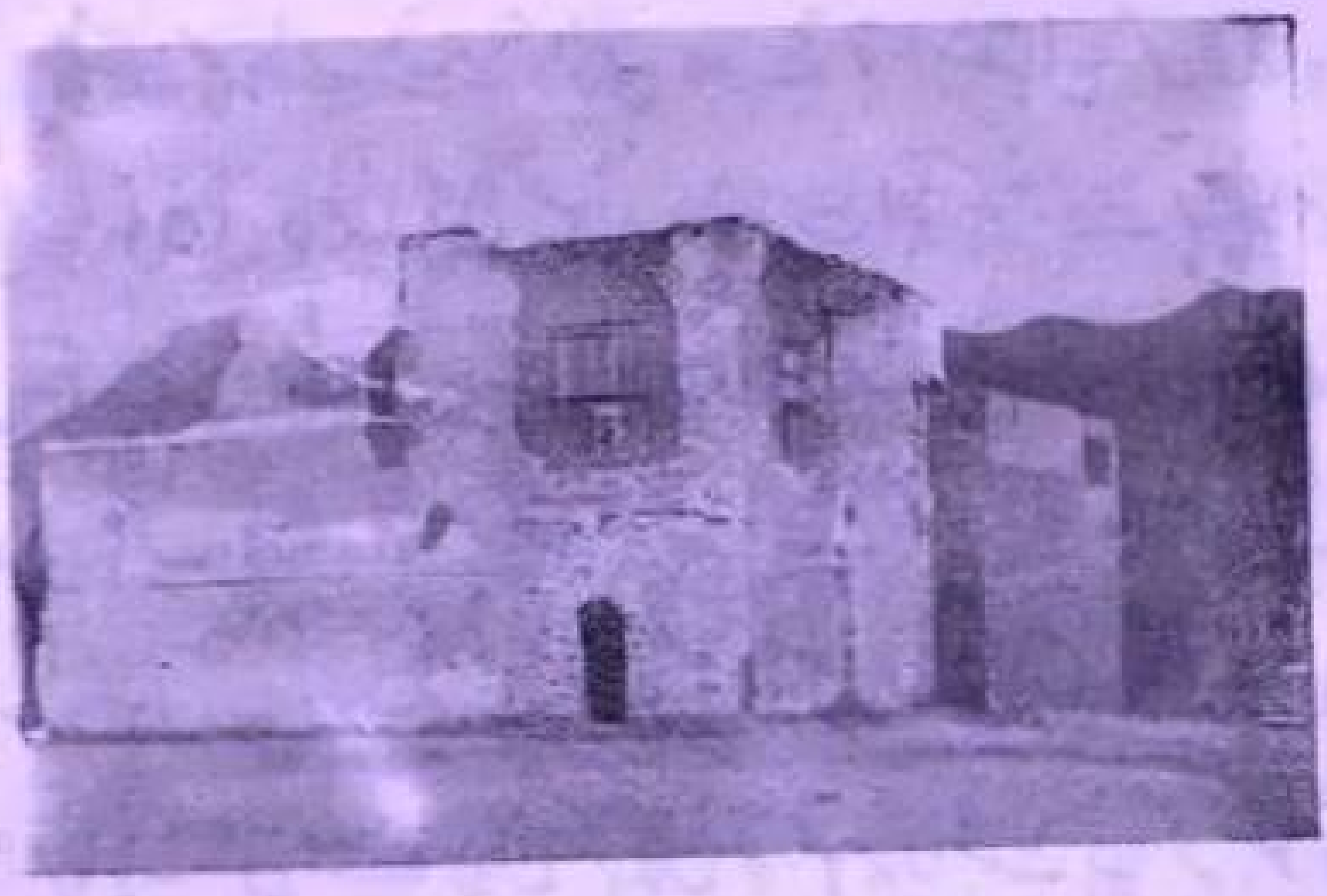

حضرت امیر حمزہؓ کا مزار (۱۳۲۱ھ)

حضرت حمزہ کا مزار احد کے دامن میں

حضورؐ جب مدینہ واپس ہوئے تو استقبال کرنے والوں میں حضرت حمزہؓ کی بیٹی فاطمہ بھی تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ سے پوچھا میرے والد نظر نہیں آئے؟ وہ یہ سن کر آبدیدہ ہوگئے۔ اتنے میں حضورؐ آئے تو گھوڑے کی باگ پکڑلی اور پوچھا میرے باپ کہاں ہیں؟ فرمایا۔ اب میں تمہارا باپ ہوں۔ روتے ہوئے پوچھا میرے والد کی شہادت کی کیفیت بتائیے؟ فرمایا۔ بیٹی اسے بیان کروں تو تم برداشت نہ کرسکو گی۔

انصار کے گھروں سے اپنے مقتولوں پر رونے کی آوازیں آرہیں تھیں آپؐ نے فرمایا ہائے حمزہؓ پر کوئی رونے والا نہیں۔ انصار کو پتہ چلا تو اپنی خواتین کو روانہ کیا۔ حضرت حمزہؓ پر ان کے ماتم کی آواز سن کر فرمایا۔

"الٰہی! ان عورتوں سے ان کی اولاد سے اور ان کی اولاد کی اولاد سے راضی ہوجا"

فرمایا۔ ان سے کہو واپس جائیں اور آج کے بعد کسی مرنے والے پر نہ روئیں۔

حضرت امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں اُحد کے راستے ایک نہر نکالی گئی۔ اس وقت شہدائے اُحد کے قبور کھولے گئے ان کی لاشیں تر و تازہ نکلیں۔ جب یہ نہر سیّد الشہدا حضرت امیر حمزہؓ کے قدموں تک پہنچی تو پاؤں سے خون بہتا ہوا محسوس ہوا۔[۴۵]

دامن احد میں دو حجرے تھے جس میں شہدائے احد کی قبریں تھیں۔ حضرت حمزہؓ کی قبر ان سے الگ تھی انہیں پہلے وادی قناۃ کے جنوب میں سپرد خاک کیا گیا تھا لیکن بار بار کے سیلاب کی وجہ سے دور عباسیہ میں موجودہ جگہ دفن کیا گیا۔ شہادت کے تین سو سال بعد جب دوسری بار قبر کھودی گئی تو لاش ترو تازہ تھی۔

مرگے کہ زندگاں بدعا آرزو کُنند

حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن حرام قبیلہ خزرج کی شاخ بنو سلمہ کے نقیب تھے۔ جس صبح اُحد میں میدان پیکار گرم ہونے والا تھا اپنے بیٹے جابر سے فرمایا بیٹے! میرا دل کہہ رہا ہے کہ اس غزوہ میں سب سے پہلے مجھے شہادت نصیب ہوگی۔ دوسرے دن وہ تاج شہادت پہننے والے پہلے مجاہد تھے۔ مشرکین نے قتل ہی پر بس نہیں کیا بلکہ نعش کا مُثلہ بھی کیا۔ شہداء کی لاشیں اکھٹی کی گئیں تو عرض کیا گیا کہ یہ آج کے معرکہ کا پہلا شہید ہے۔ مُثلہ شدہ لاش پر چادر ڈالنے کا حکم دیا گیا۔ حضرت جابرؓ آئے تو کپڑا ہٹا کر باپ کی صورت دیکھی بے اختیار رونے لگے۔ قریب سے ایک خاتون نے بھی دلدوز چیخ ماری۔ معلوم ہوا شہید کی بہن فاطمہ بنت عمرو ہے۔ ارشاد ہوا۔

"تم روؤ یا نہ روؤ جب تک جنازہ رکھا رہیگا فرشتے پروں سے سایہ

کیے رہیں گے۔"

اہل خانہ نے آبائی قبرستان میں لے جانے کی اجازت چاہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ اُحد کے گنج شہیداں ہی میں دفن ہو گا۔

چھ ماہ بعد انہیں دوسری جگہ منتقل کرنے کے لئے قبر کھودی گئی۔ لوگوں نے دیکھا کہ شہید کا جسم صحیح و سالم ہے۔ جیسے ابھی ابھی سپرد خاک کیا گیا ہو۔ اس واقعہ کے ۴۶ سال بعد سیلاب کی وجہ سے قبر شق ہو گئی اس دفعہ بھی شہید کی میت جوں کی توں اور تر و تازہ بر آمد ہوئی بلکہ ان کا ہاتھ ایک زخم پر تھا۔ اس دفعہ لوگوں نے ہاتھ ہٹایا تو زخم میں سے خون جاری ہو گیا ہاتھ رکھ دیا تو بند ہو گیا۔[۴۷]

اُحد کی لڑائی کے چند دنوں بعد حضورؐ نے حضرت جابرؓ کو دیکھا کہ بہت خستہ حالت میں ہیں۔ پوچھا کیا بات ہے؟ عرض کیا۔ باپ نے اپنے پیچھے بہت کچھ قرضہ اور سات بہنیں چھوڑی ہیں۔ یہ ذمہ داری کھائے جا رہی ہے۔ فرمایا تمہیں ایک خوشخبری نہ سناؤں؟ سنو اللہ تعالیٰ کسی سے بے پردہ کلام نہیں فرماتا لیکن اس نے تمہارے باپ سے بالمشافہ گفتگو کی۔ پوچھا کہ کوئی تمنّا ہو تو بیان کر۔ عرض کیا۔ ایک بار پھر زندگی عطا فرما تاکہ تیری راہ میں اسی طرح لڑتا ہوا شہید ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جو ایک بار دنیا سے آتا ہے واپس نہیں جا سکتا۔ عرض کیا۔ مالک پھر میری

نسبت کوئی وحی بھیج دے۔[48] مخبر صادقؐ نے فرمایا۔ سورہٗ آلِ عمران کی ۱۶۹ ویں آیت نازل ہوئی۔

ترجمہ "جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مرا ہوا نہ سمجھنا
بلکہ وہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے۔"

حضرت عبداللہؓ کی ترو تازہ لاش نے اہل دنیا پر ثابت کر دیا کہ حیاتِ ابدی شہداء کا مقدر ہے۔

خاکی ہے مگر خاک سے رکھتا نہیں پیوند

اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ ابو عامر فاسق کا بیٹا مومن صادق تھا۔ راس المنافقین عبداللہ ابن ابی سلول کا بیٹا عبداللہ ابن عبداللہ سچا مسلمان تھا۔ دونوں نے حضورؐ سے عرض کیا تھا کہ "اجازت ہو تو اپنے اپنے باپ کا خاتمہ کر دیں"۔ رحمت عالم نے اجازت نہیں دی کہ بیٹے کے ہاتھوں باپ کا قتل ہو۔ ہر چند وہ اسلام کے جانی دشمن اور قابل گردن زدنی تھے۔

حنظلہ احد کے دن ابو سفیان کے مقابل ہوئے۔ قابو پاکر قتل کرنا ہی چاہتے تھے کہ باپ ابو عامر کے کھدوائے ہوئے گڑھے میں گھات میں، بیٹھے شداد بن اسود لیثی نے جھپٹ کر شہید کر دیا۔ اس پر ابو سفیان نے کہا "حنظلہ کے بدلے میں حنظلہ" اشارہ تھا اپنے بیٹے حنظلہ کی

طرف جو بدر کی لڑائی میں مارا گیا تھا۔ حضرت حنظلہؓ مسلمانوں کے وہ واحد شہید ہیں جنکی میت کا مُثلَہ نہیں کیا گیا تھا۔ اس کی وجہ ان کے باپ ابو عامر فاسق کا کفار کی جانب ہونا تھا۔

شہداء کے لاشوں کی تلاش کے وقت ان کی لاش غائب تھی۔ ایک جگہ اس حالت میں ملی کہ زمین سے کچھ اونچی تھی اور اس سے پانی ٹپک رہا تھا۔ حضورؐ نے دیکھا تو فرمایا۔

"یہ حنظلہ سے کیا خاص معاملہ ہے کہ انہیں ملائک غسل دے رہے ہیں۔"

گھر پر دریافت سے۔ ان کی بیوی جمیلہ نے (جو راس المنافقین عبداللہ ابن ابی کی بہن تھی) بتایا کہ جب انہیں احد میں مسلمانوں پر نازک وقت کی خبر پہنچی تو بغیر غسل جنابت کئے تلوار نکال کر میدان جنگ کی طرف بھاگے۔ حضورؐ نے فرمایا۔

"جب ہی تو فرشتے انہیں غسل دے رہے ہیں۔"

اس دن سے "غَسِیلُ الملائکہ" کہلانے لگے [۹۹]

شوقِ نظر کبھی کبھی ذوقِ طلب بنی

بنی عبدالاشہل میں ایک شخص اصیرمؓ عمرو بن ثابت بن وقش نامی تھا۔ قبیلہ کے سب لوگ ایمان لائے لیکن انہیں توفیق نہ ہوئی۔ احد کا دن آیا تو دوران جنگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شرکت کی

اجازت چاہی۔ فرمایا۔ پہلے ایمان پھر جہاد۔ اسی وقت کلمہ شہادت پڑھا اور تلوار سونت کر میدان میں کود پڑے۔ لڑتے لڑتے سخت زخمی ہو کر گر پڑے۔ جنگ ختم ہوئی اور بنو عبدالاشہل نے اپنے مقتولوں کی تلاش شروع کی تو اصیرمؓ پر نظر پڑی۔ کہا تم یہاں کیسے؟ کیا قبیلہ کی حمایت میں آگئے؟ کہا نہیں۔ اللہ اور اللہ کے رسولؐ پر ایمان کے بعد قتال میں حصہ لیا ہے۔ اتنے میں زخموں سے چور تازہ وارد ایمان کی روح نے جسد خاکی کا ساتھ چھوڑ دیا۔

بنو عبدالاشہل کے لوگوں نے حضور اکرمؐ سے اس کا ذکر کیا تو ارشاد ہوا۔

"بے شک وہ اہل جنت میں سے ہے"۔ ؎

حضرت ابو ہریرہؓ اکثر لوگوں سے سوال کیا کرتے۔ بتاؤ وہ کون خوش قسمت ہے جس نے نہ ایک روزہ رکھا نہ ایک نماز پڑھی مگر جنت کا حقدار ہو گیا۔ ؟جب کوئی بتا نہ سکتا تو خود ہی کہتے وہ شہیدِ راہِ خدا اصیرمؓ ہیں۔

قبولِ حق ہیں فقط مردِ حُر کی تکبیریں

ایک شخص قزمان نے احد کی لڑائی میں حصہ لیا اور بڑی جوانمردی سے سات یا آٹھ کافروں کو قتل کیا۔ اس کے بارے میں یہ معلوم نہ تھا کہ کہاں کا رہنے والا ہے۔ جب اس کی زور آوری کا تذکرہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو ارشاد ہوا۔

"وہ اہل نار سے ہے"۔ [۱۱]

یعنی دوزخی۔ جنگ کے اختتام پر جب وہ زخمی حالت میں لایا گیا تو بنو ظفر کے کچھ لوگوں نے کہا آج تمہاری آزمائش ہو گئی تمہیں جنت مبارک ہو۔ اس نے جواب دیا۔ تم مجھے کس بات کی بشارت دیتے ہو۔ میں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے قتال نہیں کیا بلکہ اپنی قوم کی حمایت میں میدان جنگ میں کودا ہوں۔ جب زخموں کی تکلیف بڑھ گئی تو ایک تیر نکال کر رگوں کو کاٹا اور خود کشی کرلی۔ جب یہ اطلاع حضورؐ کو دی گئی تو آپؐ نے فرمایا

"میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں"۔

یہ منافق تھا اور قوم کی خاطر مرا۔ اللہ اور رسولؐ کی نظر میں شہید وہ ہے جو اعلائے کلمتہ اللہ کے لئے جہاد کرے۔ [۱۲]

یہودیوں کا کردار

میثاق مدینہ کی رو سے بیرونی اقدام کی مدافعت میں یہودی مدد دینے کے پابند تھے۔ بنی ثعلبہ بن فطیون کے ایک یہودی مخیریق نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا کی قسم تم جانتے ہو کہ اس وقت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کرنا ہم پر فرض ہے۔ انہوں نے سنیچر کا عذر پیش کیا۔ اس نے کہا کہ ایسے موقع پر ہفتہ کے دن کی کوئی قید نہیں۔ جب دیکھا کہ لوگ آمادہ

نہیں ہوتے تو خود تلوار لی اور کہا کہ اگر میں مارا گیا تو میرا تمام مال محمدؐ کو دے دیا جائے وہ جس طرح چاہیں خرچ کریں۔ وہ لڑائی میں قریش سے جنگ کرتے ہوئے قتل ہوئے حضورؐ نے سنا تو فرمایا۔

"مخیریق یہود میں سب سے بہتر ہے۔" ۵۳

ابن حزم کا بیان ہے ۵۴ کہ حضورؐ نے بعض صدقات جو مدینہ میں کیے وہ ان کے مال میں سے تھے۔ ان کی جائیداد میں سات باغ تھے یہ اسلام کا پہلا وقف ہے۔ کہتے ہیں علمائے یہود میں حضرت عبداللہؓ ابن سلام کے بعد یہ ایمان لائے۔

کہ جن کے خوں سے وفا کے چراغ روشن ہیں

علمبردار حضرت مصعبؓ بن عمیر کا جنازہ نماز کے لئے لایا گیا تو اللہ کے رسولؐ نے دیکھا کہ دونوں ہاتھ کٹے ہوئے، پیٹ پھٹا ہوا اور چہرہ خاک و خوں میں غلطاں ہے۔ بے اختیار سورۂ احزاب کی ۲۳ویں آیت پڑھی

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ

صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝

ترجمہ: "مومنین میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا اسے سچ کر دکھایا۔ بعض ان میں سے اپنی مدت پوری کر چکے ہیں اور بعض ابھی انتظار کر رہے ہیں اور اپنے ارادہ

میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا۔"

آب دیدہ ہو کر ارشاد فرمایا۔

"مکہ میں تم سا خوش رو اور خوش لباس کوئی نہ تھا۔ آج دیکھتا ہوں کہ تمہارے بال گرد آلود اور الجھے ہوئے ہیں۔ جسم پر صرف ایک چادر ہے۔ بے شک اللہ کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم لوگ قیام کے دن بار گاہ خداوندی میں حاضر رہو گے۔" ۵۵

چادر اتنی چھوٹی تھی کہ سر ڈھانکتے تو پاؤں خالی رہ جاتے اور پیر چھپائے جاتے تو چہرہ کھل جاتا۔ ارشاد ہوا کہ اس شہیدِ راہِ حق کا سر چھپا دیا جائے اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دی جائے۔

شہیدِ ازل لالہ خونیں کفن

دو دو شہداء کو ایک ایک چادر کا کفن دیا گیا۔ دو دو اور تین تین کو ایک ہی قبر میں سپرد خاک کیا جاتا۔ جن صحابہ میں آپس میں دوستی اور محبت تھی انہیں ایک ساتھ دفن کیا گیا۔ جیسے حضرت حمزہؓ کے ساتھ عبداللہؓ ابن جحش، عبداللہؓ ابن عمرو ابن حرام کے پہلو میں حضرت عمروؓ بن جموح، خارجہ بن زید کے برابر سعدؓ بن ربیع اور نعمانؓ بن مالک، عبدہؓ بن خشخاس اور محذرؓ بن زیاد تینوں کو اکٹھا دفن کیا گیا۔ لوگوں سے دریافت کیا جاتا کہ ان میں کس کو قرآن زیادہ یاد تھا؟ اسے صف میں آگے رکھنے کا حکم فرماتے۔ شہداء کو غسل نہیں دیا گیا۔ خون آلود کپڑوں

ہی میں دفن کیے گئے۔ ارشاد فرمایا۔

"قیامت کے دن یہ اس طرح اٹھائے جائیں گے کہ ان کے زخموں سے لہو بہتا ہو گا۔ خون کا رنگ تو یہی ہو گا لیکن اس کی مہک مشک جیسی ہو گی"۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ شہدائے احدؓ پر نماز نہیں پڑھی گئی۔ دوسری روایت ہے کہ نماز پڑھی گئی سب سے پہلے حضرت امیر حمزہؓ کی نماز جنازہ پڑھی پھر ان کے برابر ایک ایک شہید رکھا جاتا اور اس کی نماز جنازہ ادا کی جاتی۔ سید الشہداء حضرت حمزہؓ پر ۷۰ بار نماز پڑھی گئی۔

دوسرے دن مدینہ لوٹنے سے پہلے حکم ہوا کہ کشتگانِ راہِ حق شہدائے احدؓ کی آخری زیارت کرکے ان پر سلام بھیجو۔ یہ بھی ارشاد ہوا۔

"قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تا قیامت جو بھی ان پر سلام بھیجے گا وہ اس کا جواب دیں گے"۔ [۵۶]

شہداء کی تعداد

عام روایت کے مطابق مسلمانوں میں سے ۷۰ افراد نے جام شہادت نوش کیا۔ ان میں ۴ مہاجر، ایک یہودی، ۴۱ خزرج کے اور ۲۴

قبیلہ اوس کے انصار تھے۔ ابن قتیبہ نے "کتاب المعارف" میں تعداد ۷۵ لکھی ہے۔ اس میں چار مہاجر اور اکہتر انصار۔ چار مہاجروں میں حضرت امیر حمزہ، عبداللہ ابن جحش، مصعب بن عمیر اور شمّاس بن عثمان بن ثرید رضوان اللہ اجمعین ہیں۔ انصار میں اوس کی بہ نسبت خزرج کے شہداءؓ کی تعداد زیادہ تھی۔ المشاہد کے حوالے سے مولانا ابو الکلام آزاد نے تعداد ۱۰۸ بتائی ہے ۳ھ مہاجرین ۵، خزرجی ۵۴، اوس ۲۶ متفرق ۱۲ جملہ اصحابؓ ۱۰۸۔ مسلمان زخمیوں کی تعداد بھی ۷۰ تھی۔

دل بیٹھ گیا جی چھوٹ گیا

جنگ کا پانسہ پلٹنے اور حضورؐ کی شہادت کی افواہ عام ہونے کے بعد بد دل ہو کر جو صحابہؓ میدان جنگ ۳ھ سے لوٹے ان میں حضرت عثمانؓ بن عفان اور عثمانؓ بن عبید اللہ انصاری تھے۔ بعض نے مزید دو نام عقبہؓ بن عثمان اور سعدؓ بن عثمان کے لکھے ہیں۔ یہ لوگ لوٹ کر مقام جلعب تک پہنچے وہاں تین دن قیام کے بعد حضورؐ سے جا ملے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قصور کو معاف فرمایا اور در گزر کی آیت ۱۵۵ سورہ آل عمران میں نازل ہوئی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ

"جو لوگ تم میں سے (احد کے دن) جبکہ (مومنوں اور کافروں) کی دو جماعتیں ایک دوسرے سے گتھ گئیں (جنگ سے) بھاگ گئے تو ان کے بعض افعال کے سبب شیطان نے ان کو پھسلا دیا مگر اللہ نے ان کا قصور معاف فرما دیا۔ بے شک اللہ بخشنے والا (اور) بُردبار ہے۔"

اس جنگ میں مشرکین کے قتل ہونے والوں کی تعداد ۲۲ تھی لیکن بعض مورخوں نے مقتولین کی تعداد ۲۷ بھی لکھی ہے۔

اس دفعہ قریش نے اپنے مقتولوں کو دفن کیا اور مسلمانوں کی لاشوں کا مُثلہ کر کے چھوڑ دیا۔

جبلِ اُحد

مدینہ واپسی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب احد سے مدینہ لوٹے تو ہر محلہ کے مردوں اور عورتوں نے آپ ؐ کا استقبال کیا۔ آپ ؐ کے صحیح سالم لوٹنے پر بے حد خوشی کا اظہار کیا۔ راستے میں حضرت حمنہ ؓ بنت جحش ملیں۔ انہیں ان کے بھائی عبداللہ بن جحش کی شہادت کی خبر دی گئی۔ انہوں نے مغفرت کی دعا کی۔ ماموں حضرت امیر حمزہ ؓ کی اطلاع شہادت پر انا للہ پڑھا۔ جب ان کے شوہر حضرت مصعب ؓ بن عمیر کی شہادت کے بارے میں بتایا گیا تو تڑپ اٹھیں اور رونے لگیں۔ حضور ؐ نے فرمایا "ہر عورت کے دل میں شوہر کا خصوصی درجہ ہوتا ہے۔"

بنو دینار کی ایک خاتون حضرت ہند ؓ کے شوہر، بھائی اور والد شہید ہوئے تھے وہ ہر بار بے قرار ہو کر پوچھتیں رسول اللہ ؐ کیسے ہیں؟ جب بتایا گیا کہ خیریت سے ہیں تو کہا کہ مجھے دکھلا دو۔ دکھایا گیا تو کہا آپ ؐ کی سلامتی کے بعد ہر مصیبت ہیچ ہے۔

جب آپ ؐ کی سواری بنی عبدالاشہل کے محلہ سے گزر رہی تھی تو حضرت سعد ؓ ابن معاذ کی والدہ کبشہ ؓ بنت رافع دیدار کے لئے آئیں۔ آپ ؐ نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ان کے بیٹے عمرو ؓ بن معاذ کی تعزیت

فرمائی۔ سن کر کہا۔ آپؐ سلامت ہیں تو ہر مصیبت قابل برداشت ہے۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا

"اے امِّ سعدؓ! تم خوش ہو جاؤ اور تمام شہداءؓ کے گھروں میں
خوشخبری سنادو کہ ان کے لوگ جنت کے مکیں ہیں اور ان کی
شفاعت اہل خانہ کے بارے میں قبول کرلی گئی ہے۔" ؂

حضرت کبشہؓ نے عرض کیا اس بشارت کے بعد ہمیں تہنیت دیجئے نا کہ تعزیت۔ یارسول اللہؐ! میرے بیٹے کے اہل خانہ کے لئے دعا فرمائیے۔ آپؐ نے دست دعا بلند فرمائے اور کہا۔

"اے اللہ! ان کے دلوں سے غم کو دور فرما۔ ان کی مصیبتوں
کا بدل عطا فرما اور ان کے پس ماندگان کی دیکھ بھال فرما"۔

یہاں بنی عبدالاشہل کے زخمیوں کو جن کی تعداد ۳۰ کے لگ بھگ تھی حکم ہوا کے اپنے گھروں کو جائیں اور زخموں کا علاج کروائیں۔ شہدائے احدؓ کی فضیلت میں سورہ آل عمران کی ۱۶۹ اور ۱۷۰ویں آیات نازل ہوئیں

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ
يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ
لَمْ يَلْحَقُوْا بِھِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْھِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

ترجمہ "جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مرا ہوا نہ سمجھنا
(وہ مرے ہوئے نہیں ہیں) بلکہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں اور

ان کو رزق مل رہا ہے۔ جو کچھ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے
بخش رکھا ہے اس میں خوش ہیں اور جو لوگ ان کی نسبت خوشیاں
منا رہے ہیں کہ (قیامت کے دن) ان کو بھی نہ کچھ خوف ہو گا
اور نہ وہ غمناک ہوں گے"۔

۷ شوال ۳ھ ہفتہ کو مغرب کے وقت حضورؐ اور غازیان اُحد مدینہ واپس ہوئے۔ زخموں سے چور ہونے کے باوجود صحابہ کرامؓ نے تمام رات تندہی سے مدینہ کی گزر گاہوں پر پہرہ دیا۔ فجر کی نماز کے بعد حضرت عمروؓ بن عوف المزنی نے جو ابھی سفر سے لوٹے تھے عرض کیا کہ رات میں اپنے رشتہ داروں میں ملل کے مقام پر تھا وہیں قریش کا کیمپ تھا۔ وہ آپس میں کہہ رہے تھے کہ ہم نے اس لڑائی میں کوئی اہم کارنامہ انجام نہیں دیا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تنہا پایا لیکن ہلاک نہ کر سکے۔ بہتر ہے ہم لوٹ کر ان کا صفایا کر دیں لیکن صفوان بن اُمیہ نے انہیں روکا کیونکہ کامیابی یقینی نہ تھی۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ دشمن کے مقابلہ کے لئے کوچ کرنا ہے وہی لوگ چلیں جنہوں نے کل معرکہ میں حصہ لیا تھا۔ راس المنافقین عبداللہ ابن ابی نے ساتھ چلنے کی اجازت چاہی لیکن اس کی درخواست قبول نہیں ہوئی۔ جابرؓ بن عبداللہ نے عرض کیا کہ والد نے انہیں گھر پر بہنوں کی نگرانی کی خاطر جہاد میں حصہ لینے سے منع کیا تھا۔ آج اجازت ہو تو چلنا چاہتا ہوں۔ حضورؐ نے ان کا عذر قبول کر لیا اور وہ بھی جہاد پر نکلے۔

غزوۂ حمراءُ الاَسد

اُحد کی لڑائی کے دوسرے دن اتوار کو نماز فجر کے بعد آپؐ نے حضرت عبداللہؓ ابن مکتوم کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور مجاہدین کے ساتھ ابو سفیان کے تعاقب کے لئے روانہ ہوئے۔ علم حضرت علیؓ کو عطا ہوا۔ مدینہ سے آٹھ میل پر مکہ جانے والی شاہراہ پر حَمراء الاسد کے مقام پر خیمہ زن ہوئے۔ مسلمانوں کو حکم ہوا کہ رات میں بہت سے الاؤ روشن کریں۔ ادہر کُفّار کا لشکر ۳۶ میل پر روحاء کے مقام پر ٹھہرا ہوا تھا۔ ابو سفیان اور اس کے ساتھی سرداروں نے صورت حال پر غور کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ احد سے لوٹنے میں انہوں نے بہت جلدی کی۔ پلہ بھاری ہوتے ہوئے بھی کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ بہتر ہے کہ پلٹ کر دوبارہ حملہ کریں اور انہیں سنبھلنے سے پہلے تباہ کردیں۔ عِکرمہ بن ابو جہل بھی اس کا ہم خیال تھا۔ لیکن صفوان بن اُمیّہ نے اتفاق نہیں کیا۔ اس کا خیال تھا کہ مسلمان غصہ میں جذبہ جہاد سے بھرے بیٹھے ہیں اگر انہیں چھیڑیں تو کہیں موجودہ غلبہ والی کیفیت مغلوبیت سے نہ بدل جائے۔

حضور اکرمؐ نے بنی اسلم کے تین آدمیوں کو قریش کی جانب بطور مخبر روانہ فرمایا تھا۔ وہ دوبارہ حملہ کی خبر سن کر لوٹ رہے تھے کہ ان میں

سے دو پکڑے گئے اور شہید کر دیئے گئے۔ آپؐ ابھی حمراء الاسد پر مقیم تھے کہ قبیلہ خزاعہ کا سردار معبد بن ابی معبد خزاعی[62] (جو مسلمانوں کا ہمدرد تھا) شہدائے احد کی تعزیت کے لئے آیا۔ اس سے فارغ ہو کر وہ روحاء میں ابو سفیان سے ملا۔ ابو سفیان نے پوچھا اپنے پیچھے کیا حال چھوڑ آئے ہو؟ اس نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ تمہارے تعاقب کے لئے آ رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ ہم بھی ان سے دوبارہ لڑائی کا طے کر چکے ہیں۔ معبد نے انہیں اس ارادے سے باز رہنے کی صلاح دی۔[63]

اتنے میں بنی عبدالقیس کے کچھ اونٹ سوار مدینہ جاتے ہوئے ملے۔ ابوسفیان نے ان سے کہا کہ میں تمہارا اونٹ میلہ عُکاظ میں کشمش سے بھر دوں گا۔ تم میرا یہ پیغام کہ قریش متفق ہو کر مدینہ پر حملہ کے لئے آرہے ہیں مسلمانوں تک پہنچا دو۔ یہ پیام حضورؐ کو پہنچایا گیا

حضرت سعدؓ بن عبادہ نے اس موقع پر رسد کا انتظام کیا۔ تیس اونٹ کھجوروں سے لدے ہوئے ساتھ تھے۔ تین اونٹ ذبح کیے جاتے۔ وہاں آپؐ نے تین دن قیام فرمایا مگر ابو سفیان کو دوبارہ حملہ کرنے کی جراُت نہ ہوئی۔

مسلمان مدینہ لوٹ رہے تھے کہ راستے میں دو قریشی کافر گرفتار ہوئے۔ ان میں ایک ابو عزہ جمحی شعلہ بیان شاعر تھا۔ بدر کی لڑائی میں بھی گرفتار ہوا تھا۔ حضور اکرمؐ نے اس شرط پر آئندہ مقابلہ پر نہیں آئے

مکہ اور مدینہ کے درمیان راستوں کا نقشہ

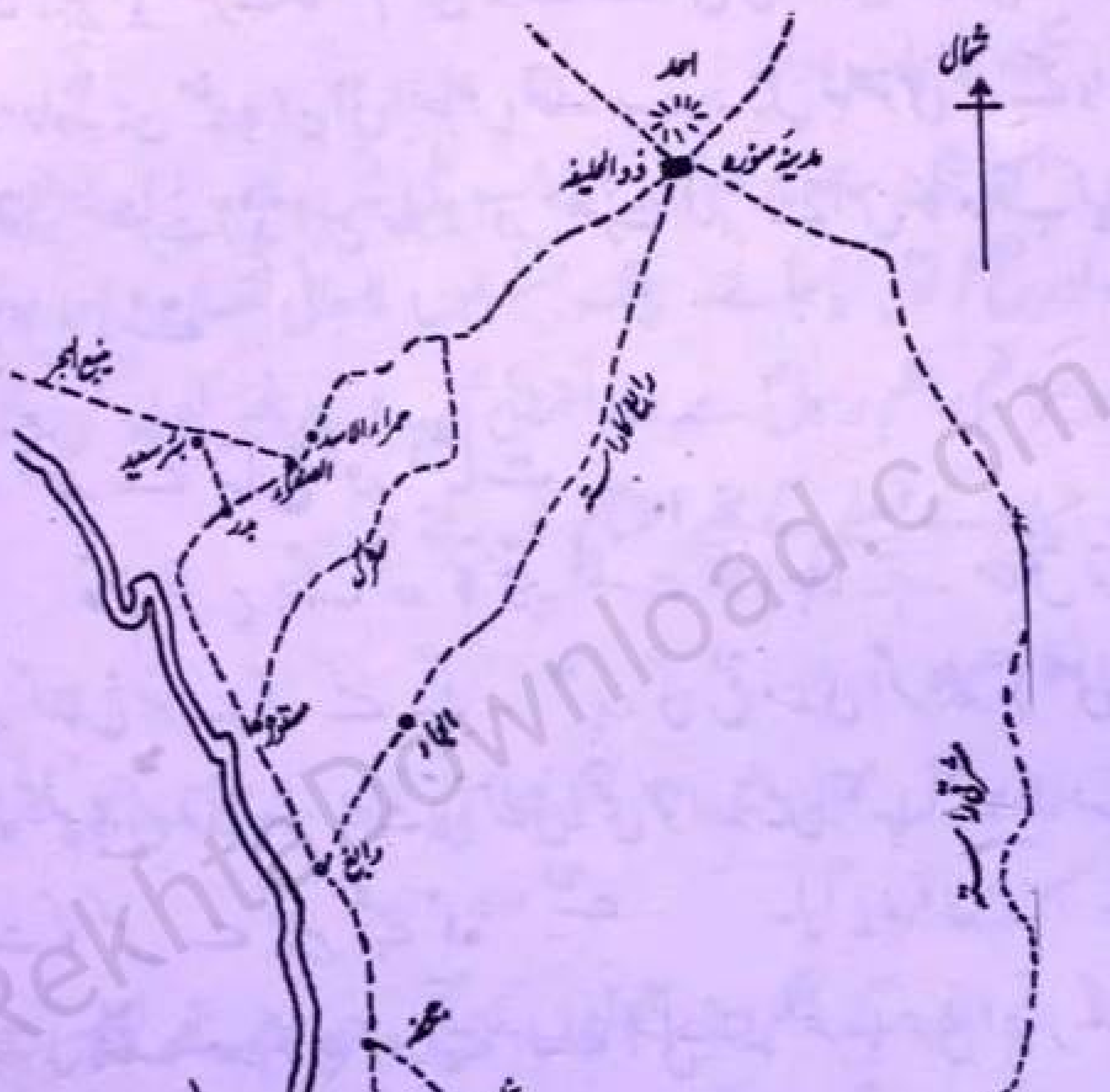

RekhtaDownload.com

گا از راہ احسان بِلا فدیہ رہا کر دیا تھا۔ اب پھر پچیوں کا واسطہ دے کر وعدہ کرنا چاہا۔ ارشاد ہوا۔ مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جا سکتا۔ حضرت زبیرؓ یا حضرت عاصمؓ بن ثابت نے اس کی گردن مار دی۔ دوسرا شخص معاویہ بن مغیرہ بن ابی العاص تھا۔ یہ مدینہ میں جاسوسی کر کے واپس ہو رہا تھا۔ حضرت زیدؓ ابن حارثہ اور حضرت عمارؓ نے اس کا تعاقب کیا اور تہ تیغ کر دیا۔[۶۴]

غزوۂ اُحد کے نتائج اور اثرات

عام طور پر جنگ اُحد کا نتیجہ شکست بتلایا جاتا ہے۔ منافق تو اس درجہ گستاخ ہوئے کہ کہنے لگے۔ "بدر کی فتح مندی اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توثیق رسالت کی نشانی تھی تو احد میں آپ کے صاحب کی شکست کو کس سے تعبیر کیجئے گا؟"[۶۵]

جنگ احد کا جائزہ لیتے ہوئے جنگی نقطہ نظر یا حربی انداز فکر صحیح نتائج اخذ کرنے میں مدد دے گا۔

۱۔ کیا فاتح نے اپنے غلبہ سے کوئی فائدہ اٹھایا؟

۲۔ کتنا مال غنیمت ملا؟

۳۔ کتنے مجاہد اسیر ہوئے؟

۴۔ کیا حریف مخالف کو عسکری حیثیت سے تباہ و برباد کر دیا؟

۵۔ کیا ان کے حوصلے پست کرنے میں کامیاب ہوئے؟

۶۔ کیا فاتح اسی طرح میدان چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے؟

۷۔ کیا مفتوح فاتح کا تعاقب کرتا ہے؟

۸۔ مسلمانوں کے دارالحکومت کو نقصان پہنچانے کا عزم کس حد تک کامیاب ہوا۔

اس میں سے ہر سوال کا جواب نفی میں ہے۔ اسی میزان پر شکست اور فتح کو تول لیا جائے۔ بیشک مسلمانوں کا جانی نقصان زیادہ ہوا۔ لیکن وہ سزا تھی حکم رسولؐ سے بے اعتنائی کی۔ اسے غیر فیصلہ کن جنگ یعنی ہار جیت کے فیصلے کے بغیر اختتام کہہ سکتے ہیں۔

قرآن کا تبصرہ

سورہ آل عمران میں ۶۰ آیات اس غزوہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔ جس میں فرمایا گیا۔

۱:۔ تم اللہ کے حکم سے کافروں کو قتل کر رہے تھے آپس میں جھگڑنے لگے اور حکم عدولی کی۔

۲:۔ مومن اور منافق کی پہچان ہو گئی۔

۳:۔ پیغمبر بھی ابتلاء میں ڈالے جاتے ہیں پھر کامیابی دی جاتی ہے۔

۴:۔ مخلص بندوں کو شہادت کے اعزاز سے سرفراز کیا جاتا ہے۔

۵- اہل ایمان کو گناہوں سے پاک و صاف، اور کُفّار کو ہلاک و برباد کیا جاتا ہے۔ آیت ۱۷۹ میں فرمایا گیا۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ
عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ
وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ
مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنْ
تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾

"ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ مومنین کو اسی حالت میں چھوڑ دے، جس پر تم لوگ ہو۔ یہاں تک کہ خبیث کو پاکیزہ سے الگ کر دے اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ تمہیں غیب پر مطلع کرے لیکن وہ اپنے پیغمبروں میں سے جسے چاہتا ہے۔ منتخب کر لیتا ہے۔ پس اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لائے اور تقوٰی اختیار کیا تو تمہارے لئے بڑا اجر ہے"۔

یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ احد کی جنگ میں جتنے قریشی سردار مکی فوج کی قیادت کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک ایک کر کے دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ صفوان بن اُمیّہ سب سے آخر میں فتح مکہ کے ۲ ماہ بعد مسلمان ہوئے۔

۳ھ کے چند اہم اور متفرق واقعات

التنبیہ والاشراف میں مسعودی نے اس سال کو سن تمحیص یعنی

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کی

صاحبزادیوں کا شجرہ

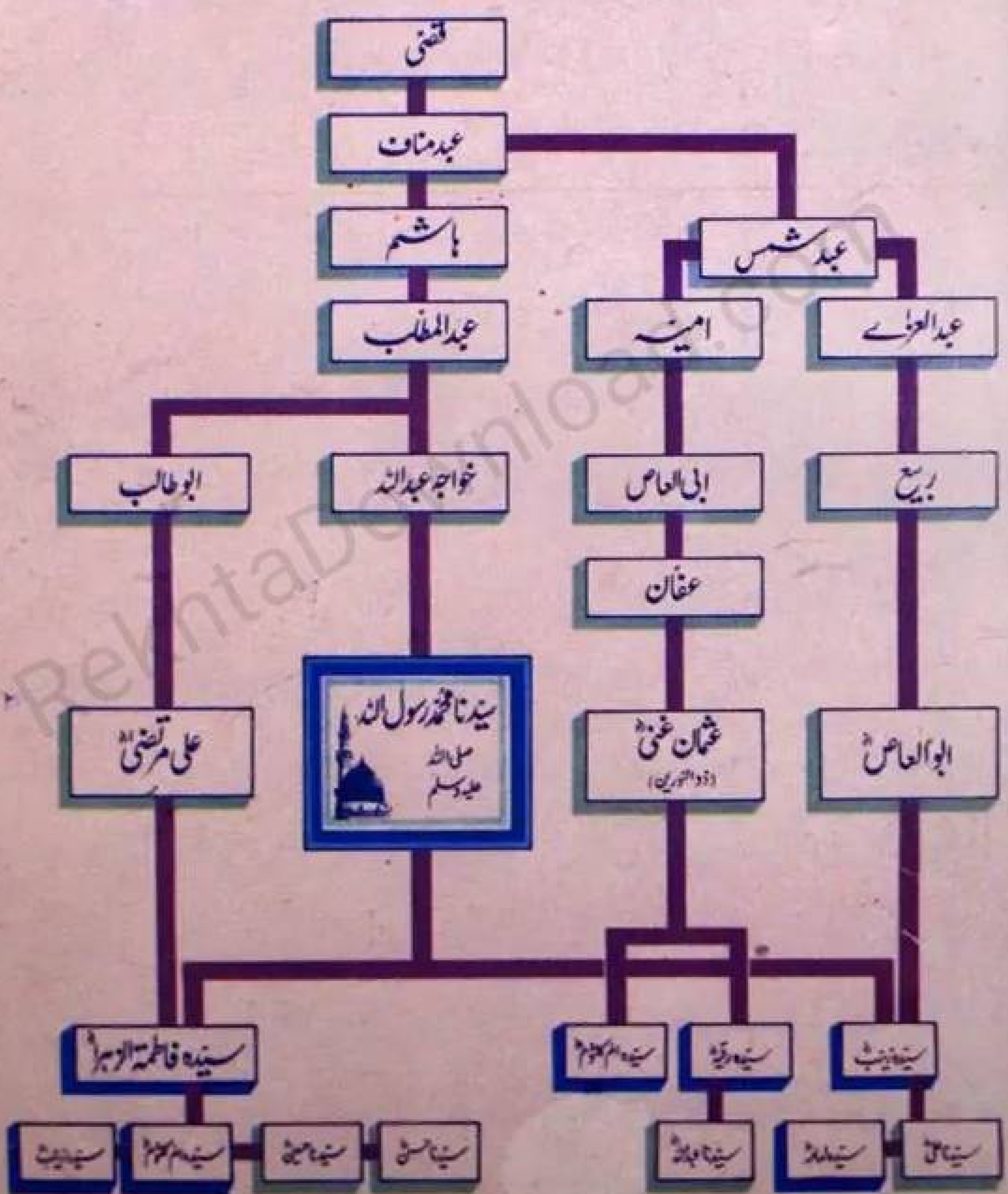

آزمائش کا سال کہا ہے۔

رزقانی نے لکھا ہے کہ ماہ شوال میں شراب کی حرمت کا حکم آیا۔ ۶۶

اسی سال ۱۵ رمضان کو حضرت حسنؓ کی ولادت ہوئی۔ ۶۶

اسی سال ربیع الاوّل میں حضرت عثمانؓ کا نکاح امّ کلثومؓ بنت رسولؐ سے ہوا۔ رخصتی جمادی الاخر میں ہوئی۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ کا لقب "ذِی النّورین" ہوگیا۔

اب تک مشرکہ عورت سے نکاح جائز تھا۔ اس سال اس کی ممانعت کے احکام آئے۔ ۶۸

اسی سال وراثت کے بارے میں احکام نازل ہوئے اور ذوی الارحام کے حقوق کی تفصیل آئی ۶۹

آخری صحابیؐ رسولؐ۔

اسی سال حضرت ابو الطفیل عامرؓ ابن واثلہ بن عبداللہ کی ولادت ہوئی۔ ۷۰ حضورؐ کے اس دنیا سے پردہ کرنے کے وقت ان کی عمر آٹھ سال کی تھی۔ یہ حضور اکرمؐ کو دیکھنے والی وہ آخری ہستی تھی جو اس دنیا سے ۱۱۰ھ میں مکّہ مکرمہ میں رخصت ہوئی۔ محدثین کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ روئے زمین کے تمام صحابہؓ میں آخر میں انتقال کرنے والے ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے حج کے موقع پر ان سے ملاقات کا شرف حاصل کیا تھا۔ بوقت انتقال عمر ۱۰۷ سال تھی۔

اُمّ المومنین حضرت حفصہؓ

اسی سال ماہ شعبان میں حضرت حفصہ بنت عمرؓ اُمّ المومنین بنیں۔ آپ کی ولادت بعثت نبوی سے ۵ سال پہلے ہوئی جس سال قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی۔ آپ کی والدہ کا نام زینب بنت مظعون تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ آپ کے حقیقی بھائی ہیں۔ حضرت عمرؓ کے ساتھ ہی آپ کا سارا خاندان ایمان لایا۔ پہلا نکاح حضرت خنیسؓ بن حذافہ سہمی سے ہوا جو بدر کی لڑائی میں شدید زخمی ہوئے اور چند دنوں بعد داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ حضرت عمرؓ کو ان کے نکاح ثانی کی فکر ہوئی۔ ان ہی دنوں حضرت عثمانؓ کی شریک حیات رقیہؓ کا انتقال ہوا تھا۔ ان سے حضرت عمرؓ نے ذکر کیا تو غور کرنے کا وعدہ کیا۔ حضرت ابو بکرؓ کو پیش کش کی تو انہوں نے خاموشی اختیار کی۔ اس کے بعد حضور اکرمؐ نے عمرؓ سے فرمایا۔

"کیوں نہ حفصہؓ کا نکاح ایسے شخص سے ہو جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمانؓ کو ایسی بیوی نہ دی جائے جو حفصہؓ سے بہتر ہے"۔

اس طرح حضرت اُمّ کلثومؓ حضرت عثمانؓ کے عقد میں اور حضرت حفصہؓ سے حضورؐ نے نکاح فرمایا۔

حضرت حفصہؓ کسی قدر مزاج کی تیز تھیں۔ ایک بار حضرت عمرؓ

کی بیوی نے انہیں کسی بات میں مشورہ دیا۔ اس پر انہوں نے انہیں تنبیہ کی۔ بیوی نے کہا کہ تمہاری بیٹی تو رسول اللہؐ کو برابر کا جواب دیتی ہے؟ حضرت عمرؓ کو یہ معلوم نہ تھا سیدھے بیٹی کے پاس آئے اور اس بارے میں استفسار کیا۔ انہوں نے جب حامی بھری تو کہا۔

خبردار! میں تمہیں اللہ کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔ تم عائشہؓ کی ریس نہ کرو جن کو رسول اللہؐ کی محبت کی وجہ سے اپنے حسن پر ناز ہے۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ میں دیگر ازدواج کی بہ نسبت زیادہ ہم آہنگی تھی۔ واقعہ تحریم جو ۹ ھ میں پیش آیا اس کا ثبوت ہے۔ ہوا یوں کہ حضورؐ حضرت زینبؓ کے پاس معمول سے زیادہ دیر تک بیٹھنے لگے۔ بات یہ تھی کہ ان کے پاس کہیں سے شہد آیا تھا۔ وہ حضورؐ کو پیش کرتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے طے کیا کہ جب حضورؐ آئیں تو کہنا کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے (ایک پھول جس کی بو کرخت ہوتی ہے) جب دونوں نے یہ کہا تو حضورؐ نے قسم کھائی کہ میں اب کبھی شہد نہیں کھاؤں گا۔ اس پر آیت نازل ہوئی۔

"اے پیغمبرؐ اپنی بیویوں کی خوشی کے لئے تم اللہ کی حلال کی ہوئی روزی کو حرام کیوں کرتے ہو؟"

حضرت حفصہؓ نے تقریباً (۶۲) سال کی عمر میں حضرت امیر معاویہؓ کے عہد حکومت میں ۴۵ ھ میں وفات پائی۔ حاکم مدینہ مروان بن حکم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عبداللہؓ نے اپنے بچوں کی مدد سے

انہیں جنت البقیع میں سپرد خاک کیا۔[۵۱]

امّ المومنین حضرت زینبؓ بنت خزیمہ

جنگ اُحد کے بعد حضورؐ نے آپ سے رمضان کے مہینے میں نکاح فرمایا اور بارہ اُوقیہ زرِ مہر مقرر فرمایا۔ آپ کے پہلے شوہر کا نام حضرت عبداللہؓ بن جحش تھا۔ جو حضورؐ کے حقیقی پھوپھی زاد بھائی تھے۔ جنگ احد میں شہید ہوئے۔

بڑی نیک اور فیاض تھیں۔ غربا اور مساکین کی بڑی تواضع کرتی تھیں۔ اسی لئے اُمّ المساکین کہلاتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں بہ مشکل دو یا تین ماہ رہیں۔ حضرت خدیجہؓ کے بعد حضورؐ کی زندگی میں ازواج میں ان ہی کا انتقال ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن فرمایا۔ ۴ھ میں انتقال کے وقت عمر صرف ۳۰ سال تھی۔[۵۲]

حواشی و تشریحات

غزوہ احد۔

۱۔ واقدی: مغازی الرسولؐ ص ۱۴۵

۲۔ ابن سعد: طبقات حصہ اوّل ص ۳۳۷

۳۔ محمد حمید اللہ: عہد نبویؐ کے میدان جنگ ص ۴۷

۴۔ تاریخ طبری: حصہ اوّل ص ۲۲۴

۵۔ ابن اثیر: سیرت رسول کریمؐ ص ۲۳۸

۶۔ تاریخ ابن خلدون حصہ اوّل ص ۱۰۴

۷۔ واقدی: مغازی الرسولؐ ص ۱۴۸

۸۔ سید جمال حسینی: روضۃ الاحباب ص ۱۷۷

۹۔ محمد اکبر خان: حدیث دفاع

۱۰۔ محمد حمید اللہ: عہد نبویؐ کے میدان جنگ ص ۵۰

۱۱۔ محمود خطاب شیث: آنحضرتؐ بحیثیت سپہ سالار ص ۱۹۸

۱۲۔ واقدی: مغازی الرسولؐ ص ۱۵۹

۱۳۔ مسعودی: تنبیہ و الاشراف ص ۶۱

۱۴۔ ابن اسحٰق: نقوش رسولؐ نمبر جلد یازدہم ص ۳۴۴

۱۵۔ ایضاً۔

۱۶۔ پروفیسر محمد سرور شفقت: آنحضورؐ کی جنگی ٹیکنالوجی مضمون مطبوعہ ماہنامہ "طالب علم" اپریل ۱۹۸۷ء

۱۷۔ صحیح بخاری جلد دوم ص ۹۱ حدیث نمبر ۱۵۵ باب ۱۱۸

۱۸۔ گلزار احمد: غزوات رسول اللہؐ حصہ دوم ص ۳۳۹

۱۹۔ شیخ عبدالحق: مدارج النبوتؐ ص ۱۶۷

RekhtaDownload.com

۲۰۔ سید جمال حسینی: روضۃ الاحباب ص ۱۸۰
۲۱۔ ایضاً۔ ص ۱۸۴
۲۲۔ ابن کثیر: البدایہ والنہایہ ص ۴۳۹
۲۳۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ: جلد ۲ ص ۳۴
۲۴۔ ابن جوزی: الوفا ص ۱۴۷
۲۵۔ حفیظ جالندھری: شاہ نامہ اسلام جلد سوم ص ۶۰؎
۲۶۔ ابن حزم: جوامع السیرہ ص ۱۷۶
۲۷۔ ابن اثیر: سیرت رسول کریمؐ جلد دوم ص ۲۴۶
۲۸۔ (ا) سیرت ابن اسحٰق نقوش رسولؐ نمبر ۱۱ ص ۳۵۱
(ب) سید جمال حسینی: روضۃ الاحباب ص ۱۹۰
۲۹۔ شیخ عبدالحق: مدارج النبوتؐ ص ۱۷۹
۳۰۔ محمد ادریس کاندھلوی: سیرت المصطفیٰؐ ص ۵۸۰
۳۱۔ ابو عبداللہ شمس الدین ذہبی: تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۴۱
(ب) جامع ترمذی جلد دوم ص ۷۸۶
۳۲۔ واقدی: مغازی الرسولؐ ص ۱۷۸
۳۳۔ سید جمال حسینی: روضۃ الاحباب ص ۱۸۳
۳۴۔ واقدی: مغازی الرسولؐ ص ۱۷۹
۳۵ ابن ہشام: سیرت النبیؐ کامل جلد ۲ ص ۶۴
۳۶۔ محمد ادریس کاندھلوی: سیرت المصطفیٰؐ ص ۵۸۶
۳۷۔ سید جمال حسینی: روضۃ الاحباب ص ۱۹۱
۳۸۔ جامع ترمذی ص ۷۸۲
۳۹۔ عروہ ابن زبیرؓ: مغازی رسول اللہؐ ص ۱۷۸
۴۰۔ واقدی: مغازی الرسولؐ ص ۱۸۳
۴۱۔ (ا) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۳۹ حدیث نمبر ۲۸۵ باب ۲۰۷
(ب) شیخ عبدالحق: مدارج النبوتؐ ص ۱۸۹
(ج) ابن اثیر: سیرت النبیؐ کاملؐ ص ۲۵۷

۴۲- بخاری شریف: جلد دوم ۵۰۹ حدیث نمبر ۱۱۶۳ باب ۴۷۶

۴۳- مسند امام اعظمؒ ص ۳۳۸ باب ۱۸۷

۴۴- ابن ہشام: سیرت النبیؐ کامل جلد دوم ص ۸۱

۴۵- مدارج النبوتؐ ص ۱۹۷

۴۶- اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۲ ص ۳۲

۴۷- (ا) امام مالک: موطا ص ۳۵۵

(ب) عبدالرؤف داناپوری: اصح السیر ص ۱۵۹

۴۸- سعید انصاری: سیر انصار حصہ دوم ص ۷۵

۴۹- ابن اثیر: اسد الغابہ جلد ۳ ص ۸۰

۵۰- (ا) ابن حزم: جوامع السیرہ ص ۱۷۶

(ب) ابن ہشام سیرت النبیؐ کامل جلد ۲ ص ۷۱

۵۱- ایضاً ص ۱۷۶ اور ص ۷۱

۵۲- (ا) تاریخ طبری حصہ اوّل ص ۲۴۸

(ب) ابن اثیر ص ۲۶۰

۵۳- اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۲ ص ۳۴

(۱) تاریخ طبری حصہ اوّل ۲۴۸

(۲) تاریخ طبری حصہ اوّل ۲۴۸

(۳) عہد نبوتؐ کے ماہ و سال ۱۸۳

۵۴- ابن حزم: جوامع السیرہ ص ۱۷۵

۵۵- معین الدین ندوی: مہاجرین حصہ اوّل ص ۳۵۶

۵۶- سید جمال حسینی: روضۃ الاحباب ص ۱۹۸

۵۷- ابن قتیبہ: کتاب المعارف ص ۳۱۴

۵۸- ابوالکلام آزاد: رسول رحمتؐ ص ۳۱۴

۵۹- ابن اسحٰق: نقوش رسولؐ نمبر جلد یازدہم ص ۳۵۰

۶۰- شیخ عبدالحق: مدارج النبوتؐ ص ۱۹۱

غزوہ حمراء الاسد

۶۱۔ شیخ عبدالحق دہلوی : مدارج النبوتؐ ص ۱۹۹

۶۲۔ محمد ادریس کاندھلوی : سیرت المصطفیٰؐ ص ۶۰۰

۶۳۔ ابن اثیر : سیرت رسول کریمؐ ص ۲۶۴

(ب) واقدی: مغازی الرسولؐ ص ۲۵۳

۶۴۔ صفی الرحمٰن : الرحیق المختوم ص ۴۴۸

۶۵۔ محمد حسین ہیکل : حیات محمدؐ ص ۳۷۱۔

۶۶۔ محمد ادریس کاندھلوی: سیرت المصطفیٰؐ ص ۶۰۲

۶۷۔ طبری: سیرت النبی حصہ اوّل ص ۲۵۳

۶۸۔ شبلی: سیرت النبیؐ جلد اوّل ص ۳۹۳

۶۹۔ ایضاً۔

۷۰۔ محمد ہاشم سندھی : عہد نبوتؐ کے ماہ و سال ص ۱۸۷

۷۱۔ (ا) ابن سعد: طبقات جلد ہشتم

(ب) سعید انصاری : سیرالصحابیات

(ج) نیازی فتح پوری : صحابیات

۷۲۔ ایضاً۔

RekhtaDownload.com

ہجرت کا چوتھا سال

اُحد کی فیصلہ کن جنگ نے دیگر قبائل عرب پر منفی اثرات ڈالے۔ بدر کی فتح کا اثر زائل ہو گیا اور مشرکین مکّہ کے ساتھ ان کی ہمدردیاں بڑھ گئیں۔ نیز یہ خیال بھی پیدا ہوا کہ قریش نے احد میں ان کی طاقت توڑ دی ہے۔ چنانچہ اطراف و جوانب کے قبائل نے ایک بار پھر سر اٹھایا۔ ان ہی میں نجد کا قبیلہ بنی اسد بھی تھا۔

سَرِیّہ ابی سلمہؓ بن عبدالاسد مخزومی۔

احد کی لڑائی کو بہ مشکل تین ماہ گزرے تھے کہ قبیلہ طے کے ایک مخبر نے اطلاع دی کہ طلحہ بن خویلد اور سلمہ بن خویلد اپنے پیرووں کے ساتھ نجد کے قبیلہ بنی اسد بن خزیمہ کو بغاوت پر ابھار رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اس وقت مسلمان احد کی ہزیمت کے بعد لڑائی کے قابل نہ ہوں گے۔ اس لئے مدینہ پر حملہ کر دینا چاہیے۔ انہوں نے فید کے کوہستانی علاقے قطن میں تین سو آدمیوں کا لشکر تیار کیا ہے۔[1]

محرم ۴ ھ کی پہلی تاریخ تھی آپ ؐ نے حضرت ابی سلمہ ؓ کی سرکردگی میں کوئی ڈیڑھ سو مہاجرین و انصار پر مشتمل ایک دستہ ان کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔ انہیں عَلَم بھی عطا فرمایا۔ ان میں حضرت ابو عبیدہ ؓ ابن جرّاح، سعد ؓ ابن ابی وقاص، اسید ؓ بن حضیر، عبادہ ؓ بن بشر وغیرہ شامل تھے۔ حکم ہوا کہ طائی رہبر کو ساتھ لے جاؤ۔ راتوں میں سفر کرو دن میں چھپ جاؤ۔ راستہ وہ اختیار کرو۔ جو غیر معروف ہو اور اچانک بنی اسد کو جا پکڑو۔ یہ دستہ اجناد سے گزر کر قطن کے چشمے پر پہنچا۔ دشمن کا لشکر قریب میں جمع تھا اور ان کے مویشی چر رہے تھے۔ مسلمانوں نے چرواہوں میں سے تین غلاموں کو پکڑ لیا باقی بھاگ کر لشکر میں پہنچے اور مسلمانوں کے بھاری لشکر کی آمد کی اطلاع دی۔ یہ سن کر ان کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ مسلمانوں کے امیر نے اپنے دستہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا۔ ایک غنیمت پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا اور ایک حصہ اپنے ساتھ ناگہانی صورت حال کے لئے محفوظ رکھا۔ مقابلہ کی نوبت نہ آئی اور غنیمت میں بہت سے اونٹ اور بکریاں ہاتھ آئیں۔ خمس نکال کر پہلے قبیلہ طے کے مخبر کو اس کے حسب دل خواہ چیزیں عطا کیں۔ ہر مجاہد کے حصے میں سات سات اونٹ آئے۔ تین غلام بھی پکڑ کر لائے۔

حضرت ابی سلمہ ؓ دس دن بعد کامیاب و کامران واپس آئے۔

انہیں غزوہ اُحد میں ایک کاری زخم لگا تھا۔ اس مہم میں اس کا منہ کھل گیا اور خون بہنے لگا۔ چنانچہ ۲۷ جمادی الثانی ۴ھ کو اس کے اثر سے وفات پائی۔

طلحہ بن خویلد بعد میں ایمان لے آئے۔ حضورؐ کے وصال کے بعد مرتد ہو کر دعویدار نبوت ہوئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو ان کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ وہ بھاگ کر شام چلے گئے پھر تائب ہو کر اسلام کی آغوش میں آئے دور فاروقی میں قادسیہ اور نہاوند کے معرکوں میں حصہ لیا اور ۲۶ھ میں نہاوند میں شہید ہوئے۔ ان کے بھائی سلمہ بن خویلد ایمان سے محروم رہے۔ ۳۵

سانحۂ رجیع

سفیان بن خالد ہذلی قبیلہ عضل اور قارہ کے چند لوگوں کے ساتھ قریش کو احد کی کامیابی پر مبارکباد دینے مکہ گیا۔ بنی عبدالدار کے محلہ سے اس نے آہ و بکا کی آوازیں سنیں۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ اس خاندان کے ۲۲ افراد احد کے دن جھنڈے کو بلند کرتے ہوئے کام آئے۔ علمبردار کی بیوی سُلافہ بنت سعد نے قسم کھا رکھی تھی کہ اس وقت تک بالوں میں تیل نہ ڈالوں گی۔ جب تک مسلمانوں سے اپنے خاندان کا حساب چکا نہ لوں۔ اسی غرض سے اس نے شوہر اور بیٹوں کے قاتل کو پکڑنے کا انعام سو اونٹ مقرر کر رکھا تھا۔ قاتل کی کھوپڑی میں شراب پی

کر اپنے جذبہ انتقام کو بجھانا چاہتی تھی۔ سفیان نے پوچھا تیرے بیٹوں کو کس نے قتل کیا ہے۔ کہا عاصم بن ثابت انصاریؓ نے۔ سفیان نے انعام کا وعدہ لیا اور انہیں پکڑنے کی سازش تیار کی۔ حضرت عاصمؓ نے جنگ بدر میں دشمن اسلام عُقبہ ابن ابی معیط کی گردن ماری تھی اور احد میں مسافع بن طلحہ اور جلاس بن طلحہ کو تیر کا نشانہ بنایا تھا۔ غزوہ حمرالاسد سے واپسی کے وقت پکڑے جانے والے بد عہد شاعر ابو عزّہ جمحی کا سر تن سے جدا کرنے کی خدمت بھی ان ہی کے سپرد کی گئی تھی۔ اس طرح مکّہ کا ہر شخص ان کے خون کا پیاسا تھا۔

ایک روایت تو یہ ہے[۴] کہ سفیان بن خالد نے منصوبہ بنایا اور عضل وقارہ سے سات آدمی حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے قبیلے کے لوگ مسلمان ہوچکے ہیں ان کو دین کا علم سکھانے کے لئے چند معلم روانہ فرمایئے۔ ادہر حضرت عاصمؓ بن ثابت سے دوستی بڑھائی اور کہا کیا اچھا ہو کہ آپ بھی ہمارے پاس آئیں۔ انہوں نے کہا کہ توقع ہے میرا انتخاب ہوجائے گا۔

رقص جو لوگ کیا کرتے ہیں تلواروں پر

دوسری روایت یہ[۵] ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات یا دس صحابہؓ کو جاسوسی کی ایک خاص مہم پر روانہ فرمایا جن میں عاصم بن ثابت، مرثد بن ابی مرثد، خالد بن ابی بکیر لیثی، خبیب بن عدی، زید بن

ادثنہ، عبداللہ بن طارق اور معتب بن عبید رضوان اللہ اجمعین کے نام سیرت کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ ان پر حضرت مرثدؓ کو امیر بنایا گیا۔ جب یہ لوگ مقام ہدہ جو رجیع کے چشموں میں سے ایک ہے پر پہنچے (مکہ اور عسفان کے درمیان ہے) تو قبیلہ ہذلی کی شاخ بنو لحیان کو خبر ہو گئی۔ حضرت عاصمؓ اپنے ساتھیوں کو لے کر ایک پہاڑی پر چڑھ گئے۔ انہوں نے جاں بخشی کے وعدہ کے ساتھ اترنے پر مجبور کیا۔ حضرت عاصمؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں کسی کافر کے ذمہ نہ رہوں گا۔ دعا مانگی اے اللہ! ہم تیرے دین کی حمایت کرتے ہیں تو ہمارے جسم کی حفاظت کر۔ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ان کے سر کی قیمت میں سلافہ نے سو اونٹ انعام کا اعلان کیا تھا۔ کُفّار ان کا سر کاٹنے بڑھے تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کے غول کو لاشہ کی حفاظت پر مامور کر دیا۔ بہت کوشش کی مگر مکھیوں نے بڑھنے نہ دیا سوچا رات ہو گی تو مکھیاں چلی جائیں گی پھر سر کاٹ لیں گے۔ شام آئی تو ایسی بارش ہوئی کہ سیلاب آگیا اور حضرت عاصمؓ کا لاشہ اس میں بہہ گیا۔ لاکھ ڈھونڈا ہاتھ نہ آیا۔

باقی حضرات میں سے تین شہید ہوئے اور تین خبیبؓ بن عدی، زیدؓ بن دثنہ اور عبداللہؓ بن طارق کافروں کی امان پر راضی ہو گئے۔ تیر اندازوں نے کمانوں کے تانت سے ان کے ہاتھ باندھنے شروع کئے۔ اس بد عہدی پر حضرت عبداللہؓ بن طارق نے تلوار سونت لی اور لڑتے لڑتے

جام شہادت نوش کیا۔ باقی دونوں کو مکہ کے بازار میں فروخت کیا گیا۔ حضرت خبیبؓ کو حارث بن عامر کی بیٹی نے سو اونٹوں اور زیدؓ بن دثنہ کو صفوان بن اُمیّہ نے پچاس اونٹوں کے عوض خریدا۔ طے ہوا کہ انہیں بدر کے سرداروں کے بدلے میں قتل کیا جائے۔ یہ لوگ ذی قعدہ میں بکے تھے۔ ماہ حرام میں انہیں قید رکھا گیا۔

صفر کا مہینہ آیا تو اعلان کیا گیا کہ تنعیم کے مقام پر انہیں قتل کیا جائے گا۔ سب لوگ جمع ہوجائیں۔ وقت مقررہ پر تمام اہل مکہ جمع ہوئے۔ درخت پر سولی کا پھندا لٹکایا گیا۔ حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ وہاں لائے گئے۔ راستہ بھر ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے رہے۔ پہلے حضرت خبیبؓ کو سولی کی طرف لے گئے۔ پوچھا کوئی آخری خواہش ہو تو بیان کرو۔ کہا مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دو۔ اجازت ملی تو جلدی سے نماز پڑھ لی۔ طول اس لئے نہ دیا کہ کہیں کافر یہ نہ سمجھیں کہ موت سے گھبراتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضرت خبیبؓ بن عدی پہلے شخص ہیں جنہوں نے قتل سے پہلے نماز ادا کی۔ اس کے بعد سے اہل حق میں جو بھی مجبوراً شہید کیا جاتا ہے وہ سنت خبیب پر عمل کر کے دو رکعت نماز پڑھتا ہے۔

مگر ایسی بے بسی کیا کہ سلام تک نہ پہنچے

جب پھندا گلے میں ڈالا گیا تو دعا کی الٰہی! ان سب کو گھیر لے اور

ان میں سے کسی کو نہ چھوڑ"۔ حضرت امیر معاویہؓ کا بیان ہے کہ جوں ہی ان کی زبان سے یہ کلمات ادا ہوئے میرے والد ابو سفیان مجھے لے کر زمین پر لیٹ گئے۔ عرب میں بد دعا کو زائل کرنے کا یہ طریقہ تھا۔ حضرت خبیبؓ سے کہا گیا کہ اسلام سے منحرف ہو جاؤ تو جان بچ سکتی ہے۔ کہا یہ منظور نہیں۔ کافروں نے کہا۔ کیا تمہیں یہ پسند ہوگا کہ تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں اور تم آرام سے گھر بیٹھے ہو۔ جواب دیا مجھے یہ تک گوارا نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر میں کانٹا تک چبھے۔ کہا اب بھی وقت ہے دین محمدؐ سے پھر جاؤ۔ جواب دیا۔ ہرگز نہیں کافروں نے غصہ سے کہا۔ ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔ مئے وحدت کے متوالے کا جواب تھا۔ میرا قتل اللہ کی راہ میں حقیر نذرانہ ہے۔ منہ مدینہ کی طرف تھا کافروں نے مکہ کی طرف کر دیا۔ کہا جدھر چاہے رخ کرو اللہ ہر جگہ موجود ہے۔ پھر دعا کی۔

"الٰہی یہاں دشمنوں کے سوا کسی کو نہیں پاتا۔ تو ہی میرا آخری
سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دے"

اس کے ساتھ ہی بدر میں جن جن کے آباء قتل ہوئے تھے ان کے بچوں نے نیزوں سے کچوکے دینا شروع کر دیئے۔ تکلیف سے بے چین ہو کر منہ کعبہ کی طرف کیا اور کہا "حمد اس ذات کی جس نے میرا منہ قبلہ کی طرف کر دیا جس کو اس نے اپنے لئے، اپنے نبیؐ کے لئے اور تمام

مسلمانوں کے لئے پسند فرمایا"۔ یہ سن کر ایک کافر نے غصہ سے بھرپور نیزہ سینہ میں مارا۔ شمع نبوت کے پروانے، راہِ وفا کے دیوانے، نے جان جاں آفریں کے سپرد کی۔ ادہر مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے درمیان تشریف فرما تھے کہ چہرۂ مبارک پر وحی کے آثار ہویدا ہوئے اور زبانِ مبارک سے نکلا "علیک السلام ورحمتہ اللہ یا خبیبؓ"۔ جبرئیلؑ ان کا سلام پہنچا رہے تھے۔ ارشاد ہوا خبیبؓ کو اللہ کے دشمنوں نے شہید کردیا۔

حضرت زیدؓ ابن دثنہ کو سولی پر لایا گیا تو انہوں نے بھی دو رکعت نفل نماز سنت خبیب میں ادا کی۔ ان سے بھی وہی سوالات ہوئے۔ حق کے اس متوالے نے بھی وہی جواب دیئے۔ یہ سن کر ابو سفیان نے کہا۔ 'واللہ! ہم نے اصحاب محمدؐ سے زیادہ محبت کرنے والا کسی کو نہ پایا"۔ انھیں بنی جمح کے غلام نسطاس نے شہید کیا۔

ادہر مخبر صادقؐ کا ارشاد ہوا۔ تم میں کون ہے جو خبیب کی لاش سولی سے اتار لائے اور جنت کا حق دار بن جائے؟ حضرت زبیرؓ اور مقدادؓ تیار ہوگئے۔ مکہ پہنچے تو دیکھا کہ چالیس مشرک اس کی نگرانی چالیس دن سے برابر کر رہے ہیں۔ حضرت زبیرؓ نے رات کے وقت لاش اتاری اور گھوڑے پر رکھ کر روانہ ہوئے۔ کافر بیدار ہوئے اور تعاقب کیا۔ ایک جگہ گھر گئے تو لاش زمین پر رکھ کر مقابلہ کرنے لگے۔ زمین پر رکھا ہی تھا

کہ زمین نے ان کی لاش کو نگل لیا۔ اس دن سے حضرت خبیبؓ کو "بلیع الارض" کہا جانے لگا۔

بنو لحیان کے لوگ سُلافہ بنت سعد کے پاس انعام کے لئے پہنچے کہ ہم نے عاصمؓ بن ثابت کو ختم کر دیا۔ اس نے کہا میری نذر تو یہ تھی کہ کھوپڑی میں شراب پیوؤں گی۔ کھوپڑی لاؤ تو انعام ملے گا۔

سَرِیّہ عبداللہؓ بن اُنیس

مخبروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ بنو لحیان کا سردار سفیان بن خالد ہذلی مسلمانوں سے لڑنے کے لئے ایک بڑا لشکر جمع کر رہا ہے۔ ہذیل کی بستی مکہ سے ایک شب کی مسافت پر تھی۔ یہ شخص بڑا گستاخ اور دریدہ دہن ہی نہیں تھا بلکہ واقعۂ رجیع کا ذمہ دار بھی تھا۔ حضورؐ نے حضرت عبداللہؓ بن انیس انصاری کو طلب فرمایا اور انہیں اس فتنہ کو ختم کرنے کا حکم دیا۔ عرض کیا کہ میں اس شخص کو کس طرح شناخت کروں گا۔ فرمایا "اس کی شکل دیکھ کر تمہیں ڈر لگے گا۔ اور شیطانی وسوسہ دل میں آئے گا"۔ حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں میں آپؐ کی دعاؤں کیساتھ تلوار لے کر رخصت ہوا۔ اپنے آپ کو بنو خزاعہ کا آدمی بنا لیا۔ بطن عرنہ (عرفات) میں پہنچا تو دیکھا ایک آدمی ایک جماعت کے ساتھ ہے۔ اسے دیکھ کر دل میں ہیبت بیٹھ گئی اور یقین ہو گیا کہ یہی وہ آدمی ہے۔ پوچھا۔ میں نے سنا ہے تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے

جنگ کرنے کے لئے لشکر جمع کر رہے ہو۔ کہا۔ ہاں۔ میں نے کہا میں بنو خزاعہ سے تعلق رکھتا ہوں تمہارے ساتھ شامل ہونا چاہتا ہوں۔ اپنی باتوں سے اس کی قربت حاصل کرلی۔ رات موقع پا کر اسے قتل کر ڈالا اور سر لے کر ایک غار میں جا چھپا اس غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تان دیا۔ سفیان کے لوگ تلاش میں یہاں تک پہنچ گئے۔ مگر جالا دیکھ کر واپس ہو گئے۔ حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں۔ چھپتا چھپاتا اٹھارہ دن بعد ۲۳ محرم کو مدینہ پہنچا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے۔ مجھ پر نظر پڑی تو فرمایا۔ "یہ چہرہ کامیاب ہوا"۔ میں نے سفیان کا سر آپ کے سامنے ڈال دیا۔ آپ نے اپنے دست مبارک کا عصا دیتے ہوئے فرمایا۔

اس کو پکڑ کر جنت میں چلنا۔ وہاں عصا پکڑ کر چلنے والا شاذ ہی کوئی ہو گا۔

حضرت عبداللہ انصاریؓ نے اسے سنبھال کر رکھا اور مرتے دم وصیت کی کہ میرے کفن میں رکھ دینا۔

بئرِ معونہ کا المیہ

صفر ۴ھ کے دن تھے کہ ایک اور المناک واقعہ پیش آیا۔ نجد کے قبیلہ کلاب کا سردار ابو براء عامر بن مالک بن جعفر مدینہ حاضر ہوا۔ یہ عرب کا مشہور نیزہ باز تھا اور "مُلَاعِبُ الاَسِنَّہ" (نیزوں سے کھیلنے والا) کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ اس نے حضورؐ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا جسے آپؐ نے قبول نہیں فرمایا۔ آپؐ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے ایسی باتیں کیں جس سے نہ تو قبولیت ظاہر ہوئی اور نہ رد۔

عرض کیا۔ اگر آپؐ اپنے اصحاب کی ایک جماعت نجد روانہ فرمائیں تو مجھے امید ہے کہ یہاں بسنے والے قبائل حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گے۔ فرمایا۔ مجھے اہل نجد سے اندیشہ ہے۔ ابو براء عامر نے ان کی حفاظت کا ذمہ لیا۔ اس پر آپؐ نے اصحاب صُفّہ میں سے ۷۰ "قُرّاء" یعنی صاحبان علم و فضل روانہ فرمائے۔ درس گاہِ صُفّہ کے فارغ التحصیل کو "قاری" کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ معلّم کتاب و حکمت کے شاگردان رشید تھے جو ہر وقت اکتسابِ علم میں مصروف رہتے تھے۔

۷۰ قُرّاء کی اس جماعت مُعلّمین و مُبلّغین کا امیر حضرت مُنذِرؓ بن عمرو کو بنایا گیا۔ اس جماعت میں حرام بن ملحان (اُمِّ سُلیم کے بھائی) کو ایک خط دیتے ہوئے فرمایا کہ اسے بنی عامر کے سردار عامر بن

طفیل تک پہنچادو۔ یہ لوگ غزوہ احد کے چار ماہ بعد صفر کے مہینہ میں بئیر (کنواں) معونہ پر اترے۔ یہ بنی سُلَیم کا کنواں تھا جو دو بستیوں بنی سالم اور بنی سلیم کے درمیان واقع تھا۔ ان اصحاب میں سے عمروؓ بن اُمیّہ ضمری اور حارثؓ بن صمّہ تو اونٹوں کو چرانے کے لئے نکل گئے۔ حضرت حرامؓ بن ملحان دو ساتھیوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب لے کر عامر بن طفیل بن مالک (جو ابو براء کا بھتیجا تھا) کے پاس گئے۔ بستی کے قریب ان دونوں سے کہا کہ میں تنہا جانا چاہتا ہوں۔ اگر قتل ہوجاؤں تو تم واپس ہو جانا۔

سلام دشتِ تمنّا کے شہ سواروں کو

عامر بن طفیل نے نامہ مبارک لیا اور اپنے ایک آدمی کو اشارہ کیا اس نے حضرت حرامؓ پر پیچھے سے نیزہ کا وار کیا، خون کا فوارہ چھوٹا تو حضرت حرامؓ نے خون منہ اور سر پر ملتے ہوئے نعرہ لگایا "اللہ اکبر۔ قسم ہے ربِ کعبہ کی میں کامیاب ہوا"۔ وہ شہید ہوگئے تو عامر نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو دوسرے صحابہ کو شہید کرنے پر ابھارا۔ انہوں نے کہا کہ "ہم ابو براء کا ذمہ توڑنا پسند نہیں کرتے"۔ یہ سن کر عامر نے دوسرے قبائل سے امداد چاہی تو بنی سلیم کے ذکوان، رعل اور عُصَیَّہ خاندان لڑنے کے لئے تیار ہوگئے۔ انہیں لے کر بئیر معونہ پر مسلمانوں کو ہر طرف سے نرغہ میں لے لیا۔ اصحابِ صُفّہ نے یہ حالت دیکھی تو بارگاہ حق میں عرض

کیا۔ "الٰہی یہاں کوئی نہیں جو ہمارا سلام تیرے رسول تک پہنچائے تو ہی ہمارا آخری سلام اپنے حبیبؐ تک پہنچا دے"۔ سخت مقابلہ ہوا اور سب ہی نے راہ وفا میں جان و تن کا نذرانہ پیش کیا۔ ان میں صرف کعبؓ بن زید سخت زخمی حالت میں بچے جنہیں مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا گیا تھا۔

خاکی ہے مگر اس کے انداز ہیں افلاکی

اونٹوں کو چرا کر جب عمروؓ بن اُمیّہ ضمری اور حارثؓ بن صمہ واپس آرہے تھے تو انہوں نے بئیر معونہ پر گدھوں کو منڈلاتا دیکھا۔ بلندی سے جائزہ لیا تو ساتھیوں کی لاشوں کو ہر طرف بکھرا پایا۔ حضرت عمروؓ نے اپنے ساتھی سے کہا کہ یہیں سے مدینہ واپس چلو۔ انہوں نے کہا۔ نہیں منزل شہادت سامنے ہے میں منہ نہ موڑوں گا۔ دونوں تلواریں لے کر غداروں پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت حارثؓ نے تاج شہادت پہنا اور حضرت عمروؓ گرفتار ہوئے جب ان کے ضُمری ہونے کا علم ہوا تو ان کی انگلی کاٹ دی اور پیشانی کے بال مونڈھ کر غلام بنالیا۔ عامر نے کہا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانگی تھی تجھے آزاد کرتا ہوں۔ جانے سے پہلے انہیں شہداء کی نعش پر لے جاکر ایک ایک کا نام پوچھتا رہا۔ کیا کوئی ایسا بھی ہے جس کی لاش یہاں موجود نہ ہو؟ انہوں نے حضرت عامرؓ ابن فُہیرہ کا نام لیا۔ کہا جب جبار بن سلمیٰ نے انہیں نیزہ مارا تو انہوں نے بے اختیار "فُزتُ واللہ" میں کامیاب ہوگیا کا نعرہ بلند

کیا۔ زمین پر گر پڑے۔ کچھ دیر بعد لاش تڑپ کر آسمان کی طرف بلند ہو گئی۔ حضورؐ نے یہ سن کر بعد میں فرمایا کہ ملائکہ نے ان کو دفن کیا ان کی روح کو علی علیتین میں پہنچایا۔ حضرت عامرؓ بن فہیرہ حضرت ابو بکرؓ کے حبشی غلام تھے۔ ہجرت میں ساتھ تھے۔ ان کا قاتل اس منظر سے متاثر ہو کر بعد میں ایمان لے آیا۔

بئیر معونہ کے شہیدوں کا سلام جبرئیل امینؑ نے رسول اللہؐ کو پہنچایا۔ ان کے بارے میں ایک آیت بھی نازل ہوئی جو بعد میں منسوخ کر دی گئی جس میں فرمایا گیا۔ "ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم اپنے پروردگار سے ملے۔ وہ ہم سے خوش ہوا اور ہم اس سے راضی ہوئے"۔

حضرت عمروؓ بن اُمیّہ ضمری مدینہ چل پڑے۔ مقام قَرقَرہ میں دو آدمی ملے تو انہیں بنو عامر کے سمجھ کر قتل کر دیا۔ یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امان یافتہ تھے[10]۔ مدینہ پہنچ کر سب واقعات حضورؐ کو سنائے۔ آپ نے دو آدمیوں کے قتل کو ناپسند کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ ہمارے معاہد تھے ان کی دیت ادا کرنی ہوگی۔ اصحاب صُفّہ کی شہادت کا حضورؐ کو بے حد صدمہ ہوا۔ اس دن سے روزانہ فجر میں ان قاتلوں کے لئے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد قنوت[11] (ایک خاص دعا کو کہتے ہیں) پڑھی۔ یہ دعا جو در اصل بد دعا تھی اس طرح تھی

"اے اللہ مضر پر اپنی گرفت مضبوط کر دے۔ اے اللہ یوسف کے قحط کی طرح ان پر قحط نازل فرما۔ اے اللہ بنی الحیان، عضل، قارہ، رِعْل، عَصَیَہ اور ذَکْوَان کی گرفت کر کہ انہوں نے تیری اور تیرے رسولؐ کی نافرمانی کی"۔

مسلسل ایک مہینہ بلکہ دوسری روایت کے بموجب چالیس دن تک نماز فجر میں آپ کا یہ عمل رہا۔ پھر آپ نے قنوت پڑھنا ترک کر دیا۔

ابو براء اس واقعہ پر بہت شرمندہ تھا اسی غم میں مر گیا۔ اس کے بیٹے ربیعہ نے عامر بن مالک سے خون ناحق کا بدلہ لینا چاہا۔ بھری مجلس میں نیزہ مارا لیکن ضرب کاری نہ تھی۔ کچھ دنوں بعد بستی میں طاعون کی وبا پھیل گئی اور سب ہلاک ہو گئے۔ عامر بن مالک گھوڑے پر سوار تھا۔ اسی حالت میں مر گیا۔[۱۲]

اس سَرِیَّہ کو سَرِیَّہ القُرّاء بھی کہا جاتا ہے۔ ابن سعد نے سَرِیَّہ المُنذِرؓ بن عمرو کے عنوان سے اس کا ذکر کیا ہے۔

حواشی و تشریحات

۱۔ ابن سعد : طبقات جلد اوّل ص ۳۵۰

۲۔ واقدی : مغازی الرسولؐ ص ۲۵۷

۳۔ محمد ادریس کاندھلوی : سیرت المصطفیٰؐ ص ۶۰۲

۴۔ سید جمال حسینی : روضۃ الاحباب ص ۲۰۳

۵۔ صحیح بخاری جلد دوم ص ۵۵۲ حدیث نمبر ۱۲۵۵ باب ۴۹۶

۶۔ شیخ عبدالحق : مدارج النبوتؐ ص ۲۰۷

۷۔ (ا) محمد ادریس کاندھلوی : سیرت المصطفیٰؐ ص ۶۰۳

(ب) سید جمال حسینی : روضۃ الاحباب ص ۲۱۱

۸۔ (ا) سعید انصاری : سید انصار

(ب) شیخ عبدالحق : مدارج النبوتؐ ص ۲۱۰

۹۔ طالب ہاشمی : تیس پروانے شمع نبوتؐ کے ص ۷۱

۱۰۔ ابن سعد : طبقات جلد اوّل ص ۳۵۲

۱۱۔ (ا) صحیح بخاری۔ جلد دوم ص ۵۵۴ احادیث نمبر ۱۲۵۷ تا ۱۲۵۹ باب ۴۹۶

(ب) عبدالرؤف داناپوری : اصح السیر ص ۱۶۴

۱۲۔ شیخ عبدالحق : مدارج النبوتؐ ص ۲۱۲

غزوۂ بنی نَضِیر

حضرت عمروؓ بن اُمیّہ ضمری نے شبہ میں جن دو بنی عامر کے افراد کو قتل کر دیا تھا، حضورؐ نے ان کی دیت دینا منظور فرمالیا۔ اس خوں بہا میں از روئے معاہدہ یہود کا بھی حصہ بنتا تھا۔[۱] بنو عامر یہودیوں کے بھی حلیف تھے۔ ان میں اس طرح کے معاملات ہوا کرتے تھے۔ حضورؐ نے ایک دن ہفتہ کو مسجد قُباء میں نماز ادا فرمائی اور چھ میل پر آباد بنی نضیر سے گفتگو کرنے کے لئے ان کی گڑھی تشریف[۲] لے گئے۔ بنی نَضِیر نواح غرس اور مقبرہ بنی خطمہ کے مضافات میں آباد تھے۔[۳] حضرت ابو بکر، عثمان، علی، زبیر، طلحہ، عبدالرحمٰن ابن عوف، سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ، اور اُسید بن حُضیر رضوان اللہ اجمعین ساتھ تھے۔ بنی نضیر بظاہر بڑی خوش خلقی سے پیش آئے۔ بنی نضیر کا تعلق قبیلہ جذام سے تھا۔ شام سے آکر حجاز میں بس گئے تھے اپنا سلسلہ حضرت ہارونؑ سے ملاتے تھے۔ حضورؐ کو

ابو القاسم کہہ کر خطاب کرتے تھے۔ یہود ہمیشہ کنیت سے بلاتے تھے کیونکہ محمدؐ کا لفظ ادا کرتے تو انہیں تورات کی تصدیق کا پابند ہونا پڑتا۔ ایک مکان کی دیوار کے سایہ میں تمام گفتگو ہوئی۔ انہوں نے خون بہا میں شرکت پر آمادگی بھی ظاہر کی اور اصرار سے ٹھہرایا کہ کچھ کھا پی کر جائیں۔ اسی دوران ان میں سے چند افراد جن میں حُیَیّ بن اَخْطب پیش پیش تھا آپس میں سرگوشی کرنے لگے۔ پھر چھپ کر مشورہ کرنے لگے۔

سازش

حُیَیّ بن اَخْطَب ان کا سردار تھا۔ اسے چند دن پہلے قریش کا مکہ سے ایک خط ملا تھا جس کی تفصیل سنن ابی داؤد (النضیر کتاب الخراج والامارہ) میں موجود ہے۔ اس میں یہود کو مسلمانوں کے خلاف لڑنے پر آمادہ کیا گیا۔ بصورت دیگر انہیں دھمکی دی گئی کہ خود ان پر حملہ کر دیا جائے گا۔ وہ خط اس طرح تھا۔[۴]

> "تم لوگوں کے پاس اسلحہ جنگ اور قلعہ جات ہیں تم حریف سے لڑو ورنہ ہم تمہارے ساتھ یہ یہ کریں گے اور پھر کوئی چیز ہم کو تمہاری عورتوں کے کڑوں تک پہنچنے سے نہ روک سکے گی"۔

ان کے ذہنوں میں کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ بھی انگڑائی لے رہا تھا۔ فوری طور پر اس نے ایک اسکیم بنائی کہ اس سے بہتر موقع ہاتھ نہیں آئے گا کہ اتنے اکابرین ایک جگہ جمع ہیں۔ سب کو ہلاک کر دیا جائے

بنی نضیر کا محاصرہ

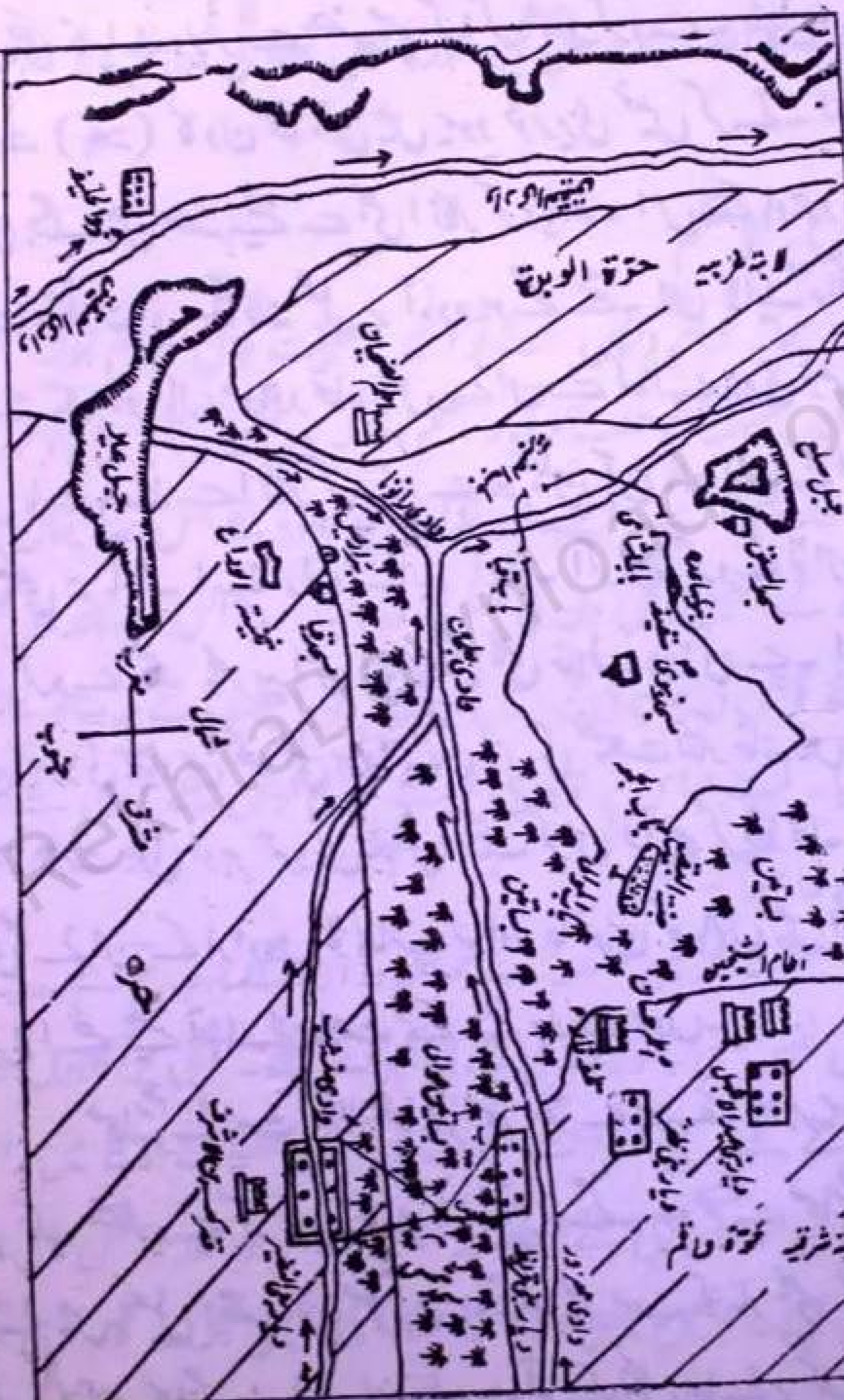

تاکہ ہمیشہ کے لئے یہود کو نجات مل جائے۔

انہوں نے عمرو بن حجاش کو فوری طور پر تیار کر لیا کہ ایک بہت بڑا پتھر یا چکی کا پاٹ دیوار سے حضورؐ پر گرا کر شہید کر دے۔ خیال رہے کہ یہ سبت (ہفتہ) کا دن تھا جس میں یہود خونریزی نہیں کرتے۔ اسی بنا پر اُحد کی جنگ میں حصہ لینے سے بھی انکار کر دیا تھا۔ اس کے باوجود وہ ایک نہایت مکارانہ اور سفاکانہ عمل پر آمادہ ہو گئے تھے۔ ان کا ایک عالم سلام بن مشکم جو وہاں موجود تھا۔ اس نے ان سے کہا اے میری قوم تم ہمیشہ میری بات ماننے سے انکار کرتے رہے ہو لیکن آج مان لو چاہے اس کے بعد کبھی نہ ماننا۔ اپنے ارادہ سے باز آجاؤ۔ اگر ایسا کرو گے تو ان پر انہ ظاہر کر دے گا۔ پھر یہ اس معاہدہ کی بھی خلاف ورزی ہے۔ اس سے دین یہود کی بنیادیں کھوکھلی ہو جائیں گی اس کی نصیحت نقار خانہ میں طوطی کی آواز ثابت ہوئی ادہر عمرو بن حجاش سنگِ گراں فراہم کر چکا تھا۔ بصیرت نبویؐ نے ان کے ارادوں کو بھانپ لیا اور حاضرین کو باتوں میں لگا کر اس طرح اٹھے جیسے قضائے حاجت کے لئے جا رہے ہوں۔

صحابہؓ نے بہت انتظار کیا پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ادہر یہودی بڑی دیر تک منتظر رہے کہ آپ لوٹ کر آئیں گے۔ دوسرے صحابہؓ کو نشانہ بنانے میں اصل مقصد تو حاصل نہ ہوتا اور پھر سب کو مار بھی نہیں سکتے تھے۔ انتقام کا الگ ڈر تھا۔ اس نادر موقع کے نکل جانے پر کفِ افسوس

ملتے رہے۔ جب اکابر صحابہؓ جا چکے تو ان کے عالم کنانہ بن حویرا نے کہا کہ کچھ تمہیں معلوم ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیوں اٹھ کر گئے۔ بے شک وہ اللہ کے رسولؐ ہیں اور انہیں تمہاری سازش کا علم ہو چکا تھا۔

شہر بدری کا حکم

صحابہ کرامؓ واپس آئے تو انہیں حقیقت حال کا علم ہوا۔ آپ نے محمد ابن مسلمہؓ کو طلب فرمایا۔ حکم ہوا کہ بنی نضیر کے پاس جاؤ اور کہو تم نے معاہدہ توڑا ہے۔ فریب اور غداری پر آمادہ تھے اس لئے یہاں سے نکلنے کے لئے تمہیں دس دن کی مہلت دی جاتی ہے اس کے بعد جو شخص پایا جائے گا اس کی جان کی خیر نہیں۔ حیی بن اخطب نے یہ سنا تو سناٹے میں آگیا۔ اپنے حواس پر قابو پایا تو کہنے لگا بنی اوس کے آدمی سے مجھے اس پیام کی توقع نہ تھی۔

حضرت محمد بن مسلمہؓ نے کہا کہ وہ دن گئے جب تم بے حلیفی تھی۔ بنی نضیر بستی چھوڑنے کی تیاری کرنے لگے۔ اپنی چراگاہوں سے اونٹ لانے لگے۔ بنی اشجع سے اجرت پر آدمی منگوائے اتنے میں راس المنافقین عبداللہ بن ابی نے اپنے دو نمائندے اسود اور داعس نامی ان کے پاس بھیجے۔ انہیں یقین دلایا کہ تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا۔ اپنی جگہ ڈٹے رہو۔ اموال اور زمینیں چھوڑنے کا خیال تک دل میں نہ لاؤ۔ میں

اپنے دو ہزار پیروؤں سے تمہاری مدد کروں گا اگر مسلمان تمہیں نکال دیں گے تو میں بھی تمہارے ساتھ نکل جاؤں گا۔ بنی قریظہ اور بنی غطفان بھی ساتھ دیں گے۔ یہ پیام بڑا حوصلہ افزا تھا۔ مال جائیداد اور گھر بار چھوڑنا کسے گوارا ہوتا ہے۔

اسی دوران یہودیوں نے ایک عیارانہ کوشش اور کی۔ حضورؐ کے پاس پیام بھیجا کہ ہم اسلام قبول کرنے پر تیار ہیں بشرطیکہ ہمارے احبار آپ کے قائل ہوجائیں۔ بہتر ہے کہ آپ تین آدمیوں کے ساتھ آئیں اور ہمارے تین علماء سے گفتگو کریں۔ سازش یہ تھی کہ علماء کو خنجروں سے لیس کردیا جائے جیسے ہی تنہائی میں گفتگو ہو آپ کا کام تمام کردیا جائے۔ ایک یہودی خاتون نے اس منصوبے سے ایک انصاری کو مطلع کردیا اور یوں انہیں اس کوشش میں بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اب حُیی بن اخطب نے عبداللہ ابن ابی کی شہ پاکر اپنے بھائی جدی بن اخطب سے جواب بھجوادیا کہ ہم کسی صورت میں اس مقام کو نہیں چھوڑیں گے۔ جو جی میں آئے کر گزرو۔ اس کے بعد وہ لوگ قلعہ بند ہوگئے ان کے پاس نہ خوراک کی کمی تھی نہ پانی کی۔ ہتھیار بھی وافر تھے۔ ایک سال تک آرام سے رہ سکتے تھے۔

محاصرہ

مہلت کی مدت ختم ہوئی تو آپؐ نے حضرت عبداللہؓ ابن اُمّ

مکتوم کو مدینہ میں نائب مقرر فرمایا۔ حضرت علیؓ کو علم عطا فرمایا مجاہدوں کو جمع ہونے کا حکم ہوا۔ اس وقت جدی بن اخطب اپنے حلیف عبداللہ ابن ابی کے پاس تھا کہ اس کا بیٹا ہتھیار سجا کر مجاہدوں میں جاملا۔ یہ دیکھ کر جدی اس سے مایوس ہوگیا۔ ادھر مسلمانوں نے بڑھ کر ان کے قلعوں کا محاصرہ کرلیا۔ پندرہ دن وہ قلعہ بند رہے۔ حضورؐ نے قلعہ کے اطراف کے کھجور کے باغات جو محاصرے میں حارج ہورہے تھے اور دشمن کا مورچہ تھے۔ انہیں کاٹنے کا حکم دیا۔ چناں چہ بویرہ کا نخلستان جلا دیا گیا۔ انہوں نے کہلوایا کہ آپ کی کتاب تو درختوں کو کاٹنے اور باغوں کو اجاڑنے کا حکم نہیں دیتی۔ اس پر سورہ حشر کا نزول ہوا فرمایا گیا۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

"تم نے کھجوروں (لینہ ایک قسم) کے جو درخت کاٹے یا
چھوڑ دیئے (اس بارے میں کسی کو شبہ نہ رہے کہ تمہارا) وہ
فعل اللہ کے حکم سے اور بدکاروں کی رسوائی کے لئے تھا"۔

منافق عبداللہ نے بنی قینقاع کی طرح انہیں بھی دھوکا دیا۔ بنی قریظہ نے صاف انکار کردیا۔ اب قلعہ بند یہودیوں کی ہمتیں جواب دینے لگیں۔ پندرہ یا بقول واقدی بیس دن کی حصار بندی کے بعد خود یہودیوں نے قتل نہ کرنے کی شرط کے ساتھ صلح کی درخواست کی۔ حضورؐ

نے اسلحہ نہ لے جانے کی شرط عائد کی۔ ہر تین آدمیوں میں ایک اونٹ پر سامان لاد کر لے جانے کی اجازت بھی دی۔ حضرت محمدؓ بن مسلمہ کو ان کے اخراج کے عمل کا ذمہ دار بنایا گیا۔ ان کی تعداد فی اونٹ تین فراد سے ۱۸۰۰ بنتی ہے بعض نے ہزار سے دو ہزار تک ان کی تعداد بتائی ہے۔

چھ سو اونٹوں پر سوار اپنا تمام اثاثۃ البیت لاد کر یہ لوگ بڑی شان سے گاتے بجاتے، خوشیاں مناتے نکلےؔ ۔ جان بچی لاکھوں پائے ہی نہیں ، تھ بھی لے گئے۔ کچھ تو خیبر جا بسے زیادہ تر شام کی طرف چل دیئے۔ خیبر میں نقل مکانی کرنے والوں میں حُیَیّ بن اخطب، سلام بن ابو حُقیق اور کنانہ بن ربیع تھے۔ حُیَیّ بن اخطب بعد میں ترقی کر کے خیبر کا سردار بن گیا۔ یہودیوں میں سے دو اس شرط پر مسلمان ہوئے کہ ان کا مال و متاع چھینا نہ جائیگا یہ دو یامین بن عمر اور ابو سعید بن وہب تھے۔

بنی نضیر کا چھوڑا ہوا مال و متاع، زمین و جائیداد غنیمت کی تعریف میں نہیں آتے۔ جنگ و جدل اور قتال کے بعد جو سامان حاصل ہو، ہے اسے مال غنیمت کہتے ہیں۔ کافروں سے بغیر لڑے بھڑے حاصل شدہ املاک کو "فئے" کہتے ہیں۔ یہ پورا کا پورا رسول اللہ کی ملک ہوتا ہے۔ نہ اس میں خمس نکالا جاتا ہے اور نہ مجاہدوں کو تقسیم کیا جاتا ہے۔ ؔ

انصار کے لئے دعائیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو جمع فرمایا۔ حمد وثنا کے

بعد انصار کے مہاجرین پر احسان کو سراہا۔ فرمایا تم چاہو تو بنی نضیر کے اموال کو تم میں اور مہاجرین میں برابر تقسیم کر دوں اور وہ حسب سابق تمہارے شریک حال رہیں ورنہ صرف مہاجرین پر تقسیم کر دوں اور وہ تمہارے گھر اور اموال تم کو واپس کر دیں۔ سرداران انصار حضرت سعدؓ بن عبادہ اور سعدؓ بن معاذ نے عرض کیا۔ آپؐ بخوشی ان میں تقسیم فرمادیں اس کے باوجود وہ حسب سابق ہمارے ساتھ بھی شریک ہوں گے۔ ان کی وجہ سے ہمارے گھروں میں برکت ہے۔ رسول اللہؐ یہ جواب سن کر بے حد مسرور ہوئے اور دعا فرمائی۔

"اے اللہ! انصار سے ان کی اولاد سے اور ان کی اولاد کی اولاد سے راضی ہوجا" [13]

حضورؐ نے تمام اموال کو مہاجرین پر تقسیم فرمادیا۔ انصار میں صرف دو غریب افراد کو شریک فرمایا۔ حضرت ابو دجانہؓ اور سہلؓ بن حنیف۔ اَموالِ بنی نضیر میں حضرت ابو بکرؓ کو بئیر حجر، عمرؓ کو بئیر (کنواں) جرم۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو سوالہ، صہیبؓ بن سنان کو ضراطہ، زبیرؓ بن عوام اور ابو سلیمہؓ بن عبدالاسد کو البویلہ عطا فرمایا۔ [14]

حضورؐ نے کچھ املاک کو اپنی ازواج مطہرات کی ضروریات کے لئے محفوظ فرمایا۔ اس میں بھی مساکین اور محتاجوں کا حصہ نکالا جاتا تھا۔ اسلحہ میں ۳۴۰ تلواریں پچاس زرہیں اور اتنے ہی خود ملے۔ [15] ابن ابی حقیق

کی تلوار جو بہت مشہور تھی۔ آپؐ نے حضرت سعدؓ بن معاذ کو عطا فرمائی۔ باقی اسلحہ محفوظ کر دیا گیا تاکہ بہ وقت ضرورت مجاہدوں کو دیا جا سکے[۱۶]۔ یہ غزوہ ربیع الاوّل ۴ ھ مطابق اگست ۶۲۵ ء میں پیش آیا۔

انصار کی اولاد میں سے بعض نے یہودیت قبول کرلی تھی اس موقع پر جھگڑا ہوا یہودی انہیں یکسانیت مذہب کی بنا پر ساتھ لے جانا چاہتے تھے اور انصار اپنے خونی رشتہ کی بنا پر روکنا چاہتے تھے۔ اس موقع پر "لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْن"۔ "یعنی مذہب میں زبردستی نہیں" والی آیت نازل ہوئی[۱۷]۔ اب مدینہ کی سرزمین یہودی فتنہ گروں سے بڑی حد تک محفوظ ہوگئی۔ مسلمان امن و امان کی فضا میں سانس لینے لگے۔ سودی کاروبار ختم ہوگیا چونکہ یہ یہودیوں کا ذریعہ معاش تھا اس کی جگہ قرضِ حسنہ کا طریقہ رائج ہوا۔

حواشی و تشریحات

غزوۂ بنی نضیر

۱۔ اکبر شاہ خان نجیب آبادی : تاریخ اسلام ص ۱۵۱
۲۔ صحیح بخاری جلد دوم ص ۵۲۴ باب ۴۸۱
۳۔ مسعودی : تنبیہ والاشراف ص ۶۴
۴۔ شبلی : سیرت النبیؐ جلد اول ص ۴۰۹
۵۔ تاریخ طبری : حصہ اوّل سیرت النبیؐ ص ۴۴۶
۶۔ محمد ادریس کاندھلوی : سیرت المصطفیٰؐ حصہ دوم ص ۶۱۵
۷۔ ابن سعد : طبقات جلد اوّل ص ۳۵۷
۸۔ واقدی : مغازی الرسولؐ ص ۲۸۰
۹۔ ابن سعد : طبقات جلد اوّل ص ۳۵۸
۱۰۔ سید جمال حسینی : روضۃ الاحباب ص ۲۲۰
۱۱۔ ابن ہشام : سیرت النبیؐ کامل جلد دوم ص ۲۱۷
۱۲۔ صفی الرحمن مبارک پوری : الرحیق المختوم ص ۴۴۶
۱۳۔ شیخ عبدالحق دہلوی : مدارج النبوتؐ ص ۲۱۷
۱۴۔ محمد ادریس کاندھلوی : سیرت المصطفیٰؐ ص ۶۱۲
۱۵۔ ابن سعد : طبقات حصہ اوّل ص ۳۵۸
۱۶۔ ابن جوزی : الوفا ص ۲۰۷
۱۷۔ شبلی : سیرت النبیؐ جلد اوّل ص ۴۲۰

غزوۂ بدرِ ثانی

احد سے جاتے ہوئے ابو سفیان نے کہا تھا کہ آئندہ سال بدر میں ملاقات ہوگی۔ حضورؐ کی جانب سے حضرت عمرؓ نے اثبات میں جواب دیا تھا۔ ایک سال ہونے کو آیا تو ابو سفیان نے پروپیگنڈہ کے ذریعہ جنگ جیتنا چاہی اس نے ایک قاصد[۱] کو مدینہ روانہ کیا کہ مسلمانوں کو مرعوب کردے۔ اس نے افواہ اڑائی کہ قریش نے ایسا لشکر جرار تیار کیا ہے جس کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا۔ مسلمانوں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ چنانچہ حسب وعدہ آواخر شعبان، ۴ ھ میں آپؐ نے حضرت عبداللہؓ ابن رواحہ کو اپنا نائب[۲] مقرر فرمایا اور ۱۵۰۰ مجاہدین کے ساتھ بدر تشریف لے گئے۔ دس گھوڑے سوار بھی ساتھ تھے۔ حضرت علیؓ کو علم عطا ہوا۔ بدر میں آٹھ دن قیام فرمایا لیکن قریش مقابلہ پر نہ آئے۔

مسلمانوں کو مدینہ سے نکلتے وقت تجارت کا سامان رکھنے کی اجازت دی گئی کیونکہ مقام بدر تجارتی منڈی بھی تھی۔ قریش وہاں نہیں آئے تو مسلمانوں نے تجارتی لین دین کیا اور ایک درہم پر ایک درہم منافع کمایا۔[۳]

ابن ہشام کا بیان ہے کہ یہاں قیام کے دوران وہاں کے نواح کا سردار مخشی بن عمرو ضمری ملنے آیا۔ اس سے غزوہ ودان کے موقع پر

غیر جانبداری کا معاہدہ ہوا تھا۔ اس نے گفتگو میں بدر میں دوبارہ لڑائی کے لئے جمع ہونے پر ناگواری کا اظہار کیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو سابقہ معاہدہ کو ختم کر دوں اور ہمارا تمہارا اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمادے یہ سن کر وہ اپنے حواس میں آیا اور معذرت خواہ ہوا۔ ایک اور سردار معبد بن ابی معبد خزاعی بھی ادھر سے گزرا اس نے بھی خاموشی کو بہتر سمجھ کر کوئی تعرض نہیں کیا۔[۴]

ابو سفیان دو ہزار سپاہیوں اور پچاس سواروں کو لے کر مکہ سے روانہ ہوا لیکن وادی مَرّالظہران پر مَجَنَّہ کے چشمہ پر ٹھہر گیا۔[۵] یہاں اس کی ہمت جواب دے گئی۔ اپنے ساتھیوں سے کہا کہ موسم خراب ہے خشک سالی کی وجہ سے جانوروں اور انسانوں کو بڑی تکلیف ہوگی۔ ساتھیوں میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا اس طرح پہلی منزل ہی سے وہ لوگ مکہ واپس لوٹ گئے۔

قریش کے اس لشکر کو جیش السَّوِیق کا نام بھی دیا گیا۔ کیونکہ یہ لوگ سَوِیق (ستو) پر شراب پیتے اور دادِ عیش دیتے مکہ سے باہر رہے۔[۶]

مسلمانوں کا میدانِ بدر میں پہنچنا بڑے دور رس اثرات کا حامل رہا۔ اُحد کے بعد اطراف کے قبائل کو جو غلط فہمی تھی وہ رفع ہوگئی۔ انہیں احساس ہوا کہ مسلمانوں میں قریش سے ٹکر لینے کا دم خم ہے۔ اندرون

مدینہ منافقین اور بنی قریظہ مرعوب ہوئے۔ اس طرح ایک بار پھر اہل ایمان کی دھاک دلوں پر بیٹھ گئی۔ اس غزوہ کو کئی ناموں سے یاد کیا جاتا ہے جیسے بدر ثانیہ، بدر آخرہ، بدر صغریٰ، بدر موعودہ۔

۴ھ کے متفرق واقعات

تنبیہ والاشراف میں مسعودی نے ہجرت کے چوتھے سال کو سن ترفیہ لکھا ہے۔ جس کے معنی ہیں امن و خوشحالی کا سال ۔[۷ھ]

اسی سال ۴ شعبان کو حضرت حسینؓ کی ولادت ہوئی۔ وہ حضرت حسنؓ سے دس ماہ بعد پیدا ہوئے۔[۸ھ]

حضرت علیؓ کی والدہ

اسی سال حضرت علیؓ کی والدہ فاطمہؓ بنت اسد کا انتقال ہوا۔ حضورؐ نے اپنا پیراہن ان کے کفن کے لئے عطا کیا۔ جنازے کو کندھا دیا۔ لحد میں اترے اور کچھ دیر لیٹے رہے تاکہ قبر میں وسعت پیدا ہو۔ تین عورتیں اور دو مرد ایسے خوش نصیب ہیں جن کی قبروں میں آپؐ اترے۔

ان میں دیگر دو خواتین میں اُمّ المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی والدہ حضرت اُمّ رومان ہیں۔ مردوں میں حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہر سے ایک صاحب زادے او دوسرے عبداللہ مزنیؓ جنہیں ذوالبجادین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ جنہوں نے ۹ ھ میں غزوہ تبوک کے موقع پر انتقال کیا۔[۹ھ]

عبرانی اور سُریانی سیکھنے کا حکم

اسی سال معلّم کتاب و حکمت نے حضرت زیدؓ بن ثابت کو عبرانی اور سریانی زبانوں کے سیکھنے کا حکم دیا۔ سرکاری خطوط ان زبانوں میں آتے تھے۔ جس کے لئے یہودیوں کی خدمات حاصل کرنی پڑتی تھیں۔ اس طرح مملکت کے قیمتی راز دشمن کو منتقل ہوجاتے۔ یہودیوں کے دو قبائل شہر بدر کر دیئے گئے تھے۔ اس لئے بھی یہ کام بہت ضروری تھا۔ حضرت زیدؓ بن ثابت جنہوں نے اسیرانِ بدر سے لکھنا پڑھنا سیکھا تھا بہت ذہین اور فطین نوجوان تھے۔ پندرہ دن کی شب و روز محنت سے ان زبانوں کو سیکھ لیا اور اس میں مراسلت کرنے لگے۔ تورات اور انجیل بھی پڑھنے کے قابل ہوگئے۔ مسعودی کا بیان ہے کہ انہوں نے فارسی رومی، قبطی اور حبشی زبانوں کو مدینہ میں بیٹھ کر ان زبانوں کے جاننے والوں سے سیکھا۔

حضرت اُمّ سلمہؓ سے نکاح

اسی سال شوال میں حضورؐ نے اپنے رضاعی بھائی حضرت عبداللہؓ بن الاسد کی بیوہ اُمّ سلمہؓ سے نکاح فرمایا۔ ابو سلمہ ان کی کنیت تھی۔ عبدالاسد سے رسول اللہ کی پھوپھی برّہ بنت عبدالمطلب بیاہی گئی تھیں۔ دونوں میاں بیوی سابقین الاوّلون میں شمار ہوتے ہیں۔ جنگ اُحد میں حضرت عبداللہؓ کو کاری زخم آیا تھا۔ سَرِیَّۃ ابی سلمہ میں امیر بنا کر بھیجے گئے

تھے۔ واپسی کے بعد جمادی الثانی میں انتقال کیا۔

شوہر کی وفات کے وقت وہ حاملہ تھیں۔ عدت کے بعد حضورؐ نے انہیں نکاح کا پیام دیا۔ انہوں نے چار عذر پیش کئے۔ غیور ہوں، صاحب عیال ہوں، عمر زیادہ ہے اور میرا کوئی ولی نہیں۔ اس کے باوجود حضورؐ نے عقد کی خواہش کی۔ انہوں نے اپنے بیٹے سلمہ کو اپنا ولی بنایا اور نکاح پڑھانے کو کہا۔ حضورؐ نے انہیں بھی اور ازواج کی طرح دو چکیاں، گھڑا اور چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی عنایت فرمایا۔ حضرت زینبؓ بنت خزیمہ جن کا انتقال ہوچکا تھا ان کا مکان رہنے کو دیا گیا۔ اُمّ سلمہ کا حسن کے ساتھ ساتھ علم و فضل میں بھی ممتاز مقام تھا۔ ازواج میں حضرت عائشہؓ کے بعد سب سے ذہین اور فقہی مسائل پر عبور رکھنے والی خاتون تھیں۔

غزوہ احد میں بہت سے لوگ شہید ہوگئے تھے اس طرح بیواؤں اور یتیموں کا مسئلہ بھی پیدا ہوگیا تھا۔ حضرت اُمّ سلمہ سے نکاح جہاں اس مسئلہ کو حل کرنے کی عملی کوشش تھی وہیں اسلام کے قانون ازدواج کا اطلاق بھی تھا۔

حضرت اُمّ سلمہؓ نے (۸۴) سال کی طویل عمر پائی۔ ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں ۵۹ ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ۱۲ے

حواشی و تشریحات

غزوۂ بدر ثانی

۱۔ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی: تاریخ اسلام حصہ اوّل ص ۱۵۳۔ منافقین مدینہ نے ابو سفیان کو یاد دہانی کے لئے نعیم بن مسعود اشجعی کو بھیجا۔ ابو سفیان نے ان ہی کو یہ کام سونپا کہ قریش کی عظیم الشان تیاریوں سے مسلمانوں کو خوف زدہ کریں مدارج النبوت میں ہے کہ اس صلہ میں بیس اونٹ دینے کا لالچ بھی دیا۔ (ص ۲۲۱)

۲۔ شیخ عبدالحق دہلوی۔ مدارج النبوت ص ۲۲۲ اور تنبیہ والاشراف مسعودی نے ص ۲۶ پر عبداللہ ابن رواحہ کا نام لکھا ہے جبکہ تاریخ ابن کثیر ص ۴۹۹ اور تاریخ ابن خلدون ص ۱۱۷ (حصہ اوّل) میں نائب کا نام حضرت عبداللہ ابن عبداللہ ابی ابن سلول لکھا ہے

۳۔ ابن سعد: طبقات جلد اوّل ص ۳۵۹

۴۔ ابن ہشام: سیرت النبیؐ کامل جلد دوم ص ۲۴۳

۵۔ ابن سعد: طبقات ص ۳۵۹

۶۔ (ا) تاریخ طبری ص ۲۷۲

(ب) البدایہ و نہایہ ص ۵۰۰

۷۔ مسعودی: تنبیہ والاشراف ص ۶۳

۸۔ (ا) ایضاً ص ۵۵ (ب) مدارج النبوت ص ۲۲۰ (حاشیہ)

۹۔ شیخ عبدالحق دہلوی: مدارج النبوت ص ۲۱۹

۱۰۔ سعید انصاری: سیر انصار ص ۴۰۳

۱۱۔ محمد حسین ہیکل: حیات محمد بحوالہ مسعودی

۱۲۔ (ا) محمد عجاج الخطیب: سوانح حضرت ابو ہرہؓ ص ۱۲۹ ترجمہ غلام احمد حریری ناشران قرآن لمیٹڈ

(ب) ابن سعد: طبقات جلد ہشتم ص ۱۲۸

ہجرت کا پانچواں سال

PakistanDownload.com

غزوۂ دُومَتہُ الجَندَل (ربیع الاوّل ۵ھ)

مسلمان بدر ثانیہ سے واپس ہوئے تو ہر طرف ان کا رعب چھایا ہوا تھا امن و امان کی فضا قائم ہوئی۔ چھ ماہ تک آپ نے مدینہ میں قیام فرمایا۔ ماہ ربیع الاوّل میں یہ خبر ملی کہ بعض بدوی قبائل دُومَتہُ الجندل کے مقام پر اکھٹے ہو رہے ہیں۔ ان کا مقصد مدینہ پر حملہ کرنا ہے۔[1] راستے سے گزرنے والے شتر سواروں اور مسافروں پر ظلم کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضور نے ان کی سرکوبی کا ارادہ فرمایا۔

دُومَتہُ الجَندَل موجودہ شام اور عرب کی آخری سرحد پر واقع ہے۔ مدینہ سے پندرہ اور دمشق سے پانچ راتوں کی مسافت ہے۔ دومتہ

الجندل کا حاکم اکیدر بن عبدالملک نصرانی تھا اور ہرقل بادشاہ روم کا فرماں بردار تھا۔ مسعودی[2] کا خیال ہے کہ یہ پہلا غزوہ ہے جو آپؐ نے رومیوں کے مقابلہ میں فرمایا۔ ان عیسائیوں کہ بھڑکانے میں مدینہ سے نکالے ہوئے یہودیوں کی ریشہ دوانیاں کام کر رہی تھیں۔ آپؐ نے مناسب سمجھا کہ نئے فتنے کے سر اٹھانے سے پہلے ہی اسے دبا دیا جائے۔

ان سے مقابلہ کے لئے رسول اللہؐ ۲۵ ربیع الاوّل کو روانہ ہوئے۔ آپؐ نے مدینہ میں ابن سعد کے بموجب حضرت سباعؓ بن عرفطتہ غفاری اور بقول مسعودی عبداللہؓ بن اُمّ مکتوم کو نائب مقرر فرمایا۔ آپؐ کے ساتھ ایک ہزار مجاہد جن میں سوار اور پیادہ شامل تھے[3]۔ راتوں کو سفر کرتے اور دن میں چھپ جاتے۔ آپؐ نے بنی عذرہ کے ایک شخص مذکورہ کو راستہ بتانے پر مقرر فرمایا۔ اس اچانک اور غیر متوقع آمد پر اکھٹے ہونے والے قبائل گھبرا کر منتشر ہوگئے۔ آپؐ نے ان کے میدان میں چند دن قیام فرمایا اور مختلف سمتوں میں ان کے تعاقب میں دستے روانہ فرمائے۔ حضرت محمدؓ بن مَسلمہ کے ہاتھوں ایک شخص گرفتار ہوا اور اس نے اسلام قبول کرلیا۔ اسی موقع پر آپؐ نے عینیہ بن حصن فرازی سے چراگاہوں کے بارے میں ایک معاہدہ بھی فرمایا[4]۔ اس طرح شام کی سرحد پر مسلمانوں کا رعب قائم کرکے ۲۰ ربیع ثانی کو مدینہ واپسی ہوئی۔

غزوہ بنو مُصطلق یا مُریسیع

وجوہات

مدینہ سے نو منزل پر مکہ کے قریب قدید کے نواحی ساحل پر ایک کنواں تھا جسے مُرَیسِیع کہا جاتا تھا۔ یہاں بنو خزاعہ کا ایک شخص جس کا نام جزیمہ بن سعد اور لقب مصطلق تھا آباد ہوا۔ اس کے نام پر یہ قبیلہ بنو مُصطَلِق کہلانے لگا۔ یہ قریش کا حلیف تھا۔ اس کے سردار حارث بن ابی ضرار نے از خود یا اپنے حلیف کے اشارے سے مسلمانوں پر حملہ کی ۵ھ تیاریاں شروع کیں۔ یہ اطلاع مدینہ پہنچی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بُریدہؓ بن حصیب ۶ھ اسلمی کو تصدیق کے لئے روانہ فرمایا بعض مورخوں نے حضرت زیدؓ بن حصیب ۵ھ کا نام بھی لکھا ہے۔ انہوں نے لوٹ کر اس کے ارادوں کی تصدیق کی۔

مجاہدین

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ۵ھ میں زیدؓ ابن حارثہ کو اپنا نائب مقرر کیا۔ دوسری روایت کے مطابق ۵ھ-۸ ابوذر غفاریؓ کو یہ شرف حاصل ہوا پھر بنو مصطلق کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے۔ مہاجرین کا پرچم حضرت ابو بکرؓ اور انصار کا پرچم حضرت سعدؓ بن عبادہ کو عطا کیا گیا۔

مقدمہ جیش پر حضرت عمر فاروقؓ کو مقرر فرمایا اس موقع پر مجاہدین کی جملہ تعداد تقریباً ایک ہزار کے لگ بھگ تھی۔[9] لشکر میں تیس گھڑ سوار بھی تھے۔ جس میں سے دس مہاجر اور بیس انصار تھے۔

ابن ہشام کا بیان ہے کہ اس موقع پر مسلمانوں کا شعار (کوڈ ورڈ) یا مَنصُورُ اَمِتْ اَمِتْ شامل تھا۔[10] (منصور جس کی مدد کی گئی ہو اور امت۔ مارو) منافقین بھی مجاہدین میں شامل ہوگئے تھے۔ اُمّہات المومنین میں حضرت عائشہؓ اور حضرت اُمِّ سلمہؓ ساتھ تھیں۔ ۲ شعبان ۵ ھ کو لشکر مدینہ سے روانہ ہوا۔ بعض مورخوں نے اس غزوہ کو ۶ ہجری میں لکھا ہے۔ لیکن زیادہ صحیح ۵ ھ ہے۔

واقدی[11] نے لکھا ہے کہ بطور جنگی حکمت عملی رسول ملاحم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو سلمہ کے محلے سے ہو کر شام کی راہ اختیار فرمائی۔ ایک دن اسی سمت پر چلتے رہے۔ پڑاؤ کے بعد اپنا رخ تہامہ کے علاقہ کی طرف پھیر دیا۔ صخیرات کی راہ سے مڑ کر بنی مصطلقؔ کے ٹھکانوں کو جالیا۔ راستہ میں ایک جاسوس پکڑا گیا۔ حضرت عمرؓ نے اسے گرفتار کرکے قتل کر دیا۔ اس اطلاع سے دشمن پر رعب طاری ہوا۔ اس کے ساتھ جمع دوسرے قبائل منتشر ہوگئے۔ بے خبری کی حالت میں وہ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے کہ مسلمانوں نے اچانک حملہ کر دیا۔[12] دیر تک تیروں کے مقابلہ کے بعد حارث اور اس کے قبیلے کے لوگ بھاگ

گئے۔ دشمن کے دس آدمی قتل ہوئے۔ چھ سو کی تعداد میں عورتیں اور مرد گرفتار ہوئے۔ انہی میں سردار کی بیٹی برّہ (جوَیریہ) بھی تھیں۔ مال غنیمت میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ہاتھ آئیں۔ مسلمانوں میں سے کوئی شہید نہیں ہوا البتہ غلطی سے حضرت ہشامؓ بن صبابہ[14] (جو بنی کلب بن عوف کے فرد تھے) حضرت عبادہؓ ابن صامت کے گروہ کے ایک انصاری کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

وہ اپنی خوبیٔ قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے۔

غنیمت اور قیدیوں کی تقسیم ہوئی تو سردار کی بیٹی برّہ ایک مجاہد حضرت ثابتؓ بن قیس کے حصہ میں آئیں۔ لونڈی بن کر رہنا شایانِ شان نہ تھا اس لئے ان کی مکاتبہ بن گئیں یعنی ایک خاص رقم ادا کر کے آزادی حاصل کرنے کا معاہدہ کر لیا۔ واقدی اور ابن سعد کے مطابق یہ زرِ مکاتبت نو اوقیہ سونا یا تقریباً ۴ ہزار درہم تھے۔[15] عہد نبویؐ کے فدیہ کی گراں ترین شرح یہی تھی جو غزوۂ بدر میں مقرر ہوئی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ سردار بنی مصطلق کی بیٹی ہوں۔ بدلِ کتابت جو بہت زیادہ ہے اس کی ادائیگی میں مدد فرما کر آزادی عطا فرمایئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر پسند کرو تو اس سے بہتر صورت ممکن ہے۔ وہ یہ کہ مکاتبت کی رقم ادا کر کے آزادی کے بعد تمہیں اپنی زوجیت میں لے لوں۔ انہیں اس پر

رضامندی میں دیر نہ لگی کیونکہ یہ ان کے خواب کی تعبیر تھی۔ ان کا بیان ہے کہ ابھی مسلمانوں نے ہم پر حملہ بھی نہیں کیا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ایک چاند مدینہ کی جانب اتر کر میری گود میں ٹھہر گیا ہے۔[۱۶] پہلے ان کا نام بُرّہ (نیکو کار) تھا۔ حضورؐ نے بدل کر جویریہؓ رکھا۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ چار سو درہم پر نکاح فرمایا۔ دوسری روایت ہے کہ چالیس قیدیوں کی آزادی یا قبیلہ کی آزادی مہر قرار پایا۔[۱۷] یہ دیکھ کر صحابہؓ نے بنی مصطلق کے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا کیوں کہ یہ حضورؐ کے سسرالی لوگ تھے۔ اسی لئے حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ جویریہؓ سے زیادہ کوئی عورت اپنی قوم کے حق میں بابرکت نہیں ثابت ہوئی۔ ایک دن میں سو گھرانے آزاد ہوئے۔ حضرت جویریہؓ نے ۶۵ سال کی عمر میں ۵۰ ھ ہجری میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

دوسری روایت یہ ہے کہ آپ کے والد حارث بن ابی ضرار فدیہ کے اونٹ لے کر مدینہ چل پڑے۔ وادیٔ عقیق میں ان میں سے دو قیمتی اونٹ چھپا دیے۔ باقی لے کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں بیٹی کے زرِ فدیہ کے طور پر پیش کیا۔ آپؐ نے فرمایا وہ دو اونٹ جو وادیٔ عقیق کی فلاں گھاٹی میں ہیں کیا ان میں شامل نہیں؟ حارث یہ سن کر حیران رہ گئے اور بے اختیار کلمہ

پڑھ کر اسلام لے آئے۔ ان کے دو بیٹے اور قوم کے چند افراد نے بھی اس موقع پر اسلام قبول کیا۔[۱۸]

کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا

غزوہ سے فراغت کے بعد ابھی مسلمان چشمہ مُرَیسِیع ہی پر خیمہ زن تھے کہ ایک نہایت ہی ناخوشگوار واقعہ ہوا جسے منافقین نے شر انگیزی اور فتنہ پردازی کا سبب بنایا۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے ایک غفاری اجیر جہجاہ ابن مسعود اور سنان بن وبر جہنی میں کنوئیں میں ڈول ڈالنے پر جھگڑا ہو گیا۔

جہجاہ نے سنان کو تھپڑ مارا جس سے سنان کا خون جاری ہو گیا اور سنان نے یا معشر الانصار (اے انصار کے گروہ) کی دہائی دی کیونکہ اس کا تعلق بنی خزرج سے تھا۔ جہجاہ نے مہاجرین کو مدد کے لئے پکارا۔ دونوں طرف کے لوگ لپکے بات اتنی بڑھی کہ ہتھیار نکال لئے گئے۔ شور سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے خیمے سے باہر تشریف لے آئے۔ فرمایا۔ "یہ ایام جاہلیت کی سی پکار کیسی؟ لوگوں کا یہ کیا حال ہے۔" تمام کیفیت سن کر فرمایا۔ "اس پکار کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دو یہ خبیث پکار ہے۔[۱۹]" مہاجرین نے سنان کو راضی کر لیا اور اس کے حلیفوں کو سمجھایا۔

ہے یہ جھگڑا کہ چمن کس کا ہے؟

اس حادثہ کی خبر منافقین کو پہنچی۔ جن کا سرغنہ عبداللہ بن اُبیّ بن سلول بھی اس غزوہ میں شریک تھا۔ اس نے اپنے ہی خواہوں کو شہہ دی کہ جو لوگ ان کے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ساتھ ہیں انہیں کچھ بھی نہ دو۔ ان مہاجرین کی یہ ہمت ہمارے ذریعے قوت حاصل کی اور ہمارے ہی ساتھ یہ سلوک۔ مثال درست ہے کہ اپنے کتے کو موٹا کرتا کہ تجھے کھا جائے۔ خدا کی قسم! ہم جب واپس مدینہ پہنچیں گے تو ہم میں سے عزّت والا (خود) ذلیل (بزعم خود حضورؐ اور صحابہ) کو باہر کر دے گا (سورۂ منافقوں میں ان ہی الفاظ میں آیت نازل ہوئی) پھر اپنے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا یہ سارا کیا کرایا تمہارا ہے۔ تم نہ انہیں اپنے شہر میں جگہ دیتے نہ جائیداد، مال و متاع تقسیم کرتے نہ ان کی یہ حالت ہوتی۔ اب بھی اپنے ہاتھ کھینچ لو تو کہیں اور چلے جائیں گے اور اب یہ کام میں خود ہی انجام دوں گا۔

اتفاق سے یہ بات ایک کم عمر صحابی حضرت زید ابن ارقمؓ نے بھی سنی جو اس وقت وہاں موجود تھے اور یہ بات انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو من و عن سنادی۔

حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا کہ آپؐ عبادہؓ بن بشر کو حکم دیجئے کہ اس منافق کو قتل کر دیں۔ فرمایا نہیں۔ لوگ کہیں گے کہ

محمدؐ اپنے ساتھیوں کو قتل کراتے ہیں۔ اس کے بعد آپؐ نے فوری طور پر کوچ کی منادی کرادی۔ یہ سن کر عبداللہ ابن ابی حاضر خدمت ہوا اور قسمیں کھانے لگا کہ زید ابن ارقمؓ نے غلط بات آپ تک پہنچائی ہے۔ انصاری صحابہؓ جو جمع تھے کہنے لگے لڑکے سے سننے اور سمجھنے میں غلطی ہوئی ہوگی اور سب اس کم سن صحابی کو برا بھلا کہنے لگے۔

کوچ کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سوار ہوئے۔ تو حضرت اُسیدؓ بن حُضیر نے عرض کیا کہ یہ وقت سخت دھوپ اور لُو کا ہے ایسے میں آپ نے کبھی سفر نہیں کیا۔ آخر کیا بات ہے؟ فرمایا۔ کیا تمہارے ساتھی نے جو کچھ کہا تم نے سنا؟ عرض کیا کون ساتھی؟ فرمایا۔ عبداللہ ابن اُبی۔ اسیدؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! خدا کی قسم آپ چاہیں تو اسے مدینہ سے نکال دیں۔ وہی ذلیل ہے۔ آپؐ ہی صاحب عزت ہیں۔ اللہ نے آپؐ کو ہمارے لئے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ اس کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ آپؐ نے اس سے ملک اور بادشاہت چھین لی ہے۔ اس کے ساتھ نرمی کا سلوک فرمایئے۔

دھوم تھی اپنی پارسائی کی

قافلہ چل پڑا۔ دوپہر سے شام ہوگئی۔ رات میں بھی پڑاؤ نہ ہوا۔ صبح میں بھی سفر جاری رہا تا آں کہ سورج سر پہ آیا تو دھوپ سے لوگ پریشان ہوگئے ہر کوئی تھکن سے چُور تھا۔ اب جو یہاں ٹھہرنے کا حکم

ہوا تو بے سُدھ ہو کر زمین پر لیٹ گئے۔ لیٹتے ہی نیند نے آگھیرا۔

عبداللہ کے پھیلائے ہوئے فتنہ پر غور کرنے اور بات کرنے کا کسی کو یارا ہی نہ تھا اور یہی منشائے نبویؐ تھا۔ اس موقع پر سورہ منافقون نازل ہوئی۔ جس میں فرمایا گیا۔

"جب یہ منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین جھوٹے ہیں انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں یہ تو اور بھی بہت سی شرارتیں کرتے ہیں۔ یہ ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے لہٰذا ان کے دلوں پر مُہر لگ گئی ہے اب یہ کچھ سمجھتے ہی نہیں۔"

"یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ واپس پہنچیں گے تو عزت والے ان ذلیل لوگوں کو وہاں سے نکال باہر کریں گے۔ حالانکہ عزت تو اللہ کے لئے اس کے رسول کے لئے اور مومنین کے لئے ہے لیکن منافقین اتنی بات بھی نہیں جانتے"۔

اس سورہ کے نزول کے بعد جب حضرت زیدؓ ابن ارقم آئے تو حضورؐ نے ازراہ شفقت ان کا کان پکڑا اور فرمایا کہ یہ وہی ہے جس کے کان سے اللہ تعالیٰ نے موافقت فرمائی اور جس نے اللہ کا حق اپنے کان

سے پورا کیا۔

اس راس المنافقین کا ایک بیٹا جس کا نام بھی عبداللہ تھا یہ مخلص اور مومن صحابی تھے۔ انہیں باپ کی حرکت کی خبر پہنچی تو خدمت اقدسؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے سنا ہے آپؐ نے میرے باپ کے قتل کا ارادہ فرمایا ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ بنی خزرج میں مجھ سے زیادہ باپ کا فرمانبردار کوئی نہیں۔ اگر یہ فیصلہ ہے تو مجھے حکم دیجئے میں اس کا سر حاضر کرتا ہوں۔ اگر کسی دوسرے نے یہ کام انجام دیا اور میں نے اپنے باپ کے قاتل کو آزادانہ طور پر چلتے پھرتے دیکھ لیا تو کہیں میں جوشِ انتقام میں اس کا سر تن سے جدا نہ کردوں؟ اس طرح ایک مسلمان کا قاتل بن کر کہیں دوزخ کا ایندھن نہ بن جاؤں[۳۲] دلی اضطراب کا اس انداز سے اظہار آدابِ فرزندی اور حفاظتِ ایمان کا ایک بڑا بلیغ پیرائیہ بیان تھا۔ یہ سن کر حضورؐ نے فرمایا نہیں میں تمہارے باپ کے ساتھ نرمی اور در گذر کا سلوک کرنا چاہتا ہوں۔

سخن پر ہمیں اپنے رونا پڑے گا

جب قافلہ مدینہ منورہ کی سرحد کے قریب پہنچا تو بیٹے عبداللہؓ نے اپنے باپ عبداللہ ابن اُبی کا راستہ روک لیا اور اس کے اونٹ کے پیر باندھ دیئے۔ باپ نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہو؟ جواب میں کہا کہ اس وقت تک تمہیں مدینہ میں داخل ہونے نہ دوں گا جب تک رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں داخلے کی اجازت نہ دیں گے۔ اپنی زبان سے اقرار کرو کہ بنی آدم میں سب سے زیادہ معزز محمدؐ ہیں اور تمام عالم میں تم سب سے زیادہ ذلیل ہو تاکہ تمام لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ کون صاحبِ عزت اور کون ذلیل ہے۔ اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں پہنچ گئے آپ کو دیکھ کر منافق کہنے لگا کہ میں بچوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں۔ عورتوں سے زیادہ ذلیل ہوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن عبداللہؓ سے ارشاد فرمایا اس کو چھوڑ دو اسے شہر میں داخل ہونے دو۔[۳۲]

اس واقعہ کے بعد جب وہ کوئی نئی بات کرتا تو خود اس کی قوم اسے مفسد سمجھتی اور اس کی بات پر کوئی توجہ نہ دیتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اگر میں تمہارے مشورے پر عمل کرتا تو جوشِ انتقام میں عصبیت کی فضا پیدا ہو جاتی اور اب یہ حال ہے کہ اس کے حامی خود اس کا کام تمام کرنے کے درپے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بے شک آپؐ کا درگزر موجبِ خیر و برکت ہے۔

واقعۂ اِفک

اِفک کے لفظی معنی ہیں جھوٹ بنانا۔ کِذب، بہتان، دروغِ کامل، کسی چیز کو الٹ دینا اور اس کو جہت سے پھیر دینا۔

بڑھا دیا ہے فقط زیب داستاں کے لئے

غزوہ بنی مُصطلِق سے واپسی[٢٤] کے وقت ایک اور اہم فتنہ نے سر اٹھایا جس کی وجہ سے خانوادۂ نبوی ایک مہینہ تک سخت کرب اور اضطراب میں مبتلا رہا۔ قافلہ مدینہ سے ایک منزل پر "نحر الظہیرہ"[٨-٢٤] کے مقام پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ ایک اونٹ پر سوار عین دوپہر کے وقت دور سے آتی ہوئی نظر آئیں۔ مہار حضرت صفوانؓ بن مُعطّل اسلمی کے ہاتھ میں تھی۔ راس المنافقین عبداللہ ابن اُبی نے یہ دیکھا تو رائی کا پہاڑ بنا دیا۔ معمولی سے واقعہ کا رنگ ہی بدل دیا۔ اُمّ المومنینؓ پر حرف زنی کرنے لگا۔ اس بات کو اس درجہ ہوا دی کہ چند مخلص اہل ایمان بھی اس کی زد میں آ گئے جن میں حسانؓ بن ثابت، مسطحؓ بن اُثاثہ اور حمنہؓ بنت جحش شامل ہیں۔ انتہا یہ کہ ان تینوں میں سے کوئی بھی اس غزوہ میں شریک نہ تھا۔[٢٥] حضرت حسانؓ کو حضرت صفوانؓ سے ذاتی پرخاش تھی۔ اس لئے وہ ان کی بدنامی کے درپے تھے۔ حضرت مسطحؓ، حضرت ابو بکرؓ کے

عزیز اور دست نگر تھے ان کا ملوّث ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔ حضرت حُمنہؓ اپنی بہن اُمّ المومنین حضرت زینبؓ بنت جحش کا مقام حضرت عائشہؓ سے ممتاز کرنے کے خیال سے حضرت عائشہؓ کے خلاف ہو گئیں۔

واقعہ صرف اتنا تھا کہ قافلہ رات ایک جگہ ٹھہرا، پچھلے پہر کوچ تھا۔ روانگی سے قبل حضرت عائشہ صدیقہؓ قضائے حاجت کے لئے پڑاؤ سے بہت دور نکل گئیں جب لوٹ رہی تھیں تو دیکھا کہ گلے کی یمنی ظفار کی مالا گر گئی ہے۔[۲۶] یہ قیمتی ہار وہ اپنی بہن حضرت اسماءؓ سے مانگ کر لائی تھیں اس کی تلاش میں دوبارہ روانہ ہوئیں اور ڈھونڈنے میں اتنی دیر لگی کہ قافلہ کوچ کر گیا۔ ان دنوں پردہ کا حکم آچکا تھا۔ شریک سفر اُمّ المومنینؓ ہودج میں سوار رہتیں اور وہ اونٹ پر کس دیا جاتا۔ کئی لوگ مل کر اٹھاتے تھے اس لئے وزن کا اندازہ نہ ہو سکا اور سب یہی سمجھے کہ آپؓ محمل میں تشریف فرما ہیں۔

حضرت عائشہؓ لوٹ کر آئیں تو قافلہ کا نام و نشان تک نہ تھا۔ سوچا منزل پر پہنچ کر مجھے نہ پائیں گے تو تلاش میں واپس آئیں گے۔ رات باقی تھی چادر اوڑھ کر وہیں سو گئیں۔ صبح ہوئی تو ساقہ[۲۷] کے فرائض (چھوٹے ہوئے لوگوں اور گری پڑی چیزوں کو جمع کرنے والا) انجام دینے پر مقرر حضرت صفوانؓ بن معطل نے انا للہ و انا الیہ راجعون کی صدا بلند کی۔ وہ حضرت عائشہؓ کو حجاب کی آیات کے نزول سے پہلے دیکھ چکے

تھے۔ آواز سن کر اُمّ المومنین رضؓ بیدار ہوئیں۔ حضرت صفوانؓ نے اونٹ کو بٹھایا حضرت عائشہؓ سوار ہوئیں اور حضرت صفوانؓ اونٹ کی مہار تھامے اگلے پڑاؤ پر قافلے سے آملے۔

اب وہ پہلا سا التفات نہیں

منافقوں کو موقع کیا ملا کہ اُمّ المومنینؓ کے متعلق شک و شبہ کی فضا پیدا کی۔ یہودیوں نے جلتی پر تیل چھڑکا اور تمام مدینہ میں اس کا چرچا ہونے لگا۔ بات ہونٹوں سے نکل کر کوٹھوں چڑھنے لگی۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے اپنی بیوی سے کہا کہ کچھ تم نے سنا لوگ عائشہؓ کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں؟ اُمّ ایوبؓ نے جواب دیا ہاں یہ سب جھوٹ ہے۔ پوچھا۔ اچھا بتاؤ کیا تم ایسا کر سکتی ہو؟ کہا۔ خدا کی قسم میں کبھی ایسا نہیں کر سکتی۔ فرمایا۔ تو سن لو۔ عائشہؓ تم سے زیادہ بہتر عورت ہے۔ [۲۸]

حضرت عائشہؓ ان چہ میگوئیوں سے بے خبر تھیں۔ سفر سے لوٹیں تو بیمار پڑ گئیں۔ بیماری میں حضورؐ کا وہ لطف و کرم نہ تھا جو پہلے ہوا کرتا تھا۔ اس بے التفاتی کو انہوں نے محسوس کیا۔ ایک رات وہ اُمّ مسطحؓ کے ساتھ رفع حاجت کے لئے میدان میں گئیں۔ ان دنوں گھر میں بیت الخلاء بنانے کا رواج نہ تھا۔ راستے میں اُمّ مسطحؓ نے ٹھوکر کھائی تو بے اختیار ان کی زبان سے نکلا "مسطح ہلاک ہو جائے"۔ حضرت عائشہؓ نے کہا

اپنے بیٹے اور اس شخص کو جو میدان بدر میں حاضر تھا اور جو مہاجرین اوّلین میں سے ہے اس کو بد دعا دے رہی ہو؟ ماں نے کہا کیا تمہیں پتہ نہیں وہ کیا کہتا پھرتا ہے۔ فرمایا۔ مجھے علم نہیں۔ اُمِّ مِسطحؓ نے ساری داستان سنائی۔ یہ سن کر وہ رفع حاجت سے بھی فارغ نہ ہو سکیں۔ اک دم کمزوری بڑھ گئی۔ گھر آئیں تو رنج و غم سے نڈھال تھیں۔ اتنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور پوچھا بیمار کا کیا حال ہے؟ انہوں نے اپنے والدین کے پاس جانے کی اجازت مانگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ اپنی ماں سے ملتے ہی انہوں نے پوچھا۔ میں یہ کیا سن رہی ہوں؟ کیا یہ بات حضورؐ تک بھی پہنچی ہے؟ کیا میرے والد کے علم میں بھی ہے؟ حضرت اُمِّ رومانؓ نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ بیٹی! جو عورت خوبصورت ہو اور اپنے شوہر کی چہیتی بھی ہو تو اکثر بد خواہ ایسی باتیں مشہور کر ہی دیتے ہیں۔ ماں سے شکایت کی کہ مجھے اب تک کیوں نہیں بتایا۔ اس کے بعد روتے روتے بے ہوش ہو گئیں۔ پھر لرزہ کا بخار چڑھا، آنسو تھے کہ تھمتے نہ تھے۔ رات دن رونے دھونے میں گزرنے لگے۔ ماں باپ لطف و محبت سے صبر کی تلقین کرتے۔

کیا کام خاصگانِ خدا کو ہے عام سے

حضورؐ نے اس معاملہ میں قریبی لوگوں سے مشورہ کیا۔ حضرت اُسامہ بن زیدؓ نے ان کی عصمت و عفت کی گواہی دی اور کہا کہ ان میں خیر

اور بھلائی کے سوا کچھ اور نہیں دیکھا۔ ان کی والدہ اُمِّ ایمنؓ نے بھی یہی کہا۔ حضرت زینبؓ بنت جحش (جن کی بہن حُمنہ تہمت لگانے والوں کے ساتھ تھیں) نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حمایت میں زبان کھولی۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یہ سب جھوٹ ہے اور یہ منافقوں کی ایک سازش ہے۔ آپؐ کے جسم اطہر پر مکھی نہیں بیٹھ سکتی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جب آپؐ کو اس گندگی سے پاک رکھا ہے۔ تو ہر بات سے آپ محفوظ ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے اسے منافقوں کا افترا قرار دیا۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ اللہ نے آپؐ کے لئے کوئی تنگی نہیں رکھی ہے۔ عورتیں اور بہت ہیں گھر میں موجود لونڈی بُریرہؓ سے مزید تحقیق کر لی جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بُریرہؓ سے پوچھا۔ کیا تو گواہی دیتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ عرض کیا بے شک۔ فرمایا۔ میں تجھ سے کچھ پوچھوں تو سچ سچ بتانا کوئی بات چھپانا نہیں۔ کیا تو نے عائشہ میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھی؟ عرض کیا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ پیدا کیا ان میں کوئی بات معیوب نہیں اِلاّ یہ کہ گوندھا ہوا آٹا چھوڑ کر سوجاتی ہیں۔ تو بکری آکر کھا جاتی ہے[۳۰]۔ کسی نے دھمکایا کہ سچ سچ بتا۔ حضرت بُریرہؓ نے جواب دیا میں تو عائشہؓ کو اس طرح بے عیب جانتی ہوں۔ جیسے جوہری خالص سونے کی ڈلی کو جانتا ہے[۳۱]۔

قلق اور دل میں سوا ہو گیا

اس تحقیق کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ نبوی میں تشریف لائے اور خطبہ میں فرمایا۔

"لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو مجھے میرے اہلِ خانہ کے بارے میں ایذا پہنچا رہے ہیں۔ ان سے غلط باتیں منسوب کی جا رہی ہیں۔ میں نے ان میں نیکی کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا۔"

حضرت اُسیدؓ بن حُضیر نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اگر یہ لوگ قبیلۂ اوس کے ہیں تو ان کے لئے ہم کافی ہیں۔ اگر خزرجی ہیں تو آپؐ حکم دیجئے ان کی گردنیں اڑا دی جائیں گی۔ یہ سن کر خزرج کے سردار حضرت سعدؓ ابن عبادہ جوش میں کہہ بیٹھے۔ تم نے جھوٹ کہا ان کی گردنیں نہیں اڑائی جاسکتیں۔ تمہیں پتہ ہے کہ یہ لوگ ہمارے قبیلہ کے ہیں۔ حضرت اُسیدؓ نے جواب دیا تم منافقوں کی طرف داری کر رہے ہو؟ قریب تھا کہ اس تلخ نوائی میں فتنہ کی آگ بھڑک اٹھتی حضورؐ کی مداخلت سے معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا۔ اسی کرب و اضطراب میں ایک مہینہ گزر گیا۔ کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کے گھر تشریف لائے۔ اور حضرت عائشہؓ کا حال دریافت فرمایا۔ ان کی والدہ نے بتایا کہ جاڑا بخار آرہا ہے۔ آپؐ نے ان سے پوچھا کہ کیا عائشہ کو واقعہ کا علم ہو گیا ہے؟ پھر حمد و ثنا کے بعد فرمایا،

"اے عائشہ! تمہارے بارے میں ایسی ایسی خبر پہنچی ہے۔ اگر تم بَری ہو تو اللہ تعالیٰ عنقریب تم کو بَری فرما دے گا۔ اگر تم نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو اللہ سے توبہ و استغفار کرو۔ بندہ جب گناہ کرتا ہے اور اللہ کی طرف رجوع ہوتا ہے تو وہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے"۔[۳۲]

گویم مشکل ونہ گویم مشکل

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ سن کر میرے پانی کی جھڑی کی طرح بہتے ہوئے آنسو یک لخت خشک ہو گئے۔ میں نے اپنے باپ کی طرف دیکھ کر کہا کہ آپ جواب دیں لیکن انہوں نے خاموشی اختیار کی۔ ماں نے کہا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا جواب دوں۔ اب میں نے ہمت کر کے خود ہی زبان کھولی۔ جو کچھ آپؐ نے سنا ہے وہ آپؐ کے دل میں اتر گیا ہے۔ میں اپنے آپ کو بے گناہ کہوں تو کسی کو یقین نہ آئے گا اور اقبال کروں، حالانکہ اللہ جانتا ہے میں پاک دامن ہوں تو سب کو یقین آجائے گا۔ اس لئے وہی کہتی ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام کے والد (بہت چاہا کہ ان کا نام یاد آجائے لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام کا اسم گرامی یاد نہ آیا) نے کہا تھا۔

فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ۝

"بس صبر اچھا ہے اور جو حال تم بیان کرتے ہو۔ اللہ ہی مدد کرے گا"۔ آیت ۱۸ سورہ یوسف

یہ کہہ کر رخ پلٹ کر بستر پر لیٹ گئیں۔ دل یقین کامل سے معمور تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی طرح اپنے رسولؐ کو میری عصمت و عِفت سے آگاہ کردے گا۔

نازاں منم کہ ہمچو توئی قدر دانِ من

ابھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خانۂ ابو بکر ہی میں تھے کہ نزول وحی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ پیشانی پر پسینہ موتیوں کی مانند چمکنے لگا۔ میں تو مطمئن تھی البتہ میرے والدین کی جان خوف سے نکلی جا رہی تھی۔ کچھ دیر گزری تو ارشاد فرمایا۔

"اے عائشہ! سنو اللہ تعالیٰ نے تم کو اس تہمت سے بری فرمادیا۔ تمہارے پاک ہونے کی گواہی دی اور تمہاری شان میں قرآن نازل ہوا۔ ۲۳ھ

والدہ نے کہا۔ عائشہ اٹھو اور کھڑی ہو کر شکریہ ادا کرو۔ حضرت عائشہ نے جواب دیا۔ اللہ کی قسم! میں کسی کی طرف اٹھ کر نہ جاؤں گی۔ اور نہ اللہ کے سوا کسی کا شکریہ ادا کروں گی۔ حضرت عائشہؓ کو یہ امید نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں ان کی عِفت کی تصدیق کرے گا اور

قیامت تک اہل ایمان اس کی تلاوت کریں گے۔ اس موقع پر سورہ نور کی دس آیات کا نزول ہوا۔ صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے خطبہ ارشاد فرمایا اور ان آیات کی ان کے سامنے تلاوت فرمائی۔

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَ
الْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ
مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۖ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾

"ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے۔ اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے ہیں۔ اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے۔ یہ (پاک لوگ) ان (بدگویوں) کی باتوں سے بری ہیں (اور) ان کے لئے بخشش اور نیک روزی ہے۔"

سورہ نور آیت ۲۶

تہمت لگانے والوں کو اسی (۸۰) اسی (۸۰) کوڑوں کی سزا دی گئی۔ البتہ راس المنافقین عبداللہ ابن اُبَی سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ مدارج النبوت میں مولانا عبدالحق محدث دہلویؒ نے اس پر بھی حد جاری کرنے کا ذکر کیا ہے۔

واقعۂ افک حضرت ابو بکر صدیقؓ کے صبر اور رضائے نبوی کی طلب کے اعلیٰ مقام کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس ایک ماہ کے عالم اضطراب میں بیٹی کی حمایت میں ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا۔

حضرت حسانؓ ابن ثابت کو اپنی لغزش پر بے حد افسوس رہا۔

تلافی کے لئے حضرت عائشہؓ کی شان میں مدحیہ قصیدہ لکھا جس کا ایک شعر ہے۔

"کہ وہ ایسی خاتون ہیں جو عقل اور ثبات کی مالک ہیں۔
شک و شبہ سے ان کو متہم نہیں کیا جاسکتا وہ عیب سے بالکل محفوظ ہیں۔"

حضرت عائشہؓ نے اس شعر کو سن کر فرمایا۔ لیکن اے حسّان تم تو ایسے نہیں۔ تم نے غیبت کی اور ایسی کہ اس جیسی نہیں ہو سکتی۔[۲۴]

پہلے حضرت حسّانؓ نے حضرت صفوانؓ بن معطل کی ہجو میں شعر کہے تھے۔ انہیں سن کر وہ تلوار لے کر پہنچے اور کہا۔ مجھے شعر کہنا نہیں آتا البتہ تلوار کے وار سے بدلہ لے سکتا ہوں۔

لوگ صفوانؓ کو پکڑ کر حضورؐ کی خدمت میں لائے۔ آپؐ نے حسّانؓ کو طلب فرمایا اور ارشاد ہوا تم نے انہیں برا فروختہ کر دیا۔ اب نیکی کرو اور معاف کر دو۔ اس کے بدلے حضورؐ نے انہیں جاگیر اور ایک قبطی کنیز شیریں نامی عطا فرمائی۔

حضرت مسطحؓ، حضرت ابو بکرؓ کی خالہ زاد بہن کے یتیم لڑکے تھے۔ جو ان کی کفالت میں تھے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے ان کی مدد بند کر دینے کی قسم کھائی۔ اس پر سورۂ نور کی ۲۶ ویں آیت نازل ہوئی۔

"اور جو لوگ تم میں صاحبِ فضل اور صاحبِ وسعت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں، محتاجوں اور وطن چھوڑنے والوں کو کچھ خرچ نہیں دیں گے۔ ان کو چاہیئے کہ معاف کر دیں اور در گزر کریں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تم کو بخش دے اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے"

اس بشارت کے بعد انہوں نے حضرت مسطحؓ کی امداد نہ صرف جاری کی بلکہ اس میں اضافہ بھی کر دیا۔

تیمُّم کی سہولت

تیمّم کے حکم کو بھی بعض سیرت نگاروں نے غزوۂ بنی مُصطلِقْ کا واقعہ لکھا ہے۔ لیکن چھان بین سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کسی اور سفر سے متعلق ہے۔ وہی ہار حضرت عائشہؓ کے گلے میں تھا۔ راستے میں کہیں ٹوٹ کر گر گیا۔ پچھلے واقعہ سے سبق لے کر حضرت عائشہؓ نے فوراً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا۔ آپؐ نے قافلہ کو اسی مقام پر پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔ اس منزل کا نام صلصل بتایا گیا ہے لوگ ہار کی تلاش میں نکلے۔ جس جگہ قافلہ ٹھہرا تھا وہاں پانی نہیں تھا۔ نماز کا وقت آیا تو لوگ حضرت ابو بکرؓ سے شکایت کرنے لگے کہ آپ کی صاحب زادی نے سب کو مصیبت میں ڈال دیا۔ حضرت ابو بکرؓ غصہ میں خیمہ نبوی پر گئے۔ دیکھا کہ حضورؐ حضرت عائشہؓ کے زانو پر سر رکھے آرام

فرمارہے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے بیٹی کو غصہ سے دیکھا اور کہا کہ تم لوگوں کے لئے ہر بار ایک نئی مصیبت کھڑی کر دیتی ہو؟۔ غصہ میں ان کو پہلو پر کئی کچوکے بھی دیئے۔ حضرت عائشہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند میں خلل کے ڈر سے اپنی جگہ سے ہلیں تک نہیں۔[35] صبح ہوئی اور نماز کا وقت آیا تو تیمم کی آیت کا نزول ہوا۔[36] (آیت ۴۳ سورۂ نساء)

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ

"اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا حاجت ضروری سے فارغ ہوئے ہو یا عورتوں سے مقاربت کی ہے اور تم پانی نہیں پاتے تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اس سے کچھ منہ اور ہاتھ پر پھیر لو"۔

اس سہولت کے میسر آنے پر اہل قافلہ خوش ہوگئے۔ سب نے اُم المومنینؓ کو دعائیں دیں۔ حضرت اُسیدؓ بن حُضیر جوشِ مسرت سے کہتے پھرتے "اے صدیق کے گھر والو مسلمانوں کے لئے یہ تمہاری پہلی برکت تو نہیں۔ تمہارے تو بڑے احسان ہیں"[38]۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ جو تھوڑی دیر پہلے اپنی بیٹی پر سخت برہم تھے اب خوش خوش ان کے پاس گئے اور پیشانی پر بوسہ دے کر کہا مجھے معلوم نہ تھا کہ تو اس درجہ مبارک ہے۔ تیرے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بہت بڑی آسانی عطا فرمائی ہے۔

کافی تلاش کے بعد جب ہار نہ ملا تو قافلہ کو کوچ کا حکم دیا گیا اور جب حضرت عائشہؓ کا اونٹ اٹھایا گیا تو وہ ہار اس کے نیچے پڑا ہوا پایا[39]

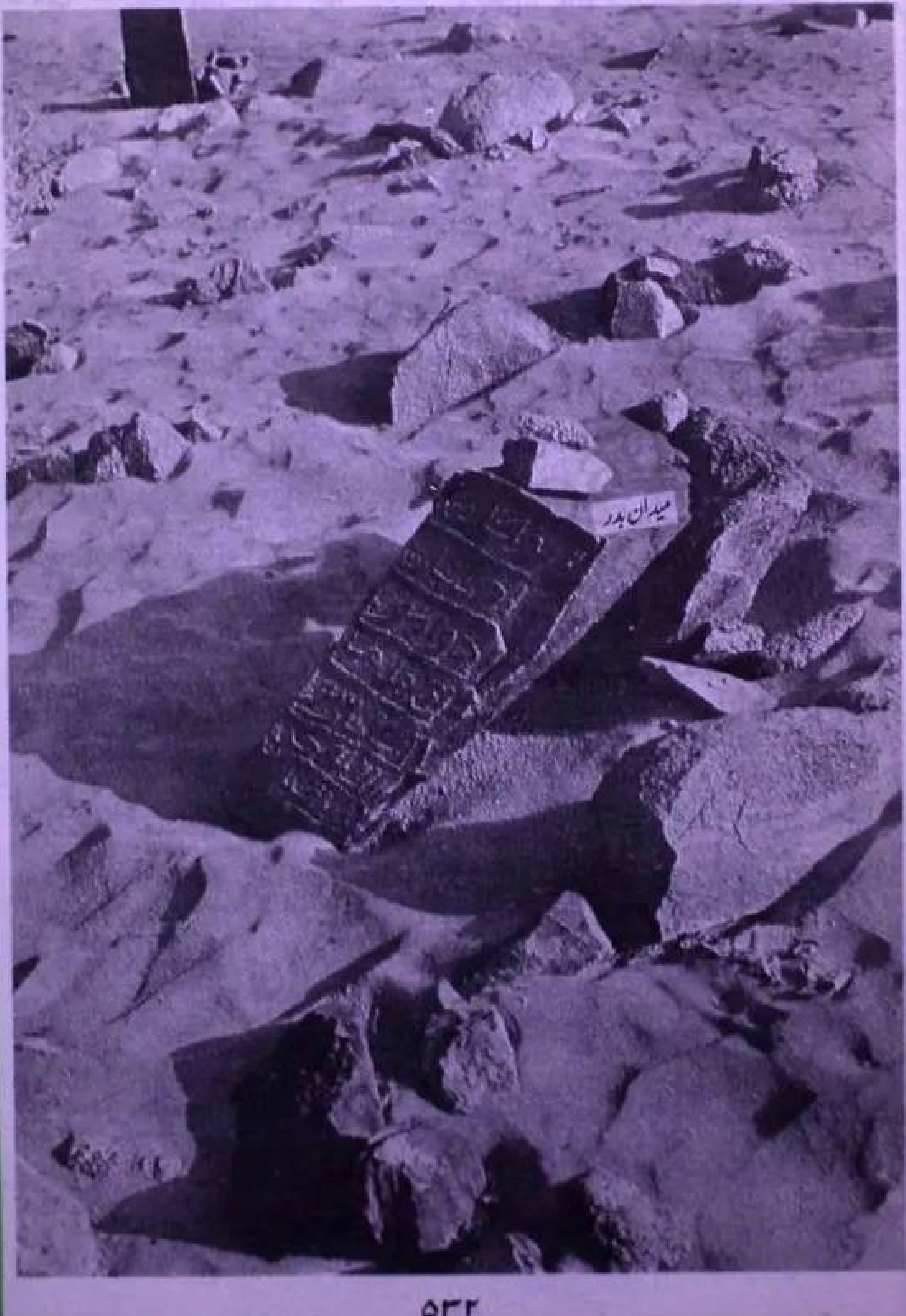

حواشی و تشریحات

غزوۂ دومتہ الجندل

۱۔ ابن سعد: طبقات جلد اول ص ۳۶۲
۲۔ مسعودی: تنبیہ والاشراف ص ۶۷
۳۔ محمود خطاب شیت: آنحضرتؐ بحیثیت سپہ سالار ص ۲۴۵
۴۔ اکبر شاہ خان نجیب آبادی: تاریخ اسلام ص ۱۵۴

غزوۂ بنو مصطلق

۵۔ شاہ معین الدین ندوی: تاریخ اسلام ص ۴۲
۶۔ ابن سعد: طبقات جلد اول ۳۶۲
۷۔ شبلی: سیرۃ النبی جلد اول ص ۴۲۲
۸۔ ابن سعد: طبقات جلد اول ص
8A۔ ابن حزم: جوامع السیرہ ص ۲۱۴
۹۔ سید جمال حسینی: روضۃ الاحباب ص ۲۳۰
۱۰۔ ابن ہشام: سیرت النبی کامل جلد دوم ۳۵۰، جوامع السیرہ کے مترجم نے اس شعار کا ترجمہ "اللہ کی راہ میں — مرنا مارنا" (قربان ہو جانا) کیا ہے ص ۲۱۷
۱۱۔ واقدی: مغازی الرسول ص ۳۰۱
۱۲۔ مسعود احمد: تاریخ السلام والمسلمین بحوالہ صحیح مسلم
۱۳۔ محمد یٰسین مظہر صدیقی: نبوی غزوات و سرایا کی اقتصادی اہمیت۔ مقالہ در نقوش رسول نمبر یاز دہم ص ۴۱۲
۱۴ ابن ہشام: سیرت النبی کامل جلد دوم ۳۴۵

15 ابن سعد: طبقات جلد اوّل ص ۳۶۲
۱۶۔ شیخ عبدالحق دہلوی: مدارج النبوتؐ ص ۲۲۹
۱۷۔ سید جمال حسینی: روضۃ الاحباب ص ۲۳۱
۱۸۔ ابن ہشام: سیرت النبیؐ کامل جلد دوم ص ۳۵۲
۱۹۔ صحیح بخاری: جلد دوم ص ۹۴۶ حدیث 2013
۲۰۔ ابن ہشام: سیرت النبیؐ کامل جلد دوم ص ۳۴۶
۲۱۔ صحیح بخاری جلد دوم ص ۹۴۷ حدیث ۲۰۱۴
۲۲۔ ابن حزم: جوامع السیرہ ص ۲۱۶
۲۳۔ شیخ عبدالحق: مدارج النبوتؐ ص ۲۳۲

واقعہ افک۔

۲۴۔ ابن حزم: جوامع السیرہ ص ۲۱۸
۲۴A۔ محمد بن عبدالوہاب: مختصر سیرۃ الرسول ص ۲۱۲
۲۵۔ سید سلیمان ندوی: سیرۃ عائشہؓ ص ۷۶
۲۶۔ عبدالروف داناپوری: لصح السیر ص ۱۷۸
۲۷۔ اکبر شاہ خاں: تاریخ اسلام ص ۱۵۶ انہیں یہ خدمت اس لئے بھی سپرد ہوئی تھی کہ ان پر نیند کا بڑا غلبہ ہوتا اور وہ دیر تک سوتے رہتے۔
۲۸۔ ابن ہشام: سیرۃ النبیؐ کامل جلد دوم ص ۳۶۱
۲۹۔ صحیح بخاری جلد دوم ص حدیث ۱۱۹۸ باب ۴۷۹
۳۰۔ سید جمال حسین: روضۃ الاحباب ص ۲۳۸
۳۱۔ مسعود احمد: تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۳۱۱
۳۲۔ صحیح بخاری جلد دوم ص ۵۷۹ حدیث ۱۳۰۵
۳۳۔ ایضاً۔
۳۴۔ ایضاً حدیث نمبر ۱۳۱۰

تیمم کی سہولت۔

۳۵۔ سید جمال حسینی: روضۃ الاحباب ص ۲۴۱
۳۶۔ صحیح بخاری جلد دوم ص ۱۷۷ حدیث نمبر ۱۷۲۱
نوٹ: صحیح بخاری جلد دوم حدیث نمبر ۱۷۲۰ باب ۲۶۲ میں لکھا ہے کہ یہ مقام بیداء تھا جہاں ٹھہرنے کا حکم ہوا۔
۳۷۔ نوٹ: تیمم کا حکم سورہ مائدہ کی آیت ۶ میں بھی ہے جس کے آخری حصہ کا ترجمہ ہے۔
"اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی جائے ضرور سے (ہو کر) آیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو اور تم کو پانی میسر نہ ہو تو ستھری مٹی لے کر اس سے تیمم یعنی اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کر لیا کرو۔ اللہ تم پر کسی طرح کی تنگی کرنی نہیں چاہتا بلکہ تم کو صاف ستھرا رکھنا چاہتا ہے اور (نیز) یہ (چاہتا ہے) کہ تم پر اپنا احسان پورا کرے تاکہ تم (اس کا) شکر کرو"
نوٹ: تیمم کے لغوی معنی قصد کرنے کے ہیں۔ اصطلاح میں عبادت کی نیت سے وضو کی بجائے پاک مٹی سے ہاتھوں اور منہ کو ملنا ہے۔
۳۸۔ صحیح بخاری جلد دوم ص ۱۷۷ حدیث نمبر ۱۷۲۰۔
۳۹۔ ایضاً۔

ماخذ و مراجع

قرآن مجید، اس کے مختلف تراجم اور صحاح ستہ (کتب احادیث) کے علاوہ درج ذیل کتابیں۔

حوالے کے صفحہ نمبر درج ذیل کتابوں (اڈیشن) کے مطابق ہیں

الف

۱ــــ البدایہ والنہایہ: ابو الفدا عماد الدین ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ مترجم: کوکب شادانی مطبوعہ نفیس اکیڈمی۔ کراچی ۱۹۸۷ء۔

۲ــــ ابو ایوب انصاریؓ: طالب ہاشمی، مطبوعہ قومی کتب خانہ لاہور ۱۹۷۶ء

۳ــــ اردو دائرہ معارف اسلامیہ: دانش گاہ پنجاب۔ لاہور

۴ــــ ارض القرآن: سید سلیمان ندویؒ المتوفی ۱۹۵۳ء مطبوعہ دارالاشاعت۔ کراچی۔ ۱۹۷۵ء

۵ــــ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء (فارسی): شاہ ولی اللہ دہلویؒ المتوفی ۱۱۷۶ھ مترجم محمد عبدالشکور فاروقی، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ۔ کراچی۔

۶ــــ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ: ابو الحسن علی الجزری ابن اثیر المتوفی ۶۳۰ھ مترجم: محمد عبدالشکور فاروقی مطبوعہ مکتبہ نبویہ۔ لاہور۔

۷ــــ اسماء الرجال: ولی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب، اردو ترجمہ: اشتیاق احمد، معراج الحق۔ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب۔ کراچی۔

۸ــــ السکینہ باخبار المدینہ (اردو ترجمہ) خلاصہ "الوفا باخبار دار المصطفےٰ" مصنفہ نور الدین سمہودی اردو ترجمہ و خلاصہ "نزہتہ ناظرین فی مسجد سید الاولین و آخرین" مصنفہ سید جعفر برزنجی مدنی۔ مطبوعہ مدراس ۱۳۲۷ھ

۹ــــ اصحاب بدر: محمد سلیمان منصور پوری، المتوفی ۱۹۳۰ء مطبوعہ مکتبہ نذیریہ۔ لاہور

۱۰ ـــ اصحاب صفہ : حافظ ابن تیمیہؒ المتوفی ۷۲۸ھ اردو ترجمہ : عبدالرزاق ملیح آبادی
۱۱ ـــ اصح السیر فی ھدی خیرالبشرؐ : ابوالبرکات عبدالرؤف قادری داناپوری مطبوعہ نور محمد، اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب۔ ۱۹۳۲ء
۱۲ ـــ الاعلان بالتوبیخ (تاریخ التاریخ) : شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی المتوفی ۹۰۲ھ اردو ترجمہ : سید محمد یوسف مطبوعہ مرکزی اردو بورڈ۔ لاہور۔ ۱۹۶۸ء
۱۳ ـــ الاخبار الطوال : ابو حنیفہ الدینوری، اردو ترجمہ : مرزا محمد منوّر مطبوعہ اردو سائنس بورڈ۔ لاہور ۱۹۸۶ء
۱۴ ـــ الادب المفرد (کتاب زندگی) : امام بخاریؒ المتوفی ۲۵۶ھ اردو ترجمہ : عبدالقدوس ہاشمی۔ مطبوعہ نفیس اکیڈمی۔ کراچی
۱۵ ـــ الفاروق (کتابی ایڈیشن) : شبلی نعمانیؒ المتوفی ۱۹۱۴ء، مدینہ پبلشنگ کمپنی۔ دوسرا مدنی ایڈیشن۔ کراچی
۱۶ ـــ النبی الخاتم : مناظر احسن گیلانی المتوفی ۱۹۵۶ء، مطبوعہ اسلامی کتب خانہ کراچی۔ ۱۹۵۰ء
۱۷ ـــ آنحضرتؐ بحیثیت سپہ سالار : محمود خطاب شیت اردو ترجمہ : سید رئیس احمد جعفری۔ مطبوعہ، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز۔ لاہور۔ ۱۹۷۵ء
۱۸ ـــ انوار محمدیہ (تلخیص مواہب لدنیہ) یوسف بن اسمٰعیل بنبہانی المتوفی ۱۴۰۷ھ م ۱۹۸۷ء، اردو ترجمہ : غلام ربانی عزیز، مطبوعہ مکتبہ نبویہ۔ لاہور۔

ب

۱۹ ـــ بلال حبشیؓ : عزیز ملک، مطبوعات حرمت، راولپنڈی

پ

۲۰ ـــ پیغمبر اعظم و آخر : نصیر احمد ناصر (ڈاکٹر)، ہندوستانی ایڈیشن، مطبوعہ تاج کمپنی، دہلی ۱۹۸۴ء
۲۱ ـــ پیغمبر انسانیتؐ : شاہ محمد جعفر پھلواریؒ، مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ، طبع اوّل

ت

۲۲ــــ تاریخ اسلام : عبدالحلیم شرر ــــ مطبوعہ مقبول اکیڈمی لاہور ۱۹۸۸ء

۲۳ــــ تاریخ الاسلام والمسلمین : مسعود احمد، مطبوعہ جماعت المسلمین۔ کراچی ۱۹۷۶ء

۲۴ــــ تاریخ ابن خلدون : عبدالرحمٰن ابن خلدون، اردو ترجمہ، حصہ اوّل : حکیم احمد حسین، مطبوعہ نفیس اکیڈمی۔ ۱۹۶۱ء

۲۵ــــ تاریخ الامت : اسلم جیراجپوری، مطبوعہ میزان پبلیکیشنز لمیٹڈ۔ لاہور۔

۲۶ــــ تاریخ اسلام : شاہ معین الدین احمد ندوی، مطبوعہ ناشران قرآن لمیٹڈ۔ لاہور

۲۷ــــ تاریخ الامم والملوک (تاریخ طبری) : ابی جعفر محمد بن جریر طبری المتوفی ۳۱۰ھ اردو ترجمہ : سید محمد ابراہیم، مطبوعہ نفیس اکیڈمی۔ ۱۹۶۷ء۔

۲۸ــــ تاریخ حرمین شریفین : عباس کرارہ مصری، اردو ترجمہ : الفلاح، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ۔ لاہور

۲۹ــــ تذکرہ الحفاظ : ابو عبداللہ شمس الدین محمد الذہبی المتوفیٰ ۷۸۵ھ اردو ترجمہ : محمد اسحاق مطبوعہ اسلامک پبلشنگ ہاؤس۔ لاہور ۱۹۸۱ء

۳۰ــــ تاریخ الخلفاء : جلال الدین سیوطی، المتوفی ۹۱۱ھ، اردو ترجمہ : اقبال الدین احمد مطبوعہ نفیس اکیڈمی۔ کراچی۔ ۱۹۶۳ء

۳۱ــــ تاریخ المدینہ المنورہ : محمد عبدالمعبود، مطبوعہ مکتبہ الحبیب، راولپنڈی طبع سوم

۳۲ــــ تاریخ المکتہ المکرمہ : محمد عبدالمعبود، مطبوعہ مکتب الحبیب راولپنڈی طبع ثانی ۱۹۸۰ء

۳۳ــــ تجلی : شاہ بلیغ الدین مطبوعہ علمی کتاب گھر۔ ۱۹۸۰ء کراچی

۳۴ــــ تقویم تاریخی : عبدالقدوس ہاشمی، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد۔ ۱۹۸۷ء

۳۵ــــ تنبیہ والاشراف (تاریخ مسعودی) : ابوالحسن علی بن حسین مسعودی المتوفی ۳۴۶ھ اردو ترجمہ : عبداللہ العمادی، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی۔ کراچی ۱۹۶۸ طبع اوّل۔

۳۶ ـــــ میں پروانے شمع رسالت کے : طالب ہاشمی، مطبوعہ مکتبہ چراغ اسلام۔ لاہور۔
۳۷ ـــــ تاریخ اسلام : اکبر شاہ خان نجیب آبادی، مطبوعہ نفیس اکیڈمی ۱۹۸۶ء۔

ج

۳۸ ـــــ جامع ترمذی (جائزہ الشعوذی) : ابو عیسٰی محمد ترمذی المتوفی ۲۰۹ھ اردو ترجمہ : بدیع الزماں، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ۔ کراچی۔
۳۹ ـــــ جذب القلوب الی دیار المحبوب (تاریخ مدینہ۔ فارسی) : شیخ عبدالحق دہلوی۔ اردو ترجمہ : عرفان علی، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی۔ کراچی۔
۴۰ ـــــ جزیرۃ العرب : محمد رابع ندوی، مطبوعہ مجلس نشریات اسلام، کراچی ۱۹۸۴ء
۴۱ ـــــ جلال مصطفٰیؐ : افضل خان، مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ۔ ۱۹۸۲ء
۴۲ ـــــ جوامع السیرہ : ابو محمد علی ابن حرم ظاہری اندلسی المتوفی ۳۰ھ تا ۳۷ھ، اردو ترجمہ : محمد سردار احمد، مطبوعہ مکتبہ علیہ۔ کراچی

ح

۴۳ ـــــ حدیث دفاع : محمد اکبر خان
A ۴۳ حیات رسالت مآبؐ : راجہ محمد شریف، مطبوعہ زاہد اکیڈمی۔ جوہر آباد ۱۹۷۲ء
۴۴ ـــــ حیات فاروق اعظمؓ : جمال الدین ابو الفرج بن جوزیؒ المتوفی ۵۹۷ھ اردو ترجمہ و تعلیق : شاہ حسن عطاؒ ۔ مطبوعہ انجمن پریس، کراچی ۱۹۷۹ء
۴۵ ـــــ حیات محمدؐ : محمد حسین ہیکل، اردو ترجمہ : ابو یحیٰی امام خان، مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور طبع سوم ۱۹۸۷ء

خ

۴۶ ـــــ خصائص الکبرٰی فی معجزات خیر الورٰیؐ : عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی المتوفی

۹۱۱ھ اردو ترجمہ: غلام معین الدین نعیمی، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی۔ کراچی ۱۹۷۶ء

۴۷۔۔۔ خطبات بہاولپور: محمد حمید اللہ (ڈاکٹر)، مطبوعہ اسلامیہ یونیورسٹی۔ بہاولپور ۱۴۰۱ھ

۴۸۔۔۔ خطبات مدراس: سید سلیمان ندوی المتوفی ۱۹۵۳ء

د

۴۹۔۔۔ دیوان غالب (نسخہ انجمن) اسداللہ خان غالب مطبوعہ انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی ۱۹۸۹ء سلسلہ مطبوعات نمبر ۵۹۱

۵۰۔۔۔ درس گاہ نبوی کے طلبہ: اشفاق احمد قاسمی، مطبوعہ مکتبہ قاسم العلوم۔ کراچی

ز

۵۱۔۔۔ زادالمعاد فی ہدی خیرالعباد! شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن قیمؒ المتوفی ۷۵۱ھ اردو ترجمہ: سید رئیس احمد جعفری مطبوعہ نفیس اکیڈمی۔ کراچی ۱۹۶۲ء

۵۲۔۔۔ رحمتہ للعالمینؐ: محمد سلیمان سلمان منصور پوری المتوفی ۱۹۳۰ء، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز۔ لاہور

۵۳۔۔۔ رحیق المختوم: صفی الرحمن مبارک پوری، مطبوعہ المکتبہ السلفیہ لاہور

۵۴۔۔۔ رحمت دارینؐ کے سوشیدائی: طالب ہاشمی۔ مطبوعہ شعاع ادب لاہور

۵۵۔۔۔ رزم حق و باطل: شاہ بلیغ الدین۔ مطبوعہ پیراڈائز سسکریشن ایجنسی ۱۹۷۳ء

۵۶۔۔۔ رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی: محمد حمیداللہ (ڈاکٹر) مطبوعہ دارالاشاعت۔ کراچی ۱۹۸۰ء

۵۷۔۔۔ رسول اکرمؐ کی سیاست خارجہ: محمد صدیق قریشی ہندوستانی ایڈیشن مطبوعہ تاج کمپنی دہلی ۱۹۸۵ء

۵۸ ــــ رسول رحمتؐ : ابو الکلام آزاد۔ مرتبہ غلام رسول مہر، مطبوعہ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز۔ لاہور مطبوعہ ۱۹۷۰

۵۹ ــــ رسول اللہ میدان جنگ میں : سید واجد رضوی، مطبوعہ مقبول اکیڈمی۔ لاہور

۶۰ ــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان جہاد میں : احسان، مطبوعہ پاک پبلشرز لمیٹڈ۔ کراچی ۱۹۶۸ء

۶۱ ــــ رسول کریمؐ کی جنگی اسکیم : عبدالباری، مطبوعہ : الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور۔ ۱۹۸۶ء

۶۲ ــــ روح اسلام (انگریزی) : سید امیر علی المتوفی اردو ترجمہ : محمد ہادی حسین، مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ۔ لاہور طبع سوم ۱۹۸۴ء

۶۳ ــــ روشنی : شاہ بلیغ الدین مطبوعہ غضنفر اکیڈمی۔ کراچی ۱۹۷۸ء

س

۶۴ ــــ سنن ابی داؤد : ابو داؤد سلیمان بن الاشعث ؒ سجستانی المتوفی ۲۷۵ھ اردو ترجمہ : منظور احمد، مطبوعہ ناشران قرآن لمیٹڈ۔ لاہور ۱۴۰۶ھ م ۱۹۸۶ء

۶۵ ــــ سیرۃ ابن اسحٰق : محمد بن اسحاق بن یسارؒ المتوفی ۱۵۱ھ اردو مترجم : نور الٰہی تحقیق و تعلیق محمد حمید اللہ (ڈاکٹر)، نقوش رسول نمبر جلد یازدہم مطبوعہ ادارہ فروغ اردو، لاہور ۱۹۸۵ء

۶۶ ــــ سیر انصار : سعید انصاری، مطبوعہ مطبع معارف اعظم گڑھ، طبع دوم ۱۹۴۸ء

۶۷ ــــ سیرۃ الرسولؐ (مختصر) محمد بن عبدالوہاب، اردو مترجم : محمد خالد سیف، مطبوعہ طارق اکیڈمی۔ فیصل آباد ۱۳۹۹ھ م ۱۹۷۹ء

۶۸ ــــ سیرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم : کامل ابن اثیر المتوفی ۶۳۰ھ م ۱۲۳۳ء، مطبوعہ دائرہ معین المعارف، ۱۹۶۶ء

۶۹ ــــ سیرت رسول اللہؐ : سید نواب علی، مطبوعہ مکتبہ افکار کراچی ۱۹۶۶ء

۷۰ ــــ سیرت خاتم الانبیاءؐ : محمد شفیع، مطبوعہ کتب خانہ اجمیر دیو بند ۱۳۴۵ھ

۷۱ ــــ سیرت سرور عالمؐ : سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن، لاہور ۱۹۷۹ء طبع دوم

۷۲ ــــ سیرت ذوالنورین ؓ : ابو قاسم رفیق دلاوری ؒ ، مطبوعہ کتب خانہ صدیقیہ۔ ملتان ۱۹۸۰ء طبع دوم
۷۳ ــــ سیرت سلمان ؓ : فضل احمد عارف، مطبوعہ نذیر سنز پبلشرز، لاہور۔
۷۴ ــــ سیاسی وثیقہ جات : محمد حمید اللہ (ڈاکٹر) مطبوعہ مجلس ترقی ادب۔ لاہور
۷۵ ــــ سیرۃ نبوی قرآنی : عبدالماجد ؒ دریا بادی، مطبوعہ مکہ بکس۔ لاہور
۷۶ ــــ سیرۃ النبی ؐ : شبلی نعمانی ؒ المتوفی ۱۹۱۴ء، کتابی ایڈیشن مطبوعہ ناشران قرآن
۷۷ ــــ سیرۃ النبی کامل ؐ : ابو محمد عبداللہ بن ہشام ؒ المتوفی ۲۱۳ھ یا ۲۱۸ھ مترجم عبدالجلیل صدیقی۔ مطبوعہ شیخ غلام اینڈ سنز پبلشرز لاہور۔
۷۸ ــــ سیرت المصطفےٰ ؐ : محمد ادریس کاندھلوی ؒ تالیف ۱۳۸۵ء مطبوعہ مکہ پبلشرز کمپنی۔ لاہور
۷۹ ــــ سیرۃ عائشہ ؓ : سید سلیمان ندوی المتوفی ۱۳۷۳ھ مطبوعہ معارف اعظم گڑھ ۱۹۷۷ء طبع چہارم
۸۰ ــــ سیرت عبدالرحمٰن ؓ ابن عوف : سید فضل ابن احمد، مطبوعہ کریم سنز کراچی ۱۹۶۶ء
۸۱ ــــ سیرالصحابیات : سعید انصاری ؒ ، مطبوعہ معارف اعظم گڑھ، ۱۹۷۳ء
۸۲ ــــ سیرۃ الصدیق ؓ : محمد حبیب الرحمٰن خان شروانی ؒ مطبوعہ ادارہ اسلامیات، لاہور۔

ش

۸۳ ــــ شہدائے احد : عبدالجلیل رحمانی ؒ ، مطبوعہ مکتبہ نذیریہ لاہور۔
۸۴ ــــ شواہد النبوہ (فارسی) : نورالدین عبدالرحمٰن جامی المتوفی ۸۹۸ھ اردو ترجمہ بشیر حسین ناظم مطبوعہ مکتبہ رضویہ لاہور ۱۹۷۵ء
۸۵ ــــ شاہ نامہ اسلام (دوسری جلد) حفیظ جالندھری

RekhtaDownload.com

ص

۸۶ ــــ صدیق اکبرؓ : سعید احمد اکبر آبادی۔ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ۔ کراچی

۸۷ ــــ صحیح بخاری : ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ المتوفی ۲۵۶ھ اردو ترجمہ : محمد عادل خان و محمد فاضل قریشی۔ مطبوعہ دینی کتب خانہ۔ لاہور ۱۹۷۷ء

۸۸ ــــ صحیح مسلم : ابو الحسن مسلم بن حجاجؒ نیشاپوری المتوفی ۲۶۱ھ مع مختصر شرح نووی اردو ترجمہ : وحید الزماں، مطبوعہ خالد احسان پبلشرز۔ لاہور ۱۹۸۱ء

ط

۸۹ ــــ طبقات : محمد ابن سعدؒ المتوفی ۲۳۰ھ اردو ترجمہ حصہ اول و دوم (اخبار النبی) عبداللہ العمادی مطبوعہ نفیس اکیڈمی۔ کراچی اشاعت سوم ۱۹۸۳ء

۹۰ طوبیٰ : شاہ بلیغ الدین مطبوعہ نیشنل کمرشلز، کراچی ۱۹۸۵ء

ع

۹۱ ــــ عہد نبوی میں نظام حکمرانی : محمد حمید اللہ (ڈاکٹر)، مطبوعہ اردو اکیڈمی سندھ کراچی ۱۹۸۱ء

۹۲ ــــ عہد نبوی کے میدان جنگ : محمد حمید اللہ (ڈاکٹر) مطبوعہ جمہور بک ڈپو دیوبند ۱۹۷۷ء

۹۳ ــــ عہد نبوی کا نظام تعلیم : محمد حمید اللہ (ڈاکٹر) مطبوعہ حبیب اینڈ کمپنی حیدر آباد دکن ۱۹۷۶ء

۹۴ ــــ عہد نبوی کے غزوات و سرایا : رؤفہ اقبال (ڈاکٹر) مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور ۱۹۸۴ء

۹۵ ــــ عہد نبوت کے ماہ و سال : محمد ہاشم سندھی، مطبوعہ حسین چودھری ٹرسٹ، لاہور ۱۹۸۰ء

غ

۹۶ ـــــ غزوہ بدر : محمد احمد باشمیل ، اردو ترجمہ : اختر فتح پوری، مطبوعہ نفیس اکیڈمی۔ کراچی ۱۹۸۶ء

۹۷ ـــــ غزوات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : (ہجرت سے بدر تک) : گلزار احمد مطبوعہ، اسلامک پبلکیشنز لمیٹڈ۔ طبع دوم ۱۹۸۴ء

۹۸ ـــــ غلامان اسلام : سعید احمد، مطبوعہ ہمدرد پریس، دہلی ،۱۹۴۸ء

ف

۹۹ ـــــ فتوح البلدان : احمد بن یحیٰ بن جابر الشہیر بالبلاذری المتوفی ۲۷۹ھ اردو ترجمہ : سید ابوالخیر مودودی، مطبوعہ نفیس اکیڈمی۔ کراچی ۱۹۶۲ء

۱۰۰ ـــــ قصص القرآن : محمد حفظ الرحمن سیو ہاروی، کتابی سائز ایڈیشن، مطبوعہ ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور۔

ک

۱۰۱ ـــــ کتاب المعارف : عبداللہ ابن قتیبہ" المتوفی ۲۷۶ھ اردو مترجم : سلام صدیقی مطبوعہ پاک اکیڈمی۔ کراچی ۱۹۸۵ء

۱۰۲ ـــــ کتاب الشفاء یعنی سیرت النبیؐ : ابو الفضل قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض المالکی المتوفی ۵۴۴ھ اردو ترجمہ احمد علی شاہ بٹالوی، مطبوعہ ملک چنن الدین تاجر کتب لاہور ۱۹۷۶ء

۱۰۳ ـــــ کلیات آتش : خواجہ حیدر علی آتش المتوفی ۱۸۸۸ء مطبوعہ مجلس ترقی ادب۔

۱۰۴ ـــــ کلیات نظم حالی : خواجہ الطاف حسین حالی المتوفی ۱۹۱۴ء مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۸ء طبع اول

۱۰۵ـــ کلیات اقبال (اردو) : محمد اقبال (ڈاکٹر) المتوفی ۱۹۳۸ء مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلیشرز۔ لاہور اشاعت سوم ۱۹۷۷ء

م

۱۰۶ـــ مدارج النبوت (فارسی) : شیخ عبدالحق دہلوی المتوفی ۱۶۴۲ء اردو ترجمہ شمس الحسن شمس بریلوی، مطبوعہ ایچ۔ ۳۱۔ سعید کمپنی، کراچی ۱۹۶۸ء
۱۰۷ـــ مدینۃ الرسول : منظور احمد شاہ، مطبوعہ مکتبہ نظامیہ ساہیوال بار سوم ۱۹۸۹ء
۱۰۸ـــ محمد رسول اللہؐ : شیخ محمد رضا مصری، اردو ترجمہ : محمد عادل قدوسی مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ۔ لاہور
۱۰۹ـــ مروج الذہب و معادن الجواہر (تاریخ مسعودی) : ابو الحسن بن حسین بن علی المسعودی المتوفی ۳۴۶ھ مطبوعہ نفیس اکیڈمی۔ کراچی ۱۹۸۵ء
۱۱۰ـــ محسن انسانیتؐ : نعیم صدیقی، مطبوعہ اسلامک پبلکیشنز لمیٹڈ۔ لاہور ۱۹۸۱ء
۱۱۱ـــ مسجد نبوی: محمد معراج الاسلام : مطبوعہ مکتبہ دربار شریف فیصل آباد
۱۱۲ـــ مسند امام اعظمؒ : ابو حنیفہ نعمان بن ثابتؒ المتوفی ۱۵۰ھ مطبوعہ ادارہ نشریات اسلام۔ لاہور
۱۱۳ـــ معجم البلدان : یاقوت بن عبداللہ حموی تالیف ۶۱۶ھ، اردو ترجمہ : غلام جیلانی برق (ڈاکٹر)، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۷۲ء
۱۱۴ـــ معجم القرآن : غلام جیلانی برق (ڈاکٹر) ۱۹۷۳ء
۱۱۵ـــ مشکوٰۃ شریف : مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہور، ۱۹۶۳ء سلسلہ مطبوعات ۳۳۸۔
۱۱۶ـــ مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : حضرت عروہ ابن زبیرؓ المتوفی ۹۳ھ اردو مترجم : محمد سعید الرحمٰن علوی۔ مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۷ء

۱۱۷ـــــ مغازی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم : محمد بن عمر الواقدیؒ المتوفی ۲۰۷ھ اردو ترجمہ : بشارت علی مطبوعہ مقبول اکیڈمی لاہور ۱۹۸۸ء

۱۱۸ـــــ مواہب لدنیہ : احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبدالملک بن احمد قسطلانی المتوفی ۹۲۳ھ اردو ترجمہ بنام سیرت محمدیہؐ مترجم محمد عبدالجبار خان۔ مطبوعہ المکتبہ العلمیہ، تاج پریس حیدر آباد دکن ۱۳۴۳ھ م ۱۹۲۴ء

۱۱۹ـــــ موطا : امام مالکؒ المتوفی ۱۷۹ھ اردو ترجمہ : وحید الزماں، مطبوعہ اسلامی اکادمی۔ لاہور ۱۴۰۲ھ

۱۲۰ـــــ مہاجرین : شاہ معین الدین احمد ندوی، مطبوعہ مطبع معارف دارالمصنفین اعظم گڑھ طبع دوم ۱۹۵۱ء

ن

۱۲۱ـــــ نبی رحمت : سید ابوالحسن علی ندوی، مطبوعہ مجلس نشریات اسلام۔ کراچی ۱۹۸۱ء

۱۲۲ـــــ نشرالطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم : محمد اشرف علیؒ تھانوی مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۳۹۷ء

و

۱۲۳ـــــ وفا الوفاء : نورالدین سمہودی المتوفی ۹۱۱ھ اردو ترجمہ : بنام تذکرہ دیار حبیبؐ مترجم محمد زاہد حسینیؒ مطبوعہ دارالارشاد۔ اٹک شہر ۱۹۸۷ء

چند تبصرے

آج ہمارے سامنے پاکستان اسٹیٹ آئل کمپنی نے ایک نیا "آئل پراڈکٹ" پیش کیا ہے بلکہ کہنا چاہئے کہ "ایمانی پراڈکٹ" اور وہ ہے سیرت احمد مجتبیٰ کا پہلا حصہ۔ کچھ لوگ پیٹرول سے صرف ڈالر کماتے ہیں مگر یہاں پٹرول ذریعہ بنا ہے محبت رسالتؐ کی شمعوں کو روشن رکھنے کا۔ سبحان اللہ۔

پی ایس او کے پیش کردہ تینوں سیرت نمبر یک جا ایک ایسی کتاب کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں جو مزاج کے لحاظ سے ایمانی، جائزہ و واقعات کے لحاظ سے تحقیقی اور معلومات جمع کرنے کے لحاظ سے نہایت پُر افادیت ہے۔

(نعیم صدیقی۔ "ترجمان القرآن" لاہور۔ ستمبر ۱۹۸۷ء)

aaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaa

پی ایس او ظاہر ہے بنیادی طور پر کوئی علمی اور تحقیقی ادارہ نہیں ہے مگر اس نے عمدہ تحقیقی، علمی معیار کے مستند رسائل و کتب شائع کرکے ثابت کردیا ہے کہ علم و تحقیق کسی کی وراثت نہیں۔

خصوصی سیرت نمبر میں حالات جو اختصار و جامعیت کے ساتھ تحقیق و ادبیت کے لحاظ سے بھی معیاری ہیں، بیان کئے گئے ہیں۔ زبان عام فہم اور تمام واقعات مستند ذیلی عنوانات میں مشہور مصرعے موتیوں کی طرح مرصع ہیں۔ ہماری تمنا ہے کہ پاکستان کے دوسرے ادارے بھی پی ایس او کی تقلید کرتے ہوئے ایسے ہی معیاری اسلامی لٹریچر کا نمونہ پیش کریں۔

(ماہنامہ "الخیر" جامعہ خیر المدارس۔ ملتان مارچ ۱۹۸۹ء)

aaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaa

پی ایس او ریویو کے تینوں سیرت نمبروں کو یکجا کر کے کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے۔ نقشہ جات کی بدولت بہت سے مضامین بغیر پڑھے ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ کتاب اپنی ترتیب، اسلوب، طرز بیان اور زبان کے اعتبار سے بالکل نادر ہے۔ چھوٹے چھوٹے ذیلی عنوانات کے تحت واقعات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جس کے باعث کتاب دلچسپ اور پُرکشش بن گئی ہے۔ واقعات ستر سے زیادہ کتابوں سے جمع کئے گئے ہیں لیکن کمال یہ ہے کہ متفرق مضامین اس سلیقے سے ترتیب دیئے گئے ہیں کہ کتاب میں جھول یا بے ربطی بالکل نہیں ہے۔ ہر واقعہ باحوالہ درج ہے۔

سیرت کے موضوع پر یہ انوکھی اور اچھوتی تالیف ہے۔ مولف نے جس عرق ریزی اور محنت سے یہ عظیم کارنامہ انجام دیا ہے یہ بہت بڑی سعادت اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ یہ بہترین تحفہ ہر شخص کے مطالعہ میں رہنے کے قابل ہے۔

(ماہنامہ "البلاغ" فروری ۱۹۸۸ء "دارالعلوم" کراچی)

aaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaa

"سیرت احمد مجتبیٰ" نہایت دیدہ زیب اور دل آویز انداز سے شائع کی گئی ہے۔ اس حسین و جمیل کتاب کو دیکھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ سیرت رسول مقبولؐ اسی انہماک سے شائع ہونا چاہئے۔ کتاب کی ناشر پاکستان اسٹیٹ آئل کمپنی اس خوبصورت کتاب کی اشاعت پر لائق تحسین ہے۔

سیرت احمد مجتبیٰؐ کی نثر میں ادبیت اور شعریت پائی جاتی ہے۔ نقشے اور فوٹو بھی شامل کئے گئے ہیں جن سے کتاب کی افادیت میں بڑا اضافہ ہو گیا ہے۔ یہ کتاب جس

جذبے اور خلوص سے مرتب کی گئی ہے وہ نہایت قابل قدر ہے۔ اگر ملک کے دوسرے مقتدر ادارے بھی سرکار دو عالمؐ اور اسلام کے بارے میں عمدہ کتابیں شائع کرنے لگیں تو عام قاری کو بہت فائدہ ہو گیا۔

(ماہنامہ "قومی زبان" کراچی۔ دسمبر ۱۹۸۷ء)

aaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaa

پاکستان اسٹیٹ آئل اگرچہ ایک فنی و تجارتی ادارہ ہے تاہم اپنے تجارتی مقاصد کے علاوہ اہل وطن کی مذہبی، علمی، سماجی و فلاحی ترقی میں بھی بھرپور حصہ لیتا ہے۔
پی ایس او کمپنی کی شائع کردہ کتاب "سیرت احمد مجتبیٰ" کی زبان سادہ، بیان سلیس، واقعات مستند اور ترتیب جدید ہے۔ تحقیق سے طباعت تک معیار نہایت ارفع و اعلیٰ ہے۔ سیرت طیبہ کے بارے میں تمام ضروری تفصیلات اس میں شامل کر کے غیر ضروری جزئیات سے گریز کیا گیا۔ تاکہ قاری کو حضور اکرمؐ کے اسوہ حسنہ کی ایک جھلک دیکھنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔ پی ایس او نے اس اعلیٰ تحقیقی کام کو محفوظ رکھنے کا جو اہتمام کیا ہے وہ انتہائی قابل ستائش ہے۔

(ہفت روزہ "تکبیر" کراچی ۴ تا ۱۰ ستمبر ۱۹۸۷ء)

aaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaa

پی ایس او وطن عزیز کے بہت سے صف اول کے قومی اداروں میں سرفہرست ایک ایسا ادارہ ہے جو اپنی متعلقہ پیشہ ورانہ تجارتی سرگرمیوں کے ساتھ علمی خصوصاً دینی جہت میں نمایاں اور قابل تحسین کام کر رہا ہے۔

پی ایس او ریویو کے سیرت نمبر جدید خطوط پر اسلامی محققانہ افکار کے شاہکار ہوتے ہیں۔ ان کا اندازہ وہی لوگ کرسکتے ہیں جو تحقیقی راہ کے راہی اور اس بحرناپیدا کنار کے شناور ہیں۔ سیرت طیبہ پر یہ خصوصی سلسلہ اردو زبان میں جدید تقاضوں کے مطابق منفرد ہے۔ مکمل تحقیق کے بعد افراط و تفریط سے منزہ واقعات کو مربوط کیا گیا ہے۔ یہ کام بچوں کا کھیل نہیں اور نہ ہر صاحب علم کے بس کی بات ہے۔ اللہ جسے توفیق عطا فرمادے۔ طبیعت کی سلامت روی، رسالت مآبؐ سے بے پناہ عقیدت، نشاط علم و حسن جیسی نعمتیں ودیعت ہوں تو یہ کام انجام پاتا ہے۔

(روزنامہ "امن" کراچی ۲۱ر نومبر ۸۸ء عاقل بریلوی۔)

aaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaa

پی ایس او ایک سرکاری صنعتی تجارتی ادارہ ہے لیکن اکثر و بیشتر صنعتی و تجارتی اداروں کی روایات سے انحراف کرتے ہوئے علمی، ادبی و دینی خدمات بھی خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہا ہے۔

زیر نظر سیرت نمبروں کی سب سے بڑی خوبی اختصار میں جامعیت ہے۔ گویا دریا کو کوزہ میں بند کردیا ہے۔ سیرت پر سینکڑوں کتب کے مطالعے کے بعد انتہائی اختصار مگر اعجاز کے ساتھ نکات ایسے دلنشیں پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں کہ پڑھنے والا فراموش نہیں کرسکتا۔ بعض اہم پہلو جو طول طویل ضخیم کتب میں روپوش ہوجاتے ہیں انہیں مصنف نے کمال دیدہ ریزی سے موتیوں کی طرح اٹھایا اور چمکایا ہے۔

متن کی صحت، معیار اور استناد کے علاوہ اشاعت کی خوشنمائی اور طباعت کی خوش روئی قابل داد ہے۔ دیکھنے والا، پڑھنے والا خراج تحسین پیش کرنے پر خود کو مجبور پاتا ہے۔

(سید قاسم محمود۔ ماہنامہ "طالب علم" کراچی۔ فروری ۱۹۸۶ء)

پاکستان اسٹیٹ آئل کی انتظامیہ مستحق مبارکباد ہے کہ اس نے سرور کونینؐ کی مکی زندگی کے انقلاب آفریں حالات و واقعات نہایت دلکش و دل پذیر کتاب کی صورت میں پیش کردیئے ہیں۔ کتاب ظاہری و باطنی خوبیوں کا مرقع ہے۔

اہم واقعات ذیلی سرخیوں کے تحت بیان کئے گئے ہیں جو قلب و نظر کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں اور قاری کے ذہن کو غور و فکر اور سعی و عمل کی دعوت دیتی ہیں۔ کتاب کی ترتیب و تسوید میں محققانہ انداز نے اسے ریفرنس بک کا بلند مقام عطا کردیا ہے۔

(اردو ڈائجسٹ لاہور فروری ۱۹۸۸ء حافظ افروغ حسن)

aaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaa

گراں قدر کتاب "سیرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم موصول ہوئی۔ پاکیزہ سیرت، پاکیزہ تحقیقی مہارت، پاکیزہ طباعت سب نے دل کو متاثر کیا۔

سالانہ تحفہ سیرت طیبہ سے متعلق موصول ہوا۔ سبحان اللہ کس تحقیق اور کس محبت سے آپ نے یہ رسالہ مرتب کیا ہے اور حسب معمول قوم کو نوازا ہے کہ شکریہ کے لئے الفاظ نہیں۔

ایسا بیش قیمت نمبر تیار کیا جس میں ایسی معلومات بھی ہیں جو بعض بڑی کتابوں میں بھی بمشکل تلاش کی جاسکیں گی۔

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان۔ حیدر آباد

aaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaa

آپ کے ادارے کی طرف سے شائع شدہ خصوصی سیرت نمبر مطالعہ میں آئے۔ طبیعت بے حد مسرور ہوئی۔ جس شان تحقیق، معیاریت اور حسن ترتیب سے یہ دینی خدمات انجام پارہی ہے لائق تحسین ہے اور بلاشبہ قابل قدر ہے۔

سعیدالدین شیر کوٹی۔ پشاور شہر

"پاکستان اسٹیٹ آئل ریویو" کے خصوصی سیرت نمبر موصول ہوئے جن کے لئے آپ کا شکر گزار ہوں۔ ہمیشہ کی طرح آپ کے یہ شمارے موضوع، مواد، طباعت اور کتابت کے اعتبار سے قابل ذکر ہیں۔ آپ سب لوگ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

ڈاکٹر جمیل جالبی۔ صدر نشین مقتدرہ قومی زبان۔ اسلام آباد

aaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaa

سیرت النبی صلعم پر کتاب کی تصنیف ایک سعادت ہے جو کسی کسی کے حصے میں آتی ہے۔ آپ نے حیات طیبہ کے نسبتاً مختصر مگر اہم ترین حصے پر تفصیل سے لکھا ہے اور اس کے لئے مستند ماخذات اور حوالہ جات بہم پہنچائے ہیں۔ عنوانات قائم کرنے کا بھی آپ کا اپنا ایک انداز ہے جو سیرت کی دوسری کتابوں سے اس تصنیف کو ممیز کرتا ہے۔

(ڈاکٹر) شفیق الرحمٰن۔ روالپنڈی

aaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaaa

پی ایس او ریویو کا خصوصی نمبر سیرت طیبہ پر علمی و تحقیقی مواد پر مشتمل ہے۔ واقعات کو جس تسلسل سے بیان کیا گیا ہے وہ قابل تحسین ہے۔ ہر باب چھوٹے چھوٹے خوبصورت اور جاذب عنوانات کے تحت تقسیم کیا گیا ہے جس سے ہر واقعہ پوری طرح قاری کے ذہن میں اترتا چلا جاتا ہے۔ تمام مضامین حوالوں سے مستند اور مدلل کئے گئے ہیں۔ کتاب اس قدر پر کشش اور دلچسپ ہے کہ ایک بار شروع کرنے پر آخر تک پہنچے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔

پروفیسر امتیاز احمد سعید
ڈپٹی فنانشل اڈوائزر۔ وزارت تعلیم
حکومت پاکستان۔ اسلام آباد

نقشہ غزوات النبی ﷺ